بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علمای عرب و عجم مفید خواص و عوام اردو زبان میں

جلد تیسری غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی محمد خرم علی صاحب مرحوم نے لکھا اور کسی قدر حاشیہ سے مدلل و مکمل کیا اسبار دوم تصحیح مولوی احسان اللہ صاحب کی تحقیق سے مطبع میں

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ بسلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزاں ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہیں انمیں بعض کتب فقہ اردو فارسی و عربی و اصول فقہ عربی کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اردو

راہ نجات ۔ از مولوی محمد علی مسائل نماز و روزہ و طریقہ نکاح خوانی مع خطبۂ نکاح ۔

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان از مولوی عبد اللہ ۔

کشف الحاجات ۔ ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی نور الدین ۔

ہزار مسئلہ ۔ شامل ہفت رسالہ ۔

(۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل نماز یہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ پیغمبر (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل ۔ مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔

شرح محمدی منظوم ۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قند ھاری ۔

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ از مولوی سید محمود و مولوی محمد طیب ۔

حیرۃ الفقہ ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری ۔

جواب السائلین ۔ تحقیقات مسائل بطور استفتا مولفہ مولوی لال محمد ۔

تحفۃ المومنین ۔ از مولوی قربان علی

نور الہدایۃ ۔ اردو ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولین عبادات مین از مولوی وحید الزمان ۔

ایضاً ۔ اردو ترجمہ جلدین اخیرین شرح وقایہ معاملات میں ۔

کنز الدقائق اردو مسمیٰ بہ تحفۃ العجم ۔ از مولوی محمد سبحان ۔

رسالۂ چار باب ۔ اردو ترجمہ از مولوی کفایت اللہ ۔

چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری ۔

اشرف المسائل معروف بہ جواہر اشرف از مولوی اشرف علی خان ۔

رسالۂ تجہیز و تکفین میت ۔ از محمد عمران ۔

احسن المسائل ترجمۂ کنز الدقائق ۔ جو مسائل ضروریہ فقہ مین بہت مستند ہے کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک کے لابدی اور ضروری مسئلے صاف صاف عبارت اردو مین مرقوم ہین مترجمۂ مولوی محمد احسن صدیقی ۔

فقہ فارسی

بدائع منظوم ۔ از مولوی ناظم علی ۔

نام حق ۔ از شرف الدین بخاری ۔

مائۃ مسائل ۔ از مولوی احمد اللہ ۔

شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر از مولوی عبد الحق سجاولی و حاشیہ از مولوی ابراہیم ۔

شرح مختصر وقایہ کو رمیری ۔ فارسی از جلال الدین سمرقندی ۔

مسلک المتقین منظوم ۔ علمائے ولایت نے اسمین مسائل فقہ حنفیہ کے کارآمد ضروری مندرج کیے ہیں مصنفہ مولوی الہ یار خان ۔

فتاوائے برہنہ ۔ اسمین مسائل فقہیہ ہین مصنفہ مفتی محمد نعیم الدین ۔

بنا الاسلام فی احکام الصیام ۔ مذہب امامیہ کی کتاب ہے

ہدایہ ۔ مع ترجمہ و شرح حل المتن منقول از مطبوعہ کلکتہ جو چند علمائے نامدار نے باتفاق رائے مدون کیا یہ کتاب مختاران و وکلا کے لیے مفید ہے چار جلد ہین ۔

۱ ۔ جلد اول ۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک ۔

۲ ۔ جلد دوم ۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک ۔ جلد اول و دوم یکجائی ۔

۳ ۔ جلد سوم ۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴ ۔ جلد چہارم ۔ کتاب الشفعہ سے مسائل شتی تک ۔ جلد سوم و چہارم یکجائی ۔

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار

بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و آسمان
الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی معتبرہ مذہب امام اعظم مستند علمار عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی
جلد تیسری غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو در المختار
جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے کیا اور حاشیہ طحطاوی و حاشیہ شامی کے اقوال سے تحشیہ و تصحیح و تکمیل کیا بحفظ حق تصنیف افضل العلماء جناب محمد احسن صدیقی نانوتوی
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوکر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہی انواع بیع کے احکام مین لمّا فرغ من حقوقِ اللہِ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العبادِ المعاملات جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات
اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہی بحر الرائق مین ہی کہ مشروعات چار قسم پر ہین ا حقوق اللہ خالصہ ۲
حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمین دونون حق مجتمع ہین لیکن حق اللہ غالب ہی ۴ وہ جسمین دونون حق مختلف ہین مگر حق العبد غالب ہی سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئے
یعنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہی اسکے بعد معاملات شروع ہوئے انمین ابتدا نکاح سے ہوئی اسواسطے کہ اسمین معنی
عبادات کا شمول ہی انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ فتح القدیر
مین ہی تصریح ہی کہ ابتدا معاملات بیع سے نہین بلکہ لقطہ و لقیطہ و مفقود و شرکت کا معاملات مین داخل ہونا غیر مخفی ہی ومناسبتہ للوقف ازالۃ الملک
لکن لا الی مالک وھذا الیہ فکانا کالبسیط والمرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہی لیکن وقف مین بعد ازالہ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک
راجع نہین ہی اور یہان یعنی بیع مین مالک کی طرف راجع ہوتی ہی یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہی تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہوئی ہم
کہتا ہی اور بسیط مقدم ہوتا ہی وجود مین مرکب پر اسواسطے تعلیم مین بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اسواسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہین اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہی تو اسمین
ترکیب محقق نہین ہو سکتی وجمع لکونہ باعتبار کل من البائع والمبیع والثمن انواعا اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیع مطلق
ومرابحۃ تولیۃ وضیعۃ مساومۃ اور مصنف نے بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل
اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ مترجم کہتا ہی یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہی اور مصدر تثنیہ و جمع نہین ہوتا لیکن مصنف نے بصیغہ جمع کا ذکر کیا ہی
تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہین یا مفید ملک ہی فی الحال وہ نافذ ہی یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ موقوف ہی یا مفید ملک عند القبض ہی

وہ فاسد ہی یا مفید ملک جملا نہین وہ باطل ہی اور مبیع یا عین ہو یا دین یہی چار احتمال سے خالی نہین یا بیع العین بالعین ہو وہ مقایضہ ہی یا بیع الدین بالدین ہی وہ صرف ہی
اور مراد دین سے یہان نقدین ہین یعنی سونا یا چاندی یا بیع الدین بالعین ہو وہ سلم ہی یا بیع العین بالدین ہی وہ بیع مطلق ہی اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہی اور
عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہی لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور یہان دین سے وہ مراد ہی جو نقد اور نسیئہ دونون کو شامل ہی اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے
خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہی یا ثمن اصل کے برابر ہی وہ تولیہ ہی یا ثمن اول سے کمتر ہی وہ وضیعہ ہی یا بیع اُس ثمن پر ہی جسپر بائع اور مشتری کا
اتفاق ہو گیا بلا التفات بثمن اول وہ مساومہ ہی اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہی کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجیے تو اب بیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکور کرنا صحیح ہوگا
هُوَ لُغَةً مُقَابَلَةُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ مَالًا أَوْ لَا بِدَلِيلِ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ بیع لغت مین عبارت ہی ایک چیز کے مبادلے سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو
یا نہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیون نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے مَیں کہتا ہون چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا آپ پر نہین ہو سکتا تو معلوم
ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع مین
بھی اسی طرح ہی اور اسی طرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق
اشتراک واقع ہوتے ہین مگر عرف مین لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیون نے ۲۲ یا
۲۳ درہم کو بیچا تھا اور جسنے خرید کیا تھا اُسنے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وَهُوَ مِنَ الْأَضْدَادِ اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہی
یعنی خرید اور فروخت دونون مین مستعمل ہوتا ہی شرا کی لفظ کے مانند وَيُسْتَعْمَلُ مُتَعَدِّيًا وَبِمِنْ لِلتَّأْكِيدِ وَبِاللَّامِ يُقَالُ بِعْتُكَ الشَّيْءَ
وَبِعْتُ لَكَ فَهِيَ زَائِدَةٌ قَالَهُ ابْنُ الْقَطَّاعِ اور لفظ بیع کا متعدی ہی مستعمل ہوتا ہی دو مفعولون کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ
مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہین بعتک الشئی و بعت لک تو لام زائد ہی ایسا کچھ کہا ہی ابن قطاع نے وَبَاعَ عَلَيْهِ الْقَاضِي أَيْ بِلَا رِضَاهُ اور بولتے ہین
باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے بیچ لیا مَیں کہتا ہون شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہی اور
عدم رضا علی کی لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عام خیار ہو وَشَرْعًا مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوبٍ فِيهِ بِمِثْلِهِ خَرَجَ غَيْرُ الْمَرْغُوبِ كَتُرَابٍ
وَمَيْتَةٍ وَدَمٍ اور شرع مین بیع عبارت ہی باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز
بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون مَیں کہتا ہون یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہی اسواسطے کہ انمین بھی مبادلہ ہی مرغوب کا مرغوب سے
اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سے نہین نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہی وہو مبادلۃ
المال بالمال بالتراضی یعنی مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین یہ حقیقت ہی بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال مین داخل ہی اسواسطے کہ بحر الرائق
مین ہی کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہی سب آدمیون کے
تمول سے یا بعض آدمیون کی تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سے اور شرعًا اسکی اباحت انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون
تمول کے وہ مال نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اُس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب
اور جبکہ دونون امر یعنی تمول اور اباحت نہون تو دونون مین سے ایک بھی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اسکو مال کہتے ہین نہ متقوم بولتے ہین
عَلَى وَجْهٍ مُفِيدٍ مَخْصُوصٍ أَيْ بِإِيجَابٍ أَوْ تَعَاطٍ مبادلہ مذکور ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہی یا تعاطی
مَیں کہتا ہون طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہو جاے اسواسطے
کہ فقط ایجاب اسمین بھی ہوتا ہی فَخَرَجَ التَّبَرُّعُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ تو تبرع من الجانبین یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عوض دینا بطریق احسان کے

دینا نکل گیا ہم کہتا ہون طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلے مین داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا
حالانکہ ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلے پر تفریع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے
نکل گیا اگرچہ مبادلے مین داخل تھا والھبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہون کہ ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے
بیع نہین لیکن بنظر انتہا کے بیع ہی وخرج بمفید مالا یفید فلا یصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ اور مفید کی قید سے غیر مفید
نکل گئی تو صحیح نہین بیع درم کی درم سے جبکہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہون اور اگر ایک درم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہی بسبب
بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہرا بیع جائز ہی بسبب
فائدے کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دار بحصۃ الاخر صیرفیۃ اور صحیح نہین بدلنا اور مجرا کر لینا ایک شریک کا گھر کے
حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیۃ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو انکا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین
کچھ فائدہ نہین ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے بسنے کا دوسرے گھر کے بسنے سے صحیح ہی کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم
ہی تو بیع جنس بجنس سے بطریق نسیئے کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول
وھما رکنہ اور بیع ہوتی ہی قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہی اور یہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہون فتح القدیر مین ہی کہ رکن بیع ایجاب
اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہی جو تبادل ملکین کی رضامندی
پر دال ہو قول ہو یا فعل وشرطہ اھلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہی بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہون شرط بیع کی عاقدین مین تمیز اور وہ ولایت ہی جو
ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اسکے اثر کو سمجھتا ہو تو اسکی بیع
منعقد ہی اور شرط بیع کی متعدد متعاقدین ہی تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونون کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہو گی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہی
متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین اور تمام اہل مجلس نے اسکو سنا تو اسکی
تصدیق نہو گی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کے بحر الرائق مین چھتیس شمار کیے ہین جسکا جی چاہے اسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا
مال ہے ہم کہتا ہون مبیع مین شرط یہ ہے کہ مال متقوم شرعا مقدور التسلیم ہو فی الحال او فی ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور
خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا بیع مین یہ
شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے وقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علی المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک
اور حکم اسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہی بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہی اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہوا اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بعد اجازت کے ملک
ثابت ہو گا ہم کہتا ہون ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہی اور اسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہی اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اسکی استمتاع
کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور حکمت
بیع کی انتظام ہی بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہون انسان حاجتمند ہو طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا
جوتنا پھر اسمین بیج بونا پھر اسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود
بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اگر ان کو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات ستر و اصلاح
اسطرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعا سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرورتی شے مطلوب کو زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال

کرنا یا صبر کرکے مر جانا اور پھر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء مکلفین محتاجین ہی اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول
کے کذا فی الفتح وصفته مباح مکروه لا حرام واجب اور بیع کی صفت یہ ہی کہ بعضی بیع مباح ہی اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہی بیع
مباح وہ ہی جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہی اور مکروہ وہ ہی جو اذان جمعے کے وقت ہوا اور حرام بیع فاسد ہی اور اسکا فسخ کرنا بہ رعایت حق شرع واجب ہی اور واجب
مال یتیم کی بیع ہی جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الحلاوۃ وثبوته بالکتاب والسنة
والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہی ہم کہتا ہو قرآن میں ارشاد ہوا واحل الله البیع وحرم
الربوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جو اثنا معہ کتب حدیث میں بہ کثرت ثابت ہی اور بہت کا
اجماع جواز بیع پر مستغنی ہی بیان سے اور قیاس سے یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اسواسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی ہی اور وہ یہ ہی جیسا
مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہی جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب هو ما یذکر اولا من کلام احد المتعاقدین
والقبول ما یذکر ثانیا من الآخر سواء کان بعت او اشتریت سو ایجاب وہ ہی جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ قبول اسکا
نام ہی جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہی اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا میں نے
مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہی اور مشتری کا قول قبول ہی اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو مشتری
کا قول ایجاب ہی اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہی کہ لغت میں ایجاب بمعنی اثبات ہی مطلقا اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہی جو رضا پر
اولی دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہی اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے
ممتاز ہو جاوے الدال علی التراضی قید به اقتداء بالآیة وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکره وان انعقد ولم ینعقد
مع الهزل لعدم الرضاء بحکمه بعد هذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہی جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی
کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کردینے کے واسطے ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہی اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد
نہیں ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کرے ہم کہتا ہی بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی التراضی کہتا
اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہی دونوں جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہی ہو مبادلة
المال بالمال بالتراضی اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمائی الا ان تکون تجارة عن تراض منکم شارح کا کلام اسکا مقتضی ہی
کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہی فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں صحیح ہی کہ وہ فاسد موقوف ہی رضامندی پر اور منار اور
اسکی شرح میں مصرح ہی کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہی اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہی محل بیع میں لیکن بسبب عدم
رضا بالحکم کے فاسد ہی تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ویرد علی التعریفین ما فی التاتارخانیة
لو خرجا معا صح البیع اور ایجاب اور قبول دونوں کی تعریفوں پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر ایجاب اور قبول
ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہی یعنی اس صورت میں ایجاب کی اولیت اور قبول کی ثانویت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں مسلم نہیں لکن فی
القهستانی لو کانا معا لم ینعقد کما قالوا فی النکاح لیکن قہستانی میں ہی کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسا نکاح میں فقہا نے
سلام میں کہا یعنی اگر سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب سلام ادا نہ ہوگا اعادہ اسکا لازم ہی شارح نے مستدرکا لکن کہکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن
عالمگیری میں ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہی والظاهر الاول ما فی الاشباه تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی العتق وطلاق

بالعکس یعنی اگر مشتری نے ابتدا بکلام کی اور بائع نے بیع قبول کی اور کہا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جواب ہے وفی القنیة نعم بعد الاستفہام
کبا بعت منی بکذا بعتُ ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز فلیحفظ اور قنیہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام
کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ سے بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہے اگر ثمن نقد دے اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سو اے
فلانے اسکو خبر پہونچا دے سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو
قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابة او رسالة فیعتبر مجلس بلوغهما اور موقوف الصحہ نہیں بیع کے
اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اُس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر
پہونچی بلا کتابت و رسالت اور اُسنے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول
معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم کذا فی الہدایة وصدر الشریعة کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر بحر خلافا للثانی
فلہ الرجوع لانہ عقد معاوضة بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین نہایہ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح
میں در صورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ
ہے بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمین ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز
نہیں اسواسطے کہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایة ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز
ہے اسواسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب (ایجاب کرنے والا ۱۲) کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے واما الفعل فی التعاطی
وهو التناول کما فی القاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی
القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیزوں میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کرخی
کے یعنی انکے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیزوں کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضوں نے
کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہے
کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس ناطفی
میں ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہے اسنے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اسنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہو گئی اور اسی طرح
اگر قصاب سے کہا اور اسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہو گئی یہان تک کہ اگر مشتری نے ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت
دینے سے انکار کریگا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلا دیگا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ یفتی فیض
تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الفیض ہم فتح القدیر میں ہے کہ اسمین اختلاف
ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اسواسطے کہ امام محمدؒ نے تصریح کی ہے کہ بیع التعاطی قبض احد البدلین
سے ثابت ہوتی ہے اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہے انتہی طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع کی رضامندی سے
مبیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جاے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جاے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا لم یصرح معہ
التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطیخ والبائع یقول لا اعطیها بهما لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جبکہ تعاطی کے ساتھ
عدم رضا کی تصریح نہ ہو تو اگر مشتری نے دراہم دیے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں انکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہ ہوگی کما لو کان بعد

عقد فاسد خلاصة وبزازية وصحح في البحر ان الايجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ينعقد بهما البيع قبل متاركة الفاسد ففي بيع التعاطي
بالاولى وعليه فيحمل ما في الخلاصة وغيرها على ذلك چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے ہو کذا فی الخلاصۃ والبزازیہ اور بحر الرائق
میں تصحیح کی ہے کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولے بدون چھوڑنے
فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور بنا بر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا میں ہے وہ اسی پر محمول ہے یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول
ہے طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یوں نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر بعد فاسد یا
باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہو انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ میں موجود ہے تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت
کرنا کیا ضرور ہے اور حموی کی طرح نہر الفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے وتمامه في الاشباه من الفوائد اذا ابطل المتضمن بطل المتضمن
والمبني على الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہے کہ جب متضمن
بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جسکی بنا فاسد پر ہوتی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوتی
تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقيل لا بد في التعاطي من الاعطاء من الجانبين وعليه الاكثر قاله الطرسوسي واختاره البزازي
وافتى به الحلواني واكتفى الكرماني بتسليم المبيع مع بيان الثمن فتحرر ثلثة اقوال وقد علمت المفتى به اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع التعاطی
میں اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوں کا دینا ضرور ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہیں اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہے اور اسکا حلوانی
نے فتویٰ دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمیں منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو وہ قول اول یہ ہے کہ ایک
کا دینا کافی ہے خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہے کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضرور ہے اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط
مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہے اور منشاء اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے
کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضے مقام پر اعطاء احد الجانبین ذکر کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضے مکان میں تسلیم مبیع کا بیان کیا
تو بعضے یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وحررنا في شرح الملتقى صحة الاقالة والاجارة
والصرف بالتعاطي فليحفظ اور ہم نے تحریر کی ہے شرح ملتقی میں صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر
عقد بیع میں خاص نہیں ہم شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق
سے منقول ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ما يستجره الانسان من البياع اذا حاسبه على اثمانها بعد استهلاكها جاز استحسانا
جو چیزیں آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ بائع اس سے ان چیزوں کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد انکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے
کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے
سے وہ مسئلہ مستثنیٰ ہے جو قنیہ میں ہے کہ جن چیزوں کی بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الخرج یعنی بطور آچاپت کے چنانچہ مسور
اور نمک اور تیل اگر انکو خریدے بعد معدوم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہاں معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بيع البراءات التي يكتبها
الديوان على العمال لا يصح بخلاف بيع حظوظ الائمة لان مال الوقف قائم ثمة ولا كذلك هنا اشباه وقنية ومفاده انه يجوز للمستحق
بيع خبزه قبل قبضه من المشرف بخلاف الجندي بحر وتعقبه في النهر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیوں کا جنکو سپاہیان دفتر عاملوں پر لکھ دیتے ہیں صحیح
نہیں بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ انکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ وقف کا مال ہاں قائم اور موجود ہے اور ویسا نہیں ہے یہاں یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود

ہوتا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کر لیوے مشترف
سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا کہ ظاہر اقنیہ کی روایت ضعیف ہے واسطے
کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اسکی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اسکو یاد رکھنا چاہئے
و بیانے کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے ہے التفات کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید نہ ہو انتہی ملخصا وافتی المصنف
ببطلان بیع الجامکیۃ کما فی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من المدیون اور فتوی دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے واسطے کہ اشباہ میں ہے کہ بیچنا دین کا
جائز نہیں مگر مدیون سے جائز ہے ہم جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اسکے واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہو تو اگر سپاہی چاہے
کہ دو چار مہینے کی پیشگی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ تنخواہ امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہیں اور مدیون کے ہاتھ بیچنے
کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا بعوض غلام کے سوا اسکے غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا چند دراہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہے اور اگر غیر
مدیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ یہ بیع ہے منقول کی اسکے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا ای فی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض
عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا
حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت
اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا
عوض جائز ہے وفیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن
الوظائف بمال اور اشباہ کے تعارض عرف اور لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علما نے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہے
تو بموجب اسکے فتوی دیا جاتا ہے وظائف وقف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں
اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایہ میں اور یہ قول متفرع ہے قول المفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہو بنا ہے احکام عرف عام پر ہوتی ہے
نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہوا اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہا میں خلاصہ یہ ہے
کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنے فتاوی
میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتمد نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اسپر چلتے ہیں اور بعضے علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ
معاویہ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اسقدر مال پر جو بہت سا ان کو کافی ہوا اور حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبہ علم حکم خلو الحوانیت فلیس
لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا لغیرہ ولو وقفا انتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہے خلو دکاکین کے لزوم پر تو دوکانوں کے مالک صاحب خلو کا خارج
کر دینا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اسکے سوا کو اگرچہ دکانیں وقف ہوں انتہی فی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہ ہے کہ دافع دراہم اس منفعت کا مالک ہو جسکے بمقابلے
میں اسنے دراہم دیے خواہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف میں مکانات قریب الانہدام ہوں تو واقف یا ناظر وقف اس شخص کو کرایہ دے جو
مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص وقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک
دانگ ہوا اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاوے تو صاحب خلو دو تہائی میں وقف کا شریک ہوگا بعد اسکے سوا اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ
میں وقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے متقدمین حنفی اور جمہور مالکی اسکو باطل کہتے ہیں اور
صاحب اشباہ وغیرہ اسکے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اسواسطے کہ اوقات ناصحی میں ہے کہ دکاکین بازار کی آرائش جبکہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہو جنہوں نے دوکانوں کو بنایا ہے

تو وقف جائز ہی اسواسطے کہ ہمنے اُن دوکانون کو اُنکے تصرف مین دیکھا کہ اُنکو بیچ ڈالتے ہین اور اُنکو میراث لیتے ہین سلطان اُنسے مزاحمت نہین کرتا اُن لوگون پر لیتا
فقط غلہ اور محصول ہی جو دیا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہاے دراز سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دوکان کو اسکا اخراج کرنا اور غیر شخص کو
اسکا اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ وہ دوکان اصل مین وقف ہوا انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو مین ایک مستقل رسالہ لکھا ہی اور صحت خلو کی شرط یہ ہی کہ وہ دراہم [illegible]
وقف مین صرف ہون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہین اور دراہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہ خلو صحیح نہین
اور فائدہ خلو کا یہ ہی کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہی تو اسپر ملک کے احکام جاری ہون گے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادائے دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت
اور درخت ہون تو اسمین حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ حموی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہی اسواسطے کہ اسپر کثرت سے عمل جاری ہوگیا ہی تمام ممالک مین خصوصاً
دیار مصر مین تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بالکلیہ حسب الضرر ہی اسواسطے کہ حکم سلطان سے تصحیح ہوا خلو اور کثرت اختصاص مین الا انہ لازم آتا ہی محل المخصوص
جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصراً وفی معین المفتی للمصنف معزیا للولوالجیہ
عمارۃ فی ارض بیعت فان بناءً او اشجاراً جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہی ولوالجیہ کی طرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت
بناے مکان ہی یا درخت ہین تو بیع جائز ہی ھ یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین مین ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ
اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہی کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر لازم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وان کان کراباً او کری انہار
ونحوہ مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنی مال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کھودی جوتی زمین ہی یا نہرون کا کھودنا اور صاف کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور
مانند اسکے اس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہو نہ بمعنی مال تو بیع اسکی جائز نہین انتہی مافی الولوالجیہ ھ جوتنے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہی اور بیع سے اور لا
بمعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہی بطریق خلو کے کذا نے الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رہنہا ولذا جعلوہا الآن فراغاً
کالوظائف فلیحرر انتہی وسنذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مفاد یہ ہی کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسیطرح اسکا رہن
جائز نہین اور اسی واسطے اب علمانے اسکو فراغ قرار دیا ہی یعنی مسکہ کو بلفظ فراغ کیا ہی مثل وظائف متعلقات وقف کے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرلی چاہیے انتہی مافی معین المفتی
اور قریب ہی کہ ہم اسکو بیع الوفا مین ذکر کرین گے ھ درمختار کے محشیون کا کلام اس مقام مین مختلف ہی لفظاً و معنی طحطاوی نے بیع مسکہ ضبط کیا ہی بحذف میم اور شرح
اسکی یون کی ہی کہ بیع مسکہ یعنی کوچہ بغیر فائدہ کے حق مرور کی بیع جائز نہین اور شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندھی مدنی نے مسکہ باضافت میم ضبط کیا ہی اور اکثر نسخ درمختار
کے اسی کے موافق ہین پھر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہی شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہر مسکہ بالضم سے کنوین کا کھودنا تحت مکان مین مراد ہی کذا فی القاموس
تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کے مانند ہی انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ اور مشد مصر کے لیے فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اسکو
کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرادے کچھ
عوض لےکر تو کنوین کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجھے بے معنی معلوم ہوتا ہی تو بہتر یہ ہی کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر کچھ موقوف ہوا اور وہ دوسرے شخص
کو دے عوض لےکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہی کیونکہ قاموس مین یہ معنی مسکہ بھی مذکور ہی کہ المسکۃ ما یتمسک بہ اور مفتی ابو السعود کی معروضات سے معلوم
ہوتا ہی کہ مسکہ متعلق بوقف ہی متعلق بحکم السلطانی واللہ اعلم وینعقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ
بوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین وتمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہی ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپ کی بیع اپنے طفل سے اور اسکے
کے سبب وفور شفقت باپ کے اسکی عبارت دو عبارتون کے برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درر مین ہی ھ یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے ہاتھ خرید کرے تو فقط
ایک لفظ سے بیع صحیح ہی اسطرح کہ کہے کہ مین نے اسکی چیز اس کے ہاتھ بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہین انتہی

درہم کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے مول دے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وصی اسکی چیز اسوقت خریدے کہ بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیۃ یعنی دس درہم
کی قیمت والے کو پندرہ درہم دے کر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل سے منفعت اُس کی شرط نہیں وفور شفقت کے سبب سے فَاِذَا اَوْجَبَ
وَاحِدٌ قَبِلَ الْآخَرُ بَائِعًا کَانَ اَوْ مُشْتَرِیًا فِی الْمَجْلِسِ لِاَنَّ خِیَارَ الْقَبُوْلِ مُقَیَّدٌ بِہٖ پھر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اُسکو
قبول کرے مجلس میں اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس ہے یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے
بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لیکن مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول از قبل بیانا جاوے
جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کرے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو
ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد ہو نہ متغیر ہو بِکُلِّ الْمَبِیْعِ بِکُلِّ الثَّمَنِ اَوْ تَرَکَ لِئَلَّا یَلْزَمَ تَفْرِیْقُ الصَّفْقَۃِ مجلس ایجاب مین
عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقت لازم نہ آوے صفقہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور اب اصطلاح
فقہ مین صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنی غیر کیلی اور وزنی چیزین یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمین بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول
کرنا جائز نہیں تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ مین نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مشتری
مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیمون کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ مین نے پانچ امرود یا لیمون کو دو پیسے
لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے اِلَّا اِذَا اَعَادَ الْاِیْجَابَ وَالْقَبُوْلَ تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور
قبول کرین تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب و قبول سے نہ اول سے اَوْ رَضِیَ الْاٰخَرُ وَکَانَ الثَّمَنُ مُنْقَسِمًا عَلَی الْمَبِیْعِ بِالْاَجْزَاءِ کَمِکْیَلِیْ وَمَوْزُوْنٍ
یا راضی ہو جاوے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ کیلی اور موزون کہ اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے
دس سیر گیہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ مین نے پانچ سیر گیہون پانچ آنے کو خرید کئے اور بائع اس پر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت مین قبول
ایجاب ٹھہرا اور رضا مندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا وَاِلَّا وَاِنْ رَضِیَ الْاٰخَرُ لِعَدَمِ جَوَازِ الْبَیْعِ بِالْحِصَّۃِ اِبْتِدَاءً کَمَا حَرَّرَہٗ
الواقی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر بالقبول راضی ہو جاوے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا مین جائز نہیں
کذا حررہ الواقی المحشی للدرر اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہ ہو بلکہ انقسام بالقیمت ہو یعنی مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہون چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے
دو غلام یا دو کپڑون کو بعوض بیس درہم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ
ابتدا مین جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ بیچ مین عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور پیچھے اسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید
سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا مین عارض ہوئی نہ ابتدا مین اور عدم جواز بیع مذکور اُس صورت مین ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے
کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحطاوی اَوْ بَیَّنَ ثَمَنَ کُلٍّ کَقَوْلِہٖ بِعْتُہُمَا کُلُّ وَاحِدٍ بِمِائَۃٍ وَاِنْ لَمْ یُکَرِّرْ لَفْظَ بِعْتُ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَہُوَ الْمُخْتَارُ
کَمَا فِی الْاِخْتِیَارِ لِتَعَدُّدِ الصَّفْقَۃِ یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑون کو بیچا ہر ایک کو
بعوض سو درہم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرح مختار مین برہان سے منقول ہے
صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن سے صفقہ متعدد ہو جاتے ہین کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ
مین تکرار لفظ بیع شرط ہے اسطرح پر کہ بعتک ہذین العبدین بعتک ہذا بخمسمائۃ وبعتک ہذا بخمسمائۃ یعنی ان دو غلامون کو تیرے ہاتھ مین نے بیچا اس غلام کو
پانسو کی عوض مین بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور صاحب النہر نے صاحبین کے قول کو یون ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے

کہ ظاہر با ئع کی غرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بک جائے اور اگر دونوں کو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ تھا وقام ایقبل بطل
الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدھما وان لم یذھب عن مجلسہ علی الراجح نہر وابن الکمال فانہ کمجلس خیار المخیرۃ
وکذا سائر التملیکات فتح اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے
پہلے یعنی یون بولا کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خریدتا یا دونوں میں سے کوئی کھڑا ہو گیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر و ہکذا صرح
ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کے مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح
ھو نہر الفائق یہ ہے اختلاف مجلس اس عمل کے اشتغال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ
ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ میں تھا ایجاب کے وقت اور سو جانا در صورت نشست عاقدین اور فرض نماز
کا پورا کرنا مجلس کو نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور وہ طلب فرض نماز پڑھتا تھا سو اٹھتے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز میں دوسری
رکعت پڑھ کر قبول کریگا تو بھی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملاویگا اور چار پڑھ کر قبول کریگا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقاً ظاہر الروایت میں اختلاف مجلس کا سبب
ہے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں اور طحطاوی وغیرہ کا مختار
ہے کہ اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت میں تو جائز ہے اور محیط میں اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ میں ہے کہ ایک دو قدم چلنے میں جائز ہے مجمع التفاریق میں کہا کہ اسی
قول کو ہم لیتے ہیں اور مجتبیٰ میں ہے کہ مجلس متحدہ وہ ہے کہ جس میں احد المتعاقدین بجز گفتگوئے ایجاب اور قبول کے اور کام میں مشغول نہ ہوں یا وہ اشتغال نہ کریں جو اعراض
پر دلالت کرے اور کشتی گھر کے مانند ہے تو مجلس منقطع نہ ہوگی اسکے چلنے سے اس واسطے کہ بائع اور مشتری اسکے ٹھہرانے پر قادر نہیں انتہی اور فتح القدیر میں سوائے خیار
مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحطاوی واذا وجد الزم البیع بلا خیار الا لعیب او رؤیۃ خلافا للشافعی اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی
تو بیع لازم ہوگی بلا ثبوت خیار احد المتعاقدین سوا خیار العیب اور خیار الرؤیت کے بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق
حاصل ہوا تو اب کسی کو نقض بیع میں اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب
ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو لقا سے مجلس تک خیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ المتبایعان بالخیار
مالم یفترقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جبتک جدا نہیں ہوئے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں مذکور کیا وحدیثہ محمول علی تفرق الاقوال اذ الاحوال
ثلث قبل قولہما وبعدہ وبعد احدھما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقۃ فیحمل علیہ
اور حدیث خیار امام شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اس واسطے کہ یہاں تین حالات محتمل ہیں قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا
ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت میں مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت
میں حقیقت ہے تو اسی پر محمول ہوگا اور حدیث ممدوح میں تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے
یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یون کہنا کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اس واسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو
متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے انکو متبایع بولنا بھی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو مشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا
بھی حقیقت ٹھہرا اور مشاغل اس وقت صادق آتا ہے جبکہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نہ کرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ خیار
القبول ہے اور یہ تفسیر ہے ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو دو شخص خرید و فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبول کے
مختار ہیں دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہیں

اسواسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایسی بیع ثابت ہو نہ سکی یعنی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اول مواضع سے ہے یہان حقیقت بعض لفظ کہ معنی سے صادق
آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقت یعنی صادق نہین مگر وقت تکلم جملہ الا کہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہین بلکہ علے التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے بولنے سے مخبر کہنا
اسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف ہے بیجا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اسکا جواب یہ ہے کہ شرع اور عرف مین تفرق
رجال کی اسنادت تفرق اقوال کی طرف مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالی وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ یعنی متفرق نہین ہوئے
اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہے کہ بنی اسرائیل اکہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث
مین افتراق رجال سے صریحا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ مین اور قیاس قال اللہ تعالے
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہے قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود بطریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد
ایجاب اور قبول کے تجارت برضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو اس آیت مین حق تعالی نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے و
قال اللہ تعالی وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنی گواہ کرو جبکہ باہم بیع کرو اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق
آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہ ہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول
پر محمول کیا تا قرآن اور حدیث کے مطلب مین اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک
انمین سے عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس بمجرد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر

(وشرط لصحتہ معرفۃ قدر) مبیع و (ثمن) اور بیع صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت م مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ
دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ایسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہین
تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر مین ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہین جانتا کہ اسمین کیا ہے تو بیع فاسد ہے
اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اسکو نہ جانتا ہو اسواسطے کہ جہالت
مافی البیت کمتر ہے جہالت مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہے صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکین فرات کے
پانی کی مثلاً خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہو تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہے اور قیاس مین جائز نہین
اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہے اور بظاہر یہ تعبیر جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اس صورت مین شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو ورنہ شرط نہین
چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اسکی مقدار
کو نہ جانتے ہون اور اسی طرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص بالقدر اپنے
راس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہان تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس مین علم حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے
مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی سونے سے بوزن اس پتھر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہین اور اگر اسکا وزن معلوم ہوگا تو بیع
مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل رہی اسی واسطے بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک
شخص نے کہا کہ مین نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور اس شہر مین دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا
رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے کی پیسون پر منعقد ہوگی اور

اگر اسکے سوا کوئی اور چیز سے خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو عدد متعین ہو جائیگا بیع کے مناسب نقود
ہوں خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح ملخصا و وصف ثمن کمصری اور دمشقی
اور صحت بیع کے واسطے وصف ثمن کی واقفیت مشروط ہے چنانچہ درہم کا مصری ہونا یا دمشقی ہونا مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن
کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع چاہیگا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونے
کا فایدہ حاصل نہ ہوگا مصنف نے وصف ثمن قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہیں اور بدائع مین مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک
معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع جسکو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے
کہ جسکے سبب سے حاصل ہوتی ہین تو موجب ہے اس شے کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعۃ چنانچہ مبیع یا مشتری کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لا یشترط ذلک
فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین شرط ہے اور اسمین یہ شرط نہیں جسکی طرف اشارہ ہو بسبب دور ہونے ناواقفیت
کے اشارے سے معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع باہمی
کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہ ہو سکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم انتزاع کے شرط نہیں سو اگر
بائع کہے کہ مین نے اس گیہون کے ڈھیر کو ان درہمون سے جو تیرے ہاتھ مین ہین بیچا اور حالانکہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہین پھر مطالب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے
اسواسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی ناواقفیت باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہیں کذا فی النہر مالم یکن ربویا قوبل بجنسہ او سلما
اتفاقا او رأس مال سلم لو کیلیا او موزونا خلافا لہما کما سیجیء و حکم مشار الیہ اس حال پر ہے جب ربا نہ ہو جسکا مقابلہ ہوا اپنے ہم جنس سے یا سلم نہ ہو باتفاق
امام و صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہ ہو اگر وہ کیلی اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا حاصل یہ ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت
مقدار شرط نہیں اس صورت مین ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہ ہو چنانچہ گیہون کے ڈھیر کو دوسرے گیہون کے ڈھیر سے اشارہ کرکے بدلنا بلا کیل
اور وزن صحیح نہیں بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم
مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اسمین
کافی ہے چنانچہ شرح اور بحرالرائق مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلما اتفاقا کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام
ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اسوقت موجود نہیں کیونکہ وہ مؤجل ہے (فرع) مسئلہ شارح کا
لو کان الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج فلہ الخیار و یسمی خیار الکمیۃ لا خیار الرؤیۃ لعدم ثبوتہ فی النقود اگر ثمن تھیلی مین ہو اور
جو دراہم اسمین ہین باہر سے معلوم نہ ہوتے ہون تو بائع کو اسمین اختیار ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود مین ثابت
نہین کذا فی الشرح طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ
فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا کہ مین اسکو خریدتا ہون بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اسمین وہ دراہم پائے جو اس شہر مین
رائج نہیں تو بائع کو دراہم شہر کا سوالیہ جائز ہے اسواسطے کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کی طرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے
اور بائع کو اختیار نہیں بخلاف اسکے اگر یہ کہا کہ مین نے خرید لیا بعوض اسکے جو اس خم مین ہے پھر ان درمون کو دیکھا تو اسمین ہے تو اسکو اختیار
ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تھیلی مین ہے اسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت مین اسکو اختیار ہوگا
اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ ثابت نہیں و صح بثمن حال وہو الاصل او بیع صحیح ہے ثمن بلا میعاد اور

یہی اصل ہے جو حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ حلول مقتضائے
عقد ہے اور اجل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے وموجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم
اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہونچے یعنی اس ثمن موجل سے بیع صحیح نہیں جسکی مدت مجہول ہے کیونکہ باعث نزاع ہے وجہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت تھوڑی مین تقاضا کریگا اور
مشتری اسکا انکار کریگا لہذا المجہول المدۃ کی بیع فاسد ہے ولو باع موجلا صرف لشہر بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی
اسی کا فتوی ہے کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لنافیہ لا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو انکار کا
معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم مین مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا ہم اختلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہین مدت
پر بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہے اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا
اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہین ولو فی قدرہ فللمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا
زیادہ مدت تو کم مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونون صورتون مین یعنی اختلاف مدت اور مقدار
مدت مین مشتری کے گواہ مقبول ہون گے اسواسطے کہ ظاہر کے خلاف ظاہر کئے اثبات کے واسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون
مختلف ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی ویبطل
الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے منفعت سے پھر جب
مدت مقرر کرنے والا مر گیا تو اسکا متروکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہو گیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے باع بحال ثم اجلہ
اجلا معلوما او مجہولا کنیروز ومہرجان صح التاجیل منیہ بائع نے مبیع کی ثمن بلا مدت پر بیچ کر اسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ
نوروز یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخے مین منیہ کی جگہ قنیہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل تراہیہ بائع کے ہزار درم
ہین مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کرو تو یہ مدت معین کرنا نہین ہے کذا فی البزازیہ یعنی فی الحال طلب کرسکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف
ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وھی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہین جنکی صاحب دین نے
قسط بندی مقرر کی ہو یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونون کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے
ہم چلپی نے کہا ان اخل حال ہے جمل کے فاعل کا تقدیر قول کے قلت وما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطع رائجۃ فکسدت بضرب جدید تجب قیمتہا
یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکم بمثلہا لمنع السلطان منہا ولا بدفع قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا ما لم یغلب
غشہا فجیدہا وردیہا سواء اجماعا اما ما غلب غشہ ففیہ الخلاف کما سیجی فی فصل القرض فتنبہ وبہ اجاب سعدی افندی
مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیون سے خریدا پھر انکا رواج موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیون کی قیمت
ہو گی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوائے اسکے اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان
کے اسکے رواج سے اور انکی قیمت فضہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے اسواسطے کہ جبتک چاندی کی کھوٹی غالب ہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی
دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے اور جس چاندی مین کھوٹی غالب ہوگی اسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا
اور یہی جواب دیا ہے اس مسئلے کا سعدی آفندی نے کہا طحطاوی نے کہا غلبۃ الغش باب الصرف مین مذکور ہے نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

وَهٰذَا اِذَا بِیْعَ بِثَمَنٍ دَیْنٍ فَلَوْ بِعَیْنٍ فَسَدَ فَتْحٌ اور یعنی صحت بیع ثمن موجل اسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہی کذا فی الفتح ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہو خلاصہ یہ ہو کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہو اور اسکے دینے کا مثلاً دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہو اور اگر ثمن کپڑا ہو یا اور اسباب تو اسکے ادا مین مدت معین کرنا صحیح نہین کہ بیع فاسد ہو وَبِخِلَافِ جِنْسِهٖ وَلَمْ یَجْمَعْهُمَا قَدْرٌ لِمَا فِیْهِ مِنْ رِبَا النَّسَاءِ كَمَا سَیَجِیْءُ فِیْ بَابِهٖ اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونون کو کیل اور وزن شامل نہ ہو اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیاج ہو چنانچہ اسکی تفصیل باب الربا مین آویگی ھم خلاصہ یہ ہو کہ بیع بثمن موجل درست ہو دو شرط سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہ ہو کہ بیع بخلاف جنس ہو نہ ثمن مثلاً مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہ ہون چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کرکے صحیح ہو تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہون کی من بھر گیہون سے یا گیہون کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہین کہ بیاج ہو وَالْاَجَلُ اِبْتِدَاءُهٗ مِنْ وَقْتِ التَّسْلِیْمِ وَلَوْ فِیْهِ خِیَارٌ فَمِنْ سُقُوْطِ الْخِیَارِ عِنْدَهُمَا خَانِیَةٌ اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہو اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد ہی نہ بعد ایجاب اور قبول کے وَلِلْمُشْتَرِیْ بِثَمَنٍ مُؤَجَّلٍ اِلٰی سَنَةٍ مُنَكَّرَةٍ اَلْاَجَلُ سَنَةٌ ثَانِیَةٌ مُذْ تَسْلِیْمٍ لِمَنْعِ الْبَائِعِ السِّلْعَةَ عَنِ الْمُشْتَرِیْ سَنَةَ الْاَجَلِ الْمُنَكَّرَةِ تَحْصِیْلًا لِفَائِدَةِ التَّاْجِیْلِ اور اس مشتری کے لیے جسنے سال غیر معین کے ثمن موجل پر خریدکیا دوسری سال کی مدت ہو تسلیم مبیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت مین تاکہ مدت کا فائدہ حاصل ہو ھم خلاصہ یہ ہو کہ مشتری نے ادا ے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلاتعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب و قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری مبیع مین تصرف کرکے ادا ے ثمن پر قادر ہو یہ قول ہو امام کا خلافاً لِلصَّاحِبَیْنِ فَلَوْ مُعَیَّنَةً اَوْ لَمْ یَمْنَعِ الْبَائِعُ مِنَ التَّسْلِیْمِ لَا اِتِّفَاقًا لِاَنَّ التَّقْصِیْرَ مِنْهُ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہوگی سواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہو ھم اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسی طرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ جب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا جب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدرر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری مین ہو کہ محل اختلاف امام اور صاحبین درصورت امتناع تسلیم ہو اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتدا ے مدت عقد کے وقت سے ہو بالاجماع وَالثَّمَنُ الْمُسَمّٰی قَدْرُهٗ لَا وَصْفُهٗ یَنْصَرِفُ مُطْلَقُهٗ اِلٰی غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ بَلَدِ الْعَقْدِ مَجْمَعُ الْفَتَاوٰی لِاَنَّهُ الْمُتَعَارَفُ اور جب ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہو وہی متعارف ہو ھم یعنی جب مشتری نے دس درہم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہو تو مطلق اسی طرف پھریگا اگرچہ اس شہر مین اور دراہم بھی موجود ہون جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر مین ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ ایک شخص نے مبیع کی ایک مہر سے صفہان مین بعوض اتنے دنانیر کے سوا اسکے قیمت نہ دی یہان تک کہ مشتری بخارا مین آیا تو اسپر عیار صفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہی وَاِنِ اخْتَلَفَ النُّقُوْدُ مَالِیَّةً كَذَهَبٍ شَرِیْفِیٍّ وَبُنْدُقِیٍّ فَسَدَ الْعَقْدُ مَعَ الْاِسْتِوَاءِ فِیْ رَوَاجِهَا اِلَّا اِذَا بُیِّنَ فِی الْمَجْلِسِ لِارْتِفَاعِ الْجَهَالَةِ اور اگر نقود شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہو انکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اسوقت فاسد نہین جبکہ مشتری بیان کردے ایک نقد کو اسی مجلس مین بسبب دور ہوجانے جہالت کے ھم بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہی اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین بلحاظ رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہو اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی

قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر مین تو بیع صحیح ہو مشتری کو اختیار ہے جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقود مالیت اور رواج دونون مین مختلف
ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہو باعتبار اُس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فی النہر وصح بیع
الطعام ہو فی عرف المتقدمین اسم للحنطۃ ودقیقہا کیلا وجزافا مثلث الجیم معرب کزاف فی المجازفۃ اور صحیح ہے بیع طعام کے پیمانے سے ناپ کر
اور بطور تخمین اور اٹکل سے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اُسکے آٹے کا نام ہے اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہے بمعنی مجازفت ہم کہتا ہے
علامہ ابن ... کہ اگر جزاف بیع ہی جنس اور تخمین سے بالکیل یا بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ جزاف بیع مین عبارت ہے مساہلہ سے الخ مصنف نے طعام
مین ... گیہون اور بیع مین اکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے جو سب کی بیع اٹکل سے جائز ہوگی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہونے
جہالت کے ... کے حاشیہ کی مین عینی سے منقول ہے کہ اٹکل کی بیع مین شرط یہ ہے کہ میز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسہ
ولم یکن رباوی فلا سلم لشرطیۃ معرفتہ کما سیجئ او کان بجنسہ وہو دون نصف صاع اذ لا ربا فیہ کما سیجئ بیع جو بطور تخمین
صحیح ہے جبکہ بیع اسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہے چنانچہ باب السلم
مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہے اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربو مین
آویگا وصح المجازفۃ البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ قیدٌ فیہما وللمشتری الخیار فیہما نہر اور بطور تخمین ہی بیچنا اور برتن اور پتھر سے جنکی
مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہے کذا فی النہر کہتا ہے نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہے کہ جہالت باعث منازعت نہین اور
کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہے اور حقیقت مین کیل نہین ہے شرط صحت یہ ہے کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہے
کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین بسبب رواج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن
جمیع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہے اس صورت مین کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یون ہے کہ غیر معلوم المقدار برتن مین
بھی خیار ثابت ہو انتہی وہذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملا لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ہذا البیت ولو قدر
ما یملأ ہذا الطست یجاز سراج اور یہی برتن کی بیع اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہے جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل
نہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہ ہوگی چنانچہ اُس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہ کوٹھری بھر جاوے اور اگر اُس مقدار
کی بیع کی جو اس طاس کو بھر دے تو جائز ہے کذا فی السراج وصح فی ما سمی صاع فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقۃ
علیہ ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہے بیع ہر مسمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہے اناج کے ڈھیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود خیار مشتری کے
بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہے ایک ڈھیر ہے گیہون یا جو کا اُسکے مالک نے کہا کہ مین اسکو بیچا ہر صاع
عوض درہم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہین تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے
کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہے اور مبیع نفسہ متفاوت چیز نہین اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈھیر کے
صاع یا سیر کا ہے اور درہم یا آنے کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہوگیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین
بدائع سے منقول ہے کہ ایک صاع مین بیع لازم ہے یا خیار مشتری کا ادنی قول ظاہر ہے والاعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرر
او سمی جملۃ قفزانہا لکن له الخیار ان علم بعد العقد وبعد لو بعدہا فی المجلس او بعدہا عندہما وبہ یفتی اور صحیح ہے بیع سب ڈھیر مین اگر اسکا پیمانہ ہوگیا
عقد کی مجلس مین یا سب دور ہوجانے مفسد کے قبل اسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاے مجلس زائل ہوگئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قفیز بیان کر دیے

تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہے یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق مین کہتا ہے طحاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت مراد ہے جو موجب نزاع
نہ ہو شارح کہتا ہے کہ یون کہنا مناسب تھا کہ بجاے یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود ہی یمین ہے تعلیق کی یہ مثال ہے کہ کل امرأۃ تتزوجہا فہی طالق یعنی جس
عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہے وکلما اکلت اللحم فعلی درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کھاؤن تو مجھپر ایک درم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر
لقمے پر درہم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے مین ایک درم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیئے
تو آمر پر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہے اگر افراد کی نہایت
مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہے اجارے کی
مثال یہ ہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عوض اتنے کے تو صرف ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل
شہر یا کل یوم کا تو صرف ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری
مجھپر کل درم ہین تو ایک درم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فان تفاوتت الافراد کاغنام بصح فی شیء عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو
سو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ
کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہ ہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گیہون جو کے ڈھیر مین وصححاہ فیہما فی الکل بحر
اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونون مین یعنی سب غنم اور سب ڈھیر مین کذا فی البحر ہم کہتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ مبیع معلوم ہے جو اشارے
کے سبب سے اور جہالت ثمن بکے شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے
وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان والقہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق
مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہے کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ
علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل
او موزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈھیر بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہے سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اسکے حصے
کے موافق قیمت دیکر اگر چاہے یعنی اگر مثلا ساٹھ قفیز گیہون ہون تو ساٹھ درم کو لیا چاہیے بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر ایک شی
کیلی یا وزنی چیز مین جسکے پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہے ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہے پھر وہ وزن
مین مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اسکا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہے وصف ہے جیسے دراع کپڑے مین وصف ہے کذا
فی الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر آناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے
بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مثلہ علی انہ
مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرور بنہر ولغلا الاکثر
بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح
الملتقی [illegible] بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہے سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اسکو دیکھ لیا
[illegible] اختیار نہ ہوگا بسبب [illegible] ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہے بسبب
[illegible] کے مقابلے مین ثمن کچھ نہین بٹتا ہم کہتا ہے تو صحیح اسکی

یہ کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا اسی
گز پوری قیمت کو سو روپے دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایکسو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اس میں کمتر
بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور کیلی اور موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں نہر الفائق میں ہے کہ اصطلاح
فقہ میں وصف شی اس سے عبارت ہے جو تابع ہو شی کا اور منفصل نہ ہو اس سے جب اس میں حاصل ہو تو اسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے میں اسواسطے کہ
اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اس میں سے کم ہوگا تو نوگز نو درم کا نہ رہیگا یعنی اسواسطے کہ نوگز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز کافی ہے لہذا العینی نے
وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبعیض سے معیوب ہوجائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف اسکے
کے مانند ہے جسکے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا چنانچہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصوداً بالتناول کما
افادہ بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرھم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلاً بافرادہ بذکر الثمن او ترک لتفریق الصفقہ
مگر جبکہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر گز ایک
درم کے ہے تو مشتری کمتر کو اسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہوگیا بسبب اسکے علیحدہ کردینے کے ثمن کے ذکر کردینے سے
یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہوں یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کی عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری
چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہوگیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع
بدرھم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسی طرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو
کتنا ہی کیونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا اسپر کہ زیادہ زمین مشتری کو اختیار ہوا تا التزام مالا یلزم لازم نہ آئے وفسد بیع عشرة اذرع من مائة ذراع
من دار او حمام وصححاہ وان لم یسم جملتھا علی الصحیح لان افتراقھا بیدھما اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گزوں میں سے اور صاحبین
نے اسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے ہم کہتا ہوں فساد بیع کی وجہ امام
کے نزدیک یہ ہے کہ ذراع حقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے
زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا تاکہ معین و مشخص ہو کر اسواسطے کہ بیع فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے تو اس
صورت میں دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہیگا کہ میں دس گز فلانی طرف سے دونگا مشتری
کہیگا نہیں میں فلانی طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اسکا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اسکی جہالت باعث نزاع نہیں اسواسطے
کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والیکا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور
مشتری کے اختیار میں ہے پس حضرت امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو ذکر کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کئے تا قول آئندہ صحیح ہو
اسواسطے کہ جب سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لا بیع عشرة اسھم من مائة سھم اتفاقاً لشیوع السھم
فاسد نہیں بیع دس سہم کی سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا
مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو تواضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم ارہ وینبغی انقلابہ صحیحاً لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی نہر باقی
یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں پس نہر کے کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت ہو جائیگی
اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النہر اشتری عدداً من قیمی ثیاباً او غنماً جوھرۃ علی انہ کذا فسد لو ابفسد للجھالۃ

ہو یہ کہ چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بکری کذا فی الجوہرۃ اس شرط پر خریدا ہو کہ گنتی میں کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت
کے ہم کہتا ہی مثلا دس تھان کی گٹھری خرید کی بیس روپے کو پھر گٹھری کھولی تو نو تھان یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہی اسواسطے کہ نقصان
کی صورت میں ثمن مجہول ہی کیونکہ ثمن کے اجزا کی قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس
روپوں سے کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہوگیا اور در صورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمیں نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان فیہا کذا
نخلا فاذا واحدۃ فیہا لا تثمر فسد مجرد اگر ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کھجور کے درخت پھیلنے والے ہیں سو انمیں ایک غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد
ہی کذا فی البحر یعنی فاسد ہی ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہوچکی کما لو باع عدلا من الثیاب او غنما واستثنی واحدا بغیر
عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری یا چند بکریاں بیچیں اور انمیں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعیین نہ بیچی تو بیع فاسد ہی اور
اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کرلی تو بیع جائز ہی کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثناء غیر معین بیع فاسد ہی جہالت کے سبب سے مشتری ادنی کے دینے
کا ارادہ کریگا اور بائع اعلے لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمی بان قال کل ثوب منہ بکذا فنقص
ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کردیا یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری میں سے ہر تھان
کی قیمت یہ ہی اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خریدا اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے
عقد کے ہم کہتا ہی مسئلہ سابقہ میں مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھان کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت
نہ ہوئی مثلا دس تھان بیچے بیس روپے کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلینگے تو انکا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کے دو روپے
کم ہوجائینگے وان زاد ثوب فسد لجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلا اس تھان کی شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع بسبب جہالت مزید
کے ہم کہتا ہی درصورت زیادتی جہالت ثمن نہیں بلکہ جہالت مبیع ہی یعنی دس تھان مبیع کی تعیین میں نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو عشرہ
مبیعہ میں مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو ردہ الزائد او عزلہ حل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا اسکو جدا رکھ دیا تو کیا باقی
اسکو حلال ہی اسمیں اختلاف ہی ہم کہتا ہی بزازیہ میں ہی کہ گٹھری خرید کی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہی تو زائد کو جدا کردے
اور باقی کو استعمال میں لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک ہوگیا تھی اور گویا یہ استحسان ہی در الابیع فاسد ہی جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ او قنیہ میں
مصرح ہی کہ محمد کا یہ استحسان ہی کہ اسمیں سے ایک کپڑا جدا کرکے باقی استعمال میں لاوے اور اسمیں قبل اسکے یہ ہی کہ یہ شی خرید کی سوا اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی علاوہ
ہی مثلیات میں اور قیمت والی چیز میں حلال نہیں تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کو ہو جسمیں بخل جاری نہ ہو تو ہو سکتی میں اسکو جدا کر رکھے انتہی فی البحر
اور نہر الفائق میں ہی کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہوگیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہی اور خانیہ میں ہی گٹھری خرید کی جسمیں بیس تھان ہیں ہر تھان عوض
اتنے کے پھر اسکو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علماء نے کہا ہی کہ مشتری اسمیں سے ایک تھان کو جدا کردے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان
ہی محمد کا نظر مشتری کے انتہی ما فی النہر اور ظاہر یہ صحیح ہی کل علماء کے نزدیک جدا کردینے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو حلت باقی ظاہر ہی کذا
فی الطحاوی اشتری ثوبا یتفاوت جوانبہ فلو لم تتفاوت لکرباس لم تحل لہ الزیادۃ ان لم یذرہ الفقط بھا بسم درہم تلکو خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہیں تو اگر جوانب
اسکے متفاوت نہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا حلال نہیں اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع ایک گز کی اسمیں سے جائز ہی کذا فی النہر کہتا ہی راقم
غفر اللہ لہ نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یعنی حلت زیادت مطلق اندر لیے اس کپڑے میں ہی جو قطع بارہ سے معیوب ہوجاتا ہو چنانچہ قمیص او پاجامہ او عمامہ

اور سامنے اُسکے اور اگر کرپاس یعنی سحاں ہو جسکو قطع مضر نہین اور مشتری نے خرید کیا بشرط گز ہونے کے پھر اُسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اُسکے لیے مسلم نہین بلکہ اُسکو بائع کو پھیر دے جیسا کہ مکیلات اور موزونات مین پھیر دینا لازم ہو انتہی حلبی نے کہا ہو کہ اگر ایک گز اس کرپاس سے بیچے تو جائز ہو یا نہین جیسے گز وغیرہ مین اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہین کذا فی الطحطاوی علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرھم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ و نصف بلا خیار لانہ انفع واخذہ بتسعۃ فی تسعۃ و نصف بخیار انتفی الصفقۃ وقال محمد یاخذ فی الاول بعشرۃ و نصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ و نصف بہ وھو اعدل الاقوال بحر واقرہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنی مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز عوض درم کے تو مشتری اُسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے بدلے بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اُسکو نافع ہو اور اُسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے مین اگر چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت مین اُسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت مین ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول عادل ترین اقوال ہو کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہی مین کہتا ہون لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہو اور یہی قول ہو متون فقہ مشتمل ہین تو امام ہی کے قول پر فتوی ہو امام کی دلیل یہ ہو کہ ذراع وصف ہو اصل مین اور حکم اصل کا مستوفی لیتا ہو جب شرط پائی جاوے سو شرط بہیان ذراع مین پائی گئی نصف ذراع مین تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر صفت بنا ہو اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہین واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذرع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرورۃ القانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہین اور فتح القدیر مین ہو کہ بعضے شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہو اور ذخیرہ مین کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول صحیح ہو طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع مین گفتگو ہو اسواسطے کہ کہا ہے فتوی قول صحیح پر ہوتا ہو نہ صحیح پر یا کہا ہو غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہو آسانی کے واسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہین اور تو معلوم کر چکا ہو القانی کا قول واللہ اعلم بالصواب **فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل** یہ فصل ہو اُن چیزون کے بیان مین جو بیع مین بطریق تبعیت داخل ہوتا ہو اور جو بالبیع داخل نہین ہوتا الاصل ان مسائل ھذا الفصل مبنیۃ علی قاعدتین احدیہما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ھو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہو کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدون پر ہو ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر مین ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہو عرف مین وہ بیع مین داخل ہی بدون ذکر کیے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام مین گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہین نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدۂ ثانیہ مین شارح تعمیم کی طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج مین اسم مبیع کو شامل ہو جیسے گھر کو عمارت شامل ہو وہ بدون ذکر کیے بیع مین داخل ہو تو گھر کی بیع مین عمارت بلا ذکر داخل ہو اسواسطے کہ گھر عبارت ہو زمین اور عمارت سے وذکر الثانیۃ بقولہ او متصلا بہا یدخل فی بیعہا یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وھو ما وضع لا لان یفصلہ البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز اُس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع مین داخل ہو گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے بنی ہو کہ آدمی اُسکو اکھاڑ ڈالے چنانچہ پیشانی کی سیڑھی وہ بیع مین داخل ہو بالتبع اور جو ایسی متصل نہین وہ داخل بیع نہین چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین مین گڑا ہو وما لم یکن من القسمین فان من حقوقہ ومرافقہ دخل بذکرہا والا لا اور جو دونون قسمون مین یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق و مرافق کے داخل ہوگی اور نہین تو داخل نہ ہوگی ہم شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے ذکر کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ بیع مین بلا ذکر صریح داخل ہو دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہی مبیع کا اور اُسکی بیع مین داخل ہو تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونون قسمون مین ہو تو

اور حقوق اور مرافق بیع میں ہو تو بدرجہ حقوق اور بمرافق داخل ہوگا والا نہیں کذا فی الطحطاوی فیدخل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا لضبۃ وکیلون
ولو من فضۃ لا القفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل
ما لم یقل بمرافقہا فی بیعہا ای الدار گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں کا بے جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبلہ اور کیلون اگرچہ
چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے زینہ بان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں
گڑا اور جما ہو اور چکی اگر اسکے نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا ہو اور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسّی داخل نہیں جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے مع غلاق
جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی میں کلیدانہ اور بند در کہتے ہیں یعنی آلہ جدید جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے
کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اسکو ضبلہ و کیلون بولتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین میں
گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل و منقول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوں
وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں او فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن
دیار مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جماتے بلکہ دونوں پتھر منتقل او منقول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہ ہوگی اور کنواں گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہے نہ وہ ڈول
اور رسّی جو اسمیں متعلق ہوتی ہے اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمیں انگا اور لکڑیاں نکلیں تو
اگر وہ بجملہ عمارت ہیں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے جو سے تو انکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بائع انکا مالک ہے اور چھپر کردی میں ہے کہ اگر
دوکان کے آگے چھپا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہ ہوگا اگرچہ کہ بمرافق انتہی دکذا استانفا اور اسی طرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے ہم فتح القدیر
میں ہے کہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اسکا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ
ابوجعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اسکا دروازہ گھر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو
تو داخل نہیں انتہی واما البئر الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجئ فی باب الاستحقاق اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح
چنانچہ باب الاستحقاق میں آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کاسے ہم دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور
غسالین کے تنار اور نیلیوں کی مٹھوں اور مٹکے اور دھوبیوں کا پتھر جسپر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی
ہو میں کہتا ہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو شئے مذکورہ داخل ہوں کذا فی فتح القدیر فی الحمار الاکاف ان شراہ من المزارعین
واھل القری لا لو من الجلابین اور گدھے کی بیع میں اسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہو اور گدھے والے جو
یعنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں انسے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہ ہوگا مصنف نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سوداگروں کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں و تدخل
قلادتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے ہم جو رسّی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اسکا رواج
نہیں ہے وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسّی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیع میں لگام
اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں گھوڑا بکے اور اسپر زین ہے ابو جعفر نے کہا کہ زین داخل نہیں بالتخصیص یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر
ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفی الاتان لا رضیعا وکان یدخل فا ورک کا دودھ پیتا بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھے کی بیع میں اسکا بچہ داخل نہیں ہے اور وہ دودھ
پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتوی ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں ہے پس بچے لینے کی ضرورت نہیں طحطاوی
نے کہا اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے و یدخل ثیاب عبد و جاریۃ ای کسوۃ مثلہما یعطیہما ھذا او غیرہا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے انکی بیع

بیع میں داخل ہیں یعنی وہ لباس جو بیا لونڈی غلام پہنے ہیں بائع کو چاہیے کہ انکو وہی لباس دے جو انکے بدن پر ہے یا سوا اسکے ہم قیمت اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے ہوں تو
داخل بیع نہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریہ لا حلیہا الا ان سلمہا او قبضہا و سکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اسصورت
کہ بائع اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اسے زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ میں ہے ویدخل الشجر فی بیع الارض
بلا ذکر مقیدٌ فی المسئلتین کما الذکراولی المثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علی شرف القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کے
بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہوں یا نہ ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہو کذا فی الفتح
تو خشک درخت ایسا ہی جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونوں مسئلوں میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع
میں اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بطریق اولیٰ داخل ہوں گے اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار
زمین کی بیع میں اسوقت داخل ہیں جبکہ زمین میں موضوع ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا صغار تقلع زمن الربیع ان من اصلہا
فتدخل وان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل بیع میں اکھاڑے جاتے
ہوں سو اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اسکا
بیان شرح وہبانیہ میں ہے علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور نیشکر داخل نہیں کیونکہ زراعت ہے
اور کلاب اور آس اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کیونکہ اثمار کے ہیں اور انکے اصول داخل ہیں سواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہیں اور روئی اور کسم کہ باعتبار
اثمار داخل نہیں اور انکی جڑوں میں دخول اور عدم دخول کے دو قول ہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور سرخسی نے
کہا کہ بیگن کی اصول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیزیں کہ وجہ الارض ہیں وہ داخل نہیں ورنگا جڑ اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہیں
تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہیں اور اسی کے اصول میں محمد سے دو روایتیں ہیں اور حبوب اور کتان اور جوار با جرہ کھیت کے مانند ہے انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی
وفی القنیۃ شری کرما دخل الوثائل الشد ودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض اللتی علیہا
اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل بوکائل الکرام اور قنیہ میں ہے خرید کیا انگور کے درختوں کو تو وہ رسیاں جو زمین کی گڑی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل
بیع ہیں اور اسی طرح وہ تھونیاں جو اسطرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں جنکا نام ارض خلیل ہیں رکائز الکرم ہے وثائل جمع ہے
وثیل کی یعنی لیف خرما کی رسی اور بعضے نسخوں میں بجائے وثائل کے نارہ ہے جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے لٹکانے کو جنکو بعضے
اہل ہند الگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں وفی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ
کالوصف وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہر الفائق میں ہے کہ جو چیز بیع میں بالتبع داخل ہے اسکے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا اسواسطے
کہ تابع وصف کے مانند ہے اور مصنف نے اسکو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا واما قنیہ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت
جاتی رہی تو کچھ ثمن ساقط نہ ہوگا یعنی اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر میں ہے جیسے بیع میں اشیا داخل ہوتی ہیں بالتسمیہ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ
خارج ہو جاتی ہیں چنانچہ قریہ کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہیں خلاصہ میں ہے قریہ بیچا جسمیں مسجد ہے اور اسکو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود
شرط ہے یا نہیں اسمیں اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیاض کا حکم ہے اور قبرستان میں ذکر حدود ضرور ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہو انتہی فی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع
الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے زراعت کے
مگر جبکہ کھیت جم ہوا اور اسکی کچھ قیمت نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح میں کذا فی شرح المجمع ہم زراعت اسواسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوگی کہ وہ متصل

باتصال قرار نہین بلکہ اسکا اتصال فصل کے واسطے ہی یعنی آدمی نے اسکو بہ نیت قطع بویا ہی تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جما تو اسپر تابع ہونا ثابت نہین اور اگر جسم ہوا اور بے قیمت ہی تو صواب یہ ہی کہ داخل ہی چنانچہ ظہیریہ مین ہی انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہی کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کیجاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہی کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہون تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہی

ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط عَبَّرَ هُنَا بالشرط وثمه بالتسمیة لیفید اَنْ لافرق واَنّ هذا الشرط غیر مفسد وخصّه بالثمر اتباعاً لقوله صلی الله علیه وسلم الثمرة للبائع الا ان یشترطه المبتاع اور نہ پھل داخل ہی درخت کی بیع مین بدون شرط کر لینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنی دخول زراعت مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچھ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پھل بائع کا ہی کہ مشتری اسکو شرط کر لے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہی کہ مادہ کھجور کے غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اسمین ڈالا جاوے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہی جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشتری ارضاً فیها نخل فالثمرة للبائع الا ان یشترط المبتاع یعنی جو ایسی زمین خریدے جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے یہ حدیث مطلق ہی اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل مین تابیر شرط ہی یعنی اگر تابیر ہوئی ہی تو پھل کا بائع مالک ہی اور نہین تو مشتری مالک ہی اسواسطے کہ صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مروی ہی کہ من باع نخلا مؤبرة فالثمرة للبائع الا ان یشترط المبتاع کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہو چکی ہی تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہین ہوتا کہ در صورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہین اور مفہوم صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہی واللہ تعالی اعلم

ویؤمر البائع بقطعهما الزرع والثمر وتسلیم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمه ما فلو لم ینقد الثمن لم یؤمر به خانیه اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کر لینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ در صورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہ ہی کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اسکے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اسکو اختیار ہی کہ جڑ بدون سمیت کھودے کیونکہ جڑ بھی بیع مین داخل ہی لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہین کہ جڑ کے باریک باریک ریشون تک کھودتا چلا جاوے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قلع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہی اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو ابتشاخین نکلین گی انکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہی کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قایم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم ہوگا اور اگر کھود لیگا تو اسکو اختیار ہی کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہ ہی کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع مین داخل ہی صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہی کہ زمین داخل ہی چنانچہ محیط مین ہی بحر الرائق مین کہا ہی کہ یہی قول مختار ہی اور بالاتفاق ہی کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہ ہوگی چنانچہ نہر الفائق مین ہی اور اگر درخت قرار و ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہی

اور جہان زمین تحت الشجر داخل ہو تو اتنی داخل ہو جتنا درخت موٹا ہو بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اسقدر سے زیادہ موٹا ہوگیا تو مالک زمین کو
اختیار ہو کہ اتنا چھیل ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہنچی ہین وہ داخل بیع نہین در رسائی برفتوی ہو محیط مین کذا فی العالمگیریہ وان لم یظہر صلاحہا لان
ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہو اگرچہ اسکی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہوئی
ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہو تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کرکے کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ تمر حیث
یجبر الورثۃ علی قطع التمر ہو المختار من الروایۃ ولوالجیۃ وما فی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فہو للبائع باجر مثلہا محمول
علی ما اذا رضی المشتری فہو جیسا کہ اگر میت نے کھجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر کچھ پھل ہین تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی کہ پھل
کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہو کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین مین یہ روایت ہو کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہو زمین کی اجرت مثل دیکر اسمین محمول
ہو جبکہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے کذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہو ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا
ظہر صلاحہا اولا صح فی الاصح اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو صحیح ہو اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے
تو بالاتفاق بیع صحیح نہین ہم بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہو اور باقی مین اتفاق ہو اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے جو لائق
انتفاع ہو تو یہ بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہین اور
اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اس مین
شیخین اور محمد مین اختلاف ہو چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہو جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہین
اور ہمارے نزدیک جائز ہو اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہو کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہو کہ اسمین پختگی اور شیرینی ظاہر
ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہو جو صحیحین مین انس سے روایت ہو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا وعن بیع النخل حتی تزہو قیل
ما یزہو قال تحمار او تصفار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ انکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہان تک
کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہو کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے
بیان کیا کہ اسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے حدیث مرفوع ہو کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہان تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے
مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہو جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہوچکی یعنی جسنے کھجور کا درخت لقاح کرکے بیچا تو پھل بائع کا ہو مگر یہ کہ مشتری اسکی شرط کرلے تو حدیث نے
پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی
کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہو اسواسطے کہ انکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہو اور بعد التحقیق قبل ظہور صلاح کا
محل نہی یہ ہو کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اسی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جو
نسائی وغیرہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے کسطرح اپنے بھائی کا مال تجکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور
قبل پختگی آفت رسیدہ ہوگیا تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہو تو اسمین احتمال مذکور کی گنجائش نہین تو
حدیث نہی اسکو شامل نہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہو اور اس تقریر سے
ثابت ہوگیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہو بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف ولو برز
بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر ویلحق اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہیں تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہوں کذا فی شرح الزیلعی ثم قیل
اکثر یہ ہے میں شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتوی کل ثمار میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت عقد اصل مبیع
اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا ہے یہ استحسان ہے بسبب تعامل و عرف کے کذا فی الطحاوی ویقطعھا
المشتری فی الحال جبرا علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرلے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار میں ہر قطع بعد البیع اسواسطے لازم ہے تا ملک بائع
ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع حاوی اور اگر مشتری نے پھلوں کا قائم رکھنا درختوں
پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناھت الثمرۃ
للتعارف فکان شرطا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات ان علی قولھما الفتوی فتنبہ اور
بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد بیع مقتضی
ہے اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا شارح نے اپنے قول فتنبہ سے اشارہ
کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتوی دینے میں مخیر ہے محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی میں
شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے مقید باشتراط الترک لانہ لو شراھا مطلقا وترکھا باذن البائع
طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہ مصنف نے فساد بیع میں اشتراط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے مول لیا مطلقا
یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے اور اگر بغیر
اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اسکو تصدق کرے فقیروں پر ہم زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع
ثمار کی قیمت لے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت لے تو جسقدر تفاوت ہوگا ان میں وہی زیادتی ہے کذا فی العینی مثلا تیس روپے قیمت ہے بیع کے دن اور چالیس
قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدون اسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی وان
بعد ما تناھت لم یتصدق بشیء اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا تو کچھ خیرات نہ کرے یعنی اسواسطے کہ ثمار
کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استاجر الشجر الی
وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت لجہالۃ المدۃ ولم تطب
الزیادۃ ملتقی الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لے پھل پکنے کے وقت تک
تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول
ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارے کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہم نے اسکی تحریر کی ملتقی
کی شرح میں ہم وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود منفسخ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعا ثابت نہیں اور معدوم صلاحیت تضمن کی
نہیں رکھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہے تو جب متضمن بالکسر فاسد ہوگا تو متضمن
بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءا من الف جزء اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری
درخت کو بطور معاملے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں سے ہم معاملہ اور مساقاۃ یہ ہے کہ اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچھ پھل مقرر کر کے
شرح ملتقی میں کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لئے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار میرے

ہے ہین انہی لیکن اسمین خلل ہے کہ مشتری سے پھل قیمت دیکر لیئے سو انکو بولو سما اسکی کیونکہ لیگایان اگیون کہیئے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وَاَنْ یَشْتَرِیَ
اصول الرطبۃ کالباذنجان واشجار البطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا حیلہ یہ ہے کہ اصول بھی
خرید کرے مانند بینگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کے مملوک ہوں ہم جو شخص خربوزے
وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ بڑھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میرے مملوک ہوں تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو انکے درختوں
سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک بقاے اشجار کا اپنی زمین میں اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ دے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش
یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا
یہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہے اسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اتنی مدت معین تک جسمین کھیت کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روپیہ کو
ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپیہ کو کھیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجود ویحل له
البائع ما یوجد اور ثمار اشجار کے مول لینے میں حیلہ ہے کہ موجود پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کردے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی اجازت دے
بعد اسکا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذا فی الطحطاوی فَاِنْ خَافَ اَنْ یَرْجِعَ یَقُوْلُ عَلٰی اَنِّیْ مَتٰی رَجَعْتُ فِی الْاِذْنِ تَکُوْنُ مَاذُوْنًا فِی
التَّرْکِ ہم اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر پلٹ جاوے اور کہے کہ اب بقاے ثمار وغیرہ کا اذن نہیں دیتا تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ بائع
یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کروں تو تو ماذون ہے ترک میں یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہے کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَا جَازَ اِیْرَادُ
الْعَقْدِ عَلَیْہِ بِانْفِرَادِہٖ صَحَّ اسْتِثْنَاؤُہٗ مِنْہُ اِلَّا الْوَصِیَّۃَ بِالْخِدْمَۃِ فَیَصِحُّ اِفْرَادُھَا دُوْنَ اسْتِثْنَائِھَا ہم جو چیز بلا انضمام تنہا
بک سکتی ہو مثلاً اسکا نکال لینا بیع سے صحیح ہے مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ کے اسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی
الاشباہ ہم اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہیں ہو سکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اسکا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ
میں نے اس لونڈی کو بیچا سوا اسکے حمل کے یا یہ دنبہ بیچا سوائے اسکی چکتی کے یا ہاتھ پاؤں کے تو یہ استثنا صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنے کی قاعدہ
مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ یہ قاعدہ عقود میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے صحیح نہیں
کذا فی الطحطاوی عن الفتح والنہایہ ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی ھٰذِہِ الْقَاعِدَۃِ بِقَوْلِہٖ فَصَحَّ اسْتِثْنَاءُ قَفِیْزٍ مِنْ صُبْرَۃٍ وَشَاۃٍ مُعَیَّنَۃٍ مِنْ قَطِیْعٍ وَاَرْطَالٍ مَعْلُوْمَۃٍ
مِنْ بَیْعِ ثَمَرِ نَخْلَۃٍ لِصِحَّۃِ اِیْرَادِ الْعَقْدِ عَلَیْھَا وَلَوِ الثَّمَرَۃُ عَلٰی رُؤُوْسِ النَّخْلِ عَلَی الظَّاھِرِ ہم مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہے
استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلۂ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد
عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے کَصِحَّۃِ بَیْعِ بُرٍّ فِیْ سُنْبُلِہٖ بِغَیْرِ سُنْبُلِ الْبُرِّ لِاحْتِمَالِ الرِّبٰوا چنانچہ صحیح ہے
بیع گیہوں کی اسکی بالی میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہوں بالی کے اندر ہو اور بعوض غیر جنس اسکی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہوں
کی بالی کو گیہوں کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہوں کے مانند جو اور جوار کی بیع
انکی بالیوں میں صحیح ہے وَبَاقِلَاءَ وَاَرُزٍّ وَسِمْسِمٍ فِیْ قِشْرِھَا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع انکے چھلکوں میں صحیح ہے وَجَوْزٍ وَلَوْزٍ وَفُسْتُقٍ فِیْ
قِشْرِھَا الْاَوَّلِ وَھُوَ الْاَعْلٰی اور اخروٹ اور بادام اور پستے کی بیع انکے پہلے چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں درست ہے خلافاً للشافعی وَعَلَی الْبَائِعِ
اِخْرَاجُہٗ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِیْہِ اور بائع پر لازم ہے اسکا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا اگر بیچا ہو الگ بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا ضرور
نہیں وَھَلْ لَہٗ خِیَارُ رُؤْیَۃِ الْوَجْہِ نَعَمْ فتح اور یہی بیع میں مشتری کو خیار الرؤیت ہے یا نہیں سو دلیل اسکو مقتضی ہے کہ ہاں اسکو دیکھنے کے بعد

اختیار ہی لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہین دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ
معدوم عرفاً اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہی کہ وہ معدوم ہی بنا برعرف اور رواج کے
ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہی اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہین باطل ہی حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا
فرق ہی شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہ خرما اور یہ روئی ہی اور نہین بولتے کہ یہ گٹھلی ہی خرمے کے اندر اور
یہ بنولہ ہی روئی کے اندر اور یون بولتے ہین کہ یہ گیہون ہین بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہی چھلکے کے اندر اور یون نہین کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہی بلکہ اسکی
طرف خیال بھی نہین جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے
کی مزدوری بائع پر ہی اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہی یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہی اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہین ہوتی تو انکی مزدوری بھی
بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور اسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت
اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہی ہم یہی قول صحیح ہی کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر الروایۃ ہی کذا فی التتارخانیہ خلاصہ مین ہی کہ قطع ثمر کی اجرت
مشتری پر اسوقت ہی جبکہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کردیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء یردہ بعیب الزیافۃ مگر جبکہ بائع ثمن پر قبضہ
کرچکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہی اسواسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہی کہ بائع کا حق پورا ہو کذا فی المنح
[illegible] شارح کا ظہر بعد نقد الصراف ان الدراہم زیوف رد الاجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ نہر عن اجارۃ البزازیۃ مراد
کے پرکھنے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھانے کی مزدوری سے پھیرے اور اگر بعض درہم کھوٹے نکلین تو اسکی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ
البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف و
تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہی کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہی اور اگر بائع اور مشتری
کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہی یعنی اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہی اور اگر مشتری
پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہی اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی وتسلیم الثمن اولاً فی بیع سلعۃ بدنانیر ودراہم ان احضر البائع السلعۃ اور اول
دیا جاوے ثمن متاع کی بیع مین دنانیر اور درم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کردیا ہو ہم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون سے
اور بائع نے شی مبیعہ کو حاضر کردیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہی تا بائع کا حق ثمن مین معین ہوجاوے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بوجہ عقد کے متعین ہوگیا
کیونکہ مبیع اسکے ملک مین داخل ہوگئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہین یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہوجاوے گی اور بائع کا حق ثمن
مین بدون قبض کے متعین نہین ہوتا اسواسطے کہ ثمن مین تعیین شرط نہین یہان تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے دوسری اشرفی
دے سکتا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہی تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہین اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے
تو جائز نہین اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون
اذن بائع اور قبل التسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہی اور نقض تصرفات مشتری صحیح ہی اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہین جیسا کہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز
نہین ذکرہ العلامۃ قاسم عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہی اور اسپر قبضہ نہین ہوا اور نہ ثمن دیا یہان تک کہ مشتری غائب ہوگیا
تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہی اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہی اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہوگیا
اور یہ بازارون مین اکثر ہوا کرتا ہی اور بائع کو حبس مبیع تا استیفاء کل ثمن جائز ہی اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہی لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہی

نہیں روک سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موجل تو استیفاے ثمن حال حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اُس سے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اسکا حق ساقط ہوگیا اب بائع مبیع کو استرداد نہیں کرسکتا تیل خریدکیا اور برتن دیا وزن کرنے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اسکی غیبت مین تو یہ قبض ہوگیا اور اسی طرح ہر مکیل اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن مین رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خریدکیا اور بائع نے اسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ اسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور زمین مین قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول مین ایسے دوسرے مکان مین لیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونون کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی مختصا وفی بیع سلعۃ بمثلہا او ثمن بمثلہ سلما معا او لم یکن احدہما دینا کسلم وثمن موجل اور متاع کی بیع مین اسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع مین اسکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتھ تسلیم کرین جبتک کہ احد البدلین دین نہ ہو جیسا کہ سلم فیہ اور ثمن موجل ہم یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا جیسا کہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیون کا معاوضہ اشرفیون یا روپیون سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھ بلا توقف تسلیم کرین اسواسطے کہ دونون متاع متعین ہین یکسان اور دونون ثمن غیر متعین ہین برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم مین مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہین اسواسطے کہ اُسمین تاجیل شرط ہے اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کرلی ہے تو اسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہین قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہین کرسکتا اسواسطے کہ تاجیل سے استحقاق درباب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق مین ہے کہ درصورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہین کرسکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہ ہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے کہ اسکے سامنے ہو کذا فی الچلپی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہ غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وھو لا یصح بہ الفرض علی الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس مین عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تخلیہ کردیا تیرے اور مبیع کے مابین مین تو اگر یون نہ کہیگا یا مبیع بعید ہو تو مشتری قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہین اسواسطے کہ مثلا گانون کو خرید کرتے ہین اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہین یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہین ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات مین قبضہ صحیح نہین ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی مین کیا ہے ہم مبیع بعید کے تخلیے سے اگرچہ قبضہ ثابت نہین ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہین اور اگر مبیع ہلاک ہوگئے قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لیگا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق مین ہے کہ اگر گیہون کو بالیون مین بیچا اور بائع نے اسکو تسلیم کیا بالیون سمیت تو تسلیم صحیح نہین کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھری کے گیہون خرید کئے اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیے کا کلام نہ کیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گھر کی بیع مین تسلیم ہے اگر مشتری

بلا تکلف اسکو کھول سکے اور اگر بیچا گھر کو بیچا اور بائع نے اسکی کنجی کو مجلس تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اسپر قبضہ کیا تو یہ در حقیقت قبضہ نہیں اور اگر گھر قریب ہے تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہو کہ مشتری اسکے قفل بند کرنے پر قادر ہو تو اسکو قریب کہینگے اور اگر ایسا نہیں تو بعید ہو انتہی کذا فی الطحطاوی

وَجَدَ ای البائع الثمن زیوفا الیتی له استرداد السلعة وحبسها به لسقوط حقه بالتسلیم وقال زفر له ذلك کما لو وجدها رصاصا او ستوقة او مستحقا وکالمرتهن بعینه بائع نے ثمن کو اسکو کھوٹا پایا جسکا لین دین سوداگرون میں رائج ہو مگر سرکار بادشاہی میں مقبول نہین تو بائع کو متاع پھیر لینے اور اسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہین کہ بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اسکو اسکا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا انپر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنیہ یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا کئے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ انکو پھیر دے اور رہن پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل دراھمه ایجیادا اللتی کانت له علی زید زیوفا علی ظن انها جیاد ثم علم بانها زیوف یردها ویسترد الجیاد ان کانت قائمة والا فلا یعنی لا یسترد خالد نے اپنے کھرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہین پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے ہین تو انکو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہون اور اگر کھوٹے روپے خرچ ہو گئے ہون تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما لو علم بذلك عند القبض چنانچہ اس صورت مین پھیرنے کا اختیار نہین جبکہ اسکو قبضہ کرنے کے وقت انکا کھوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیوف ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصا او ستوقة اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے روپے صرف ہو گئے ہون تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا انپر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہو اشتری شیئا وقبضه ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوة للغرماء وقال الشافعی هو احق به کما لو لم یقبضه المشتری فان البائع احق به اتفاقا ولنا قوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعه بعینه فهو اسوة للغرماء شرح مجمع للعینی خرید کی کوئی چیز اور اسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے بائع تو برابر ہے باقی قرضخواہون کے یعنی دام اسکا ہی اور قرضخواہون کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہے اس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرك ماله بعینه عند رجل قد افلس فهو احق به من غیره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اور خصم کی کچھ حاجت نہین وتمامه فی حاشیۃ المدنی ھ فروع مسائل متفرقہ شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض جاز ان باعه لمالك الارض جاز وبعکسه لا الا اذا کان البذر منهما فیبغی الجواز بیع خانیه نصف کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس نہیں یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جبکہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیه باع شجرا ادرك ثمرها لا یدخل الثمر ویبیعه فیها الشجر الی الادراك فلو الی المشتری اعارته خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال الی الثمر ولا فرق یظهر بین المشتری والبائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہ ہوگا اور اس وقت مین درخت عاریت لیا جاوے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلون کو درخت سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین مؤلف لائق مین کہا کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم یعنی عنقریب مذکور ہو چکا ہے کہ

مشتری فقط پھل خریدے کیونکہ بدون درخت کے ثمر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے اور بصورت عدم اعارہ بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور بیان بائع البطال بیع اور قطع ثمر میں مختار ہے اور مشتری مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہ باب ہے خیار الشرط کے احکام میں خیار یعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑ دیں وجہ تقدیمہ مع بیان تقسیمہ مبیّنۃ فی الدر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ درر میں صرح ہے صاحب درر نے کہا کہ بیع کاہی لازم ہوتی ہے اور کاہی غیر لازم بیع لازم وہ ہے جس میں بوجہ موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہ ہو اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اسکو پہلے ذکر کیا اسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یوں کہنا کہ مجھکو اختیار ہے یا مجھکو چند روز اختیار ہے یا مجھکو ہمیشہ اختیار ہے اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یوں کہنا کہ مجھکو تین دن یا اس سے کمتر میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ مجھکو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصاً کذا فی الطحطاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اسکے سر میں زخم لگا تھا اور اسکے واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تھا اس چیز میں جو کہ وہ خریدے اور اسکی زبان ثقیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہہ دیا کر لاخلابہ یعنی مجھکو فریب مت دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والوں کی طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھکو بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر معلوم کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثۃ المتبوب لہا انہیں سے تین خیار وہ ہیں جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہیں یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ولنقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع واجازۃ عقد الفضولی وظہور المبیع مستأجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرلے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع میں اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں اور اختیار کمیت یہ کہ خریدکی بعوض ان دراہم کے جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اسکو اختیار ہے اور یہ خیار الرویۃ نہیں ہے اسواسطے کہ نقود میں خیار الرویۃ نہیں ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھاوے چنانچہ بکری یا گائے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تاکہ بہت دودھ ظاہر ہو پھر جب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خریدی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہم وزن ہو اور خیار کشف میں خیار التکشف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر خریدا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع میں لیکن بسبب تفرق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ میں بامذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہے اور

بعد خیانت کم کر دینا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہے یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر خلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار
ہے چاہے کل ثمن کو پھیر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا
اختیار ہے مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے متاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو
لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گرو ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر
یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ من احکام الفسخ قال ویفسخ باقالۃ وتحالف فبلغت سبعۃ عشر سببًا صاحب
اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا انیس کو پہونچا ہم اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہوجائیں اور تحالف
(باہم قسم کھانا ۱۲)
کی صورت یہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی
نہ ہوا تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کردیگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے تحالف کے کہ اسکو قاضی
فسخ کرتا ہے کذا فی الحلبی عن الاشباہ واعلمہا ذکرہا المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہے جو شخص
کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرطہ للمتبائعین معًا ولاحدہما ولو وصیًا ولغیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تاتارخانیہ
شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہوا اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط بعد عقد کے
ہوئی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت
ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح شرط کرے کہ میں نے تجکو اختیار دیا اس بیع میں جسکو میں منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ
ہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ کثلثہ او ربعہ ولو فاسدًا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں جیسا کہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی میں گرچہ
وہ عقد جسمیں شرط ہوئی ہے فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے
شرط ہونے میں تو اسکا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام اقل خیار
شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کم میں ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جبکہ بیع سریع الفساد نہ ہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر
(جلد بگڑنے والی ۱۲)
وہ چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر
یا مبیع کو لے اور ثمن کا دینا واجب نہیں یہانتک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہوجائے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی
وفسد عند اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہے اطلاق ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے حلبی
نے کہا توقیت مجہول بھی تابید کے مانند ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت
(کوئی وقت مقرر نہ کرنا ۱۲) (ہمیشگی ۱۲)
کے مشتری سے کہا کہ تجکو اختیار ہے تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجکو اقالۃ البیع کا اختیار ہے لا اکثر فیفسد فلکل فسخہ خلافًا لہما
صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے
یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط بصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک شخص نے اونٹ
خریدا اور چار دن کا اختیار شرط کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کردیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن ہے کذا فی النہر
الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جاگر کہتے ہیں اور بعضے تین دن سے زیادہ جاگر لیتے ہیں سو شرعًا جائز نہیں غایۃ
انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلث فینقلب صحیحًا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہوجاویگی

صحیح ہے بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن مین نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس
ہو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے م اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہین یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت مین مشتری
کو اختیار ہے اور دوسری صورت مین بائع کو خزانہ مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے نہ منفسخ نہین تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد
تو عتق نافذ ہو کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ مین ہو گا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ وان شرط کذالک
الی اربعۃ ایام لا یصح خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خریدا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمد کے م یعنی مشتری نے اسطرح خریدا کہ اگر
چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح
نہین فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے
تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا م یعنی
مصنف نے اس قول یعنی فان اشتری مین کا تفریع نہ لاتا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے اور
تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اسی کی انواع سے ہے چنانچہ صاحب کنز اور درر غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا فیہلک
علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون
بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہین جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق
تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم قبض سے یعنی بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل ہے جس صورت مین کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اسپر قبضہ کیا ہے جیسا کہ
وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہے تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمت ہے جتنی اسکی قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مسمی سے قیمت
زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کیا ہو کذا فی البزازیہ م در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود
ہلاک ہوگئی ہو ہر صورت اسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون مین ذکر کیا ہے کہ اگر مالک
نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہوگیا تو اسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہوا تو دس درم کو خرید کرنا پھر
وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے
کہ اگر بائع اور مشتری دونون کا خیار ہو گا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہو گا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی و نہر الفائق مین ہے کہ مشتری پر قیمت
اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہین ہوسکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور وہ چیز مقبوض
ہو خریداری کی بات چیت سے اسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی مین اور مثل ہے مثلی مین یہ اس صورت مین ہے کہ جب مدت خیار مین ہلاک ہو
اور اگر ہلاک ہو تو مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا با مرہ بالسوم اور اگر
مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ مین ہلاک ہوا تو وکیل اسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جبکہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی النہر
م وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہوگیا تو اسکا تاوان قیمت
وکیل پر ہے موکل سے نہین لے سکتا مگر اس صورت مین لے سکتا ہے جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو و اما علی سوم
النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اسکا تاوان مطلقا لازم نہین خواہ اسکا ثمن بیان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو
م سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجکو دے تا مین اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو دکھاؤن پھر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے

اسکا مالک نہ ہو تو بیچ مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسی کی ملک نہ ہو ورنہ علاوہ ملک کا اور تعلق
ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ہی ثابت ہو تو اجماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطہ منقوض ہونے فائدہ خیار کے قرابت والے
کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم
خریدکے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجئے
جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک
سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل
یہ ہے کہ خیار اسواسطے مشروع ہوا ہے تا عاقد غور اور تامل کرکے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر باملک مشتری مبیع ثابت ہوجاوے اور مبیع رقیق قرابت دار
ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر و تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا ہو عود علی
موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر ولا یخرج شئ منہما ای من مبیع وثمن من ملک بائع ومشتر عن ملکہ اتفاقا اذا کان الخیار لہما
وَاَیُّہُمَا فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ بائع اور مشتری دونون
کے واسطے اختیار شرط ہوا ور انمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھیگا تو فقط اسی کا اختیار
باطل ہوگا نہ دوسرے کا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجاے فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی
تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہرصورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح وھذا الخلاف
یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عزک فحم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلون مین جنکو علامہ
عینی نے اپنے اس قول اسحق عزک فحم مین جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا بخیار وھی زوجتہ
بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید لیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین جو زوج کی
ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پھر اگر
مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولی کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء فحیضتہا
فی المدۃ لا یعتد بہا اور سین اشارہ ہے استبرا سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہ ہوگا یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید لیا اور اسکو حیض آیا خیار کی
مدت مین تو یہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی
بائع کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر والحاء من المحرم فلا یعتق
ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہ ہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہ ہوگا امام کے نزدیک بسبب
عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے قائلین بالملک والقاف للقربان فمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا انقصہا ق اشارہ ہے قربان سے یعنی اگر اپنی منکوحہ
لونڈی بشرط خیار خرید لی اور مدت خیار مین اس سے قربت کی تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اسمین نقصان لگ گیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اسواسطے
جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہ ہوگا مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیب
شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو باکرہ کیساتھ مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا موجب قرار
دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ملک ہونے سے مولی کا نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہوا ہو

نہر الفائق میں ہدایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہ ہوگا اگرچہ اسمین کچھ نقصان نہ
عارض ہوا ہو (وَ) مِنَ الوَدِیعَۃِ عِندَ بَائِعِہٖ فَیَہلِکُ عَلَی البَائِعِ لِارتِفَاعِ القَبضِ بِالرَّدِّ لِعَدَمِ المِلکِ اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے
بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوگئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیرنے
سے بواسطہ عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہیں تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض
کی بابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اسکی ودیعت صحیح ہے اسکا قبضہ صرف نہ ہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھ میں ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ (وَ) مِنَ الزَّوجَۃِ المُشتَرَاۃِ لَو وَلَدَت فِی المُدَّۃِ فِی یَدِ البَائِعِ لَم تَصِر اُمَّ وَلَدٍ وَلَو فِی یَدِ المُشتَرِی لَزِمَہ
العقد لان الولادۃ عیب جوہرۃ وابن کمال (اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید لیا اور مدت خیار میں لڑکا جنی بائع کے
پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض میں جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر وابن کمال ہم
اسی طرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اسکی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری
اسکو پھیر نہیں سکتا سو وہ اسکی مملوک ہوگئی (وَ) فِی البَحرِ عَنِ الخَانِیَۃِ اِذَا وَلَدَت بَطَلَ خِیَارُہ وَاِن کَانَ الوَلَدُ مَیِّتًا وَلَم تَنقُصہَا الوِلَادَۃُ
لا یبطل خیارہ واقرہ المصنف (بحر الرائق میں خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور
ولادت سے لونڈی میں نقصان نہ ہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی
الطحطاوی (وَ) مِنَ الکَسبِ لِلعَبدِ فِی المُدَّۃِ فَہُوَ لِلبَائِعِ بَعدَ الفَسخِ (اشارہ ہے کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اسنے کچھ مال کمایا مدت
خیار میں تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہے کذا فی الطحطاوی
(وَ) مِنَ الفَسخِ لِبَیعِ الاَمَۃِ فَلَا استِبرَاءَ عَلَی البَائِعِ (اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خریدی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب
نہیں ہے اسواسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہے اسوقت جب انتقال ہو ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف سو انتقال یہاں امام کے نزدیک پایا نہیں گیا کیونکہ مشتری
اسکا مالک نہیں ہوا بخلاف صاحبین کے (وَ) مِنَ الخَمرِ فَلَو شَرَاہُ ذِمِّیٌّ مِن مِثلِہٖ بِالخِیَارِ فَاَسلَمَ اَحَدُہُمَا فَہُوَ لِلبَائِعِ عَینِی وَتَبِعَہُ المُصَنِّفُ لٰکِن
عبارۃ ابن الکمال اَسلَمَ المُشتَرِی (اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا
تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اسکا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہوگیا اور شرح وقایہ میں بھی
اسلام مشتری مذکور ہے چلپی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر انتہی بائع اسواسطے شراب
کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کیجاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہوا مسلمان ہوکے واسطے لازم
آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہے اور خیار باطل ہے اسلیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیرنے کا مالک ہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک
نہیں کذا فی شرح الوقایہ (وَ) مِنَ المَأذُونِ لَو اَبرَاَہُ البَائِعُ عَنِ الثَّمَنِ صَحَّ استِحسَانًا وَبَقِیَ خِیَارُہ لِاَنَّہ یَلِی عَدَمَ التَّمَلُّکِ کَذٰلِکَ عِندَہ خِلَافًا لَہُمَا
(اشارہ ہے ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کردیا یعنی مدت خیار میں تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور خیار بھی
کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونیکا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہیں بخلاف صاحبین کے کہ صاحبین کے نزدیک درصورت
مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہیں رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اسکو رد کرنے کی ولایت ثابت ہے تو اسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور
ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہیں اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہ ہوا تو اسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو

عدم ملک کی ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ جب اسکو کوئی چیز نہ بیچا وے تو اسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایہ قلت و زِیدَ علی ذلک مسائل
منھا ان التعلیق کان ملکتہ فھو حر فشراہ بخیار لم یعتق میں کہتا ہوں اور مسائل عشرۂ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہے
جسکا اشارہ ہے چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا
بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ثم استدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار ثم اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب
اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہیں ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اسکا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت
مستدام ہوئی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے
کہ در صورت ابتدا سکنی خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا
یعنی در صورت قبض صید تو بیع باطل ہوگی یعنی بیع بائع کو پھیر دیا جاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر بائع کا اختیار ہے تو بالاتفاق
بیع منتقض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ز الزوائد الحادثۃ فی المدۃ تبطل الفسخ للبائع ز اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں مدت
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ انکا حدوث مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک انکا مالک مشتری
ہے جلبی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد متصلہ او منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھویں مسئلے میں داخل ہے یعنی
کسب میں جسکی رمز کاف ہے ع و العصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لھما فینبغی ان یرمز لھا بلفظ تصفی و یضم
الصاد الی الرموز لعدم لا حد ع ملحظ اشارہ ہے عصیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شیرۂ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہو گیا مدت بیع کے اندر تو بیع
فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو لفظ تصفی سے رمز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو صرف اول سے لاویں اور میں نے یہ
نہیں دیکھا کہ کسی نے ان مسائل کو بایں لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملا کر یہ ترکیب ہوئی استحق عز اشرف تستاضع
یعنی اپنی عزت کو ترکز و ال حق تعالی کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعظیم کر بقدر انکے مراتب کے با حق تعالی اور لوگون کے نزدیک
تو صدر نشین ہو جاوے ومن لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لھما وفسخ احدھما فلیس للآخر
الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اسنے بیع کو نافذ کیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتھی
کے بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو
اجازت لاحق نہیں ہوتی ہے صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے
کا علم ضروری نہیں مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے
بیع کو فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جبتک دوسرا اسکا مدت کے اندر واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع فسخ کی
اور اسکے ساتھی کو علم نہ ہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہے اور فسخ
باطل ہے والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی کرے
صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اسکے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع
کیا جاوے کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بعد مدت واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار کو ڈر ہے کہ مبادا وہ غائب ہو جاوے
تو پھر فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اسکی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اسکی طرف سے مخاصم قرار دے

سپرد صاحب اختیار بیع یا ثمن اسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی النهر تقييدنا بالقول لصحته بالفعل
بلا علمه اتفاقا كما افاده بقوله شارح کہتا ہے ہم نے عدم صحت مین فسخ قولی کی لگائی ہے واسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ
اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین صریح کیا ہے ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شرعی
کیے مثلا مبیع اگر غلام ہے اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال
کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ نقود نہ ہوا اور مشتری اسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی
عن المنح وغیرہ وتم العقد بموته اور بیع تمام ہو جاتی ہے اسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے اختیار مشروط تھا وہ مرگیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع
ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مرگیا تو ثمن اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے اگر
ثمن نہ پایا ہوگا تو اسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی الطحطاوی
اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہے کذا فی النهر ولا يخلفه الوارث كخيار رؤية وتغرير ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہیں
ہوتا مورث کا جیسے خیار رویت اور خیار تغریر اور خیار النقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی مبیع منفسخ نہین ہوتی
وارث کے فسخ کرلے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اسکی حیات مین اسواسطے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا
اسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اور تصرفات اسکے منقطع ہوگئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ ارث انہین جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے
نہ انہین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہے کہ خیار تغریر یہ ہے کہ مبیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا
مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر کی ظاہر بحث ہے مصنف کی اور خیار النقد بحث ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب
تھا کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا اما خيار العيب والتعيين وفوات الوصف المرغوب فيه فيخلفه الوارث فيها لا انه يرث
خیاره ولیحفظ اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ مین نہین
کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہے تو خیار العیب وغیرہ
وارث کو کیون ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلا خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہے اسواسطے
کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہو اسی طرح اسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہے تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہی کا بصفت سلامت
عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ
اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہے تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضي المدة
وان لم يعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضه وتوابعه وكذا كل تصرف لا ينفذ ولا يحل الا في الملك كاجارة ولو بلا تسليم في الاصح
ونظر الى فرج داخل بشهوة والقول لمنكر الشهوة فتح اور بیع پوری ہو جاتی مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو
بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہوا اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت
سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون
تسلیم کے ہو قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح
ہم اجارہ اور نظیر مین لف نشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا تصرف ہے جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون

ملک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ لگانا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا
شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہیں اور تمامی بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحطاوی ومفادہ انه لو شراها بالخیار علی انها بکر فوطیها لیعلم
اهی بکر ام لا کان اجازة ولو وجدها ثیبا ولم یلبث فله الرد بهذا العیب نهر وسیجئ فی بابه اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے
کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً
قربت سے باز رہا یا توقف نہ کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النهر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب
کے باب میں آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کر سکیگا ہم جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے
سے جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا موجب
ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا
فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو اسکا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعة وان لم یاخذها معراج بها ای بدار فیها خیار الشرط
بخلاف خیار الرؤیة والعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطے اس گھر کے جسمیں خیار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج
بخلاف خیار الرؤیة اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا
تو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیة اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے
خرید کیا اور اسکے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرؤیہ کے پھیر دے کذا فی الدرر وهی
المشتری اذا کان الخیار له لانه دلیل الاجازة یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے
کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہیں ہو سکتی پھر
جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہوگئی ولو شرط المشتری او البائع کما یفیده کلام الدرر وبه جزم البهنسی الخیار لغیره
عاقدا کان او غیره بهنسی صح استحسانا وثبت الخیار لهما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد
کذا صرح به البهنسی تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شامل ہے کہ اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند
ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے ہم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہ ہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد
ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم
ہوا پھر اجنبی اسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہ ہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونوں کے واسطے اختیار ثابت
ہوگا کذا فی المنح والنهر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے واسطے اختیار
کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا وکذا فی البحر طحطاوی
نے کہا اسکی صورت یوں ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے
بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدهما ای النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقه الآخر پھر جبکہ نائب اور منیب میں سے ایک نے
بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدهما وفسخ الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت
دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اسواسطے کہ اسوقت تعارض نہ تھا اور شخص

متاخر کا فعل لغو ہے ولو کانا متفاسخا فالفسخ احق فی الاصح نہلی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھی زبان واحد میں پائی گئی توفسخ
زیادہ شایاں ہے قول اصح میں کذا فی شرح المجمع اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہوسکتی ہے اور فسخ پر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یُجاز لما فی
المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فاذ فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداء
اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ بھی پا اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہوگئے فسخ کے فسخ کرنے
پر اور فیما بین خود عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کردینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ
اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے جو سرے سے ہے نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولی ہونا روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت
ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصّل ثمن
کل واحد منہما وعیّن الذی فیہ الخیار صح البیع لمعلومیۃ المبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے ایک غلام میں اگر
ہر ایک کا ثمن جدا جدا ذکر کیا اور اس غلام کو معین کردیا جس میں اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ بائع نے کہا
کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص میں اختیار ہے والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصّل
فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی تعیین جس میں اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ ذکر کیا یا فقط غلام
کی تعیین کی یا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلاتعیین غلام تو بیع صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے در صورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت
کے سبب سے یعنی در صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور در صورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہم عدم تعیین و تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں
کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ جس میں اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع
ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جس میں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیزوں میں ثمن بیع پر بانقسم نہیں ہوا
وکذا لو کان الخیار للمشتری تتأتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو تو یہیں بھی چاروں
صورتیں حاصل ہوتی ہیں ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور
تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ متعلقہ شارح کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط
لم یجز ولو وکلہ بالشراء والمسألۃ بحالہا نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المأمور بخلاف البیع فتح
وسیجیٔ فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا
خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہ ہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی
بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا گویا اس کی ملک بدون
اسکی رضامندی کے زائل نہیں ہوسکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا
اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد میں تفاوت ہو
جیسا کچھ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت
جیسا کچھ کیلی اور موزون پھر جب مثلیات میں تفاوت نہ ہوا تو ان میں خیار التعیین شرط کرنا بےفائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ
بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی ہم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے ان غلاموں میں سے ایک غلام

تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ ان تینوں سے جو ایک کو پسند کرے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے ان غلامون سے ایک غلام خریدکیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول اسکی کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر مین اسکو ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے ضرر دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو اپنے موافق اور مناسب جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اسکا حال خوب تر معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا لانہ قد یرث قیمیا ویقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بھذا الشرط فمست الحاجۃ الیہ یہ اسواسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اس چیز کو نہین پہچانتا تو اسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار تعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام نوادر پر نہین کذا فی الحماوی فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ لوجود جید ورديء و وسط خیار تعیین صحیح ہے چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت والی کے تین چیزون سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنی خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزون مین بخوبی متحقق ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار شرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہے اگر تین دن مین تعیین کردے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین تو تعیین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے اسکو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح مصحح الفخر الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کرلیا اور قبضہ کیا پھر ایک مین عیب لگ گیا تو معیوب مین بیع لازم ہوگی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور اگر دونون ساتھ ہی ہلاک ہوگئے تو دونون مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدھما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یرد الآخر بل بطل خیارہ خلافا لھما اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے رضی ہوگیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اسکو رد نہین کرسکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدھما الرد بعد رؤیۃ الآخر ورضاہ بالعیب خلافا لھما لضرر البائع بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہین بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے مع شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی تائید ہے یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رؤیت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب مین راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع مین نصفا نصف اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اسکا مالک تھا اب اسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہ عیب ہے اسواسطے کہ مشترک مین ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کرسکتا کما یلزم البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لھما للبائعین فرضی احدھما دون الآخر فلیس لاحدھما الانفراد اجازۃ او ردا خلافا لھما مجمع چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور فسخ مین پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بالعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہی اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت
سے خود راضی ہوگیا اشتری عبداً بشرط خبزه او کتبه ای حرفته کذلک فظهر بخلافه بان لم یوجد معه ادنی ما یطلق علیه اسم
الکتابة والخبز اخذه بکل الثمن ان شاء او ترکه لفوات الوصف المرغوب فیه غلام خرید لیا اسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا
اور لکھنا اسکا پیشہ ہی پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اسطرح پر کہ اسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اسکو اگر چاہے
تو پورے ثمن سے لے یا اسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہر دو صورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن
نہین ہوتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی ایک اعلیٰ رغبت کے وصف ہین لہذا مشتری کو اسکے نہ ہونے سے رد بیع کا
اختیار ہوا شارح نے نان پزی) اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہی یا اکثر لوگ بدخط لکھ لیتے ہین اور بقدر
نعل سے اسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انه لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک کذا سائر الحرف اختیار
اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو مشتری پر قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کیجائیگی یہان تک کہ اس وصف
کا موجود ہونا غلام مین شاید معلوم ہوجاے یہی حکم ہی باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع
بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت ٹھیرائی جاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتوں
مین اتنا مشتری بائع سے پھیرے قول اصح مین ہر مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہو اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دئے ہون
تو چالیس درم پھیرے بخلاف شرائه شاة علی انها حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانه شرط فاسد
لا وصف حتی لو شرط انها حلوب او لبون جاز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہی یا اتنا دودھ دیتی
ہی یا غلام اتنے سیرون کی روٹی پکاتا ہی یا اتنے ورق لکھتا ہی تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہی وصف نہین ہی یہان تو اگر یہ شرط کریگا کہ مثلاً
بکری دودھار ہی یا شیر دار ہی تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہی نہ شرط فاسد حاصل یہ ہوا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین
ہوسکتا کیونکہ احتمال ہی کہ حمل ہو یا ریح یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہوسکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح
اسپر دلالت کرتا ہی کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد بیع مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہی کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا
صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہی کہ جس وصف مین غرر نہ ہو یعنی اسکے وجود مین تردد نہ ہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہی اور جسکے وجود مین احتمال ہی اسکا
اشتراط صحیح نہین مگر بمعنی برأت وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہوا انتہی کذا فی الطحطاوی عن الطوری والقول للمنکر لو اختلفا
فی شرط الخیار علی الظاهر اور قول منکر کا معتبر ہی اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا
مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازة والزیادة
چنانچہ مدت اور اسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوے مین منکر کا قول معتبر ہی مثلاً ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہو اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہی کہ
مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہو یا ایک کہتا ہی کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہی یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہی اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون
مین منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریة بالخیار فردها بعد ایام بائنها المشتراة فقال البائع لیست هی ولا بینة له فالقول للمشتری
بیمینه وجاز للبائع وطیها لانه رضی وانعقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اسکے دوسری لونڈی پھیر دی یون کہکر
کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہی اور بائع کہتا ہی کہ وہ یہ نہین ہی اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز ہی

کذا فی الدر۔ اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ہم جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہے اور ہر مبیع کا
یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہے اسواسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی
الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ
اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنے والا اسکا منکر ہے اور اسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا
ظاہر عاریت اور اجارے کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن ذلک لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم
الخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اسمیں نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو پھیر دینا چاہا تو بائع
نے پھیرنے کے وقت کہا اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال
مشتری ہی کا شاہد ہے ہم صفات عارضہ میں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا اسمیں مشتری کا
قول در صورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہا من غیر اشتراط کتبہ وخبزہ وکان یحسن ذلک فنسیہ فی ید البائع
ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر ان الاوصاف لا یقابلہا شیء من الثمن اور اگر غلام
کو بے شرط کتابت اور نان پزی کے خریدا اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے
مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باوجود اسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا اوصاف کے مقابل
کچھ ثمن نہیں پڑتا ہم باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہے کہ ظاہر مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خریدا تو اعتبار دلالت حال کے شرط
کے مانند ہوا کذا فی البحر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے باع دارہ بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء من ذلک لا خیار
للمشتری گھر بیچا ان چیزوں کے ساتھ جو اسمیں داخل ہیں یعنی شہتیروں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر اسمیں یہ چیزیں کچھ نہ نکلیں تو مشتری
کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہے عرصے سے اور اشیائے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے
یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار حاصل نہیں ہوا اگر بوقت عقد مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اسکو ثابت ہوگا
کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءہا آجر فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمر فاذا واحدۃ منہا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ
بعصفر فاذا ہو بزعفران فسد گھر کو خریدا اس شرط پر کہ عمارت اسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خریدی کہ اسکے سب درخت
پھلتے ہیں سو اسمیں سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خریدا اس شرط پر کہ کسم کا رنگا ہے اور اسمیں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ہم اسواسطے کہ صفات
مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت کثرت متفاوت ہوتے ہیں اور خلاف غرض بجائے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انہا لا تثمر
فاذا ہو یحمل جاز وخیرہ وعکسہ جاز بلا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابط اور اگر کسی اس شرط پر خریدی کہ پھل نہیں
دیتی ہے لیکن وہ پھل دار نکلا تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اسکے بالعکس یعنی پھل کی شرط میں اور وہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری
کو اختیار نہیں اسواسطے کہ بیع ایسی شرط پر شامل ہے جو شروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ہم قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو
اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ حاصل ہوا تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خریدی کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خریدا ہو
اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے بتیس مقام
میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اسکا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی ہے

بلا شرط تو اسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہی یعنی موجب عقد کے مؤکد ہی اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند
مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہی جیسا نچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع میں اسکا جواز وارد نہیں لیکن اسکا رواج ہی چنانچہ
جوتا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو درست کر دے یا چمڑا ٹکڑا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کر دے کہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہی چنانچہ
تاتارخانیہ میں ہی اور مختارات النوازل میں ہی کہ شرط فاسد معاوضات میں لغو ہی مانند ہی تبرعات میں انتہی اسواسطے کہ اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہو جاتا نہیں کذا
فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط رہن ہی یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع
بشرط الکفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط بیع ہی بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی تا ملک مشتری کی بائع
کی ملک سے جدا ہو جاوے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور از انجملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیرہ ذلک شرط علی انہا
مغنیۃ ان للتلہی لا یفسد وان للرغبۃ فسد بدائع میں یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت
کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع ہم سرود ازبسکہ شرعاً حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلہا فان الشرط
من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ
اور اگر لونڈی کی بیع میں اسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب
ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برات کے واسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہی تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیوں کی خریدمین راغب ہیں انکی اولاد
لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حمل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہیں
ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہی اور زیادتی موہوم ہی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ حمل
ہو یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز
لا ما فیہ غرر الا ان یتعقب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہی تو بیع جائز ہی بنابر قول اکثر فقہا کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا
یہ ہی کہ جس وصف میں غرر نہ ہو تو اسکی شرط جائز ہی جیسا نچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا اور اسکا شرط کرنا جائز ہی نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہی جیسا نچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی و بیزاری کا
کے الیقہ حمل کی شرط مفسد نہیں ومر فی الثالثۃ فی فصل الشروط المفسدۃ ومتی عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی
فصل میں ہی کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی تو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اسمین
سیر گھی لت کیا ہی اور تقابض بدین ہو چکا اور مشتری اسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا
اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہی پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے
کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے طیار ہوا ہی پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہی
تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا مرجع اسکی تفسیر میں اور اعا قمیص اگر تو اہل تفصیر سے ہی تو تفسیر بھی بے فایدہ ہی کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہ باب ہی خیار الرؤیۃ کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافۃ المسبب الی السبب ہو ما فیہ من اضافۃ
الشیء الی شرطہ غیر ظاہر لما سیجیء ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کی ہی سبب کی طرف اور وہ جو بعض
نے کہا کہ از قبیل اضافت شے کے ہی اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہی قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہی

ثبوت اختیار کی شرط ہو ویثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شئ بعینہ لانہ کل منہا
معاوضۃ فلیس فی دیون ونقود وعقود لاتنفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ یعنی خیار الرؤیۃ ثابت ہے چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور
صلح میں یعنی وہ صلح جو شئ معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے ہو اسواسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہے تو دیون اور نقود اور اُن عقود میں جو فسخ کرنے سے
فسخ نہیں ہوتے خیار الرؤیۃ میں نہیں کذا فی الفتح ص فتح القدیر میں ہے کہ جب دیون میں خیار الرؤیۃ نہ ہوا تو سلم فیہ میں نہ ہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ مراد ہیں تو اگر
مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اسمیں خیار ہے اور عقود غیر منفسخہ جیسا کہ بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو وصح الشراء
والبیع لما لم یرہ یعنی صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ہے خواہ مبیع حاضر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ
الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر الی ذلک لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الا صح الجواز اور اشارہ
کرنا مبیع کی طرف یا اسکے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر مبیع یا اسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ
کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ کے بھی بیع جائز ہے م خلاصہ میں ہے کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور منتقی میں
ہے کہ اگر گیہوں غیب معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ اُنکی طرف
نہ کیا تو جائز ہے انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہ ہو اور مشار الیہ نہ ہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح
کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق میں بعد ذکر شرط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی شرط
جواز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم ولہ ای للمشتری ان یردہ اذا راہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دے جب اسکو دیکھے م ابن ابی شیبہ
اور بیہقی میں مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہیں دیکھا تو اسکو اختیار ہے جبکہ دیکھے اگر
چاہے تو لے اور چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رویت سے علم
بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمیں فقط رویت کفایت نہیں کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک
دیکھ کر مول لیا تو اسکو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اسکو اختیار ہے سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر کپڑے کو دیکھ کر خرید
کیا پھر اسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اعمی کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی مبیع کا حال اس سے
بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص غیر بجائے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلہ یردہ اذا راہ الا اذا اعادہ الی
البائع اشباہ کہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جبکہ مبیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اسکو پھیرے جبکہ اسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا ہے مگر
جبکہ مبیع کو پھر پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود
للمعلق قبل الشرط خیار الرویۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بنص حدیث
مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے م رضائے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اسمیں تصرف کرے
تو اختیار اسکا زائل ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم
یقع منبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اسکا قول اصح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے
تو بیع مستحکم ہی نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق
النص ما لم یوجد مبطلہ اور خیار الرویۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے

نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے ھم اور غیر اصح یہ قول ہی کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہی رویت کے بعد وھو مبطل خیار الشرط مطلقاً
و مفید الرضی بعد الرؤیۃ لا قبلها در اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہی جو خیار الشرط کا مبطل ہی مطلقاً یعنے صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہی رضامندی کا بعد رویت کے
نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر ھم مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلذا لا حق بالشفعۃ ثم رد الاول بالرؤیۃ
در بمبطل خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہو لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر
من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسکے پاس بکنے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو
اسکو پھیر سکتا ہی و یشترط لفسخہ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہی تا دھوکہ نہ پڑے
یعنے خریدے سے بائع کو اطمینان ہوتا ہی تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکہ نہ کھاوے ولا خیار للبائع فیما لم یرہ فی الاصح اور
اختیار نہیں اس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح میں ھم ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اسنے بدون رویت کے بیچ ڈالی تو بعد رویت اسکو فسخ
بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہی کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول
مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہی کہ معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی و یکفی رؤیۃ ما یؤذن بالمقصود
کوجہ صبرۃ و رقیق اور اسقدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہی جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا ھم
یعنے تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اسقدر دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہی یعنے جب
اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ کر لیا تو اب اسکو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہی ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اسکا پھیرنا
خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہی تو
سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق میں ہی لونڈی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرنبلالیہ میں ہی کہ بنی
آدم میں اگر جمیع اعضا دیکھے سوائے چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہی کذا فی الطحطاوی و وجہ دابۃ و کفلها ایضاً فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہی قول اصح میں یعنے چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہی ھم سواری کی قید سے بکری گلے نکل گئی کہ اسکا حکم آویگا در و ظاھر
ثوب مطوی و قال زفر لابد من نشرہ کلہ ھو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا اس
کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہی ایسا ہی کچھ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں ھم قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب
کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی الفتح عن المبسوط و داخل دار و قال زفر لا بد من رؤیۃ داخل البیوت و ھو الصحیح و علیہ
الفتوی جوھرہ و ھذا اختلاف زمان لا برھان و مثلہ الکرم و البستان اور داخل دار یعنے گھر کا صحن دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت
دالان اور کوٹھریوں کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہی اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ بنا پر اختلاف زمان ہی نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح
حکم ہی باغ کا نخلستان و درخت ہوں یا متفرق ھم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہی اور اختلاف یہ ہی کہ بنا بر انکی عادت کے
اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمیں نہایت تفاوت ہوتا ہی
مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ و سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں تو اب ان سبکا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہی دیار مصر اور شام اور عراق میں
معلوم ہوگیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہی نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر و کفی جس شاۃ للحم و
گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہی یعنے اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہی اسواسطے کہ اسطرح کی دریافت

گوشت کی معلوم ہوجاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی
عن الشلبی و نظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ الدر والنسل مع ضرعہا ظہیریۃ اور جو گوسفند یا دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اسکے تمام بدن کا دیکھنا تھن کے
ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریۃ و ضرع بقرۃ حلوب و ناقۃ لانہ المقصود جوہرۃ اور گائے اور اونٹنی شیردار کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے
کذا فی الجوہرہ و کفی ذوق مطعوم و شم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار و صحنہا علی المفتی بہ
حمامی او رؤیۃ دھن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ جیسا کہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا
شیشے میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے و کفی رؤیۃ وکیل قبض اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا ہم وکیل قبض وہ ہے جسے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو
میرے دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں و وکیل شراء اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جسے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی
چیز خرید کر لا لا رؤیۃ رسول المشتری و بیانہ فی الدرر کافی نہیں رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اسکا درر میں ہے صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری
ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا دے قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی رویت بالاجماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ
کیا اسنے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر و صح عقد الاعمی ولو لغیرہ و ھو کالبصیر
الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے
مانند ہے مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم از انجملہ اسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقا
نہیں اور نہ لائق قضا و امامت عظمی یعنے بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اسکی امامت نماز میں مکروہ ہے مگر اسوقت مکروہ
نہیں جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہیں اور اسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم میں نے نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجائے
اسکی رویت کے ہے کذا فی الاشباہ و سقط خیارہ بجس مبیع و شمہ و ذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے مبیع کے ٹٹولنے اور
اسکے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہو جاتی ہے اس سے لینے ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے و وصف عقار و شجر و عبد کذا کل ما
لا یعرف بجس و شم و ذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے
اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اسمیں ذکر وصف بجائے رویت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بالیقین وجوہ ممکنہ لازم تا اعمی
کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رویت ہوا و بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اسکے وکیل کے نظر کرنے سے
اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا
ہو گیا تو اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ھذا کلہ اذا وجدت المذکورات کلہا من الاعمی و کذا رؤیۃ البصیر
وجہ الصبرۃ و نحوھا قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات لا انہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم نعم تبطل
خیارہ فی جمیع ما مر علی الصحیح ما لم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تعیب او ہلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہ سب کچھ اسوقت ہے جبکہ
اشیاء مذکورہ جیسا کہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خرید کرنے کے لیعنے اگر قبل خرید اعمی نے
سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اسکو واسطے اشیاء مذکورہ کے
اختیار ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہے تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام صورتوں میں بنا بر قول صحیح کے جبتک کہ
مشتری سے وہ چیز نہ پائی جاوے جو رضامندی پر دلالت کرے بجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاک قبل رویت ہو

قولہ شاۃ قنیۃ قال فی المنح یقال اقتنیتہ اتخذتہ ... القنیۃ ... للنسل لا للتجارۃ

ہو در صورت عیب اسواسطے پھیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیرنے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے
خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا قبل الرؤیۃ فزرعہا بطل لانہ
بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رؤیت زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا
اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب
لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور
نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر طحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہے جو
شارح نے ذکر کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہے جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا ومن رای احد
ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما ان شاء لا رد الآخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون کپڑے
خرید کیے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکمشت لینی پھر بعض کا
لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری ما رای حال کونہ قاصدا لشرائہ عند رؤیتہ فلو رآہ لا لقصد شراء ثم شراہ قیل لہ الخیار
قہستانی وجہہ ظاہر لانہ لا یتأمل التأمل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ اما اذا لم یعلم انہ مرئیۃ الشاہد وقت الشراء فلم یعلم بہ تغیر لعدم الرضی فاختیار
لہ اذا تغیر قہستانی اور اگر خرید کیا اس مبیع کو جسکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانکر کہ یہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار
نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اسکو اختیار ہے کذا فی القہستانی اور
اسکی ظاہر ہے اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رؤیت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس
قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نجانے کہ اسکو مین دیکھ چکا ہون تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر ھم
وقایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے جانا ہو
کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن مین رؤیت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتماد تقیید مذکور
کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خریدی اور یہ اسکو معلوم نہوا کہ یہ
وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا نادانستہ خرید کیا تو فسخ بیع
مین اختیار ہوگا رای اثوابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین فی ثوبین متفاوتین لانہ ربما یکون الادنی
بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور اسیطرح
اگر دو کپڑے کسی چیز مین پیچیدہ ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب
عشرۃ لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر مجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین
اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر لو المدۃ قریبۃ والا بعیدۃ
فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع
کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہوجانے مین یہ اسوقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بلحاظ
عمل کرنے کے ساتھ ظاہر کے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے ہم عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

ظاہر القلیل ہے یعنے مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا شرنبلالی
نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہے اور جانورون کا تغیر اس سے کم مدت مین ہوتا ہے چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے
مدت بعید کی حد مذکور نہین کی اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ
جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونون اصل رؤیت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہے رؤیت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو انکر البائع کون
المردود مبیعا فی بیع بات او فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیری وہ مبیع نہین
بیع قطعی بلا خیار مین یا اس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے ھم یعنے بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا
تو مشتری کا قول معتبر ہے اور بیع بلا خیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیہ
خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاولین لا الاخیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہ ہے کہ مشتری
فسخ بیع مین منفرد ہے اول قسم مین یعنے جسمین مشتری کا قول معتبر ہے یعنے مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنے خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب مین
عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی واشتری عدل متاع
ولم یرہ وباع او لبس ثوبا منہ او باع بعد القبض او وھب وسلم ردہ بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط لان رد البعض یوجب تفریق الصفقۃ وھو بعد
التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین اور ایک کپڑا
اسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کرا دیا تو اسکو پھیر سکتا ہے خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا یہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیر دینا
موجب تفریق صفقہ کا ہے اور تفریق بعد تمام ہو جانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ کا تمام ہونے کے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے
قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وھل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا کخیار شرط وصححہ قاضی خان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خیار الرؤیۃ بعد اسکے ساقط
ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہین کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنے اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر
مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اسپر موہوب لہ کا قبضہ کرا دیا پھر اسکی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اسکو بائع اول کی طرف پھیر
نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور جب چیز ساقط ہوگئی تو اسکا عود بلا سبب قوی نہین ہوتا کذا فی
الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے شری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خریدیگا تو بائع ثمن کو قبل دیکھنے کے
طلب نہین کرسکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلھما الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید فروخت کی عین کی بعوض عین کے
مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر شری جاریۃ بعبد والف وتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انہ لا خیار فی الدین
خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درہم کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر حصہ ہزار
درہم کے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ خیار ثابت نہین دین مین یعنے زر نقد مین اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب
لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وھو لا یجوز کما فی
المنتقی ولو الجیۃ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو تدبیر اسکی یہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو
زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اس کپڑے کا مستحق ہوگا جسکا اقرار کرچکا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے

اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ مین کذا فی الولوالجیہ ھم طحطاوی نے کہا یہان تفرق عقد سے کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ اگر مشتری دونون مبیع کو رد کرتا تو کبھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہون
سے اسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال مین ماخوذ ہی علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اسکے اقرار کرنے سے شرح [illegible] قبضہما
المعیب [illegible] الا لما مر خریدکیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب ہی اگر دونون پر قبضہ کرچکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی [illegible] چنانچہ گذر گیا
یہ ہوچکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کرلینے کے جائز ہی بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض کے صفقہ تمام ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہی خیار العیب کے احکام مین ھو لغۃ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ. عیب لغت عرب مین وہ چیز ہی جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنے جو اصل خلقت مین داخل
نہو وشرعًا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنے اسقدر قول مین ذکر کیا من وجد بمشتریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرًا جوہرہ ولا
عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف اخذہ بکل الثمن او ردہ جسنے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے
ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرہ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے لے یا اسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہی ہر تجارت
اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی اپنی شرح مین ھم تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب جسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہوجاوے واقفکارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان
ہوا ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب جان پڑتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور اور غلام کا عیب مین داخل ہی تجار کو عام اسواسطے
کیا کہ اگر مبیع مصنوعات سے ہوتی ہی تو وہان کاریگرون کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اسکے لوگ معتبر ہین اور صنعت مین اسکے اہل کا اعتبار ہی انتہی ھم
یہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہین اگرچہ انکی تجارت او صناعت مین سے نہو مشتری کو رد عیب مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق
عقد بے عیبی کا مقتضی ہی اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین ٹہرتا ہان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اسکے ثمن کم ہوگا
اگر مشتری اسکے لینے کا ارادہ کرلیگا اور مسئلہ خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہی اول یہ ہی کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو ۲ مشتری کے پاس ۳ مشتری کو بیع
کے وقت معلوم نہو ۴ عند القبض بھی معلوم نہو ۵ ازالۂ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا
دھو ڈالنا در صورت عدم نقصان تو عیب ثابت ہوگا ۶ عدم اشتراط برات از عیب یا جمیع عیوب ۷ وہ عیب زائل نہوا ہو قبل فسخ کے سو اگر زائل ہوگیا ہو چنانچہ
آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہوجاوے تو مشتری کو پھیرنے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی ومالم یتعین امساکہ کحلال [illegible] فاحرما واحد ھما
در صورت عیب اس وقت تک اختیار ہی جب تک امساک مبیع متعین نہوگیا ہو چنانچہ دو حلال مردون مین ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندھا
ایک نے تو اب رد بیع ممتنع ہی بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ آلاف
لم یرد بعیب بخلاف خیار الشرط والرؤیۃ اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا
فوجدہ معیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اسکی تین ہزار ہین تو بیع کو
بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ انمین رد بیع کرسکتا ہی کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر پہنچنے یتیم اور موکل اور
مولے کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لائق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی مانند اس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خریدکیا اور اسمین عیب پایا اگر
کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہین وھذا احد ست مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہ
یعنے عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہی ان چھ مسئلون سے جن مین رجوع بالنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وذکرنا فی شرحنا الملتقی معزیا للقنیۃ انتہی
قد یحکم بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقی کی شرح مین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ کاہے بسبب عیب کے رد بیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا ھم چنانچہ

غلام کو بیع کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ بیچ ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مین نے
ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری نے غلام مین عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہین پھیر
سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہی کیونکہ وہ امین ہی اور عاقد نہین کذا فی النہر عن القنیۃ کالاباق الا اذا ابق
من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام مین بھاگنا عیب ہی مگر جبکہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی
شہر مین بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپ نہ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہین یعنی اگر دوسرے شہر مین بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف
فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہی یا نہین اور قول بہتر یہ ہی کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہی ھم اسمین تین قول
ہین ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ ہی کہ بھاگنا عیب نہین تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہی دو تین بار کا بھاگنا عیب نہین اور ظاہرا اور جانورون
کا بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے
فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او لیس کالفلس والفلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا
اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چراوے مولے سے یا کمتر چیز چراوے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ھم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چراوے
یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چراوے تو عیب ہی ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے مشتری کے پاس بھی
چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے اسلیے کہ مقطوع ہونے کے دونون چوریون سے ملا کر ھم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہی کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف
قیمت ہی اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو ہر سبب سے نصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا
کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اسکے ثمن کے پھیر لے یعنی پونی قیمت
کذا فی العینی وکلہا تختلف صغرا ای مع التمییز وقدرہ بخمس سنین او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوھرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا
ابن ملک وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانہ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہین طفلی
اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہی اور جوانی مین بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے
اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہی طفلی سے مراد طفلی باتمیز ہی اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان
اسکا جوہرہ مین ہی سو اگر وہ بذات خود نکھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد
الحالۃ بان ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاھما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین اسطرح ہی کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا
بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہی بسبب متحد ہونے سبب کے ھم جب طفلی یا جوانی
مین دونون کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینیکا اختیار ہوا کیونکہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط
مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لانہ عیب حادث اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین اسواسطے کہ وہ نیا عیب ہی
ھم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت مین تو اب مشتری اسکو اس عیب سے پھیر نہین سکتا کیونکہ طفلی کا سبب قصور
کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب خرابی شرارت اور بدذاتی ہی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوا اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہین مگر اس عیب سے جو
بائع کے پاس ہو کجنون حصل عند بائعہ ثم عند مشتریہ ان من نوعہ لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری
کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہی تو اسکو پھیرنا جائز ہی اور اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہین کذا فی شرح العینی ھم خانیہ مین مذکور ہی کہ نوع حمی سے مراد یہ ہی کہ ایک ہی

وقت مین دونون کے پاس تپ آتی ہو اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین ہی محفوظ ہی ہمارے اصحاب سے كذا في الطحطاوي ويبقى لو وجد بيع لتشم

حتے رجع بالنقصان ثم باع هل للبائع ان يسترد النقصان لزوال ذلك العيب بالبلوغ ينبغي نعم فسخ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو

بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی کہ نقصان پھیر

مشتری سے بسبب زائل ہوجانے اس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب ہی کہ یہان استرداد نقصان جائز ہی كذا في الفتح عن الظهيرية والجنون هو اختلال القوة التي

بها ادراك الكليات تلويح اور چنانچہ جنون یعنے دیوانہ ہوجانا جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی كذا في التلويح

هم یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہی اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اُس قوت کے اختلال سے جو تمیز ہی اشیاے حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی تدبر

ہی كذا في الطحطاوي وبه علم تعريف العقل انه القوة المذكورة ومعدنه القلب وشعاعه في الدماغ در اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف

معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنے جو قوت کہ مدرک ہی کلیات کی اسکا نام عقل ہی اور اسکے کان دل ہی اور اسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی كذا في الدرر

وهو لا يختلف بها لاتحاد سببه بخلاف ما مر وقيل يختلف عيني اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے

جو عیوب کہ مذکور ہوچکے یعنے اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہی كذا في شرح العيني هم جب اختلاف سبب ہوا

تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہی تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی

ومقداره فوق يوم وليلة ✿ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنے اسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک ساعت کا بھی

جنون عیب ہی اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطلق عیب ہی نہ غیر مطلق كذا في البحر ولا بد من معاودته عند المشتري في الاصح والا فلا رد الا في ثلث الزنا الجلاد

والتولد من الزنا والولادة فسخ اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہی قول صحیح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین

سو مبیع بلا معاودت جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین كذا في الفتح هم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اُس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی

کہ گا ہے زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین لکھا کہ اسی قول پر فتوی ہی قلت لكن في البزازية الولادة ليست بعيب الا ان توجب نقصانا وعليه الفتوى واعتمده في البحر لیکن یہان

لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہی اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی هم پہلا قول بھی مفتی بہ ہی تو یہان

قاضی اور مفتی مخیر ہین وفيه الحبل عيب في بنات ادم لا في البهائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین والجذام

والبرص والعمى والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور جذام اور برص بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا

ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین وكذا الادر وهو انتفاخ الانثيين والعنين والخصي عیب اور اسی طرح فتق یعنے دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی

ہونا عیب ہی هم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا الفتق والعنة والخصاء عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہی كذا في الطحطاوي واذا اشترى على انه خصي فوجده

فحلا فلا خيار له جوهره اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اسکو تندرست تر پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہین كذا

في الجوهره اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والدفر نتن الابط وكذا نتن الانف بزازيه والزنا والتولد منه كلها

عيب فيها لا فيه ولو امرد في الاصح خلاصه اور بخر یعنے گندہ دہنی اور دفر یعنے گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی كذا في البزازيه اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب

ہین لونڈی مین نہین غلام مین اگرچہ غلام امرد وسادہ رو ہو قول صحیح مین كذا في الخلاصه هم امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہونگے کہ مقصود مخل ہین یعنے لونڈی

کی خرید سے ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہی اور یہ اشیا اسکے مخل اور مانع نہین خواہ غلام

امرد ہو یا غیر امرد الا اذا فحش الاول لان فيه بحيث يمنع القرب من المولى مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین شدید ہون اسی طرح پر کہ میان کے

وہ شخص جسکو عارضہ فتق ہو اور اسکا اسم اور قرینہ بضم اتاہو

۱۲

یا منہ انکی بالغ ہونے تو البتہ عیب ہین غلام مین بھی ویکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اسطرح پر کہ زنا
اسنے مکرر ہوا ہو دوبار سے زیادہ تو عیب ہی غلام مین بھی والتلوط بہا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر
بالغ ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ انہ صحا نالانہ دلیل الابنۃ وان بلا اجر لا قنیہ اور لواطت غلام مین عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت ابنہ کی دلیل ہے اور اگر
اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی القنیہ ہم ابنہ ایک علت کا نام ہے جسمین ایسی حیل ہو مبرز مین کہ بدون منی کے قرار نہ ٹہیرے اور یہ سخت عیب ہے یہان تک جانورون مین بھی اور لواطت
بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علامت ابنہ کی دلیل نہین بلکہ حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہین کہ لواطت با اجرت مطلقا عیب
نہین شرعا اسواسطے کہ شرعا اقبح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیما شری حمارا لا یعلوہ انما الا انت فعیب دالا لا اور قنیہ مین ہے کہ خرید کیا گدھا جسپر گدھے
چڑھتے ہین اگر یہ رضامندی اسکی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل ہے اور نہین تو عیب نہین واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد
لا ان قل بزازیہ اور زنخا اور میلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ
والکفر باقسامہ وکذا الرفض والاعتزال بحر فکانا عیب فیھما ولو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی
البحر جنانا لانھا عیب ہے لونڈی غلام مین اگرچہ مشتری کا فر ذمی ہو کذا فی السراج ہم حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے
افضل کہتے ہین وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافرین داخل ہے کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض البنت سبع عشر وعندھما خمس عشر ویعرف
بقولھا اذ انضم الیہ نکول البائع قبل القبض وبعدہ ھو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا ستر برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ
برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی
ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ ایام اشہر عند الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کم مین ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے
دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کم مین دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہے نہ صغیرہ اور آیسہ مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر
مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو موجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ
اور قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی ہم بحر الرائق مین ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال لا
المؤجل لعتقہ فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت
اسکی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہین چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ہم دین مؤجل لعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرلینے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولی
لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان الولاء والمیراث لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان
کی ہے ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولی اور عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فھو
عیب معراج کسبل وحول وکثرۃ دمع والثولول بمثلثۃ کزنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس قید
بالکثرۃ بعض شراح الھدایۃ اور بال اور زنزول اب آنکھ مین اور اسی طرح ہر مرض آنکھ مین عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہو اور
آنسو کا ڈھلکنا اور مسا تول لول ثاء مثلثہ بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول با شکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع اسکی ثالیل کذا فی القاموس اور
ہدایہ کے بعض شارحین نے مسے مین کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسون کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک
انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب انگلیون کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعسر ھو من یعمل

بیسار ہو فقط الا ان یعمل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائین ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہو والشیب شرب خمر یعنی اور قمار ان عُدَّ عیبًا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختان لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ھم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتاوے میں ہو کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانہ میں عیب نہیں کذا فی الطحطاوی وعدم حمار وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب وغیمۃ وترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ لانا گدہے کا اور کم کھانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہو لیکن قنیہ میں ہو کہ ترک نماز غلام میں موجب رد نہیں ہو قیل لوظہر ان الدار مشؤمۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہو کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہو تو لائق یہ ہو کہ مشتری رد پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والخال عیب او علی الذقن والشفۃ لا الخد والعیوب کثیرۃ برأنا اللہ منہا اور منظومہ محبیہ میں ہو کہ خال عیب ہو اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالے ہمکو انسے بچاوے

آئین حدث عیب اخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن ووجب الارش واما قبلہ فلہ اخذہ او ردہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سو اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہو چاہے اسکو لے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اسکو پھیر دے کل ثمن لیکر پھر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ھم حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہو بقولہ او ردہ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہو بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم یعنی قولہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہو خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہیے اسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کرسکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہو چاہے مبیع کو بسبب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اسپر سے ثمن ساقط ہو اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اسکو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کرسکتا ہو اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہو اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہو اور پھیر دینا ممنوع ہو اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہو کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہو چنانچہ قولہ عند المشتری اسپر دلالت کرتا ہو اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہو مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنی کرلیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمین پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہو کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہو جو بائع کے فعل کا حکم ہو تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا ولو برہن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہو اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ھم نہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے ہو کہ صورت عاقدین کی گواہی مشتری کی گواہی مقبول ہو کیونکہ وہ مثبت اختیار ہو اور قول بائع کا معتبر ہو کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہو انتہی تو بائع کا قول اسوقت

معتبر ہو جبکہ مشتری کے گواہ ہنون اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لا یخفی وکذا یرد جبرا مالہ حمل ومؤنۃ الا فی بلد العقد بحر اور نہ پھیرے
مشتری زبردستی اُس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اسمین پھیر دینا جائز ہے باوجود باربرداری کے بھی
کذا فی البحر اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما استثنی وعنہ مالو اشتراہ وتولیہ او خاطہ لطفلہ
زیلعی او رضی بہ البائع جوھرہ یعنے اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیرے مگر اُن مسائل
مین رجوع نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بزازیہ سے اور انا بجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اسکو اپنے طفل صغیر
کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ ص رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاے پھر عیب
کے ساتھ کیجاے یعنے عیب قدیم کے ساتھ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکھا جاے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو
ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اُسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوا حصہ پھیر لے یعنے ایکدرم اور اگر ثمن دوسو ہو اور
قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اسکے متن مین موجود ہے
وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اسمین ایک قدیم موجود تھا تو اسمین نہ رجوع
جائز ہو نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضاے تولیت یہ ہے کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک
اور تسلیم مین باپ اسکا نائب ہے تو اگر بایع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کرسکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کرکے
کذا فی الطحاوی وله الرد برضی البائع اور اسکو پھیر دینا جائز ہے بائع کی رضامندی سے یعنے اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب
پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضاے بائع کے رضاے بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پھیر
دینے مین ضرر ہے بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اسکی ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضاے بائع
مشتری مختار ہے پھیر دینے مین یا رکھ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا لمانع کعیب او زیادۃ کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب
قدیم رجع بہ ای بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضاے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہو رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہین
چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیرے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے
رد کے قطع کرنے سے ھ یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبله البائع کذلک ای مقطوعا لہ ذلک لانہ اسقط حقہ پھر
اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کرلیا تو اسکو جائز ہے اسواسطے کہ اسنے اپنا حق ساقط کردیا ولو اشتراہ بعیرا فنحرہ فوجد معاہ فاسدا لم یرجع لافساد
مالیته اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اسکو حلال کیا اور اسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے
یعنے حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اسمین افساد مالیت نہین لہذا اسمین رجوع درست ہوا نہ اسمین
کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کله او بعضه او وهبه بعد القطع لجواز رده مقطوعا لا مخیطا کما افاده بقوله چنانچہ رجوع نہین کرسکتا
اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹ کر نہ سیکر چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان
کیا فلو قطعه المشتری وخاطه او صبغه بای صبغ کان عینی ولت السویق بسمن او خبز الدقیق او شوی اللحم ثم اطلع علی عیب رجع
بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربوا حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ درر وابن کمال پھر اگر کپڑا
کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی مین ملائے یا آٹے کی روٹی پکالی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت

بنائی

بنا ہی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہوجانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق
شرع کے ہی بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہان تک کہ اگر بائع اور مشتری دونون رد مبیع پر راضی ہوجاوین تو حاکم اسپر حکم نکرے کذا فی الدرر وابن کمال هم زیادتی مبیع
مین امتناع رد اسواسطے ہوا کہ اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہوسکتا کیونکہ زیادتی جدا نہین ہوسکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تو پھر صورت
فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا لحصول شبهة الربوا اسواسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہی سو یہان دونون مفقود ہین کذا فی الطحطاوی
كما يرجع لو باعه اى المتنقح رجه فى هذه الصورة لعد رؤيته العيب قبل الرضى به صريحا او دلالة چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہی اگر
مبیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب دیکھنے کے بعد قبل اسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے هم یعنے اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو بیع سے
رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اسطرح ہی کہ مبیع کو لباس یا رکوب مین استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہی بیع پر تو بیع کو
امتناع مین کچھ تاثیر نہین تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھہرا لہذا رجوع نقصان مین اسکو اختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی او مات العبد المراد هلاك المبيع
عند المشترى او اعتقه او دبره او استولدها او وقف قبل علمه بعيبه یا غلام مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہی مشتری کے پاس خواہ مبیع
آدمی ہو یا غیر اسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او كان المبيع طعاما فاكله
او بعضه او اطعمه عبده او مدبره او ام ولده او لبس الثوب حتى تخرق فانه يرجع بالنقصان استحسانا عندهما وعليه الفتوى بحر
وعنهما يرد ما بقى ويرجع بنقصان ما اكل وعليه الفتوى اختيار و قهستانى یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد
کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہان تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری
روایت یہ ہی کہ باقی کو پھیر دے اور جسقدر کھانا کھایا ہی اسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الاختیار والقهستانی هم جیسے اعتاق اور تدبیر اور
استیلاد اور وقف مین شرط ہی کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بھی شرط ہی کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہی
تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی فقط اکل طعام مین ہی اور شارح کے بیان سے معلوم
ہوتا ہی کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہی اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہی اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی مین یون
صحیح ہی کہ استحسان عدم رجوع ہی اور یہی قول ہی امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو كان فى وعائين فله رد الباقى بحصته من الثمن اتفاقا ابن كمال وابن ملك سيحى
ثلث فعلى ما فى الاختيار والقهستانى مبنى على القياس فتنبه اور اگر طعام دو برتن مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا
اسکے حصے کے موافق کم ثمن کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہی کذا صرح ابن كمال فى الفلاح الاصلاح وابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب مین آویگا
مین کہتا ہون بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہوجا هم قیاس یعنے رجوع النقصان یہی قول صاحبین ہی یہان شارح
کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہی نہ استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقه على مال او كاتبه
او قتله او ابق لو اطعمه طفله او امرأته او مكاتبه او ضيفه فجميع لعد اطلاعه على عيب كذا ذكره المصنف تبعا للعينى فى الرمز لكن
ذكر فى المجمع فى الجميع قبل الرؤية واقره شراحه حتى العينى ففيه البعدية بالاولية فتنبه لا يرجع بشئ لامتناع الرد بفعله
اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی العینی
بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین تابع ہوکر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مین جمیع مسائل مین قبل
رویت کو ذکر کیا ہی اور اسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہی یہان تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اولے ہونے کی

معیبہ ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ میں مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کر سکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اسکے فعل سے ھ عینی کے کلام میں تناقض ہے شرح کنز میں لعدیت
مذکور ہے اور شرح مجمع میں قبل رویت حلبی نے کہا روایت صحیح یہی حق ہے والا ان مسائل میں یعنے اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ میں یعنے بیع اور موت اور
اعتاق اور تدبیر میں کچھ فرق نہیں رہتا والاصل ان کل موضع البائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ وکالا یرجع اختیار اور قاعدہ کلیہ
ان مسائل میں یہ ہے کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا با عیب لینا درست ہے تو وہان مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے
والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار ھ بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع
بالنقصان ممتنع ہے اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا
اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولہما فی الاکل واقرہ القہستانی
اور اختیار میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اسکو قہستانی نے ھ ذکر فتوی عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا تنبیہ بعض
بطیخ کجوز وقثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ ھ
خرید کی انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانورون کا چارہ ہو سکے تو
اسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے اگر اسمین سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ کھایا ہو یعنے بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہین کذا فی النہر الا اذا
رضی البائع بہ مگر جبکہ بائع اسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اسکا عیب جان
گیا قبل اسکے توڑنے کے تو اسکو پھیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرح پر کہ انڈا گندا
ہو یا ککڑی کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر
ولو وجد اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندہما نہر اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین
کے نزدیک کذا فی النہر ھ نہایہ میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جیسے اخروٹ خالی نہوتے ہون عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو تو ایک
دس میں کثیر ہے چنانچہ قنیہ میں مصرح اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہین یعنے سو میں کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ
بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندہما وبہ یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسکے
بائع نے اسمین چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیرے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ھ یعنے ظاہر گھی کی قیمت لیجائے پھر نجس گھی کی جو
اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیرے کذا فی الطحطاوی وباع ما اشتراہ فردہ المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ
لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ ما لم یحدث بہ عیب آخر عندہ فان رجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری
ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اسکے بائع کو یعنے خالد کو پھیر دے اگر رد مبیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا
تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیرے گا ھ مشتری ثانی کے رد مبیع کی اسواسطے قید
لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا اور اسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک
بائع اسکے بائع سے یعنے مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر
وھذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رؤیۃ وشرط در اور یہ یعنے رد مبیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا
اسوقت ہے جبکہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے مبیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا

پھیر سکتا ہے غیر اراضی مین مانند رد خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنے اگر مشتری ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اسکے بائع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہے رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کر سکتا بدون حکم قاضی کذا فی الطحطاوی و لہذا اذا باع قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقا بحر اور یہ یعنے جواز رد اسوقت ہے جبکہ مشتری اول نے اسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنے اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضا مندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر مین ہے بسبب نہ متعین ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع م بحر الرائق مین ہے کہ مبیع مین عین ہونے کی قید لگائی تاکہ دین سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ اسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو جبکہ دینار درہم مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحطاوی و لو ردہ برضاہ بلا قضاء کان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ او وجد اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضا مندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اسکو بائع پر نہین پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنے بائع کے حق مین کذا فی النہر م اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ زائد انگلی تو اسکو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہے کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ علی نفیہ ولدفع الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعوی کیا اس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہ ہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون وان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو م اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پھیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجل اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بھا قبلت خلافا لھما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہے ماسوا حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا و نحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندھما کبول و سرقۃ و جنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندھا باللہ ما ابق و ما سرق و ما جن قط وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا و کبرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوی کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس شرط ہے جیسا کہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اسکے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اسپر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس پس اگر یہ امر گواہی سے ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہین بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہین بھاگا جبسے کہ وہ جوان مردون کے برابر ہو پہنچا بسبب مختلف ہونے کے گریختگی کے طفلی اور جوانی مین یعنے طفلی مین گریختگی عیب نہین اور جوانی مین عیب ہے کما مر سابقا م اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اسنے اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اسنے گواہون سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائیگا

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کاباق وعلم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب
مخفی ہے چنانچہ بھاگنا اور اسکا حکم معلوم ہوچکا صم یون معلوم ہوچکا کہ گاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہے اور گاہے شرط نہین اور اسکو
اختیار ہے قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہو کما تقدم کرنیکی کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور ازمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول
فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعور وعمہ واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم
یدع الرضی یہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہے چنانچہ ایک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن
ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جبکہ بائع نے یہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہوگیا تھا صم اسی طرح اگر بائع نے دعوی کیا کہ مشتری اس
عیب کا واقف تھا خرید کے وقت یا اسنے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اسکا دعوی ثابت ہوا گواہون سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہوسکتا والا مشتری
سے قسم لیجائیگی پھر اسنے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فی النہر ومالا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل لاثباتہ
عند الحاکم حتی ل عدل لیف اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا سوائے اطبا کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول
اور اس عیب کے ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے صم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکو دریافت کرے کذا فی النہر
عن البدائع ومالا یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ
عورت کی شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیجائے کذا فی العینی صم عینی مین یون مذکور ہے کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت
کا قول کافی ہے پھر اگرچہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس ومالا ینظرہ
الرجال والنساء ففی شرح قاضیخان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع صم مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو
نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو قاضی خان کی شرح مین ہے کہ خریدی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہے تو اسمین بائع سے قسم لیجائے یعنی جب اسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت
تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ بعض مبیع
مین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنیکے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی و مثلی مین مختار ہے چاہے باقی مین بیع قائم رکھے چاہے
پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے صم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہے اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہے بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے
کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجیء اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے
قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ اویگا صم یعنی اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام یا مشتری
باقی مین مختار ہے چاہے اسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شیء واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اسکو
باقی مین اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اسمین بعض
مستحق غیر ہو تو اسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اسمین اختیار پھیرنے کا نہین کذا فی المنح وان شری شیئین فقبض احدہما
دون الاخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر
تو اسکا حکم وہ ہے جو ما قبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہذا ای خیار العیب بعد رؤیۃ العیب علی
التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غیر معتمد اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی
مین ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر صم حاوی مین ہے کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے الخ

یعنے اب اسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی المجتبیٰ فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فلہ الرد ما لم یوجد مبطلہ کدلیل الرضیٰ فتح تو اگر مشتری نے بسبب
عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی
الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر
نقصان ثمن سے پھیر لے واللبس والرکوب والمداواۃ لہ وبہ عیوب رضی بالعیب الذی یداوی فقط ما لم ینقصہ یعنی پہننا اور سوار ہونا منافی
ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنے مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اُسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی
البرجندی ھم یعنے اگر مبیع غلام ہے اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک
بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور
اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہو گیا یا آنکھ میں اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے
کہ مشتری کے پاس ہمین دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول
اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور لیکر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدھا
زیوفا فعرضھا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی
پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوا دراہم کے جبکہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے
تاکہ وہ دیکھے کہ اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والوں کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ھم اور منجملہ دلائل
رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال
لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر للملک بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہے اسنے کہا ہان
تو بیع لازم ہو گئی اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی
ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنے یہ چیز میری مملوک نہیں اسواسطے کہ مین اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع
او لشراء العلف لہا او للسقی والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب لعجز او صعوبۃ رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے
یا جانور کے چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ھم
یعنے مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی
کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وھل ھو قید للاخیرین او للثلثۃ استظہر البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا
للدرر والبحر والشمنی وغیرھم لا الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینون کی قید برجندی نے ثانی کو
قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ھم مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار میں کہا الا ان یدلہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہین اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر
شارح بجائے اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہو تا خلاصہ یہ ہے کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین اطلاق ہے اور دوسرے مین تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی
ولو قال البائع رکبتہا لحاجتک وقال المشتری بل لاردھا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام
کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی الفتح وجد بہا عیبا فی السفر فحملہا

فیعوا بعد بر؟ در فتح القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پھر اسپر بوجھ لادا تو یہ عذر ہی یعنے بعد سفر کے اسکو پھیر سکتا ہی ھم طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا
کہ بوجھ لادنے سے پھیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ پھیر سکتا ہی بقیاس اسکے چارہ لادنے کے انتہی
تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہی اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدھما مستعد لیتونع الثمن علی تقدیر الرد او فی
عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے
عدد مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض
ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین یا اسکی صفت مین یا تعیین مین ھم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ دو غلام خریدے بائع نے مشتری سے
کہا کہ تو نے دونون غلام قبض کیے اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع لیس ھو
المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا
تا مبیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرؤیۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اسکو پھیرے خیار العیب کے
سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ھم اختلاف طول و عرض کا اختلاف صفت
مین داخل ہی تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہی چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہی ظہیریہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی واشتری عبدین ای شیئین
ینتفع باحدھما صفقۃ واحدۃ تفرید کیے دو غلام یعنے وہ دو چیزین بصفقہ واحدہ خریدکین کہ انمین سے فقط ایک چیز سے انتفاع مقصود ہی ھم شارح
نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہی نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا مذکور نہین کیا اور اگر جدا جدا
ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہی وقبض احدھما ووجد بہ او بالآخر عیبا لم یعلم بہ الا بعد قبضہ اخذھما او ردھما
اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرلینے کے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پھیر
ھم یعنے فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی
قبضہ کرلینے سے ہوتی ہی اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضھما رد المعیب وحدہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون
چیزون پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیر دے مبیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ
قبض سے تمام ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر کما لو قبض کیلیا او وزنیا او زوجی خف ونحوہ کمصراعی باب الا اذا کان احدھما لا ینتفع بدون الآخر ووجد ببعضہ
عیبا فانہ یردہ کلہ او یاخذہ بعیبہ لانہ کشیٔ واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایۃ وھو الاصح برھان چنانچہ
اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل
دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ سب کو پھیر دے
یا عیب دار کو بھی رکھے اسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شیٔ واحد کے مانند ہین اگرچہ کیل یا وزن کی چیز دو برتنون مین ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایہ
اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطئھا او قبلھا او مسھا بشھوۃ ثم وجد بھا عیبا لم یردھا مطلقا ولو ثیبا
خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ماءھا خریدی کی لونڈی اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اسکو مساس کیا شہوت سے پھر اسمین عیب
پایا تو اسکو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہی کہ مشتری نے بسبب قربت کے اسکی منی نکالی اور منی
جزو بدن ہی ھم یعنے اگر اب پھیرے تو ایسا ہو کہ گویا اسنے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین

اگرچہ بخروج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا لہذا حکم وطی مین ہے ولو الواطی زوجها ان ثیبا ردّها وان بکرا لا یعنی اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہو اگر
وہ ثیبہ ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہو تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع الرد یعنے اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے بسبب نہ جائز
ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومة المحبیة لو شرط بکارتها فبانت ثیبا الرد هنا لم یجر بل یرجع بالاربعین درهما نقصان هذا العیب وفی الحاوی
والملتقط الثیوبة لیست بعیب الا اذا شرط البکارة فیردها لعدم المشروط اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت
کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط مین ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جبکہ بکارت شرط کی ہو تو
اسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہونے مشروط کے اور منظومہ کی روایت مین مراد یہ ہے کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ماقبل کے موافق ہو گیا اور حاوی
ملتقط کی روایت اسپر محمول ہے کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونون روایتون مین تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلها
البائع لان الامتناع لحقه فاذا رضی زال الامتناع ویرجع الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال
المانع درر فیرد المبیع مع النقصان فی الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اسواسطے کہ امتناع رد
بسبب بائع کے حق کے تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے
بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النهر نقصان کے ساتھ
پھیرنے یعنے جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی وظهر عیب بمشری البائع الغائب
واثبته عند القاضی فوضع عند عدل فاذا هلك هلك على المشتری الا اذا قضی القاضی بالرد على بائعه لان القضاء على الغائب
بلا خصم ینفذ على الاظهر درر ظاہر ہوا عیب اس چیز مین جو خرید ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس تو قاضی
نے مبیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال ہلاک ہو گا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا
اسواسطے کہ قضا على الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا على الغائب مین دو روایتین ہین کتاب المفقود مین نفاذ کی
روایت کی تصحیح ہے اور کتاب القضا مین عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی مین ہے کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی
غیر حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب مین قضا على الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا على الغائب کیونکر اپنی راے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے کوئی راے
نہین باوجود اعتقاد کرنے اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل اورده
سرد المقطوع او امسکه و رجع بنصف ثمنه کمجحود واخذ ثمنهما ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا
اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس جیسا کہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونون کا ثمن پھیر لے یعنے مقطوع اور
مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ص اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری
کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اسکا پھیر لینا قبول کرے
تو پورا ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولته الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعة بعضهم على بعض فی الاظهر
لکونه کالاستحقاق لا کالعیب خلافاً لهما اور اگر اسکی بیع چند بار بیت بیت ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول
ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کرین یعنے ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ انکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے
مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے هم یعنے جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے

نزدیک مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور رد اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہی کذا فی الطحطاوی وصح البیع بشرط البرأة من کل عیب وان لم

یسم خلافا للشافعی لان البراءة عن الحقوق المجهولة لا تصح عنده وتصح عندنا لعدم افضائها الی المنازعة ویدخل فیه الموجود والحادث

بعد العقد قبل القبض فلا یرده بعیب اور صحیح ہو بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعیؒ کے اسواسطے

کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے انکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہی اسواسطے کہ عدم تعیین برات مین منازعت کو نہیں پہنچاتی اور اس شرط مین داخل ہی

وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری مبیع کو پھیر نہیں سکتا ہم برات عیب کی یہ صورت ہی کہ بائع نے مشتری سے

کہا کہ بیچی یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ

غرض اس شرط سے یہ ہی کہ عقد لازم ہو جاوے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہین ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی برات سے خواہ

بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اسکا واقف ہو یا نہو اسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصہ محمد ومالک بالموجود کقولہ من کل عیب بہ

اور محمد اور امام مالک نے برات کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے ہر عیب سے

عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہی تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنے اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت

مین مشتری پھیر سکتا ہی ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث بحر اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اس عیب سے

جو پیدا ہو تو صحیح ہی ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہی یہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہین تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف

کی یہ دلیل ہی کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اسمین نرہے کذا فی الحلبی ابرأه من کل داء فهو علی المرض وقیل علی ما فی

الباطن واعتمده المصنف تبعا للاختیار والجوہرة لانہ المعروف فی العادة وما سواه فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہر دا سے تو وہ مرض

پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہی اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہوکر اسواسطے کہ لفظ داء عادت

مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوا بیماری باطن کے عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہی کہ داء مطلق مرض ہی اسواسطے کہ لغت مین ظاہر اور باطن

دونون کو داء کہتے ہین لیکن عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد جگر کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرأه من کل غائلة فهی السرقة

والاباق والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہم ہر چند لغت مین غائلہ بمعنی شر اور بدی ہی لیکن یہ تخصیص

عرفی اسواسطے ہی کہ مدار احکام عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن ساومه ایاه اشتره فلا عیب به فلم یتفق بینهما البیع فوجد مشتریه

به عیبا فله رده علی بائعه بشرطه ولا یمنعه من الرد علیه اقراره السابق بعدم العیب لانه مجاز عن الترویج خریدا غلام کو پھر مشتری نے

اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اسمین کوئی عیب نہین پھر دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام مین

عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اپنے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی

ترویج سے ہم یعنے آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کریگا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا

چنانچہ مولے کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ شتم پر محمول ہی اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم

کذا فی الطحطاوی ولو عینه ای العیب فقال لا عور به او لا شلل لا یرده للاحاطة العلم به الا ان لا یحدث مثله فلا اصبعه زائدة

وبیعها فله رده للتیقن بکذبه اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ

اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اسنے خرید کیا اور پھر یہی عیب اسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا بسبب

دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعتًا چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہین پھر مشتری نے زائد انگلی
اسمین پائی تو اسکو اس صورت مین پھیر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہو جانے اسکے جھوٹ کے قال لآخر عبدی هذا آبق فاشتره منی
فاشتراه و باعه من آخر فوجده المشتری الثانی آبقا لا یرده بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرهن انه ابق عنده لان اقرار البائع
الاول لیس بحجة علی البائع الثانی الموجود منه السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اسکو مجھسے خرید کر لے سو اسنے اسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہین سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت نکرے کہ وہ اسکے
پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصدق نہین ہو سکتا
کذا فی الطحطاوی واشتری جاریة لها لبن فارضعت صبیا له ثم وجد بها عیبا کان له ان یردها لانه استخدام خرید کی شیردار لونڈی سو اسنے
دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اسمین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے یعنی اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے
بخلاف الشاة المصراة فلا یردها مع لبنها او صاع من تمر بل یرجع بالنقصان علی المختار وشرح المجمع وحررناه فیما علقناه
علی المنار بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سو اسکے بائع نے تھن باندھے یعنے دو چار روز دودھ نہ دوہا تا اسمین دودھ جمع ہو رہے اور
مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے اسکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لے
بقول مختار کذا فی شرح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہے منار کی شرح مین کما لو استخدمها فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم
بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس یتوسعون فیه وهو للاختبار وفی البزازیة الصحیح انه رضی فی المرة الثانیة الا اذا کان
نوع آخر وفی الصغری انه مرة لیس برضی الا اذا کان علی کره من العبد بحبس چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ
بلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہے اور مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہین اسواسطے
کہ استخدام مین لوگون کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہین اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہے یا نہین اور بزازیہ مین ہے کہ صحیح
قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہین اور صغری مین ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی
نہین مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر
قال المشتری لیس بالمبیع اصبع زائدة او نحوها مما لا یحدث مثله فی تلک المدة ثم وجد به ذلک کان له الرد بلا یمین لما مر
مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار
کر چکا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور مین کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا
نہین ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب الا الاباق
فوجده آبقا فله الرد ولو قال الا اباقه لا لانه فی الاول لم یصف العبد به فلم یکن اقرارا باباقه للحال وفی الثانی اضافه الیه
فکان اخبارا بانه آبق فیکون راضیا به قبل الشراء خانیه بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب سے
ہر عیب سے سوائے گریختگی کے پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اسنے کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوا
اسکے بھاگ نکلنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہین کی اور نہ اسکو موصوف
بگریختگی کیا تو اسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسنے خبر کردی کہ وہ

سمجھو گیا ہو تو مشتری راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہین دیتا کوئی حق کا حوالہ
قبل حصل العیب کا لمدرک اور خانیہ مین ہو کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اسکے برارت کی تو اس قول مین برارت عیب داخل ہوگی
نہ درک ہم یعنے اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمین عیب داخل ہو نہ درک یعنے اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہو اور اگر
دوسرے کا مال ہوجاتا
مبیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنے اگر یہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شاید اسواسطے کہ حق مشتری
ہنوز متحقق نہین جو اسکی برارت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مشتر لعبد او امۃ قال اعتق البائع العبد او دبرہ او استولد الامۃ او ھو حر الاصل
وانکر البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو
ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہو اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجائیگی بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنے در صورت
عدم شہادت قاضی قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر
حکم ہوگا بموجب اسکے قول کے یعنے عتق اور مانند اسکے اسواسطے کہ مشتری اسکا اقرار کرچکا ہے یعنے عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت
ہوجائیگی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک کا دعوی مشتری کرسکتا ہو نہ ثمن پھیر سکتا ہو رجع بالعیب ان علم بہ لان المبطل بالرجوع ازالۃ
ملکہ الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حتی لو قال باعہ وھو ملک فلان وصدقہ فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان لازالتہ باقرارہ کانشائہ
وھبہ اور مشتری لیگا نقصان عیب بائع سے ثمن پھیرے اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی مین معلوم ہو اسواسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ ہو اپنی ملک
سے غیر کو مالک کرکے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنے رجوع نقصان اس صورت مین درست ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کردیا ہو تا بیع وغیرہ سے
یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلان شخص کی ملک ہو اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی و اس غلام کو لیا
تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہین کرسکتا بسبب ازالہ اسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اسکو ہبہ کردیا او وجد المشتری بغنیمۃ محرزۃ بدار نا
او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحر قال المصنف فقید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیھما لان الامین لا ینتصب خصما
عیب کو پایا اس غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہوگئی دار الاسلام مین اگر یا غنیمت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اسکے امین سے کذا فی البحر مصنف
نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ ہونے کی قید لازم نہین تو مشتری بعلت عیب امام اور اسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہین
ہوسکتا ہم امین سے عام مراد ہو تا دلیل مدعا کے موافق ہوجاوے اسواسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہو بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب لہ الامام
خصما فیرد علی منصوب الامام ولا یحلف لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو
تو امام اسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نہ لے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہو یعنے انکار
قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہین ہم تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذا فی المنح فاذا رد علیہ المعیب بعد ثبوتہ بیاع
ویدفع الثمن الیہ ویرد النقص والفضل لبیت المال لان الغرم بالغنم پھر جب عیب والی چیز اسکو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی
جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہو کذا فی الدرر یعنے امام اسکو بیچ ڈالے اگر
ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اسمین سے ثمن پورا کردے اور اگر خمس مین سے ہو تو اسمین سے دے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ
ہو تو زیادتی کو بھی اسی میں رکھے جہان کی مبیع ہو کذا فی المنح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع البائع الدراہم
الی المشتری ولا یرد علیہ جاز ویجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اسپر مصالحہ کیا کہ بائع چند دراہم

مشتری کو دے اور مشتری اسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحت ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ہم بحر الرائق مین کہا کہ یہان سے ظاہر ہو گیا کہ خیار بالعیب باطل ہوتا ہے وقت
بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے یا راضی ہوجانے بعیب اور قبض کے اور اشتراط برات ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے وعلی العکس وھو ان یصطلحا
ان یدفع المشتری الدراھم الی البائع و یرد علیہ لایصح لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یحل ذا و بالعکس انکا وہ یہ ہے کہ دونون اسپر صلح کرین کہ مشتری
چند دراہم بائع کو دیکر مبیع پھیرے تو صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہین سوا رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سو اگر وان کی اصطلاح مین اسکو
احتمالہ کہتے ہین سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری مین ہے کہ رشوت اور ہدیہ مین یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو
کچھ دے بشرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی المعراج دفع ثیابا فقصرھا علی مال سم بیع او ظہر ان لا عیب
للبائع نہ یجب ما ادی ولو زال بمعالجۃ المشتری لا قنیۃ اور معراج مین ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر عیب
زائل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اسمین کچھ عیب نہین تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیرے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہین کذا فی القنیۃ
رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان للمبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا یساوہ لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل
مبیع کے عیب سے تو موکل کو بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اسمین ہے وہ ہی قیمت مین برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اسکی ثمن مسمی کے برابر نہو تو موکل کو
بیع لازم نہین چاہے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین
چھپانا عیب کا بیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنے تدلیس اور اخفا عیب حرام ہے مگر دو صورت مین حرام نہین الاولی الاسیر اذا شری شیئا ثمہ و دفع الثمن
مغشوشا جاز ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنے دار الحرب مین خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام
اشباہ مین جہان سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یون ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہین انتہے
اور اسیکے موافق قاضی خان مین یون ہے کہ اگر کئی قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو انکو کھوٹا مغشوش درم دینے جائز ہین اسواسطے کہ احرار کی خرید حقیقتہ خرید ہی نہین
اور اگر قیدی غلام ہین تو کھوٹے درم دینے جائز نہین انتہے تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کرے کذا فی الطحطاوی یعنے شارح نے اشباہ کی عبارت مین دھوکا کھایا کہ
اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم مین جائز ہین
کذا فی الاشباہ جبایات با موحدہ بہون جبایۃ یعنے غلط سمجھے ہین اور صحیح ہے جبایات کی جبایت وہ ہے جو لوگون سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفیھا
رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگون کے حق مین مگر دو
صورتمین فسخ نہین ہے سب کے حق مین فسخ ہے یعنے بائع اور مشتری کے حق مین فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کی ملک مین تو انکو
اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدیھما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے
ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہوتا ہم صورت اسکی ذخیرہ مین یون ہے کہ غلام بیچا ایک ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو
مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو
حوالہ باطل نہین استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کریگا انتہے ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت مین مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا
فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری فان کان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان قبضہ جاز دوسری صورت یہ ہے
کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو بیع جائز نہین قبل اسکے قبضہ کرنے کے
اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اسکے پاس ہے اور

منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ آراضی کی بیع قولی قبض صحیح ہو وفی البزازیة شری عبدا فضمن له رجل عیوبه فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانه ضمان
العهدة وضمان الثانی کلام ضمان العیوب فان ضمن السرقة والحریة او الجنون والعمی فوجد کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہو
کہ ایک غلام خریدکیا اور ایک مرد اسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہی
اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہو اور ابو یوسف نے اسکو ضامن کہا ہو اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہو اور ضمان عیوب جائز ہو اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا
دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہو وفی جواهر الفتاوی اشتری ثمرة کرم وکلا یمکنه قطافها
بغلبة الزنابیر ان بعد القبض ثم یردہ وان قبله فان تنقص المبیع بتناول الزنابیر فله الفسخ لتفرق الصفقة علیه اور جواہر الفتاوی مین ہو
کہ خریدکیے پھل انگور کے اور ممکن نہین انکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہو اور
پھل کم ہوگیے ہون بھڑونکے کھاجانے سے تو اسکو فسخ بیع مین اختیار ہو بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنے جسقدر پھل خریدکیے تھے وہ پورے باقی نرہے بھڑونکے کھاجانے سے

باب البیع الفاسد

یہ باب ہو بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہو کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہو تا غالب مرتفع ہوا اور حاجات دنیوی حاصل
ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالفت دین ہو اور فاسد مشتق ہو فساد سے جو ضد صلاح ہو اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہو اور اصطلاح شرع مین فاسد
وہ ہو جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہو کہ مال متقوم ہو اور اسکا جواز صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اسکی صحت کا مانع ہو
کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہو بتعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النهر المراد بالفاسد
الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیه بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہو باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل و مکروہ کو
بھی شامل ہوگئی اور گاہے اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہو اشتراک کے قول سے اور عرف سے فقہا مراد ہین کیونکہ
اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ انکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنی فاسد یا ساقط
الحکم کے ہو اور فقہ مین بیع باطل وہ ہو جسکی اصل اور وصف دونون غیر مشروع ہون اور حکم باطل عدم ملک ہو قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہو مکروہ لغت مین
ضد محبوب ہو اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہو جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہو بسبب مجاور کے جیسا کہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی
وکلما اورث خللا فی رکن البیع فهو مبطل وما اورثه فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہو اور جو خلل پیدا
کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہو بیع کا عم شرح بدیع مین ہو کہ رکن بیع یعنے ایجاب و قبول و محل بیع یعنے مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہو
اور اگر سالم نہو اسطرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب
اسکے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہو اسواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہو جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو
لیکن اسکے ثمن مین خلل واقع ہوا اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا ثمن ایسی شرط ہو جو مقتضاے عقد کے مخالف
ہو تو اسطرح کی بیع فاسد ہو نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہو انتہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہو رکن بیع اور اسکے محل مین
وہ مبطل ہو تو فقہا کے مقتضاے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہو رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بناء بیع انھین دونون
چیزون پر ہو اور اصل شی اسیکا نام ہو جسپر اس شی کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہو جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو جیسا کہ
ثمن ہونا کہ یہ صفت ہو عقد کی کیونکہ عقد کی تابع ہو اور جیسا کہ شرط مخالف مقتضاے عقد ہو کذا فی الطحطاوی وبطل بیع ما لیس بمال والمال ما یمیل

الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع درر فخرج التراب ونحوہ باطل ہے بیع اُس چیز کی جو مال نہین مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہوا اور اسمین دینا بطریق بیع یا ہبہ اور غیر کو منع کرنا اور اسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے جیسا کہ قاذورات خالصہ نکل گئے ہم موجودکی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وے معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جسکی آدمی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی و قاذورات سے ملکر پانس ہوجاوے تو اسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح فجاز بیع کبد وطحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہوگئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل انکی خون ہے لیکن جاری نہین والمیتۃ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفہا او بخنق ونحوہ اور چنانچہ مردہ جانور سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کہ انکی بیع باطل نہین اور کچھ فرق نہین مسلمان کے حق مین اس مردار جانور مین جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اسکو گلا داب کے یا کسی اور سبب سے سوائے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والمبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء علیہ لان رکن البیع مبادلۃ المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نگیا حر سے خرید کرنا یعنے حر کو ثمن ٹھہرانا اسپر با جارہ داخل کرکے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا اسطرح ہوتا ہے کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنے مین نے گھر بیچا بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین ثمن ہے عوض ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہے خواہ یہ چیزین مبیع قرار دی جاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علو سقط لانہ معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنے وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم ہے صورت حق تعلی کی مثال یہ ہے کہ ایک گھر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق ہوا سے ہے اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کیواسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہ امر حاصل نہین ومنہ بیع ما اصلہ غائب کجزر وفجل او بعضہ معدوم کورد ویاسمین وورد وقد فرق صحۃ لتعامل الناس وبہ افتی بعض مشایخنا عملا بالاستحسان ہذا اذا نبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز ولہ خیار الرؤیۃ وتکفی رؤیۃ البعض عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم اسکی بیع ہے جسکی جڑ نظر سے غائب ہے چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہے چنانچہ گلاب اور چنبلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالکؒ نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشایخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوے دیا ہے قیاس چھوڑ استحسان پر عمل کرکے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہے جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اسکا موجود ہونا معلوم نہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین وما فی ظہور الاباء من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین جمع ہے مضمونہ کی یعنے وہ منی جو نرون کے پٹھون مین ہے یعنے جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اسکی پشت سے جدا نہین ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہے والنتاج بکسر النون حبل الحبلۃ ای نتاج النتاج لدابۃ او آدمی اور باطل ہے بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنے جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ حبل الحبلہ اس بچہ کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تھا کہ گابھن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنے مشتری یون کہتا تھا کہ اگر یہ گابھن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اسکے بچے کو مین نے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ط

قولہ حبل الحبلۃ بکسر الحاء ولد الولد الذی فی بطن الناقۃ وغیرہا
کذا فی الحموی

اختلفوا فیہ فقیل المبالغۃ و یحتمل ان یکون جمع حالہ ... من بعض الفقہاء ... مع تکبیر المیم ... ولم یثبت ... کذا فی نہایۃ العینی ۱۲

بیع ما یشاہد بخفی فی الاصل کجزر وثوم وبصل ... بعض مشایخنا ... ۱۲

حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور موطا میں بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہی اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے
پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ تبین انہ ذکر الصحیح لتکید الخبر عبدٌ و عکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام
ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنے اس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہی بخلاف جانورون کے مصنف نے ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے
والاصل ان الذکر والانثٰی من بنی ادم جنسان حکما فیبطل و فی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح و یتخیر لفوات الوصف
اور قاعدہ جواز و عدم جواز کا یہ ہی کہ نر اور مادہ بنی ادم میں دو جنس ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں نر
اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی و مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم ادمی میں نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے
کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے میں اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ انمین چندان تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع
صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمدًا و لو من کافر بزازیۃ و کذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنص اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جسکے ذبح کے وقت
نام خدا عمدًا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اسکو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام
ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمدًا امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر ذابح اسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا مسلم کے دل میں ہی تو اگر کوئی کہے
جبکہ متروک التسمیہ عمدًا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کے بیع جائز ہی صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک
التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین و بیع الکراب
و کری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء و شجر فیصح اذا لم یشترط ترکہ و لو الجیلة اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع
باطل ہی اسواسطے کہ یہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع انکی صحیح ہی بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم
یعنے ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اسمین ہل چلایا اسمین پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ
ہوگیا یا اسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی و ما فی حکمہ ای حکم
ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیعھم کہ باطل ای بقاء فلم یملکو بالقبض ابتداء فصح بیعھم من انفسھم
و بیع قن ضم الیھم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور میں ہی یعنے جو چیز کہ مال نہین ہی چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی
یعنے باعتبار انجام کا باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات
سے صحیح ہی اور اس مملوک کی بیع صحیح ہی جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر ھم حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہی کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہین
اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع نہین کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمین موجود نہین لیکن باعتبار انجام کار
کے انکی بھی بیع باطل ہی اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہی
کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہی اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہوجاوین کذا
فی الطحطاوی و قول ابن کمال بیعھم لا باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع و عدم
نفاذ القضاء ببیع ام الولد و صحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء اخر امضاء او ردا و علیہ فلیکن التوفیق اور ابن کمال
کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل موقوف ہی تضعیف کی ہی اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضائے مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور
راجح عدم نفاذ قضائے ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہی مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہی کہ قضائے بیع ام ولد دوسرے

۱۵ الکراب والکرب اثارة الارض

نہر ع کرسی

قاضی کے حکم پر موقوف ہو حکم اول کے جاری رکھنے مین یا رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنے بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر محمول ہو جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہو جب کہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری کر دیا ہو ام بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول مین مختلف فیہ تھا عمر فاروق اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گا یا نہین بعضون کے نزدیک رافع نہین اور ہمارے نزدیک رافع ہی خلاف کا فصول استروسی مین ہے کہ قضاے بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہ ہی کہ نافذ نہین اور جامع مین یون ہی کہ قضاے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہی ورنہ باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہی کذا فی الطحطاوی عن العینی و فی السراج ولدہ لا کھو و بیع مستسعی کحر اور سراج مین ہی کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد انکے مانند ہی عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہی بطلان بیع مین و بطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہی بیع مال غیر متقوم کی یعنے وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہین کذا صحح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہی کہ تقوم دو قسم ہی تقوم عرفی یعنے احراز اور غیر محرز جیسے شکار اور گھاس مال متقوم نہین اور تقوم شرعی یعنے جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہی کذا فی الطحطاوی کخمر وخنزیر ومیتة لم تمت حتف انفہا بل بالخنق ونحوہ فانہا مال عند ذمی کخمر وخنزیر مال غیر متقوم جیسے شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اسکے جیسے مارنے سے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہی کذا فی ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وھذا ان بیعت بالثمن ای بالدین کدراھم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنے شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنے بعوض دین کے جیسے دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو مبیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہی یعنے قبضہ کر لینے سے بھی مملوک نہین ہوتے اور اگر انکی بیع ہو بعوض عین کے یعنے متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہی اور اسباب مین فاسد ہی تو متاع کا مالک ہو گا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صحح ابن کمال و بطل بیع قن ضم الی حر و ذکیة ضمت الی میتة ماتت حتف انفہا قید بہ لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہی بیع اس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جو ملایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنے جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک ومبنی الخلاف ان الصفقة لاتتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لابد من تکرار لفظ العقد عندہ خلافا لہما فظاہر النہایة تفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بناے خلاف یہ ہی کہ صفقہ یعنے عقد متعدد نہین ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ لابد ہی مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہی اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہی کہ بیع عبد منضم حر اسے بیع [illegible] فاسد ہی بخلاف بیع قن ضم الی مدبر ونحوہ او قن غیرہ وملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانہ کالحر بخلاف الغامر بالمعجمة الخراب فکملک برا نعیا ہمن قاعدة اذا اجتمع الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سواے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملکر بکے گی تو اسکی بیع باطل ہی جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہی بخلاف ویران مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہی جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہی چنانچہ یہ تصحیح اشباہ مین ہی منجملہ اس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہی ولو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما افتی بہ المولی ابو السعود اگرچہ بلد وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہی قول اصح مین بخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی روم کا یہ فتوی ہی کہ اگر [illegible] وقف کا [illegible]

۱۲ یعنی بیع مفسد البیع [illegible] کہ جس غلام کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی وغیرہ آزاد ہو گیا ہو ۱۲

کیا تو اسکے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہے فیصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لقیام المالیۃ
فی الجملۃ تو صحیح ہے بیع بقدر اسکے حصہ کے غلام مین مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک مین وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور
وقف فی الجملۃ مال ہین ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح عینی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے
استثنا نہ کر لیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العینی ھم بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور زمین کے مساجد اور مقابر کو استثنا کر لیا تو قول اصح یہ ہے کہ
ملک مین بیع صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہے وہ مشروط کے برابر ہے
کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ھم غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ صبی عاقل کی
بیع اور شرا منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرقین وبعر واکتفی فی البحر
بمجرد خلطہ بتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے
گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہے مجرد اسکے ملنے پر قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ھم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال
نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع
جائز ہو جاتا ہے وشعر الانسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے
بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہے مصنف وغیرہ نے اسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور کیا ہے وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع
المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ
لگا ہے ھم معقود علیہ کی شرط یہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اسکے پاس نہین تو وہ
نہ اسکی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربزے
کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اسکی بیع بطریق سلم باطل نہین
بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ھم اصحاب سنن نے حکیم بن
حزام سے روایت کی کہ مینے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اسکے ہاتھ بیع کیا کرون پھر اسکو بازار سے
خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنے بیع اسکو جو تیرے پاس نہین ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن
وھو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہو بسبب نہونے رکن کے یعنے مال ھم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا
والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ھلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ
الفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنے مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے اور قنیہ مین تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہے ھم حموی مین ہے کہ حشی کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قنیہ مین وجہ صحت یہ
مذکور ہے کہ مشتری نے اسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی خان سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ دونون
قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وصح بیع الحربی اباہ وابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایا الوھبانیۃ بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل
فاسد وصحح اور قنیہ مین ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا مین ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کا مال

بنقصان بیع باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور اسیکی ترجیح ہے بعضون کے نزدیک ہم قائدہ خلاف کا یہ ہے کہ درصورت باطل ہونے کے بعد قبض مبیع مملوک نہین یا در فاسد
مین مملوک ہے و فی النتف بیع المضطر وشراؤہ فاسد اور نتف مین ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خریدکرنا فاسد ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس
کی طرف باضطرار حاجتمند ہے اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہین بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خرید کرنا نہایت ثمن کو کم کرکے کذا فی الفتح ابوداؤد مین
علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر و فسد
بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جسمین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے
خریدکیا اور دونون نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کبیعہ بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی بقدر اسکی قیمت کے
فاسد ہے ہم یعنے بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہے و فسد بیع عرض ھو المتاع القیمی ابن کمال بخمر وعکسہ فینعقد فی العرض لا الخمر کما مر
اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب مین نہ شراب مین ہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت
ہے متاع قیمت والی سے کذا صحح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہین وفسد بیعہ ای العرض بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک
المشتری للعرض لا ھن لما مر ایضہ مال فی الجملۃ اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہان تک کہ اگر متعاقدین تقابض
باہمی کرینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد
او صید ثم الا فیہ باطل لعدم الملک جملۃ الشرعیۃ اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ مین نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر
دراہم اور دنانیر یا کیل و لکڑیون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہین ہوئی تو سزاوار یہ ہے کہ
بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اسلیے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہان حاصل نہین
او صید ثم القی فی مکان لا یوخذ منہ لا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان مین یعنے حوض وغیرہ مین کہ اسمین سے گرفتار
نہین ہوتی مگر جال کے حیلہ سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان اخذ بدونھا صح ولہ خیار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑ لیجائے بدون حیلہ
جال کے تو بیع اسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرویۃ ہے الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلو سدہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور اسنے
اسکا مدخل بند نکر دیا تو اسکی بیع صحیح نہین بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند کر دیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری
ہے اور موجب ہے ملک کا جیسے جال مین پڑنا موجب ملک ہے بحر الرائق مین ہے کہ جب مچھلی حوض مین گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب تفصیل مذکور
کے ہے یعنے درصورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقاً بیع صحیح نہین بواسطہ عدم احراز کے اور خلاف اس صورت مین ہے جبکہ انسان نے وہ حوض
شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولم یجز اجارۃ برکۃ لیصاد منھا السمک بحر اور جائز نہین اجارہ
حوض اور تالاب کا تاکہ اسمین سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الھواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما قبل صیدہ فکذا
باطل لعدم الملک اور فاسد ہے بیع ان چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہین آتین ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل انکے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب
عدم ملک کے ہم یعنے اگر چڑیا کو پکڑکے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اوڑتی پھرتی ہے اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہین تو اسکی بیع فاسد ہے اور اگر نہیز اسکو
نہین پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی الحلبی ولو کان
یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النھر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اوڑجاتی ہو اور پھر آتی ہو پلٹ کر جیسا کہ کبوتر تو اسکی بیع اوڑنے
کی حالت مین صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہین اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین ہم وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ بحوزہ ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہیں پھر درصورت عود فرض ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہے اسی طرح بیان درصورت
وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق میں کہا اسمین نظر ہے اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے واسطہ اسی واسطے گریختہ
کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہوں کہ جواب بیع درصورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہیں اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تامقدور التسلیم
ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت میں اسکا
عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور
بحر الرائق میں اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند ہے مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی میں اسکو باطل
کہا ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اسکی خرید سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ اور اسواسطے کہ
مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحطاوی والامۃ الا الحمل لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سواے اسکے حمل کے بسبب فاسد
ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے واللبن فی ضرع وجزم البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہے
دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کے چند وجوہ میں اعلام نہیں کہ تھن میں دودھ ہے یا ہوا ہے اختلاف دودھ
کی کیفیت میں غالبا نزاع واقع ہوگا سوم یہ کہ دوھنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اسطرح پر کہ تخلیص اسکی متصور
نہیں ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کذا فی الطحطاوی ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی
کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ یعنی کے نیچے اسکا وجود اور مقدار معلوم نہیں وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی وما لک اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ
کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج
او سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو بیع
منقلب ہوکر صحیح نہو جاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال
پیدایشی ہو جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیاے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں وانما
صحح بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باتصالہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شاخوں کے
ساتھ فقہا نے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہوں کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے
کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے حموی نے اپنی
شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل میں تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ
وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو مال مشتری بائع کی مال سے مختلط نہیں ہوتی لیکن قنیہ میں ہے کہ توت کی بیع اسوقت صحیح ہے جبکہ موضع قطع معلوم ہو
صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ لو اوراق توت لم تقطع قبل بسنۃ جاز وبسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا اور قنیہ
میں ہے کہ اگر اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا بیچا کہ ایک سال کے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اسواسطے
کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہوگا تو نزاع مفضی ہے وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہے
بیع اس شہتیر اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صحح ابن کمال
ہم معین شہتیر اور کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اسکی تسلیم میں لزوم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین میں دو علتیں ہیں ایک

لزوم مصر ہو و ضرری جہالت مبیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح آفندی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت
نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و ذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطعہ وسلمہ قبل فسخ المشتری عاد صحیحا و لو لم یضرہ القطع کذراع من کرباس
جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا مضر کرتا ہے جیسا کہ عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے
پھاڑ دیا یا لکڑی کو چھیل کے دیدیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر کر صحیح ہو جاویگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو جیسا کہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز
ہے بسبب نہونے مانع کے کہ مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جبکہ قمیص وغیرہ سے
بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا اور اسکے موجود ہونیکے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا فلو قطع او قلع لاتعم
کا بھی حکم معلوم ہوتا لہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کر دیا و ضربۃ القانص بفتح القاف وھو الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی
قانص بقاف و نون عبارت ہے شکار کرنے والے سے صورت اسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ بیچا تیرے ہاتھ اسکو جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو بیع جائز
نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہے کہ شکار جال میں آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص بغین معجمۃ الغواص اور فاسد ہے بیع غواص
کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ و صاد مہملہ غوطہ مارنیوالا صورت اسکی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایکبار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو موتی
وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر و نظمہ والکمال وابن کمال قال المصنف
وقد نظمہ مناظرۃ فی مسائل الفاسد فتبعتہ فی المختصر حیث ان یراد بہ الباطل لانہ مما لیس فی ملکہ کما مر اور جال
لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ہم فاسد کہتے ہیں اس بیع کو فاسد کی لڑی
میں پرو دیا سو میں بھی انکا پیرو ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ بیع اس شے کی ہے جو بائع کی ملک میں نہیں جیسا کہ
گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک میں نہیں اسکی بیع باطل ہے سوا سلم کے فالمزابنۃ ھی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شروح مجمع
ومثلہ العنب بالزبیب عنایۃ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن ربویا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ
وہ بیع ہے تر کھجور کی جو لگی ہو درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اسکے پیمانہ کے گمان اور انکل سے کذا فی شروح المجمع اور مانند اسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر
لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایۃ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور ربوا کے شبہہ کے بسبب احتمال کی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر کچھ کھجور نہو بلکہ گندم
ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے لیکن اختلاف جنس میں شبہہ ربا کا نہیں ہے اکثر کتب میں تفسیر مزابنہ یوں مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالثمر
علی رأس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ ثمر ثاء مثلثہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے
حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ کی بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسۃ للسلعۃ اور
فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی مبیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا مغرب میں ہے کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جبکہ تونے میرا
کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتقی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہوں اتنے کو سو جبکہ میں تجھکو چھوؤں یا
ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے
بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اسطرح ہے کہ مثلا اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذھا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی مبیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے
منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل بلا خیار فسخ والقاء ہا
علیہا اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اسی

بیع واقع ہو بلا لمس و بلا رویت و بلا خیار کے سے بعد ھی من بیوع الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا عینی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر
الثمن بحر اور یہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرع مین ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے
تو یہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ان بیوع مین وجود قمار ہے بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری
سے کہ جب کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا چھوئے یا ہاتھ لگاوے تو مین نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے
عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کے اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع
الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ
یہ کہ گیہون کو اسکی بالیون مین بیچے بعوض گیہون کے برابر پیمانے مین ظن و تخمین سے کذا فی النہر وبیع ثوب من ثوبین وعبد من عبدین لجہالۃ
المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون
کپڑا یا دو غلامون مین سے کون غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بحر الرائق
مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضہما وھلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل اذ الفاسد معتبر بالصحیح
پھر اگر مشتری نے دونون کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع
فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت
ہے اور ایک اولی نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئی کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک
مین مشتری مختار ہے پھر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر
ولو مرتبا فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ
اسکا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی دشوار ہوگیا کیونکہ بسبب ہلاکت اسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وھذا
اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرطا اخذ ایہما شاء جاز ملما اور تعیین مضمون مین ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جبکہ اسنے دعوی کیا کہ اول
فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے اسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط
نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا کہ ایک لیا دونون مین سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا والمراعی ای الکلاء واجارتہا اما بطلان
بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اسکا بطلان اسکی
بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین ابو داؤد مین حدیث مذکور ہے بلفظ کہ
المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئین اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص
کو پانی پینے اور جانورون کو پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک و غیر مالک
اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور اس سے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک جائز نہین
اور محل شرکت مذکور کا وہ ہے کہ پانی کو برتن وغیرہ سے [illegible] لیا ہو اور گھاس کو کاٹ کر رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بھر رکھنے اور گھاس کاٹ
رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ [illegible] احراز کے انکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جبکہ گھاس خود رو ہو اور اگر

ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافاً للقدوری
کذا فی الطحطاوی بتصرف واما بطلان اجارتها فلانها على استهلاك عين ابن كمال اور گھاس کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئ مباح کے
استہلاک پر ہے کہا ابن کمال نے حالانکہ شی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہوگا کذا
فی البحر هذا اذا نبت بنفسه وان انبته بسقي وتربية ملكه وجاز بيعه عيني وقيل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جبکہ گھاس خود رو
اور اگر اسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو تو اسکا وہ مالک ہے اور اسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال فی بیع القصیل
والرطبة على ثلثة اوجه ان ليقطعه او ليرسل دابته فتاكله جاز وان ليتركه لم يجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر
اسواسطے ہے کہ اسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اسمین چھوڑے کہ اسکو کھالین تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اسکو قائم رکھے تو جائز نہیں م
قصیل بقاف وصاد مہملہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت مین اسکو بوتے ہین فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین وحيلته ان يستاجر الارض لقطعها
او لیقات دوابه او لمنفعة اخرى كمقيل ومراح وقائمة في وضع الاشياء اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے
کھیت کاٹنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کی ماندگی کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ لے اور یا
سامان اسکا اشیاء کے رکھنے میں ہے یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی دیگا ودود القز اى الابريسم وبيضه
اى بزره وهو بزر الفليق الذى فيه الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنی اسکے بیج کی جسکو عرب بزر الفلیق کہتے ہین جسمین
ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وهو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم اسطرح ہے کہ شہد اور چھتے کے ساتھ
اسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وهذا عند محمد وبه قالت الثلثة وبه يفتى عيني وابن ملك وخلاصه وغيرها اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے
اور اسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ مالک و شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن مالک
والخلاصه وغیرہا [illegible] شہد کی مکھی کی بیع اسلئے جائز ہوئی کہ وہ منفعت کی چیز ہے حقیقۃً بھی اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہیں جیسے خچر اور گدہے کی بیع کذا فی
الفتح المھوی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ اس سے انتفاع ہے اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو الليث بيع
العلق وبه يفتى للحاجة مجتبى اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیچوا اور جونک کہتے ہین اور اسیکا فتوی ہے بسبب حاجت
اور ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غيرها من الهوام فلا يجوز اتفاقا كحيات وضب وما فى بحر كسرطان الا السمك وما جاز الانتفاع
بجلده او عظمه والحاصل ان جواز البيع يدور مع حل الانتفاع مجتبى واعتمده المصنف وسيجيء فى المتفرقات بخلاف اور کیڑون مکوڑون کے
ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ انکی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ انکی بیع جائز نہیں سوا
مچھلی کے اور اس جانور کی جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا مصنف
نے اپنی شرح مین اور انکا بیان باب المتفرقات مین آویگا **فرع** مسائل المصنف شارح لا انما تجوز الشركة فى القز اذا كان البيض منهما او [illegible]
منهما وهو بينهما انصافا لا اثلاثا فلو دفع بزر القز او بقرة او دجاجا لآخر بالعلف مناصفة والخارج كله للمالك [illegible]
العلف واجر مثل العامل [illegible] لصاحبه [illegible] جائز نہیں مگر جبکہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون
شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش کی ہو دونون نے [illegible] ریشم پیدا ہو [illegible] دونون [illegible] اگر ایک نے ریشم کا بیج
یا گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو دین اسشرط پر کہ چارہ دیوے اور جو ریشم یا بچے یا انڈے [illegible] ہو وہ مالک [illegible] کے ہونگے [illegible]

پیدا ہونے کے اسکی ملک سے اور مالک بچھڑے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی ملخصاً اور اسکے مانند ہاتھیون کا دینا دوسرے شخص کو جو انکو
پرورش کرے نہین صحیح ہے فتاوے عالمگیری مین بالتفصیل مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ انڈون کا مالک آدھے انڈے اور مرغیون کا
مالک آدھی مرغیان اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الطحطاوی والآبق ولو لطفلہ
اوالیتیم فی حجرہ ولو وھبہ لہما صح یعنی وما فی الاشباہ تحریف نہر اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر سے یا اس یتیم سے
جو اسکی گود مین ہے بیع کی ہو اور اگر اپنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ مین ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر مع نہر الفائق مین مذکور ہے کہ
طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہین ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعضے نسخے مین اسکے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخے مین اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ
تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہین ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخہ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اسواسطے کہ اشباہ
کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا ممن یزعم انہ ای الآبق عندہ فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر
اس شخص سے بیچنا فاسد نہین جسکو یہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام گریختہ اسکے پاس موجود ہے تو اب اسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر
تھا پھر جب مشتری نے اسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وھل یصیر قابضا ان قبضہ لنفسہ وقبضہ ولم یشہد نعم اور کیا
مشتری اسکا قابض ٹھہرے گا یا نہین اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اسنے اسپر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا
یعنی اسواسطے کہ یہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجائے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشہد لا لانہ قبض امانۃ فلا ینوب عن
قبض الضمان لانہ اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگون کو گواہ کیا ہے کہ مین اسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون
تو وہ قابض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ
اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم
لزوم التسلیم ذخیرہ اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب لازم
ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرہ یہ قول عطف ہے الا ممن یزعم پر ولو باعہ ثم عاد و سلمہ یتم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتم
علی القول ببطلانہ وھو الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایہ وغیرہا وبہ کان یفتی البلخی وغیرہ بحر ابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام
گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اسکو مشتری کے قبضے مین کر دیا تو بیع تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسکی ترجیح دی ہے ابن
ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہین ہوتی اسکے باطل ہونے قول پر یعنی جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہین ہوتی
اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسکا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال اھ فتح القدیر مین ہے کہ بطلان
بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہے بثائے مثلثہ وجیم کذا فی الطحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق
مختص بالحی ولا حیاۃ فی اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی
ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ مین حیات نہین تو اسمین ملک کا
حلول نہین وشعر الخنزیر لنجاسۃ عینہ فانہ یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الانتفاع بہ لضرورۃ الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء
للضرورۃ وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد قیل ہذا فی المنتوف اما المجزوز فطاہر عنایہ
اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے

یہان تک کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملے تو اسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہو اور بائع کو اسکی بیع مکروہ ہو تو حلال اور پاک نہین ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو بقول
صحیح فاسد یعنے نجس کر دیتا ہو بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہو اوکھاڑے بال مین اور تراشا بال طاہر ہو کذا فی الغایہ ہم سور کا بال سرے پر سخت ہوتا ہو اونگلی
کے مقدار اور بعد اسکے نرم ہوتا ہو تاگے مین گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم مین موچی اس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوزن سے سیتے ہین
وعن ابی یوسف یکرہ للخرز بہ لانہ نجس ولم یکن العلماء یلبس السلف مثل هذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل هذا فی زمانہم واما فی
زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ مکروہ ہو موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہو اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ
نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہو اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علماے سابقین کے زمانے مین تھا اور ہمارے زمانے مین اسکی کچھ
حاجت نہین یعنے بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہو کہ درصورت عدم ضرورت یعنے جبکہ اسکے
سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بیع بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم
یفصل ہہنا اعتمادا علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہو بیع جانور مردار کے کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر
بیع کچھ چمڑے کی ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہو اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا
کچھ کہا ہو وانی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع الا جلد انسان وخنزیر وحیۃ اور بعد دباغت کے یعنے چمڑا پکانے کے اسکی
بیع جائز ہو مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح لقولہ
حرمت علیکم المیتۃ وهذا جزءها اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اسکے پاک ہو جانے کے اسوقت مین انتفاع جائز
ہو سواے اسکے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تمپر حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جز ہو مردہ
کی وفی المجمع وتجیز بیع الدهن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع مین ہو کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع اور
اُس سے فائدہ لینا سواے کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سواے مسجد کے ودک عبارت ہو چربی اور ہڈیون کے
گودے سے کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اُس چیز سے جائز ہو
جسمین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اسکا پٹھا اور روئان چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ مین ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین
کیونکہ انمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہو اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے جائز ہو
کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ باقل من قدر الثمن الاول قبل نقد
کل الثمن الاول صورتہ باع شیئا بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل
نے بیچی اسکا خرید کرنا اُس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کم ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل ادائے تمام
ثمن اول کے فاسد ہو صورت اسکی یہ ہو کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اُس چیز کا نرخ
ارزان ہو گیا ہو وفساد بیع بسبب بیاج کے ہو بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض
باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا اور صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہو کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو
اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہو قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر ایک درم بھی باقی رہیگا تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا تجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز لہ ایضا خلافا لہما

فی حق عبدہ ومکاتبہ اور خریدکرنا اسکا جسکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہین چنانچہ اسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہی تو اسکا خریدکرنا بھی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوائے اسکے غلام اور مکاتب کے ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ بازید او بعد النقد اور ضرور ہی عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہی خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خریدکیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خریدکیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ھنا و فی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء وانتہاء وبقاء وامتناع مرابحۃ وبزاد زکوۃ وشرکات وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھ مسئلون مین ازانجملہ یہ مقام ہی اور ادائے دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصنف نے بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کی طرف نسبت کیکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہی کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور ادائے دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اسنے ادائے دین مین پہلوتہی کیا پھر اسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادائے دین نہین کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خریدکیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درہم ہی تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہی اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب بیچے جسکی قیمت اوتنی ہی بیچ ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتدائے مضاربت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور فائدہ برقرار ہی شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور بقائے مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خریدکیا پھر اسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اسکو بطور مرابحہ بیچ نکرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خریدکرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہی اور زکوۃ کی یہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیائے متلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہی چاہے دراہم سے اسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہی کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ مین عشر ہی اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہی اور جائفہ مین ثلث ہی اور دیت یا ہزار دینار ہین یا دس ہزار درم ہین تو اشیائے مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہوا ایسے عقد سے جو فسخ ہوجائے عوض کی ہلاکی سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے تو اس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خریدکرے تو مشتری کو اسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اسکے مقبوض ہونے کے جائز ہی خواہ ثمن متعین ہوجاتا ہو یا تعین سے جیسا کہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہ ہی کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ

اصل بیع مین مبیع ہو نہ ثمن وصح البیع فی الاصح الیہ کان یکلمو بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شئ آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر
فینقسم الثمن علی قیمتہا لانہ لا یشیع الفساد لانہ طاری ولکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اس چیز مین جو ملائی گئی اسکی طرف جبکہ
بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو دوسری چیز یعنے مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو مبیع اول یعنے تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنے
کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور مبیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے
یہان تک کہ اگر قاضی اسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضے
العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ ھ اور فاسد ہے
بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اسکے ظرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضاے عقد کم کر ڈالنا ہے برتن
کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز ہے
جیسا یون بھی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہوجاے ھ زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق مین کہا اسواسطے
یہ بیع جائز نہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کم ہو مشروط سے تو اسمین مشتری کا نفع ہے
یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہوجاوے اور غیر مبیع سے
تو ثمن مخصوص ہوجاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض ومنکر اور اگر بائع اور
مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ھ طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہے
یعنی مانعۃ الخلو اسواسطے کہ کاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض
یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جیسے مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل
تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہے یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول
نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین
مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح اور صحیح ہے بیع راہ کی اور
شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوھبانیۃ شعر ولیس لھم قال الامام تقاسم بینھم
ولم ینفذ کذا البیع یذکر اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز
نہین اور اسی طرح اسکی بیع بھی مذکور ہے یعنے بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہوجاوے کہ کوچہ نافذہ یعنے شارع عام
کی بیع بطریق اولی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ودفعا یا تحاوزحناہ فی الغاز الاشباہ شعر وما الارض لیس یملک بیعہا
بغیر شریک لہ لہ منہ ینظر ھ اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اسکو پسند کیا ہے کہ
مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سواے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنے ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین
ھ عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ
کی صحت مذکور ہے حتاہ بین لہ طول وعرض اولا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اسکے حدود یعنے طول اور عرض مذکور ہو
یا نہو اور اسی طرح اسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذا المبیعین بقدرہ بعرض باب الدار العظمی اور جبکہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو

تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ٹھہرایا جاوے ھ بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اس سے
پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمی وارد ہی تو ظاہر اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ
ہوتا ہی جسکو ہند مین پھاٹک بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وھبتہ لجھالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے
مکان کی بیع اور ہبہ اسکا بسبب اسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پھیلتا ہی اسکی مقدار معلوم نہین ھ مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی
یعنے وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی جیسا نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اسکی
بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اسکی حدود مذکور نہون تو اسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی
تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکی بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان
یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور عین باقی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب من حیث المسیل
اعتبار ہو اور اسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اسکی بیع جائز ہی چنانچہ خسری
نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اسکے حدود مذکور ہون تو بھی اسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیتہ للحسن
الجلبی وصح بیع حق مرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشایخ شمنی فی شرحہ ہی للاول وصححہ
ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور
اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ھ حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ
صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع
صحیح بیع ہی کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب فی ظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ وشرح وہبانیہ وتحقیقہ فی احیاء الموات اور اسی طرح
شرب بالکسر کی بیع یعنے زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا
بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی
کذا فی المنح اور ظاہر الروایہ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب
مین لا یصح بیع حق التسییل وھبتہ سواء کان علی الارض لجھالۃ محلہ کما مر وعلی السطح لانہ حق التعلی وقدم بطلانہ صحیح
نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت
پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وھو اول یوم من الربیع تحل فیہ
الشمس برج الحمل وھذا النیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا
فالعقد فاسد لجہالۃ اور صحیح نہین بیع اس ثمن سے جو مؤجل ہی نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے
اور یہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین
پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے
والمہرجان ھو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل
خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے ھ مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہین نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

وصوم النصارى وفطر اليهود وصومهم فالاكتفاء بذكر الصوم اسراج اور نصاری کے روزہ رکھنے اور شروع کرنے کی مدت اور یہودیوں کے
روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں ہے مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یکن المتعاقدان
نیروز ومابعدہ فلو عرفاہ جاز بیع اسوقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات
مذکورہ کو جانتے ہوں علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنے اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہیں ہے بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومهم
للعلم به وهو خمسون یوما بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے
اور وہ یعنے صوم نصاری کی مدت پچاس دن ہیں هم ورمین تمرتاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق
اور حموی میں چھپن دن اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب
لانها تتقدم وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو بیل یعنے کھلیان ماندنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسوسطے
کہ امور مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها ای عن هذه الاجال ثم اجل الثمن الدین
اما تاجیل المبیع او الثمن العین فمفسد ولو الی معلوم نهر الیها صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن
دین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا
فی النهر هم ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے یقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا
پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی هذه الاوقات لان الجهالة الیسیرة متحملة فی الدین
والکفالة لا الفاحشة جیسے بچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کم جہالت دین اور ضمانت میں محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ جیسے
ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط المشتری الاجل فی الصور المذکورة قبل حلوله وقبل فسخه وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل
الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال وابن ملک کجهالة فاحشة کهبوب ریح ومجی مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی
یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق
ہو جاویں قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہوگا بالاتفاق کذا مسح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے
جیسے ہوا چلنے اور مینھ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائهما
ای وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیره ای غیر المحرم ببیع صیده یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراهة کما صح ما مر لان العاقد
یتصرف باهلیته وانتقال الملک الی الامر امر حکمی وقالا لا یصح وهو الاظهر شرنبلالیه عن البرهان
یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی
توکیل اور بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم
وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شرا میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف یا امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنے باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیه عن البرهان هم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا نہایت کراہت کے ساتھ ہوا تو
مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کے سرکہ بنا دے یا اسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے کذا فی
الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی الی النیروز اور صحیح نہیں یعنے فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط عطف ہے نیروز پر یعنی ملکیہ

معطوف علیہ البیع الی النیروز ہو نہ فقط نیروز کما لا یخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہو کہ حدیث مرفوع میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنی
الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او فیہ نفع لمبیع ھو من اھل
الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا کما سیجیء مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ
مراد رکھا جو جامع ہو فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی نہیں اور اسکے مناسب ہو اور اسمین فائدہ ہو بائع یا مشتری کا یا اسمین فائدہ ہو اس مبیع
کا جو اہل ہو استحقاق منفعت کا اصطلاح میں کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع
نہیں چنانچہ اسکا ذکر آویگا جو شرط عقد بیع سے واجب ہو چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن میں اور مشتری کا مبیع میں تو اس شرط کو عقد مقتضی ہو اور جو شرط عقد
سے واجب نہیں اسکو عقد مقتضی نہیں اور مناسب عقد وہ شرط ہو جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہو اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی
مضرت ہو جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہو خلافاً لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہو جسمین
نہ نفع ہو نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اسکے کھانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہو کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم یرد الشرع
بجوازہ اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اسکا رواج
نہ جاری ہو اور شرع میں اسکا جائز ہونا وارد ہوا ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی شراک لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس
شرط کی اجازت شرع میں وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہیں کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ
العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اسکی قبا سی دے یہ مثال ہو اس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہیں اور اسمین
فائدہ ہو مشتری کا ھ اور ازانجملہ یہ شرط ہو کہ باغ کی بیع میں بائع اسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنادے یا زمین کی بیع میں یہ شرط کرے کہ بائع اسمین
مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہو او یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال
شہرا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام در یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے
یہ مثال ہو اس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہو مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہو کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اسمین استخدام کا شرط
کرنا جائز ہو کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد
کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہو اگر اعتاق بعد اسکے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق قبل قبض
ہوا تو عتق صحیح نہیں کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدھا او لا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع لمبیع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری
غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بناوے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق بیع وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہو جسمین نفع ہو
اس مبیع کا جو مستحق ہو نفع کا ھ اعتاق وغیرہ میں منفعت مملوک صریح ہو اور عدم اخراج عن الملک میں بھی فائدہ ہو اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہو
کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری او شرط حبس
المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرطا ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع
او المشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو
بیع صحیح ہو اس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہو جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہو جسکو عقد مقتضی
نہیں اور اسمین کسی شخص کو فائدہ نہیں اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر میں فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اسکو اثنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے کشرط ان لا یبیع
عبوانی کمال بترکیب الدابۃ المبیعۃ فان البیع یاذن المنفعۃ شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن
کمال نے یون تفسیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہے او لا یقتضیہ لکن یلائمہ
کشرط رھن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط
کرنا کذا صحح ابن ملک ھم یعنے بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن
دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر مسمی اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ دونون انکی
تعیین مین مجلس عقد کے اندر راضی ہوجاوین اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دین
حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف بہ
کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول الیہ العینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وھو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب
استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اسپر دوال لگا دے اور اسکے مانند
کیلین جڑنا ہی کھڑاون کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی
العینی شراک بکسر اول عبارت ہے سیر سے بفتح سین مہملہ وسکون یاے تحتانیہ یعنے وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین بپشت قدم پر رہتا ہے صرم بفتح صاد وسکون
جرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع لا قولہ بعت ان رضی فلان و وقتہ کخیار الشرط اشباہ
من الشرط والتعلیق بحر من مسائل شتی یہ یعنے شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہے جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرط تعلیق
ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ مین نے بیچی اگر فلانا شخص راضی ہوا اور اسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط
کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی بائعہ صریحا او
دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت
حال کے اسطرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجاے رضاے بائع اذن بائع مذکور ہے ھم ابن کمال نے اذن ذکر
کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضاے بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہے اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے
ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے مانند بجاے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی علی الدر
فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی
اور اسکا حکم پہلے مذکور ہو چکا ھم بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہوچکا کہ باطل مین قبضے سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اسکے پاس مبیع ہلاک ہو
تو اسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہے اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتوے ہے وحینئذ فلا حاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ
وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق للاخراج
بذلک فتنبہ اور اسوقت مین یعنے جبکہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نہین اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور
عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونون عوضون میں سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی چلپی نے جواب
دیا ہے اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہوچکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا خبردار ہونا

احکام بیع فاسد ۱۲

هم حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہو کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے بھی خارج نہین ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہو
باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا بہتر ہو کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہو کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہو جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور
حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینھہ البائع عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو منع نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو
هم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضاے بائع مغنی ہو اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہو اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے قبض سے
ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی ملکہ یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے
درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا هم یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علماے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد
کرے تو صحیح ہو اور اگر اسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو
استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہو نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل فی شراء الاب من مال طفلہ او بیعہ لہ
کذلک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے
مین اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح یعنی اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے هم بحر الرائق مین محیط سے یا ین
عبارت منقول ہو باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبدا لنفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنی باپ نے بطور بیع فاسد کے
غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ اسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین لاوے
اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت
مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسدا او شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی
الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ بہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہو مشتری کے ہاتھ مین وہ امانت ہو مشتری اس قبض
سے اسکا مالک نہوگا هم یہ قول اسپر مبنی ہو کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہو کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہی
چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمع تفاریق مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
ولذا ملک تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ فلا وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا
اشباہ اور جب کہ مبیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سواے پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا اور اگر مبیع طعام
ہو اور نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو اگر مبیع
زمین ہو کذا فی الاشباہ هم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہی تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہی
فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے وفی
الجوهرة وشرح المجمع لا شفعۃ بہا فھی سادسۃ اور جوہرہ اور شرح مجمع مین ہی کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی
یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا بمثلہ ان مثلیا والا
بقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض
سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیکر اگر مبیع مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی
قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی

یہ ہو کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھ اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رد عین واجب ہے نہ قیمت کذا
فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت مین مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادت یعنے مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ویجب
علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع
کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک ھ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا تا امتناعا عنہ مفعول لہ ہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی او بعدہ
ما دام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جبتک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف
مشتری کے ہاتھ مین ہے یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اسواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ھ اور اگر مبیع مین کچھ تصرف مانند
بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر
اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسخ کرنے مین حکم قاضی شرط نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہین کذا فی الدرر واذا
اصر احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جبکہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو
معلوم ہو تو اسکو فسخ کر دینا بیع فاسد کا دونون پر زبردستی کر کے جائز ہے حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے
کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ او بیع او
بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصبہ ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ قنیۃ اور جس مبیع فاسد کو پھیر دے
مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ مین تو یہ باہم
ترک بیع ہے اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھ اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے لیکن ظاہرا بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق
بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی
جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہوا ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر
ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ھ اگر مشتری نے
مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور اسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے
ہاتھ سے یعنے مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جنمین بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فلو باع المشتری
المشتری فاسدا بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری
نے مبیع فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے
خود اسکے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنے مصنف کے اس قول مین وکل مبیع فاسد الخ وفسادہ بغیر اکراہ فلو
بہ ینتقض کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری
کے منقوض اور ناجائز ہونگے او وہبہ وسلم او اعتقہ او کاتبہ او استولدہا ولو لم تحبل ردہا مع عقرہا اتفاقا سراج یا مشتری نے مبیع ہبہ کی
غیر بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے
ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل بعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری
قابضا اقتضاء [illegible] ملا مسکین آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے

آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے بلکہ با امر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے
آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری
اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہیں وما فی الخانیۃ علی
خلاف ہذا اما روایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ میں برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ
عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھ خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو نبیذ اور فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے
اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ
حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلافہ ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف
صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین میں برخلاف
اسکے ہے سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مفصل بیان کیا ہے ھ جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا
تو حق فسخ باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت نبا وے انتہی نہر الفائق میں اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے (غلط قرار دینے سے) اور بحر الرائق میں اسکو عدم
تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رہنہ او اوصی او تصدق بہ لنفاذ البیع الفاسد فی جمیعہا و امتنع الفسخ لتعلق حق
العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہوجاوے گی جمیع
تصرفات مذکورہ میں یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے
حق العبد کے انتہی مگر چار صورت میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ھ اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہے اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے مگر
چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اسکی
بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہے مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام متن کا اندر
مشتری میں ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آئندہ
قول میں موجود ہے کذا فی الحلبی کذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح مبیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ و نکاح کے
چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا ھ اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح
میں اخراج عن الملک نہیں وہل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہے انکے فسخ بیع فاسد سے
قول مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہوجاتا ہے کذا فی الولوالجیۃ ھ یہاں گفتگو اسمیں ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ
میں اور کلام ولوالجی قبل از قبض میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی بلفظہ ملخصا الی المائۃ کرجوع ہبۃ وعجز مکاتب وفک
رہن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا
مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری
پر اوائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل
حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ ینبغی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ ہوگا فسخ
کرنے میں اسیکا فتوی ہے وبعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

فلیس للمشتری حبسه لاستیفاء دینه کالاجارۃ وهو الحق فی عقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اسکا بائع نہ لیتا وقتیکہ اسکا ثمن نقود
پھیر دے ثمن نقود سے ثمن مقبوض مراد ہوتا غیر نقدین کو بھی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید
کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہین مانند اجارۂ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق
دین اور غیر دین کا کافی مین مذکور ہے ہم شرح زیلعی مین ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا باذن
بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہین بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسدہ
بدین سابقہ ہو پھر موجر اجارۂ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہین بخلاف اجارۂ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا بدین سابق انتہی
قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارۂ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے
واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یون کہنا تھا بخلاف عقدها
الصحیح کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اسی طرح شرح البحر الرائق مین ہے فان مات احدهما او الموجر او المستقرض والراهن فاسدا عینی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری
ونحوه احق به من سائر الغرماء بل قبل تجهیزه فله حق حبسه حتى يأخذ ماله پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارۂ فاسدہ کا موجر
یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مر جاے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے جیسا کہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جاے اور مستاجر و
مقرض اور مرتہن زیادہ تر حقدار ہین باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہے یہان تک کہ اپنا مال لے لیوے
هم بعد الفسخ اخص علی المتوهم ہے اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولے عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاے
ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے بائع کی حیات مین اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسدہ لیا اور اجرت
تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اسکو اجارے کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال
پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مر جاوے تو وہ ثمن مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غریمون سے کذا فی الطحطاوی ۱۲ فیاخذ المشتری دراهم الثمن
بعينها لو قائمة ومثلها لو هالكة بناء على تعين الدراهم في البيع الفاسد وهو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر
دراہم ثمن کے موجود ہون اور انکے مانند اور دراہم لے لیگا اگر وہ موجود نہون بنا بر تعین نقود دراہم کے بیع فاسد مین اور یہی قول تعین کا اصح ہے ہم یہان سوال
وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد مین دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت
مبیع کی حلال نہین کیونکہ علت حرمت کی یہان تعین مال ہے تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال
ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین تصرف کرکے دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا على الرواية الصحيحة المقابلة
للاصح بل على الاصح ايضا لان الثمن في العقد الثاني غير متعين فلا يضر تعينه في الاول كما افاده سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال
ہوا ہے وہ فائدہ جو اسکو ثمن مین حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہین بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے
کہ عقد ثانی مین ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہین اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مضر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم خلاصہ
جواب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر مین
امام اعظم سے یون مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درہم کو بعقد فاسد خرید کی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا
مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انتہی سو واسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد

متعلق بال متعین لینے جاریہ ہی تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اسکا مثل ذمہ پر واجب ہی تو خبث اسمین
متمکن نہوا تو اسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہی اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ اسمین امین نے
خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقد مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین
کے نزدیک تصدق نفع لازم ہی لینا اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہی جب تک بیع مقایضہ نہو کیونکہ اسمین دونون
کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہی کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان یاع
یا ادی لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع مین جو متعین ہو تعیین سے اسطرح کہ مبیع
مذکور کو زیادہ ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اسکو تصدق کرے ہم طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول مین منحصر ہے اور اگر
مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح مال ادعاہ علی آخر فصدقہ علی
قضائہ ای او فاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیء لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد الملک
انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہی نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی تصدیق
کی پھر اسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک
ہوتا ہی بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہی وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہی نہ غیر متعین مین ہم مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوی
کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعین ہی نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو انکو ادا کر
اسنے ادا کیے پھر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہی اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت
ہوتا ہی پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پھر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل
مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہی اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ
خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہی چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہی چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے
اسکی تصریح کی ہی وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا
دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہی ہم نہر الفائق مین کہا کہ فقہانے کتاب الاقرار مین تصریح
کی ہی کہ اگر مقر جانتا ہو کہ مقر کاذب ہی اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہی نہ ابو یوسف کے نزدیک تو
اسوقت مین اسکو نفع حلال نہوگا اور بیان کلام ظن مدعی پر محمول ہی یعنے مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہی پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل
نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونون کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہی اسکو غور کر لے انتہی وفیہ الحرام ینتقل فلو
دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد
فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب مین ہی کہ حرام انتقال کرتا ہی ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر
مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی
لیکن چونکہ اسکی ملک مین خبث ہی دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اسکے عقد کے فساد کے سبب سے
اور جسنے اس سے خرید کیا اسکو حلال ہی بسبب اسکی صحت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ مال مغصوب اور طعام مغصوب کی

سلہ یعنی بیع العین بالعین کہ مبیع اور ثمن دونوں متاع ہوں نہ نقد ۱۲

خریداری حرام ہو مگر یہ کہ غارت گر اور غاصب اسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کر دے تو اب اسکو مال لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ
تتعدد مع العلم بها الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں ہم اگر حرمت
کا علم ہو تو اشخاص متعددہ میں بھی متحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں وہ مال حلال ہے
وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمہ اور ظہیریہ میں حلت وارث کو بایں قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو
اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام میں ہم یعنی اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال لیا ہے بطریق غصب یا رشوت لیا ہے تو اسپر واجب ہے کہ انکو یا انکے
وارثوں کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پہچانیگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبیٰ میں ہے کہ مورث مر گیا اور کسب اسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اسنے کہا کہ ہم
اس روایت کو نہیں لیتے ہیں بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا
ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف یسیر او غرس فیما اشتراہ فاسدا اثمر وغرس فیما ینقطع حق الاسترداد بہ کالافعال الحسیۃ بعد الافعال
القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اسمیں جسکو فاسد خریدا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہو گیا اور فسخ ممتنع
ہو گیا شارح کہتا ہے یہ شروع ہے ان مسائل میں جنمیں حق استرداد قطع ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنی اول اقوال قولیہ کو ذکر کیا
بعد اسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجح الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑ دے اور درختوں کو اکھاڑے
اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے جو امام کی دلیل ہے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت
لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قلع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا مقصود دوام کے واسطے
ہوتا ہے اور لگانے نہیں وتعقبہ فی النہر لحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنی فتح کیا ہے نہر الفائق میں کہ بواسطہ حاصل ہونے
بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ انمیں تسلیط
نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اسنے اپنا
حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر
متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہے ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع
متصل ہو اور اس سے پیدا نہیں ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے میں اور پیسنا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری
سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے بخلاف متصلۃ متولدۃ کثمن فلا تمنع الفسخ ولا ضمانہا یا استہلاک
سوی منفصلۃ غیر متولدۃ کجوہر فانہ اگر زیادتی منفصل ہو لیکن غیر متولد چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ جیسے کہ گی تو اسکو فسخ کا اختیار ہے اور
اسکا تاوان دے اسکے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہے کہ چار نوع قسم کی زیادتی
ہیں سے فقط متصل غیر متولد زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہر باقی میں فی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل
المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین
میں ہے کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے ہاتھ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیگے ساتھ لینے بقدر نقصان کو مال
مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہو گی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع کو اختیار ہے یعنی چاہے مشتری سے نقصان کا
مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر ولو تحریا مع الفصل البیع عند کلا ذات الحول الا ان اثبتا یعنی بیان فلذا یاس بہ تسلیم النہر بلا خلاف

بالبیع فاذا انتفی انتفی اور مکروہ تحریمی ہو صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت
مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے التعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ھ قرآن مجید مین منصوص ہی کہ اذان سنکر
نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت مین بیع مکروہ نہین
کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی الغایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہی یعنے اسواسطے کہ نصوص معلل نہین کذا فی الطحطاوی وقد
خص منہ من لاجمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہی اُسی سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی یعنے
عورتین اور مسافر اور بیمارون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ آنپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین فیسکنان یزید ولا یرید الشراء او
یمدحہ بما لیس فیہ لیروجہ اور مکروہ ہی لاڑپاپن نجش بفتح نون وجیم اور بسکون جیم بھی جائز ہی اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھاوے اور خریداری کا
ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑپاپن نکاح وغیرہ مین
بھی جاری ہی ھ یعنے حرمت لاڑپے پن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی لاتناجشوا یعنے لاڑپاپن نکرو
اور یہ نہی عام ہی بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع
عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد
خرید ثمن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت مین بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین
لہذا مکروہ نہین والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہی مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو
ھ صحاح ستہ مین ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے
بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم مراد ہی نہ ذمی اور مستامن اسکا
جواب شارح نے اپنے اس قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین
کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہی کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہی وھذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن
او المہر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنے کراہت مول چکانے کی ایام اور منگنی کی منگنی پر
بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہی مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ یہ بیع من
یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطور بیع من یزید کے بیچی ھ عنایہ مین ہی کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہی کہ دو شخص مول چکاوین
ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہوجاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہی لیکن مکروہ ہی کیونکہ اسمین وحشت
انگیزی اور ضرر رسانی ہی تو یہ مکروہ ہی اگر بائع بیع کی طرف مائل ہوچکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہی
اور جامع ترمذی مین انسؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اُسنے
کہا کیون نہین ایک کملی ہی جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے
انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہون سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار
یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونون چیزین اسکو دین اور
دونون درم مرد انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمین اپنے دست مبارک سے بیٹھ ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیان لا یا کر اور بیچا کر اور مین تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون غرض ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور دس درم حاصل ہوئے سوا اسکے کچھ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ آنے سوال سیاہی کا داغ تیرے منھ پر ہو قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی ھم یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہند مین مشہور ہے اصل ہے وتلقی الجلب بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھکر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہے ھم تلقی جلب کی صورت اسبیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلے مین جا کر ملا اور اسنے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین اگر اسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو گنجائش ہوتی درصورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہو تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وھذا اذا کان یضر باھل البلدۃ او یلبس السعر علی الواردین لعدم علمھم بہ فیکرہ للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہے جبکہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت مین اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون تو تلقی جلب مکروہ نہین وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کرکے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالے روزی دے بعضے آدمیون کو بعضون سے وھذا فی حالۃ قحط وعوز والا لا لعدم الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہے اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا مال بیچے بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب عدم ضرر کے ھم یعنی قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اسے کہا کہ تو بیع مین جلدی نکر مین تجھکو گران بیچ دونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی المشتری والاصح کما فی المجتبی انھما السمسار والبائع لموافقتہ آخر الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضھم من بعض فلذا عدی باللام لا بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر چنانچہ مجتبی مین ہے یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ روزی دے بعضون کو بعضون سے رواہ مسلم اور اسی سبب سے بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے ھم تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابوداؤد مین لا یکرہ بیع من یزید لما مر ویسمی بیع الدلالۃ مکروہ نہین بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالۃ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے ولا یفرق عبر بالنفی مبالغۃ فی المنع للعنہ علیہ الصلوۃ والسلام من فرق بین والدۃ وولدھا واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عینی وعن الثانی فسادہ مطلقا وبہ قال زفر والائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جھۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ھو اخ رضاعا فافھم اور جدائی نہ کیجائے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہے نہ رضاعت کے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو یہ حکم نہین ہے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان ماں باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابویوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ھم نفی مین مبالغہ منع کیا اسواسطے کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنی قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعہ او لو علی مال او بیع ممن حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم مخاطبتہ بالشرائع

لیکے یعنی حدیث مذکورہ مین بعین وارد ہی لا یبیع حاضر لباد ۱۲

بعد الاستحقاق لانه من صوره اور کہتے ہیں بیع فضولی کا باب استحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں بیع ہے ھم وجہ اسکی یہ ہے کہ مستحق
دعوی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور بیچنے تیرے اسکو بغیر اذن کے بیچ ڈالا اذن میری سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی
کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ مبیع غیر کا حق ہے هو من يشتغل بما لا يعنيه فالقائل لمن يامر بالمعروف انت فضولي يخشى عليه الكفر فتح وه
بیچنے فضولی لغت میں اسکو کہتے ہیں جو مشغول ہو بیفائدہ کام میں تو جیسے کہ اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر
بالمعروف شرعًا واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اسکو فضولی کہنا ظاہر النفی وجوب پہ دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوگی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب
مقصود نہیں ہوتی واصطلاحا من يتصرف لحق غيره بمنزلة الجنس بغير اذن شرعي فصل خرج به نحو وكيل ووصي اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے
جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمیں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن شرعی فصل
ہے جس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منه تمليكا كان كبيع وتزويج او اسقاطا كالطلاق واعتاق
وله مجيز اي لهذا التصرف من يقدر على اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو جیسا کہ بیع اور تزویج
یا اسقاط ملک ہو جیسا کہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اسکا مجیز ہے یعنے اس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہے جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت میں
تو وہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر ھم یعنے اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اسکا کسی عورت سے نکاح کردیا یا اسکی زوجہ کو طلاق دی یا
اسکا غلام آزاد کردیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھے گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وما لا مجيز له حالة العقد
لا ينعقد اصلا بيانه صبي باع مثلا ثم بلغ قبل اجازة وليه فاجازه بنفسه جاز لان له وليا يجيزه حالة العقد بخلاف ما لو طلق
مثلا ثم بلغ فاجازه بنفسه لم يجز لانه وقت العقد لا مجيز له فيبطل ما لم يقل اوقعته فيصح انشاء لا اجازة كما بسطه العمادي اور جس تصرف
کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اپنے
بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً
اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اپنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنے
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اسکے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جبتک بعد بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے
طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ھم ہرچند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی
نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اسکا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اسکو فضولی قرار دیا وقف بيع مال الغير لو الغير بالغا عاقلا
فلو صغيرا او مجنونا لم ينعقد اصلا كما في الزواهر معزيا للحاوي اور غیر کے مال کی بیع موقوف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون
ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر میں ہے حاوی سے نقل کرکے ...ان باعه على انه لمالكه ... بیع اس صورت میں ہے کہ
اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے ولو باعه على انه لنفسه
او باعه عرضا ... الكل ... وباعه غاصب ... للمالك ... باطل اور اگر اسکو بیچا اس طور پر
کہ مبیع میرا مال ہے یا اسکو بیچا اپنی ذات سے یعنے خود خریدکیا یا اسمیں اسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے مبیع کو بیچا اس شخص سے جسنے دوسری
متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے ھم ابو سعود نے حاشیہ اشباہ میں ذکر کیا کہ اگر غصب کیا ایک شخص
کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک کو اسنے دوسری غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی

کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین مین حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون
نے دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایہی حکم ہے دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا
تو غصب کچھ قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معا وضات
مین تعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ھذا الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتون
مین باطل ہے ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہوچکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا
کان المشتری صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو خریدی
یعنے فضولی پر نافذ ہوگی مگر جبکہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی
تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اسسے
لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ھذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ فدیات قال بع ھذا العبد لفلان
فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرھا یہ یعنے خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے جبکہ اسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو
تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ میں نے اسکے ہاتھ بیچا تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی
کذا فی البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی
البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے مبیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنے فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہے طحطاوی
نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنے لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا
اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنے ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہوچکا
وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا اشترط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا
من غاصب عرض آخر للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا لفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف
وبان للمبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ھو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہے
کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتون مین باطل ہے جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اسنے مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح
اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اسکے
مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو
اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے
واما الثانیۃ ففی البحر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قال شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی
تضعیف نہر الفائق مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر چنانچہ ہمارے استاذ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع
فضولی کی دو صورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ للاکابت
المصنف زدت علیہ مسئلتین عن الحاوی ھما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون کینعقد اصلا الی ھنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے اور
مین نے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کا کہ بیع ہرگز منعقد نہین ہوتی یعنے

باطل ہے انتہی طحطاوی نے کہا الی ہنا بعنی انتہی ہے وقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے وفی العمادیۃ وغیرھا لا ستقلال قادر العبد لا عقدہ دستفتد فی البحر اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اسکے عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر میں ہم ظاہر عمادیہ کی عبارت متن کے

مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد اور جواب اسکا یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے ووقف بیع مالہ من فاسق غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بالغ کا بیچنا اپنے مال کو جو فاسد العقل غیر رشید ہے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کو بخوبی نہ جانتا ہو

وبیع المرھون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتھن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گرو ہے اور غیر کے اجارہ میں ہے اور جو زمین غیر کے بٹائی میں ہے اسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونون کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی ووقف بیع شی برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علم المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی رقم پر یعنے ثمن کی علامت اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع مین علامت مذکورہ کو دریافت کیا تو بیع نافذ ہے اور نہین تو باطل ہے ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ مین اسکے بالعکس ہے قلت وفی مواہب الرحمان فاسد لہ عرضیۃ الصحۃ لا بالعکس ھو الصحیح وعلیہ فیحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا مین کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ مین ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جسکو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس سے یعنے صحیح عارض الفساد نہین یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہین و ترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع مین ہم درر مین ہے کہ ایک شی زید کے ہاتھ بیچی پھر اسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہین یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دین تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہے اسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین

والبیع بما باع فلان والبائع یعلمہ والمشتری لا یعلمہ والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور بیع موقوف ہے بعوض اس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اسکو جانتا ہے اور مشتری نہین جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین یا مانند اس ثمن کے جسپر ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد مین ثمن کو دریافت کر لیا تو تینون صورتون مین بیع صحیح ہے اور نہین تو باطل ہے وبیع الشی بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل ونے اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد مین تو صحیح ہے نہین تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہے یعنے اگر مجلس مین اختیار کریگا تو صحیح ہے والا غیر صحیح ووقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے جبکہ غاصب نے اسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا ووقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شی مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہین وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم مین ضرر ہے بائع کا اسکی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے جیسے شہتیر کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے ساتھ باقی وارثون کی

اجازت پر موقوف ہے و بیع الورثۃ الترکۃ المستغرقۃ علی اجازۃ الغرماء اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کی قرضخواہون کی اجازت پر موقوف ہے و بیع احد
الوکیلین او الوصیین او الناظرین بحضرۃ الآخر توقف علی اجازتہ او بغیبتہ فباطل اور دو وکیلون یا دو وصیون یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا
وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے واوصلہا فی النہر الی نیف و ثلثین اور نہر الفائق مین بیع موقوف
کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ۳۳ صرف نہر الفائق مین اونیس قسمین بیع موقوف کی مذکور ہین اور انکے علاوہ مصنف اور شارح نے تیئیس ۲۳ قسمین ذکر کی ہین وحکمہا ای بیع الفضولی
لو لہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازۃ من المالک اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائماً بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا
آخر لان اجازتہ کالبیع حکماً اور حکم یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے
جبکہ بائع یعنے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع علی کے برابر ہے ہم تغیر
مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور دوخت ہو گئی ہو والا اجازت مفید ہو گی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین کرنے کے کہ
اسمین اجازت مفید ہو گی ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنے بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی وکذا یشترط
قیام الثمن ایضاً لو کان عرضاً معیناً لانہ مبیع من وجہ فیکون ملکاً للفضولی وعلیہ مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمتہ وغیر العرض
ملک للمجیز امانۃ فی ید الفضولی ملتقی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عوض معین مبیع ہو سکتا ہے
ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عوض مذکور فضولی کا ملک ہو گا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین
تو قیمت اسکی واجب ہو گی اور جو ثمن کہ غیر عوض ہے یعنے منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ مین امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب
المتاع ایضاً فلا یجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اسکے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے
اجازت کے اسکی موت سے وحکمہ ایضاً ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا
مالک کا اور اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ وھل للمشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح نعم
ان لم یعلم انہ فضولی وقت الاداء لا لو کان علم تنبیہ واعتمد ابن الشحنۃ واقرہ المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانہ امانۃ مطلقاً
اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادا
ثمن کے وقت یہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہین اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف
نے اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقاً یعنے خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور درصورت
امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین وقولہ اسأت بئس ما صنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے
کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ھ اور غیر مختار قاضی خان کا قول ہے کہ احسنت اور اصبت اجازت نہین
کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحطاوی وھبۃ الثمن من المشتری والتصدق علیہ اجازۃ لو البیع قائماً عمادیہ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری
سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ وقولہ لا اجیز رد للبیع الموقوف فلو اجازہ بعدہ لا یجوز لان
المفسوخ لا یجاز بخلاف المستأجر لعدم الاجیر الاجیر ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت
دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے مین اجازت نہین دیتا اجارہ کو اور اسکی بیع کو پھر بعد اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہے
وافاد کلامہم جواز الاجازۃ بالفعل وبالقول وان المالک الاجازۃ والفسخ والمشتری الفسخ لا الاجازۃ وکذا الفضولی فسخہا فی البیع لا النکاح لانہ معبر محض

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اسکا فسخ کردینا جائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز ہے نہ
اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہے کذا فی البزازیہ جب فضولی نکاح میں سفیر ہے تو حقوق
نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمین فضولی کو فسخ کا اختیار ہے تا حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا
تو حقوق عقد اسکی طرف راجع ہونگے یعنی مطالب بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اسمین اسکا ضرر ہے تو اسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح
وفی المجمع لو اجاز احد المالکین خیر المشتری فی حصته والزمه محمد بها اور مجمع میں ہے کہ اگر دو مالکون میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے
اسکے حصے لینے میں اور محمد نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار ۔ وان فضولیا باع ملکہ فاجاز ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع
فالمعتبر اجازتہ لانہ لما صیر بہ بالاجازۃ کالوکیل حتی یصح حطہ من الثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اسکا مال بیچ ڈالا اسنے بیع کو جائز
رکھا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اسنے بیع کو رد کیا تو اسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہو جانے فضولی کی اجازت
سے مانند وکیل کے تا اینکہ اسکا کم کردینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جبکہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے
مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب وادی الغاصب
الضمان الی المالک علی الاشبہ ذکرہ اواد المشتری الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفذ کالاول وھو العتق کالثانی وھو البیع لان ملکہ فیہ انما
انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اسکو آزاد کردیا یا اسکو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی
یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنابر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنابر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہے مانند ثانی
یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت ھم یعنی نا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع ضرر کے واسطے
اور بعد اجازت کے نافذ ہوگیا اور اس حدیث شریف مین کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہے ثبوت کے وقت
قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اسواسطے کہ غاصب کا
آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ھم یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہے نہ غصب سے کیونکہ غصب
ملک کا سبب نہیں تو عتق اسوقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہ تھی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کی ضمان کے کہ اس مین ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے
کذا فی الطحطاوی ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد
والعقر ولو قبل الاجازۃ تکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلا غلام مبیع کا
اسکی مشتری کے پاس پھر اسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے چنانچہ اسکا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مہر
اگرچہ قبل اجازت انکا حدوث ہو مشتری کے مملوک مین ہے اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اسکی ملک
مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اسکی ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے وتصدق بما زاد علی نصف الثمن وجوبا
لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنابر وجوب کے بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے
اسکی ضمان مین کذا فی الفتح ھم ایک ہاتھ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہے اور مشتری کی ضمان مین اسقدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف
ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمین شبہ ہے عدم ملک کا لہذا اسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ
فبرہن اتفاق ضرورۃ فبرہن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد انہ لم یامرہ بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع

رُدّت ببیّنته ولم یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اُسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر گواہ
لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُسکے گواہ مردود ہین اور اُسکا قول
مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہے وجہ تناقض یہ ہے
کہ عاقدین یا قابلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اُسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہین ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول
نہونگے کما لو اقام البائع بیّنته انه باع بلا امر او برهن علی اقرار المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تمّ من جهته لا یقبل
الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو
شخص سعی کرے اُس چیز کے توڑنے مین جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہو تو اُسکی سعی مقبول نہین مردود ہے مگر دو مسئلون مین مقبول ہے ایک
مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل اُسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا
تو گواہ اُسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو مین نے مدبرہ کیا تھا
اور اسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پھیر لے اور اسپر محمول ہوگا کہ اُسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اُسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نہو کذا فی الطحطاوی
وان اقرّ البائع بذلک عند غیر القاضی بحر بان کذب العاقد بامره بالبیع ووافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض
لا یمنع صحة الاقرار لعدم التهمة فاذا توافقا بطل فی حقهما الا فی حق المالک فلا یبطل ان کذبهما وادّعی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن
لانه وکیل لا المشتری خلافاً للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرح پر کہ غلام کے مالک نے
مجکو اسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب نہ
تہمت کے اپنی ذات کے اقرار مین پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین مگر غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور
اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی اُنکے نزدیک مشتری سے
بھی مطالبہ کرسکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی وباع دار غیره بغیر امره وادخلها المشتری بناءه وامّا ادخالها فی بناء المشتری
فقید اتفاقی درر اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُسکے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرادیا کذا فی النهر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت مین جیسا کہ کنز مین واقع ہوا ہے سو قید
اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر ھم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع
قیمة الدار لعدم سرایة اقراره علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا
بسبب سرایت نہ کرنے اقرار بائع کے مشتری پر پھر عدم سرایت اقرار بائع اسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہے یعنی مشتری کے ہاتھ سے
گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دیگا
ضامن ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برهن المالک اخذه لانه نوّر دعواه ببیّنة اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لیگا
اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کردیا **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے باعه فضولی واجره آخر او زوّجه او رهنه فاجاز
المالک الکل معاً ثبت الاقوی فتصیر مملوکة لا زوجة فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کردیا یا رہن رکھا پھر دونون فضولیون
کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح
سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دونون نے جدا جدا بیچا پھر دونون کے واسطے

اجازت ہوئی سابقی تو نکاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کذا فی البحر سکوت المالک عند العقد
لیس باجازۃ خانیۃ من اخر فصل الاقالۃ یعنی مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں جیسا کہ خانیہ میں فصل اقالہ کے آخر میں ہے

باب الاقالۃ

یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں ہم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ باعتبار شرع رفع عقد ہے اور عقد فضولی درصورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ھی لغۃ
الرفع ومنہ اقال اجوف یائی اقالہ لغت میں رفع ہے اقالہ اجوف یائی ہے ہم بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو
رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب لوگ کہتے ہیں قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم کہتے دوسری وجہ یہ ہے کہ
اسکا مصدر قیل یائی آتا ہے چنانچہ راوی مجموع اللغۃ میں کہا قال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہ نے اسکو ق ی ل کے
مادہ میں ذکر کیا ہے نہ ق و ل میں وشرعا رفع البیع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا او بیانا وعمم
فی الجوھرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کہا ہے یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہ کو شامل ہے ویصح بلفظین
ماضیین وھذا رکنہا او احدھما مستقبل کاقلنی فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں سے
اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل جیسا کہ مشتری نے کہا کہ مجھے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں مول چکانا نہیں
تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے
حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اسمیں درحکم بیع نہیں اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے
وقال محمد کالبیع قال البرجندی وھو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے
کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضا بفاسختک وترکتک وتارکتک ورفعت اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنی میں نے تجھے
بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا دیا الخ مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ
مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ھو الصحیح بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے
مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا لفظ اور دوسرا
لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجیۃ لابد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم مبیع اور
قبض ثمن مدفوع ضرور ہے دونوں جانب سے ہم یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے وتتوقف علی قبول الاخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا
کما لو قطعہ او قبضہ (یعنی جو بائع کو دیا گیا) فور قول المشتری اقلتک لان من شرائطہا اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی
مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے
اتحاد مجلس ہے ہم فی الفور سے مراد یہ ہے کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو شرط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے
بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ
نہوگی بسبب تعدد مجلس کے ورضی المتعاقدین والورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضا مندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثوں یا وصی کی وبقاء المحل
القابل للفسخ بخیار فلو زاد زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لہما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہو بسبب خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار
عیب اور خیار رویت کے تو اگر مبیع میں (یعنی مبیع) زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہو تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے جیسا کہ رنگ دینا

اور زیادت منفصلہ متولدہ جیسا بچہ ولد اور ثمر و قبض بدلی الصرف فی اقالتہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ میں و ان لا یقبض البائع

الثمن المشتری بقیل قبضہ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا ہو قبل اسکے قبضہ کرنے کے ہم طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے

اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں و ان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ بیع ماذون و وصی و متولی اور یہ شرط ہے کہ بیع اُس ثمن سے

نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں ہم یعنی ایک چیز کی قیمت ایک درم ہو اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے

اسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں برعایت مولی اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کثیر القیمت کو ثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی

اقالہ صحیح نہیں و نصح اقالۃ المتولی ان خیرا للوقف ولا لا الاصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل

بالشراء قیل و بالسلم اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے

اقالہ بیع کا بھی مالک ہے مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکیں یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی

صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنی مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک

اور طرفین کے نزدیک اسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح و طلاق و عتاق جوہرۃ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور

طلاق اور عتاق میں کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں

ہوتی عتاق کے مانند ابراء بحر میں باب التحالف اور اقالہ نہیں ابراء میں کذا فی البحر میں باب التحالف اسواسطے کہ دین ایسے ساقط ہو گیا اور ساقط

پھر عود نہیں کرتا و ھی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالی روز قیامت میں اُسکی لغزش

اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت میں مسلما او اور د ہے کذا فی الفتح القدیر و تجب فی عقد مکروہ و فاسد بحر و فیما اذا غر البائع المشتری

غبنا فاحشا فلہ الرد کما سیجئ اور اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اُسمیں اقالہ واجب ہے جبکہ بائع نے مشتری کو دھوکا دیا

ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آویگا و حکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ھو

من موجبات نفس العقد ای احکام العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق میں اُس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کے ہے موجبات نفس

جس سے احکام عقد مراد ہیں ہم موجبات عقد وہ امور ہیں جو نفس عقد سے ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد

قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق میں اور غیر

متعاقدین کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو جب بشرط زائد کا ان بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان تبایعا بدین الرجل عینا ثم تقایلا

لو تعجیل الاجل فیصح بیعا لا کانہ باعہ منہ و لو دین بغیر التقضا عاد الاجل لانہ فسخ و لو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیہ اور اگر عقد بیع بشرط زائد

واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق میں بھی بیع جدید ہوگا جیسا چنانچہ صاحبین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی شخص کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اُس بیع کا اقالہ

کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا گویا صاحب دین نے اس شخص کو مدیون کے ہاتھ بیچا اور اگر صاحب دین نے بیع کو بسبب عیب کے بحکم قاضی

پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں میں عود نکریگی کذا فی الخانیہ ہم یعنی اقالہ اور رد

بالعیب میں کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہے نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہا

فسخا فروعا فقال لا ولو تقایلا انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع لا قبلہ مطلقا الخ پھر مصنف نے بسبب

ملہ یعنی بلا عوض مسلمان کی خطا بخش دے اور اسکو معاف کرے ۱۲

قیمت سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہی اور حاشیہ زیلعی میں بدائع سے اسکا جواز منقول ہی غصب
کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس غائب ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اسکو بیچنا بطریق بیع المرابحہ کے جائز ہی
یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا اگرچہ مصنف یہی کہ اچھی عبارت ہی جو مملوک ہے ساتھ ثمن اول و زیادتی منفعت
اور یہ عبارت شرح کی تھی واللہ اعلم ۔ التولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہی ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی اور کارساز مقرر کیا شرعاً بیعہ بثمنہ
الاول ولو حکما یعنی بقیمتہ وعلیہ عرفا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہی مملوک چیز کی اسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی
قیمت ہی اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہی جس چیز کو خرید کرتا اُتنے کو بیچا اسکا نام تولیہ ہی لیکن ظاہر یہ تعریف بیع غاصب کے
شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے اسواسطے مصنف نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل ہو جاوے طحطاوی
نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ علیہ کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہی جو قیمت کو بھی شامل ہی نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہو وشرط صحتہما کون العوض
مثلیا او قیمیا ملکہ المشتری ۔ اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہوا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہو مثلی جیسے
دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون اور عددی متقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ
قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہی ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی مثلاً کسی
نے گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے
اور کچھ منفعت کے تو جائز ہی کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہی کذا فی النہر ۔ وکون الربح شیئا معلوما ولو قیمیا مشارا الیہ کہذا الثوب [illegible]
حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی ۔ اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز
معلوم اگرچہ نفع مثلی ہو یا قیمت والی چیز مشار الیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کیا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچا
تو جائز نہ ہوگا مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی ۔ دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اسکا
معلوم نہ ہوا ۔ بیع جائز متوقف ۔ ویضم البائع الی رأس المال اجر القصار والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام
وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس
الاشجار وتجصیص الدار ۔ اور ملاوے بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال
وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیڑ بکریاں ہانکنے کی اور کپڑے دھونے کی مزدوری اور خیاطت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے
اور کھیت اور سچائی انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور نہروں اور بندوں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانا اور چھت میں سوراخ
کرنیکی مزدوری اسکے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلم وصححہا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر
ورجح فی البحر الاطلاق ۔ اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی اسی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں الاطلاق کو ترجیح دی ہی سمسار وہ شخص ہی
جو متاع اور مشتاع کو بتاوے بعض اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں چنانچہ بعض نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہی جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں بیع کرنے میں اور دونوں
میں فرق ہی سمسار وہ ہی جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہی جسکے ساتھ متاع ہو غالباً نہر الفائق میں ہی کہ عدم ضم اجرت للدلال الاجماع ثابت ہی وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ
یضم ذکرہ اعتماد العینی وغیرہ لا عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانیکا یہ ہی کہ جو چیز کہ بیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اسکی قیمت میں زیادہ ہو جیسے
حمل طعام وغیرہا تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانیکی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو سوداگر عرف میں راس المال کے ساتھ ملانا مناسب جانیں اسکو ملانا جائز ہی

ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ بکذا لانہ کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے اتنے کو خرید کی ہے اسواسطے کہ یہ جھوٹ ہے مثلاً ایک کپڑا پانچ روپیہ کو
خرید کیا اور ایک روپیہ اسکی سلائی میں صرف ہوا تو مالک اسکے بیچنے کے وقت یوں کہے کہ چھ روپیہ میں یہ کپڑا مجھکو پڑا ہے اور یوں نہ کہے کہ میں نے پانچ کو خرید کی کہ صاف
جھوٹ ہے یہ اسی صورت میں ہے جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا
اذا قوم الموروث ونحوہ او باع برقمہ لو صادقا فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہے جب کہ شے موروث وغیرہ کی قیمت ٹھہرا دے یا مبیع کو اسکی رقم پر بیچے
بشرطیکہ بیان رقم میں سچا ہو کذا فی الفتح رقم عبارت ہے اس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو نہیں پہچانتا
اور کپڑے پر دس روپیہ کی رقم لکھی ہو تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اسپر اتنا نفع لیکر بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ
بتاویگا تو بیع صحیح نہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم ولو العلم والشعر وفیہ ما فیہ قلت اشار الیہ فی المبسوط بعدم العرف ف نہ ملاوے طبیب اور
معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ علم طب اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت میں جو کچھ کہ ہے سو ہے اسیواسطے مبسوط میں عدم ضم تعلیم کی اجرت میں عدم عرف کو علت
قرار دیا ہے بعض علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی
ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر رواج ہو ضم کرنیکا تو ملاوے ورنہ نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصاً والدلالۃ والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتھ اجرت دلال کی
چرانیوالے کی ونفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ یعنی جو سوداگر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت میں سفر تجارت کے اندر اسکو بھی اس مبیع
حساب کرے ولا اجر عمل بنفسہ او تطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے اجرت اس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً انبار لگانا اور سینا یا حساب لکھے یا کسی نے کوئی عمل
مفت کر دیا اسکی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرحوا بہ وکانہ للعرف والا فلا فرق یظہر
اور نہ جعل آبق اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اسکو راس المال کیساتھ ملاوے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے
اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت الحفظ اور مخزن میں متامل کرے وما یوخذ
فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال
کیساتھ نہ ملاوے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ میں ظلم سے مگر اسوقت ملانا چاہیے جبکہ رواج میں اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج یہی اصل ہے ضم اور عدم
ضم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو عینی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار
عرف اسکو مقتضی ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان علی ذلک او بنکولہ
عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضا پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اسکے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری
اسکو لیوے اسکے پورے ثمن سے یا اسکو پھیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنی درصورت خیانت مشتری اس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اسکو لینے نہ لینے میں
اختیار ہوگا الفائق میں ہے خیانت یہ کہ شے کیساتھ اسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہیں یا جو نو درم کو مثلاً خرید کی ہو اسکو دس درم کی بتاوے وفی التولیۃ الحط قدر الخیانۃ
لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہے بمقدار خیانت کا کم کر ڈالنا تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ہے یعنی اگر قدر خیانت کو کم کرے تو تولیہ ثابت
ہوگا اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنعہ منہ لزمہ بکل الثمن
المسمی وسقط خیارہ اور اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ میں اسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے رد کی چنانچہ عیب یا
اتلاف تو مبیع اسکو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اسکے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا بعد حدوث آخر یرجع بالنقصان
اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ مبیع میں عیب پاوے پھر دوسرا عیب اسمیں پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم سولی ہم منقول ہے تولیہ سے رجوع بالنقصان

وخرق نار للثوب المشتری وقال ابو یوسف ان قرض والثلثۃ لا یلزم بیانہ قال ابو اللیث وبہ ناخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف مرابحۃ
نفع لیکر بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہے بدون اسطرح بیان کرنے کے کہ اُسنے مبیع کو بسلامت خرید کیا تھا اُسمیں عیب لگ گیا اُسکے پاس ملکی آفت کے سبب
آفت سماوی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اُسمیں کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا جیسے کپڑے کو شارح نے کہا
لیکن بیان نفس عیب واجب ہے قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ عیب کی کا بیان کر دینا مرابحہ
میں ضرور ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال الدین نے بھی اسکو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے
ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہے تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہے تو اُسکو بیان کر دینا واجب ہے
بعضے مقلدین نے کہا کہ در صورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی ویجب بیان بالتعییب ولو بفعل
غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش وقید لاحنۃ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کو بدون کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے
عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ میں واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اُسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا تاوان بہا
اور نقصان نہ لیا ہو اور قید تاوان بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ میں اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسر لانہا بنفس وطیہ لصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف وللاقال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اُسکے لپٹنے یا لپیٹنے سے لازم ہے بسبب
ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کروانے سے اور اسواسطے شارح نے جماع ثیبہ میں یہ قید لگائی کہ عدم بیان اُسوقت ہے جب کہ جماع سے اُسمیں نقصان نہو گیا ہو
ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہیں پڑتا لیکن در صورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہیں تو اُنکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت کا موجب
ہے لہذا اُسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہاں اگر ثیبہ میں جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے
کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہیں ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری اُدھار خرید کیا ہزار درم سے
اور بیچا سو درم کے نفع یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے فان تلف
المبیع بتعیبہ وتعیب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اسکو
معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو اُدھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا
حکم تمام مسائل مذکورہ میں ہے یعنی در صورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہے اور در صورت عیب دار ہو جانے کے آفت سماوی سے اور وطی ثیبہ میں بیان
کرنا ضرور نہیں اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہے اُدھار خریدنے میں بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر
نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہے زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہے کذا فی البحر والمصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلا ایکسو دس ہوں اور ثمن مؤجل ایکسو بیس تو مشتری بعد علم مدت
کے باقی دس درم بائع سے پھیرے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ ای بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن ولو اعلم
المرابحۃ خیر المشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد نے کسی چیز کا یعنی اسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اُس قدر کے جتنا اُسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف
کے یا تولیہ کیا بعوض اُس ثمن کے جسکے عوض اُسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اُسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب نا معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری
مختار ہوگا اسکے لینے اور چھوڑنے میں بشرطیکہ مجلس عقد میں ثمن کو معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہے ہم بطلان بیع سے مقصود فساد مراد ہے کیونکہ بیع
باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا
کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ

ہے کہ مصنف نے تعبیر بیع بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضامندی بائع پر موقوف ہین تو بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی شرح
کما کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کلتابۃ واجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما سیجی جیسے بالاتفاق صحیح نہین کتابت غلام کی
اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن مین آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ
وتدبیرہ وہبتہ والتصدق بہ وقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے
قبضہ کرنے سے پہلے اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے
محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے زہرہ یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اسپر قبضہ نہین کیا تو اسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے
قول پر صحیح ہے خلافا لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہین مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہوسکتا ہے قبض مین تو قبضہ مامور سمجھا
قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہین قبل قبض کے اور تملیک
مبیع قبل قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی کہ معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل
عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ ملک ہو
بسبب ایسے عقد کے جو فسخ ہوجاتا ہے ہلاکی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مبیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اسمین تصرف قبل القبض جائز نہین اور جو
عقد کہ فسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اسمین تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وھبہ من البائع قبل قبضہ
فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف البیع قبلہ فانہ
باطل مطلقا جوہرۃ قلت فی المواہب فسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور مبیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض
ہونے کے سو بائع نے اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہین اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہے اقالے سے یعنی
اقالے کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقا خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے
کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون اور مواہب الرحمن مین ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونون کو محتمل ہے غور کرے لہم یعنی بیع منقول کی قبل
قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اسمین دونون محتمل ہین کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہین اور فاسد کو
بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونون رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہین تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد درصورت ہلاک
مبیع تو اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بفسادہ بانہ لا یقال لاکلہ انہ اکل
حرام لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط الکیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسکا بیچنا اور کھانا تاوقتیکہ اسکو ناپ نہ لے اور علما
نے اسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اسلیے کہ اسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہین چنانچہ کمال الدین نے اسکو شرح بیان کیا ہے
حرام خور اسواسطے نہ کہینگے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانیوالا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی صلی الله
علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع
کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحق اور بزار اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث مین ضعف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ
کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح بعد اسکے بیان کریگا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وھی للبائع
اور مکیل کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہے نہم یعنی جبکہ بیع موزون اور معدود کو خریدا بشرط

بائع کو اسکا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اسکو قبول کرے ھ زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے
اسکو تو موجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کی دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اسکی حاجت کا دافع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں ولحق ایضا
بالعقد فلو هلكت الزيادة قبل قبض سقط حصتها من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل
قبض کے تو اسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا مثلاً تین درم کو چھ سیر گیہوں لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبض کے تو مشتری کو دو درم
دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائیگا وكذا لو زاد في الثمن عرضا فهلك قبل تسليمه انفسخ العقد بقدره قنية اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب
زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ھ مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب
زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہو گئی قبل تسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہو گی کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی
کہا چونکہ مبیع قائم ہے تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو ھ واللہ تعالی اعلم ولا يشترط للزيادة هنا قيام المبيع فتصح بعد هلاكه بخلافه
في الثمن كما مر اور جو زیادتی مبیع میں ہوتی ہے یعنی زیادت مبیع میں قائم رہنا مبیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اسکے ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمیں قیام مبیع لازم ہے چنانچہ
عنقریب گذر چکا وصح الحط من المبيع ان كان المبيع دينا وان عينا لا لانه اسقاط واسقاط العين لا يصح بخلاف الدين فيرجع بما دفع في براءة
الاسقاط لا في براءة الاستيفاء اتفاقا اور صحیح ہے کم کر دینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور
اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیر لے جو اسنے دیا تھا براءت اسقاط میں نہ براءت استیفا میں بالاتفاق ھ حط مبیع میں یہ کہ معین گیہوں جانکر
خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہوں ساقط کر دیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ گیہوں عین ہیں یعنی متعین مشار الیہ ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں
اور اگر گیہوں کو ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اسواسطے کہ گیہوں اس صورت میں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے انتہی براءت اسقاط کی
مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے تجھکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہ کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا بطریق براءت استیفا اور بعض
کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقها فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اسمیں دو قول ہیں یعنی خواہ رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے وما الابراء
المضاف الى الثمن فصحيح ولو بعد هلاك فيرجع المشتري بما دفع على ما ذكره السرخسي فيتامل عند الفتوی جس ابراء کی اضافت ثمن کیطرف ہو وہ صحیح ہے اگرچہ
ابراء بعد ہلاک مبیع کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اسنے ثمن دیا تھا موجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر ھ یعنی
شیخ الاسلام کے نزدیک اسمیں تفصیل ہے کہ براءت اسقاط میں رجوع ہے نہ براءت استیفا میں اور شمس الائمہ سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفا اور قبض کے صحیح ہے تو بائع پر رد
بعد قبض واجب ہے اور جب براءت استیفا میں رجوع جائز ہے تو براءت اسقاط میں بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمیں اختلاف ہے تو مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا
شارح نے جو مسئلہ میں رجوع کرنا براءت اسقاط میں اور عدم رجوع براءت استیفا میں اتفاق علی القول کیا ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی وقال في النهر وهذا انسب
بالاطلاق نہر الفائق میں کہا اور یہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفي البزازية باعه على ان يهبه من الثمن كذا لا يصح ولو على ان يحط منه كذا جاز لحوق الحط باصل
العقد دون الهبة اور بزازیہ میں ہے بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اسقدر کم کر دے تو صحیح ہے اسلیے کہ حط لاحق ہوتی ہے
اسقاط کے اصل عقد سے سو ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہیں ہوتا والاستحقاق البائع والمشتري والشفيع يتعلق بما وقع عليه العقد ويتعلق بالزيادة ايضا فلو تعيب
رجع المشتري بالكل اور استحقاق بائع اور مشتری کا اور شفیع کا اسی سے متعلق ہوتا ہے جس پر عقد واقع ہو اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب ظاہر ہو مبیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیر لے یعنی
ثمن اور زیادات ثمن جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہے تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیر لے اور جب شفیع مبیع کو
شفعہ سے لے تو اس باقی کے ساتھ لیجو بائع نے مبیع پر زیادہ کر دیا البتہ کذا فی الطحطاوی ولزم تاجيل كل دين ان قبل المديون اور لازم ہے تاجیل ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے

الرابحۃ والعدالی فلست فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ او رخصہ ذکرہ
فی المبسوط وغیرہ بلا خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام وعند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض وعند الثالث قیمتہا فی اٰخر یوم رواجہا وعلیہ الفتوی
ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر انکا رواج جاتا رہا تو اُسپر اسی قدر اُنکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص اُنکی قیمت کا تاوان نہ دیگا اور اسیطرح کیلی
اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اُسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ
وغیرہ میں جو بے مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اُسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اُسپر لازم ہے اور اسی
قول پر فتوی ہے ہم گرانی اور ارزانی کا اُسوقت اعتبار نہیں جبکہ قرض لیا اور لیوے قرض کا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا فائدہ [illegible] الی جمع ہے
عدالی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدال
اوشاہ کا نام ہے جسکی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الطحطاوی فقال وکذا الحکم فی ما استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بمکۃ فعلیہ قیمتہ
بالعراق یوم اقترضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صاحب بزازیہ نے کہا اور اسیطرح
مسئلہ فلوس کے مانند حکم مختلف فیہ ہے جبکہ ایک شخص نے گیہوں یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں پھر مستقرض سے صاحب قرض نے مکہ میں مؤاخذہ کیا اس صورت میں اُسپر قیمت
طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اُسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو روز خصومت تھی اور صاحب قرض پر [illegible] نہیں
کہ مستقرض کے ساتھ پھر جا کر عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے لے اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ کا حال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی
قیمت ہے تو قیمت عراق کا یا مکہ کا اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم اس لائق ہے کہ مخالف ہو ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ رخیص فلقیہ المقرض فی
بلد الطعام فیہ غال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب ویؤمر المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد
الذی [illegible] اور اگر اناج قرض لیا اُس شہر میں جس میں اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اُس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گران ہے اور
طالب نے اپنے حق کا اس سے مؤاخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرا دے ضامن دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج اس شہر میں دے
جسمیں اُس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ حتی انقطع فانہ یجبر صاحب القرض علی تاخیرہ الی مجیئ
الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمۃ لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت تمامہ فی الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر یا تول کر اور قرضدار نے
صاحب قرض کو ادا نہ کیا یہانتک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اُسکی
قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب موجود نہ ہونے کے بخلاف فلوس کے جبکہ اُنکا رواج جاتا رہے تو اُنکی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ پیدا ہیں [illegible]
اسکا خانیہ کے باب الصرف میں ہے ویملک المستقرض القرض بنفس القبض عندہما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فلہ رد المثل ولو قائما خلافا لہ بناء علی انعقادہ
بلفظ القرض وفیہ تصحیحان وینبغی عدم الانعقاد لافادۃ الملک للحال بحر اور ملک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا مجرد قبضہ کرنے سے امام اعظم اور محمد کے نزدیک بخلاف ابو یوسف
کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے انکے نزدیک باقی رہنا قرض کا اور مثل جائز نہیں اور ابو یوسف کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ
قرض یعنی بدون اسکے استہلاک کے اور اسمیں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اسکے مفید ہونے کے ملک کو فی الحال
کذا فی البحر یعنی پھر لفظ قرض اور قبض سے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فجاز شراء المستقرض القرض ولو
قائما من المقرض بدراہم مقبوضۃ ولو تفرقا قبل قبضہا بطل لانہ افتراق عن دین بدین بزازیہ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خریدنا اگرچہ قرض قائم ہو خریدنا
ہو مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہو گئے قبل قبض دراہم کے مذکورہ تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ خرید مستقرض [illegible]

مالک ہو مستقرض ہو یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اُسکے ذمہ پر ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اسکو اُسکا خرید کرنا قیمت نقد جائز ہوا بحرالرائق میں ہو کہ بیع الدین بالدین
جائز ہو بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف میں یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف میں کذا فی الطحطاوی واقرض صبیا محجورا فاستهلكه الصبي
لا یضمن خلافا للثانی وكذا الخلاف لو باعه او اودعه ومثله المعتوه قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو تلف لیا تو اسپر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے
اور اسیطرح خلاف ہو طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اُسکے پاس امانت رکھی اور اُسنے تلف کرڈالی اور صغیر کی مانند بیہوش ہو امام ابو یوسف کے نزدیک
صغیر پر ضمان قرض ہو فتاوی عالمگیری میں مبسوط سے منقول ہو کہ یہی قول صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ولو كان المستقرض عبدا محجورا لم يؤاخذ به قبل العتق خلافا
للثانی فهو كالوديعة سواء خانیه اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اُس سے قرض کا مواخذہ نہیں اُسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور
ودیعت حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ وفيها استقرض من آخر دراهم فاتاه المقرض بها فقال المستقرض القها في الماء فالقاها قال محمد لا شيء على
المستقرض وكذا الدين والسلم بخلاف الشراء والوديعة فان بالالقاء يصير قابضا والفرق ان له الاعطاء من غيره في الاول لا الثاني
اور خانیہ میں ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اُسکے پاس دراہم لایا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی میں ڈالدے اور اُسنے دراہم پانی میں ڈالدیے
محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین اور سلم کے رأس المال کا ہو بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈالدینے سے
قابض گنا جائیگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہو کہ اسکو سوائے غیر کے دینے کا اختیار ہو پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور رأس المال میں نہ دوسری صورت میں یعنی خرید اور ودیعت
میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت نوادر کی طرف نسبت کیا ہو ھم خرید سے مراد یہ ہو کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈالدے اور ثمن منقود
کا پانی میں ڈالنا مراد نہیں کذا فی الطحطاوی وفيها القرض لا يتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا يبطله ولكنه يلغو شرط رد شيء آخر فلو استقرض
الدراهم المكسورة على ان يؤدي صحيحا كان باطلا وكذا لو اقرضه طعاما بشرط رده في مكان آخر وكان عليه مثل ما قبض اور خانیہ میں ہو
کہ قرض متعلق نہیں ہوتا جائز شرطوں سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی ولیکن دوسری چیز کی پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہو
تو اگر ٹوٹے ہوئے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہو اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو
دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے ہوئے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جامع الفصولین
میں ہو کہ قرض میں محل الغاء شرط نہیں اور قرض کا محل متعین ہو کذا فی الطحطاوی فان قضاه اجود بلا شرط جاز ويجبر الدائن على قبول الاجود وقيل لا بحر پھر اگر مستقرض
نے نہایت کھری خلیل ادا کی بدون مشروط ہونے عقد کے تو جائز ہو اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہو کہ اُسپر زبردستی نہیں
کیجائیگی کذا فی البحر قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہو جیسے ناقص تر کے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین مؤجل تھا اور اُسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اُسکے قبول میں
جبر ہوگا شارح نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیریہ میں ہو کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دونوں وزنوں میں جاری ہوا کرتی ہو تو صحیح ہو اسکا بیان
یہ ہو کہ یعنی بقدر حبہ کے سو درم میں تو جائز ہو نہ ایک درم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز میں مشائخ کے قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دونوں وزنوں میں جاری نہ
ہو تو صحیح نہیں اور مدیون اسکو جانتا نہو تو اسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اُس چیز کو متعین یعنی اسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہیں اور
اگر دراہم کا کاٹنا مضر ہو تو اگر تمییز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح کہ انمیں کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت کے موجود ہو تو جائز نہیں اور اگر تمییز بدون توڑنے
کے ممکن نہو تو جائز ہو بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور تبیین المحارم میں ہو کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ میں جائز نہیں اور غیر
محتمل القسمۃ میں جائز ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان يقرض على ان يكتب به الى بلد كذا ليوفي دينه اور خلاصہ میں ہو
کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہو اور شرط لغو ہو اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اُسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اُسکا دین ادا ہو جاوے اور اگر مستقرض مطلقا بلا شرط ہو اور

دینا دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریۃ اس صورت کو ہندوستان میں ہنڈوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ میں آویگا وفی الاشباہ کل
قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتہن سکنی الرہن بلا اذن الراہن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے پس مرتہن کو گروی مکان میں بلا اذن راہن کے رہنا مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن میں بیان کریگا میں کہتا ہوں کہ نفع قرض کا
اسوقت حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر شرط نہو اور مستقرض عمدہ ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن مقرض نے درہم اسواسطے قرض دیئے تا مستقرض اس سے متاع ثمن
غالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حدیث کو شرطی فی الاستقراض پر محمول
کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہے یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے
اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنیکا بھی اسیطرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ جو محمد نے کہا ہے کہ دیون کی دعوت کا
کچھ مضائقہ نہیں اسپر محمول ہے کہ قبل قرض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا بہ نسبت سابق کے کثرت دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول نہو
حلال اور اگر دائن مدیون سے درہم پاوے بشرطیکہ یہ شرط نہو اور درہم عمدہ تر ہوں تو اسکو لینا جائز ہے والاجائز نہیں چنانچہ اگر درہم قرض ہوں تو اسکے عوض پاوے تو لینا
درست نہیں کذا فی الطحاوی الحمادیۃ **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے استقرض عشرۃ دراہم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہا الیہ وانکر العبد
دفعتہا الی مولای فانکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول للمولی ولاشیء علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا بحق انتہی جسنے قرض
مانگے دس درہم اور اپنے غلام کو انکے لینے کے واسطے بھیجا اور قرضخواہ نے کہا کہ میں نے غلام کو قرض دیا اور اپنے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درہم اپنے مولی کو دیئے اور مولی نے
قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درہم غلام کے قبضہ میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ پھیریگا اسواسطے کہ غلام مقر ہوا ہے کہ
دراہم بہ واجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر واجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بہ واسطہ استقراض مولی کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادا
قرض اسپر لازم ہوگا کذا فی الطحاوی وعن الثانیۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع لاحدہم فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت
ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیۃ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اسکو امر کیا ان لوگوں نے ایک مرد کو دینے کا سو مقرض نے اسکو دیا
تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اسکے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ
ہم فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے
بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض مرسل کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اسطرح
کہ مجکو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو درہم کہ قرض لیے وہ اسکے مملوک ہونگے اسکو اختیار ہوگا چاہے موکل کو دے
وفیہا استقراض العجین وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخمیرۃ بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام عن خمیرۃ یتعاطاہا الجیران ایکون ربوا فقال ما راہ
المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وما راہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض خمیر کا
بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اس خمیر کا جسکو پڑوسی آپس میں لیتے دیتے ہیں کیا یہ ربوا ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا جانیں وہ خدا تعالی کے
نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک بُرا ہے ہم نے مجمع الفتاوی میں ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے اور الرائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اشکال کی
تو اشکل ہے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث مارآہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ
والسلام کا کذا فی الطحاوی عن المقاصد الحسنۃ وفیہا شراء الشیء الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ کمتر چیز کا خریدنا ثمن
گران کے سبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم آگے تم کو عنقریب کچھ ہوگی قلت وقدمنا فی الصرف معزوا للمفتی الی السعود انہ

زید العشرۃ باثنی عشر او بثلاثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرۃ بازید من عشرۃ ونصف فینبہ علیٰ ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمہ فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظہر توبتہ وصلاحہ فیترک ۔ میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعود کے سوالات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دیئے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا کہ دس درم ساڑھے دس سے زیادہ پر نہ دئے جاوین اور زید کو خبر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسنے نہ مانا کیا اس پر کیا لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ اسکی توبہ اور صلاح ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو ۔ معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالۃ میں آویگا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم دئے هذه للصرف فهل يرد ما اخذه من الربح لصاحبه فاجاب ان حصل منه بالتراضي ورد الامر بعد الرجوع لكن الظاهر ان المناسب الامر بالرجوع واقعة مرفوعة الى السلطان حتى ان بعض القرى قد خربت بهذا الخصوص انتہی اور اسی صورت مذکورہ میں سوال ہے کہ کیا صاحب دین پھیر دے جو اسنے نفع لیا ہے مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اسکو نفع اس سے تراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہر اسکے پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے معلوم ہے یہانتک کہ بعضے قریات اس فعل محذور کی وجہ سے ویران ہو گئے انتہی جواب المفتی المرحوم ہم یہاں کہتے ہیں کہ ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم قلیلہ سے اور بہت سے گیہوں یا گھی وغیرہ کہ اسکے پھیر کر دراہم مع فوائد نصف ثمن ہو مسلمانوں کا کذا فی اللطائف

باب الربوٰ

یہ باب ہے ربو یعنی سود اور بیاج کے احکام میں مرابحہ کے بعد ربو کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہے مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربو کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں ربا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربویہ کی بیع میں ہو اور کاہی ربو النفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربو کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصاً معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض میں بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد و نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اسکو اسکی بھاپ لگے گی اور ایک روایت میں ہے کہ اسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر

ھو لغۃ مطلق الزیادۃ ربو لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل یا وزن میں زیادت ہو یا سوائے اسکے وشرعاً فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیۃ وبحر اور شرع میں ربو اسے کہتے ہیں زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربو نسیئہ یعنی تاخیر کا ربو اور بیوع فاسدہ ربو کی تعریف میں داخل ہو گئیں اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربو ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربو کا اگر قائم ہو نہ اسکا ضمان اسواسطے کہ ربو میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القنیۃ والبحر ربو نسیئہ کی یہ صورت ہے کہ درم کو درم سے بیچے سو ایک تو نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیئہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں جیسے بیع بالشرط میں خالی عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اسکے مخالف جنس سے نکل گیا جو باب الصرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہوں اور پیمانہ بھر جو اسکے دو چند گیہوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل گیہوں واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عن عوض نہ ٹھہری کیونکہ باہم ثابت ہو بمعیار شرعی وھو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربو کی چیز نہیں ہے یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربو ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربو نہیں مثلاً دس گز ثوب [illegible]

دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسیطرح ایک ٹکے کو دو ٹکوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں ہے مشروط ذلک ای الفضل لاحد المتعاقدین
بائع او مشتر فلو شرط لغیرہما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے م ربوا نہیں یعنی مصطلح ربوا نہیں ہے فی الاذکر ہوچکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ذکر کرنا بعد
اسواسطے کہ متعین ہے اسکا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن و مرتہن
بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں یہاں تو شرط انتفاع رہن جیسا کہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر وغیرہ سب رہن میں ربوا ہے جیسا کہ جواہر الفتاوی میں ہے
ہو انتہی کذا فی الطحطاوی وفی الشامی وضعہ فی الفصل فی الھبۃ فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ان وھبہ منہ انفصل الربوا
ولم یفسد الشراء لان ھذہ الزیادۃ ھبۃ مشاع لا تقسم کما فی البحر عن الذخیرۃ عن محمد ربوا نہیں جسمیں فضل مذکور معاوضہ کا نہ شروط ہو تو فضل ہبہ
ہیں ربوا نہیں اگر خرید کیے دس درم چاندی کے عوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھٹا حصہ درم کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کردی مشتری نے تو
ربوا معدوم ہوگیا اور خرید فاسد نہوئی یعنی اسواسطے کہ فضل فی البیع ہے نہ فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی اور
یعنی صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا ٹکڑا درم کو مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد وفی صرف المجمع
انہ صحح الزیادۃ والحط قول الامام وان محمدا اجاز الحط وجعلہ ھبۃ مبتدأۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینھما خفی عندی
اور مجمع کے باب الصرف میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کردینے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کی مانند
اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنیکے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک مخفی ہے ط طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اسکا
یہ ہے کہ متعاقدین نے عوض متساوین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کردیا یا زیادہ کردیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درہموں کے مسئلے کے مانند
ہو جسمیں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال وفی الخلاصۃ لو باع درھما بدرھم احدھما اکثر وزنا فحللہ وزیادتہ جاز لانہ ھبۃ مشاع لا یقسم ولو باع
قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوھب الفضل لم یجز لانہ ھبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک
درم کا وزن زیادہ تھا پھر زیادہ کو اسنے حلال کردیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے
جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اسنے ہبہ کردیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا ہے قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق
بینھما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عندہ وکذا عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ
علی ھذا میں کہتا ہوں کہ ہم نے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور جب یہ ہے تو زیادہ کرنا اور کم کردینا اور عقد
سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہے بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے
وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اسپر آگاہ کردیا ہو ط طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کردیا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جبکہ زیادت ظاہر
ہو گئی ہو احد العوضین میں یعنی بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جبکہ عقد متساوین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کردیا ہو تو اول میں جمیع کی
تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعھود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنی تحریم
زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں علت وہ ہے جسکی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور جب شد
لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہیں کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہے
متشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوا بخاری کے

بند ہو جاوین ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ درصورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی دراہم
اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات میں چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز نہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات
میں بالاجماع مستثنیٰ ہے ورنہ الاسلام کے اکثر ابواب بند ہو جاوین اور ہدایہ میں اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تولون اور ماشون سے ہوتا ہے اور زعفران اور
روئی وغیرہ کا سیر و من سے پس جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہو گئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہان ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے
کہ نقود ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین ہیں اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہ ہوئی
ونقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقدمنا فی السلم حرمۃ
النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبہ / اور ابن کمال نے غایۃ التحقیق سے نقل کیا ہے کہ گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہون اور ابن
کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے ہم
آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہون کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اسکی
یہ ہے کہ دونون مختلف القدر ہیں کیونکہ گیہون کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اُنھنے اسلام کیلی کا موزون میں
فرض کیا ہے اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہین تو جواز اسلام موزون کا موزون میں یا مکیل کا مکیل میں کیونکر نکلا تو اب یہ مقام خوب منقح ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح
حاجت نہین ہی اور جب سلم مین یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول بقولہ فحرم بیع
کیلی او وزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی / شارح کہتا ہے پھر اصل اول یعنی درصورت وجود قدر اور جنس کے مصنف نے
تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہم جنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے
چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو
حرمت نسیہ لازم ہے بلا عکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص وباختلاف المقصود کما بسطہ
الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے فتح
القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس بسبب اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہون اور جو دو جنسیں ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنسیں ہیں بناوٹ
کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہیں اور اسیطرح
صوف اور بالون کا سوت اور گائے بھینس اور بکری کا گوشت اور دُنبے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن نفط
اور خیری دو جنسیں ہیں اور دہان جنکے اصول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی ملخصا اور لحوم الطیر جنس واحد ہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کم
درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کذا فی النہر وحل بیع ذلک متماثلا لا متفاضلا او بیع الکیلی [illegible]
[illegible] بلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر بالمعیار بالذرۃ وبما دون نصف صاع کحفنۃ بحفنتین وثلاث وخمس ما لم یبلغ نصف
صاع / اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے اندازہ ذرہ اور نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ کی
دو لپ سے اور تین اور پانچ سے جب تک کہ نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عبارت ہے اس شے سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جاوے اور تفاوت مین ایک
لپ و لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے
کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو چنانچہ ربع اور ثمن شرع مصر میں الخ تو اسکا اعتبار معتبر نہیں اس صورت میں بھی

احد البدلین بنصف صاع کو نہ پہونچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہی وتفاحۃ بتفاحتین
و فلس بفلسین اولکثر باعیانہما ولو اخرہ لکان اولی لما فی البحر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدھما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع
ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل متعین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالوں کے بعد لاتا تو بہتر
ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین ہو تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین و محمد کے وتمرۃ بتمرتین
وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین ودواۃ بدواتین واناء باناءین مالم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل
اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے
اور ایک برتن کی دو برتن سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ من ذھب
وفضۃ بمالا یدخل تحت الوزن بمثلیھما فیجوز التفاضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس ولو اتفق کحفنۃ بر بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ
وحرم الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مثل جنس سے
یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جیسے مثلہ سابقہ میں بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں ہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے
یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی متفق ہو جیسا کہ ایک بھر گیہوں کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ فضل ہو یا نہو
بسبب عدم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے جیسا کہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے
فتح القدیر میں یوں ہے کہ اسسے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے
اور اگر اسکا کیل نصف صاع سے کمتر ہوں جیسا کہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کہ تا نصف صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل
کر دیجئے اور مجھکو فقہاء کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ آنکے نزدیک مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر
میں حرام ہے وہ اسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا فما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذھب وفضۃ فھو کذلک لا یتغیر ابدا
فلو باع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذھبا بذھب او فضۃ بفضۃ کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے
کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی جیسا کہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی جیسا کہ سونا اور چاندی سو وہ اسی طرح تا قیامت رہیگی تغیر
نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا
ادنی سے ہم نص اسواسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج کبھی باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص
شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدیر ومالم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر
شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہے اسکے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال
اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہر طرح سے اگرچہ کیلی یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا
کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جب رواج بدل جائے
تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا فخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراھم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے
تخریج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اسکے مانند سے تول کر یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے
کی بیع اسکی مثل سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا

فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر دادہم اور غیاثیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض روٹیوں کا تول کر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج ہو اور کچھ
فتوی ہے تو اسعدی آفندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس وبہ واقرہ المصنف اور کافی میں واجب ہے
کہ لوگوں کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے
اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن مروج ہے واللہ تعالی اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب و فضۃ
بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں
سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں گیہوں سے بیچے معین کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف
امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احدہما دینا فان ہو الثمن فقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اسپر قبضہ کرے قبل تفرق
کے تو بیع جائز ہے مثلا گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہو یعنی مدخول باء جار ہو اسطرح کہ بعت منک ہذا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ وجید
مدخول باء جارہ نہیں وہ المبیع ہی قبض سوائے بشرط جواز ہو اور کہ دین معین نہیں ہوا مگر قبض سے والا لا لبیعہ مالیس عندہ سراج اور اگر وہ دین ثمن نہ ہو بلکہ مبیع ہو
تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہے جو اسکے پاس نہیں کذا فی السراج وجید مال الربوا لا لحقوق العباد ردیئہ سواء اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہے اور حقوق
عباد میں کھرا کھوٹے کے برابر نہیں ہم سود میں کھرا کھوٹا اسواسطے برابر سمجھا کہ اگر جودت اور رداءت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلا گیہوں
دوسرے گیہوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف میں تفاوت شمار نہیں کرتا اور اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جیدہا وردیہا سواء کذا فی الطحطاوی
پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھیرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہیں مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت رداءت کے برابر نہیں اگر
زید فلاں کا مال تلف کریگا تو اسکے برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو ورنہ قیمت اسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت بعض میں نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی
والا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض [illegible] الکس اشباہ مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور رداءت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے
مال میں اور گروی رکھنے والے کے کنگن میں جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے جید
گیہوں ردی گیہوں کی عوض سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو تبرع ثلث مال میں نافذ ہوگا یعنی بر حاجت حق ورثا اور اگر گروی
کنگن [illegible] ہو یا ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت بغیر جنس کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلہا او بدراہم او دنانیر فان نقد
احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز [illegible] فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے
بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس ہے نہ بیع الفلوس بالنقدین میں تقابض
شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اس میں مختلف ہے انتہی اور بیع الفلس بالفلس میں اشتراط تعیین کو ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع
لحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین لا نسیئۃ فلا جیسے جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت
جانور کے جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط
تعیین کے اور بطریق نسیئہ جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد جنس ربا میں ہے حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے
تو اگر نسیئہ بکری میں ہو تو یہ سلم ہے حیوان میں اور اگر اسکے بدلے میں ہو تو یہ سلم ہے گوشت میں حالانکہ حیوان اور لحم دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادۃ اللحم ای
محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا گوشت کا ہم جنس سے گوشت مقابل ہو [illegible] کچھ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اسکے کلیجی اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو تا الا
ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع [illegible] بحیوان [illegible] یجوز اتفاقا وکل [illegible] اختلف [illegible] تساویا [illegible] للفضل [illegible]

اور یہ تینوں قول کہ ہم حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آجاویگا اور مسلمان سے ایک درہم عوض دو درہم کے بیچ کریگا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اُسوقت نہین جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہے خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونون صورتون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب مین ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط مین کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق رضی نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اسوقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہے نہ مال مباح مین اور علمائے مذہب نے درس مین التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب کے مخالف ہے انتہی ای الفتح ملخصاً (وحكم من اسلم في دار الحرب ولم يهاجر كحربي فللمسلم الربوا معه خلافا لهما لان ماله غير معصوم فلو هاجر الينا ثم عاد اليهم فلا ربوا اتفاقا جوهرة قلت ومنه يعلم حكم من اسلما ثمة ولم يهاجرا) اور جو حربی مسلمان ہوگیا دار الحرب مین اور اُسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے اسواسطے کہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اُسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم اُن دونون شخصون کا جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کی طرف دونون نے ہجرت نہ کی کیونکہ دونون حربی کے مانند ہین حکم مین ہم جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ بعد ہجرت [illegible] غلط ہے کیونکہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین جیسا کہ منح الغفار مین ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف تو اسکے ساتھ بیاج جائز نہین (والحاصل ان الربوا حرام الا في هذه الست مسائل) اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلون مین حرام نہین ہم صواب تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ لکھتا مہاجر کو ساقط کرکے ۱ میان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب مین ۵ مسلم کو اُسکے ساتھ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اُسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو ساقط سمجھے تو صحیح ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق

(في البيع اخرها لتبعيتها والتبعية تقتضي التاخير) [illegible] یہ باب ہے بیع کے حقوق مین مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے ہم حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ مین حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب جیسا کہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو یہاں مسائل بیع کے لایا ورنہ قیاس چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیار الشرط کے (اسکو ذکر کرتا ومن اشترى بيتا فوقه آخر لا يدخل فيه العلو مثلث العين وان قال بكل حق هو له او بكل قليل وكثير هو فيه او منه لان الشيء لا يستتبع مثله) خرید کی کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہے تو اسی خرید مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تاوقتیکہ تصریح کردی بالاخانہ کی بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی مثل کی تابع نہین ہوتی شارح نے کہا العلو مثلث العین یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام مشدد ساکن ہے ہم [illegible] کیا جاتا ہے کہ یہان پر [illegible] کا ترجمہ کوٹھری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند مسقف ہے اور شب باشی مین اور یہ اعلیٰ کی تابع ہوئی نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہے اور مطبخ اور پاخانہ [illegible]

باب الحقوق

مطلقاً فی البیع سے کہ جیز پر اثمن سے بائع کو بری الذمہ کردیا العیاسات کے کہ قاضی کا حکم ہوگیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر لینا
جائز ہے بسبب باطل ہو جانے کے مشتری کی ملک کے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کردیا ثمن سے تو گویا اسنے بائع سے وصول لیا کذا فی الطحطاوی ولو حکم المستحق فصالح
المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کرلی کچھ ثمن دیکر
تو اب مشتری بائع سے ثمن نہیں پھیر لے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھ تھوڑا
ثمن مجھسے لے اور مبیع مجکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کرسکتا والمبطل یوجب فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل موجب ہے
فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بالعین میں جاری ہوئے ہیں انکے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر ولکل واحد من الباعۃ الرجوع
علی بائعہ فان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اس مشتری سے ثمن پھیر لیا گیا ہو ویرجع ھو ایضا کذلک علی الکفیل
ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اذ بدل الحر لا یملک اور مشتری اسیطرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر
پھیر دینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدلا مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی
الکافۃ من الناس سواء کان ببینۃ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ
ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اسکے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہو گیا ہو کذا فی الاشباہ صورت اسکی
یہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں اسنے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے
اسکی حریت اصلی کا حکم کردیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہوگا کذا فی العینی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو
کسی شخص کی ملک کا دعوی اسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں اور فروع عتق کتابت
اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے مراد وہ جو ملک مطلق میں ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المؤرخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء
قبلہ کما بسطہ منلا خسرو ویعقوب باشا فاحفظ فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے
اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب باشا نے شرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں حاصل یہ ہے
کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہے اور ملک مورخ میں عتق کا حکم سب خلق پر ہے تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہیں مثلاً اگر
زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں تو محمود کا غلام تھا چھ برس سے سو اسنے مجکو آزاد کردیا اور اسنے اس دعوی پر گواہ
گذرانے تو زید کا دعوی منقطع ہوگا پھر اگر چاہ بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اسنے گواہی سے ثابت کیا تو
حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر چاہ کا مملوک ٹھہرایا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر وھو
المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند
نہیں تو وقف میں دوسری ملک کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب
ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار باتوں میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولاء میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں مقتصر ہے
قول اصح کے موافق یعنی جبکہ عورت کے نکاح کا ایک آدمی کے حکم کیا یا نسب وولاء اعتاق کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہیں فیثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن
اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما مر انھا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہوا ہو اسواسطے کہ اوپر گذرا کہ شہادت
حجت متعدی ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ

بیچا اور اسنے بھی مجکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی هل یکفی امکان التوفیق خلاف محقق فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق مانع تناقض کے واسطے
کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضروری ہے اسمین اختلاف ہے علماکا اور اسکی تحقیق کرنیکے لیے کتاب القضا کی متفرقات میں و فروع هذا الاصل کثیرة ستجیئ فی کتاب الدعوی ومنها
ادعی علی آخر انه اخوه وادعی علیه النفقة فقال المدعی علیه لیس هو باخی ثم مات المدعی عن ترکة فجاء المدعی علیه یطلب میراثه ان قال هو اخی لم یقبل
للتناقض ولو قال ابی وابنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہیں جو کتاب الدعوی میں آوینگی اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے
اور مجھپر نفقے کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہیں پھر مدعی کچھ ترکہ چھوڑ کر مر گیا تو مدعا علیہ آیا اسکی میراث طلب کرتا اگر اسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا
تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہے کلام شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اسکے بعد مدعا علیہ
نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شارح کو یہ دھوکا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے ہو گیا بلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر بجاے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ
کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی وبخلاف الحریة کلام کا تناقض دعوی حریت کا
مانع نہیں والاصل ان التناقض لا یمنع فیما یخفی سببه کالنسب والطلاق وکذا الحریة اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اسکے دعوی کا مانع نہیں ہے جسکا سبب
مخفی ہو جیسا کہ نسب اور طلاق اور حریت میں تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعوی کیا
کہ غلام اسکا بیٹا ہے تو دعوی اسکا مسموع ہوگا اور بیع اول و ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض میں معذور ہے
اور اسیطرح اگر بولا کہ میں اسکا وارث نہیں پھر بولا کہ میں اسکا وارث ہوں تو مسموع ہے اگر سبب تناقض کو ذکر کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا
زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پھیر لے گی اگرچہ کلام تناقض تھا اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق میں مستقل ہے اور اسکی
اطلاع زوجہ کو ضرور نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراه معتمدا علی مقالته فاذا هو حر ای ظهر حرا فان کان
البائع حاضرا او غائبا غیبة معروفة یعرف مکانه فلا شیئ علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کر میں زید کا غلام ہوں سو اسنے خرید کیا
اسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی اسکا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہیں بسبب
موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اسکا معلوم
نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیرے گا بخلاف ابو یوسف کے ہاں عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ ایک روایت ان سے ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط
او انا عبد فقط لا رجوع علیه اتفاقا در اور اگر اسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یوں کہا کہ میں غلام ہوں فقط تو اسپر رجوع نہیں بالاتفاق کذا فی الدرر عدم رجوع کی وجہ
پہلی صورت میں یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اسکی غلامی کے واسطے ہوتی ہے جیسا کہ مسلم اسیر کی خرید جائز ہے اور عدم رجوع کی دوسری صورت میں یہ ہے کہ ایک شخص کا یہ قول ہو کہ میں غلام ہوں
کسی کا اور اسکا خرید کرنا صحیح نہیں جیسا کہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر به اور غلام ثمن پھیرے بائع سے جب اسکو پاوے بخلاف الرهن بان قال ارتهنی فانی
عبد لم یضمن اصلا والاصل ان الغرور یوجب الضمان فی عقد المعاوضة لا الوثیقة بخلاف رہن کے اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ تو مجکو رہن کر لے
میں غلام ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکا دینا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن میں نہ عقد وثیقہ کے ضمن میں یعنی بیع میں ضمان ہے اسواسطے
کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن میں اسواسطے ضمان نہیں کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ ادعی عقارا ثم برهن انه وقف محکوم بلزومه قبل والا لا لعدم صحة الوقف
لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق وفیه واعتمد المصنف تبعا للبحر خلاف ما صرح به الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجیئ فی آخر الکتاب ایک شخص نے زمین کی پھر شاہد لایا کہ
زمین موقوف ہے جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہیں تو نہیں یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہیں اسواسطے کہ مجرد وقف بلا حکم قاضی زوال ملک کا سبب
نہیں بخلاف اعتاق کے کذا فی المنح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصریح زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف میں ہو چکا اور آخر کتاب میں آویگا

وان ظهر المبیع مستحقا ثم قضی القاضی علی من اشتری بہ فصالح الذی ادعاہ بصلح علی شیء لہ یرجع بکل الثمن علی الذی باعہ
اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا پھر مشتری نے اسکے مدعی سے کچھ اسکے مال سے دعوی پر صلح کرلی تو مشتری اس امر میں تمام ثمن اسکے بائع
سے پھیر لے یعنی گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کرلیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ شری دارا وبنی فیہا فاستحقت یرجع بالثمن وقیمۃ البناء مبنیا علی البائع
اذا سلم النقض الیہ یوم تسلیمہ وان لم یسلمہ فبالثمن فقط اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اسمیں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع
سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضہ میں کردے اور اگر قبضہ نکروا دیا ہو تو فقط
ثمن پھیر لے نہ کچھ اور کما لو استحقت بجمیع بنائہا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلا
چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنائی مثلا پھیر
لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو حفر بئرا او نقی البالوعۃ او رمم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ
لا بالنفقۃ کما فی مسئلۃ الخزانۃ حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے
کنواں کھدوایا یا نجاسات کا چہبچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اسکے بائع سے کچھ نہ پھیرلے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا
موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ میں گذر چکا یہانتک کہ اگر بائع سے بیعنامہ میں لکھا یا کہ جو مشتری گھر میں صرف کریگا اور اسمیں کچھ مرمت کریگا تو
بائع کے ذمہ ہے درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی اور فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط لازم بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بیرا وطواہا یرجع بقیمۃ
الطی لا بقیمۃ الحفر فلذا شرطہ یفسد اور اگر کنواں کھدوا اور اسکی اینٹ بنائی تو اینٹ کی قیمت پھیرلے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کرینگے
تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان قنطر علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس
بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ حصاد طین وتمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسیطرح اگر نہر کھودی تو اگر
اسپر پل بنایا تو بنائے پل کی قیمت پھیرلے نہ نہر کھودنے کی خرچ کا اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اسوقت ہے جبکہ اسمیں کچھ عمارت بناوے یا درخت بووے اس چیز کی قیمت پھیر
جسکو توڑنا اور بائع کو اسکے قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو پیتہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیرلے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفیہا شری کرما فاستحق نصفہ
لہ رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولو اکل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ
اسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اسنے اسکا پھل کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزم غیر المستحق بحصتہ
من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کئے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق
بعد قبض کے ہے تو اسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق العبد او البقرۃ لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب الغلام او
بردعۃ الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی البیع تبعا لا حصۃ لہ من الثمن ولکن یخیر المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیرلے
اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیرلے اور جو چیز کہ بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے
لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیہ ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ ولکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل
ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف لہ ان یرجع قال الاتری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد
العبد حرا فلکل الرجوع قبلہ خانیہ اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے مشتری کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے
بلا اعادہ شہادت ولیکن پھیر نہ سکیگا جبتک کہ اسکا مشتری اس سے پھیر لے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کہ کیا تو

نہیں کہتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف کر دے تو مشتری اول کو رجوع دیتی ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اسکے کہ حکم ہو
کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبدًا فاعتقہ ثم اخذ منہ ثم استحق العبد
لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اسکے مال لیکر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیرے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اسکا
بعینہ پورا مال مل گیا ولو شری دارًا بعبد واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی
اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور وہ گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہو جانے بیع کے

باب السلم

یہ باب ہے سلم کے احکام میں جب مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ اسلام بمنزلہ مفرد کے اور صرف
بجائے مرکب کے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہے اور رسول خدا
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینے میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں وہ سلم
کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہے باعتبار حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہے اور غنی نفع آئندہ
کے واسطے کذا فی الطحطاوی ھو لغۃ کالسلف وزنا ومعنی سلم لغت میں سلف کے مانند ہے وزن اور معنی میں اور عرب میں ہے جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہیں کہ سلف فی
کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعا بیع اٰجل وھو المسلم فیہ بعاجل وھو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت
والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے یعنی مثلاً پہلے روپے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح
اور سلم کا رکن وہی ہے جو بیع کا رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہانتک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول اصح میں اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع
بلفظ سلم باتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول اسطرح ہے کہ ایک شخص کہے کہ اسلمت الیک او اسلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب الدراہم
رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر اللام کہتے ہیں ویسمی الاٰخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے
شخص کو مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ لرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب
اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم الیہ کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف ونشر مرتب ہے رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہے لیکن
ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ کجودتہ ورداءتہ اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے جیسا کہ اس چیز کا عمدہ
ہونا اور ناقص ہونا اور ضبط صفت اور معرفت مقدار اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی
الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہیں ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون مثمن بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک
اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہے جیسا کہ کیلی اور وہ موزون جو ثمن ہے مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ درہم اور دنانیر اگرچہ موزون میں
لیکن وہ ثمن ہیں تو انمیں سلم جائز نہیں یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وبیع
بکسر الباء واجب تعیین ما یبین صفتہ ومکان ضیاعہ ۱۲ اور جیسا کہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زردالو اور بجبر اور کچی انیٹا اور پکی انیٹ
تا البیان کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان صحیح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ عددی متقارب سے مراد وہ ہے جسکی افراد قیمت میں متفاوت نہوں اور اسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا
کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی ککرباس قدر طولا وعرضا وصفتہ ککتان وترکیب سیجہا وصنعتہ
کحمل الشام او مصر او ذیلا او عمرو رقتہ او غلظہ وو زنہ ان بیع بہ فان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت

من نعم لانه موزون معلوم وبه قالت الائمة الثلاثة وعليه الفتوى بحر وشرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین
نے اسکو جائز کہا ہے جبکہ اسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی پشت کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے
اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر و شرح المجمع اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت مین سلم جائز ہے بشرط بیان جنس یعنی بکری یا گائے اور نوع اور صفت معلوم و موضع
اور مقدار کے یعنی گائے یا بکری کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو یا کم و بیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا گوشت ہو اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الطحطاوی لكن في
القهستاني انه يصح في المنزوع بلا خلاف انما الخلاف في غير المنزوع فتنبه لیکن قہستانی مین ہے کہ بے ہڈی کے گوشت مین سلم جائز ہے بلا خلاف امام و صاحبین کے خلاف
تو اس گوشت مین ہے جسکی ہڈی جدا نہین ہے خبردار رہو لكن صرح عيني بالروايتين فتدبر لیکن قہستانی نے تصریح کی ہے دو روایتون کی سو تامل کر امام یعنی امام سے دو روایتین ہین
ایک روایت مین مطلقاً سلم جائز نہین اور دوسری روایت مین تفصیل ہے طحطاوی نے کہا کہ مصنف کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اسکے
استدراک کی کیا ضرورت ہے ولو حكم بجوازه حاكم صح اتفاقا بزازيه اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کر دے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ وفي العيني انه قيمي عنده مثلي
عندهما اور عینی مین ہے کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمكيال او ذراع مجهول قيد فيهما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول و گز مجہول سے
شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہے فقط ذراع کی ہم حلبی نے کہا پیمانہ معین ہو اگر غیر معین ہو اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر
پیمانہ اگر معلوم المقدار ہو گا تو سلم جائز ہے وجوز الثاني في الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکھا ہے پانی مین مشکون بھر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح
یعنی مشکے سے چند مشکین پانی کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہے ولا في طعام قرية بعينها او ثمر نخلة معينة الا اذا كانت النسبة لثمرة او نخلة او قرية لبيان الصفة
لا لتعيين الخارج كقمح مرجي او بلدي بياض فالمانع والمقتضي العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کھجور کے درخت کے پھل مین مگر جبکہ نسبت پھل اور
کھجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شی خارج کے جیسے مرغزی یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے
تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف ہی ہے یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پھل مین سلم اسواسطے
نا جائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہون اس گانون مین یا پھل اس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم باقی نہ رہی اسمین احتمال فسخ عقد کا ہے لہذا صحیح نہین علاوہ برین جو چیز
فی الحال معدوم ہے اور قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور احتمال کہ شاید اقلیم مین بھی گیہون نہ پیدا ہون احتمال ضعیف ہے ولا في حنطة
حديثة قبل حدوثها لانها منقطعة في الحال وكونها موجودة وقت العقد الى وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اسکے پیدا ہونے
کے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا انکا موجود عقد سلم کے وقت سے وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح فتح القدیر مین ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے
تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر بعد عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے بیچ مین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت
موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے وفي الجوهرة اسلم في حنطة جديدة او في
ذرة حديثة لم يجز لانه لا يدري ايكون في تلك السنة شي ام لا قلت وعليه ما يكتب في وثيقة السلم من قوله جديد عامه مفسد اي قبل
وجود الجديد اما بعده فصحيح كما لا يخفى اور جوہرہ مین ہے عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چینے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اس سال مین وہ پیدا ہو گا یا
نہین مین کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم مین یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے
کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہین وشرطه اي شروط صحته التي تذكر في العقد سبعة بيان جنس كبر او تمر وبيان نوع كسقي وبعلي وصفة كجيد او ردي
وقدر ككذا كيلا لا ينقبض ولا ينبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین اول بیان جنس مسلم فیہ کا چنانچہ گیہون
یا کھجور دوم بیان نوع کا چنانچہ ادمیون کی سینچے یا بارش آسمانی کے سینچے سوم بیان اسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہون یا گھی چہارم بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے

اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل له كمسك وكافور وصغار لؤلؤ لا يشترط فيه بيان مكان
الايفاء اتفاقا ويوفيه حيث شاء في الاصح وصحح ابن الكمال مكان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی
تو اسمیں مکان ایفا مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچاوے جہاں اسکا جی چاہے قول اصح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے
ہم حمل اور مونت اس چیز میں نہیں جسمیں پیٹھ پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ولو عين فيما ذكر مكانا تعين
في الاصح فتح لانه يفيد سقوط خطر الطريق اور اگر مکان معین کر لیا اسمیں جو مذکور ہو چکا یعنی جسمیں باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان بشروط متعین ہو جائیگا
قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرہ راہ کی مفید ہے وبقي من الشروط قبض راس المال ولو عينا قبل الافتراق بابدانهما وان ناما او مشيا
فرسخا او اكثر اور باقی رہا شرطوں سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا ایک
فرسخ یا زیادہ ساتھ چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغیر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہیں ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہو انکا وجود بلا ذکر کافی ہے ولو
دخل البيت ليخرج الدراهم ان توارى عن المسلم اليه بطل وان بحيث يراه لا اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا تاکہ درہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اسطرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الكفالة والحوالة والارتهان برأس مال السلم بزازيه اور ضمانت اور حوالہ
اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرطیکہ اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین
کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور بصورت عدم قبض بیچ کو سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال
علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه على الصحة لا شرط انعقاده بوصفها فينعقد صحيحا ثم يبطل بالافتراق بلا قبض وقبض راس المال
سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہو انعقاد سلم کی بوصف صحت تو بصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو
ابى المسلم اليه قبض راس المال اجبر عليه خلاصه اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصه وبقي من الشروط كون
راس المال منقودا وعدم الخيار وان لا يشمل البدلين احدى علتي الربوا وهو القدر المتفق والجنس لان حرمة النساء تتحقق باحدهما اور باقی رہا
شروط سلم سے راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہ ہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ
حرمت ادھار ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین
میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدها العيني تبعا
للنهاية سبعة عشر اور عینی نے باتباع نہایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم ازانجملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار
راس المال اور اسکا منقود و مقبوض ہونا اور نو شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا
جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا
جسمیں خیار الشرط نہو اور ایک شرط بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف غيرها القدرة على تحصيل
المسلم فيه اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنیکی کچھ حاجت نہیں باوجود شرط عدم انقطاع
کے نہر الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع على الشرط الثامن بقوله فان اسلم مائتي درهم في كر بر [illegible] ستون قفيزا
والقفيز ثمانية مكاكيك والمكوك صاع ونصف عيني بحر كون المائتين مقسومة مائة دينا عليه اي على المسلم اليه ومائة نقدا نقدها
رب السلم وافترقا على ذلك فالسلم في حصة الدين باطل لانه دين بدين وصح في حصة النقد ولم يشع الفساد لانه طارئ حتى لو نقد الدين ۵۰

فی مجلسہ فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پیشتر جدا ہونے کو تصریح کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیہون میں جو ایک کر کی قیمت دو سو ہی ہے اور طرح معلوم
ہین کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہیں اور ایک سو نقد جیسے کہ مسلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد بیچ حال ہی سے جدا ہوگئے تو دین کے حصے میں سلم باطل ہے کیونکہ یہ بیع دین کا دین
سے ہے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اسکے بعد دین باطل
ہوگیا تا اینکہ اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کردیگا تو کل دو سو درم میں سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کہ [illegible] اور قفیز آٹھ مکوک کا
ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع آٹھ رطل بغدادی کا ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درم کا ولو احد ممادانیلو علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو میں ایک سو دینا
ہون اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو میں سلم فاسد ہے ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو
بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وھبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہیں مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب السلم کو مسلم
فیہ میں اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہوں جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہو یہانتک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ
مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرلے راس المال میں اسواسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں تصرف کرنا اسمین اسکے
قبض کو فوت کرتا ہے اور مسلم فیہ میں اسواسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو
مجکو نصف راس المال دیدے تاکہ نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ مجکو فائدہ زیادہ دے یا اسکے برابر دے تاکہ مسلم فیہ بالخصوص تیرا
وفی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ شرنبلالیۃ اور فتاوی صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم میں اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ
باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول الاجل ہو یا قبل اسکے کذا فی الطحطاوی فلا یجوز لرب السلم شراء شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ فی
عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد میں
اور اگر سلم فاسد ہو تو بدلنا راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او
راس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او راس مالک حال الانفساخ فامتنع الاستبدال شرح مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کے راس المال کے
بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ لے در صورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے در حالت انفساخ
تو بدلنا ممتنع ہوگیا ھ یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداود اور ابن ماجہ اور ترمذی میں [illegible]
سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ فی غیرہ یعنی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اسکو اسکے غیر میں نہ پھیرے اور [illegible]
کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ [illegible] بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اس سے
استبدال جائز ہے لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں پس جائز ہوئے اسکے تصرف کرنا صرف میں بخلاف سلم کے یعنی راس المال میں تصرف جائز نہیں [illegible] یعنی
اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کرلیا ہو اقالہ کی مجلس میں سواسطے کہ صرف میں تعیین حاصل نہیں ہوتی بدون قبض کے
کیونکہ اسکا استبدال جائز ہے تو اسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اسمین تعیین بالقبض کی حاجت
نہیں بلکہ اسمین بعینہ [illegible] کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیہ کرا وامر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء لم
علیہ لم یصح للزوم الکیل مرتین [illegible] اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر میں اگر اسنے ایک کر گیہون مثلا خرید کیے اور خرید کرنے والے نے رب السلم کو حکم کیا اسکے
قبضہ کرلینے کا اپنے اوپر کے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبار اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ھ یہاں پر دوبار اسواسطے [illegible]
کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اسکے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم میں اور دونون عقد بشرط کیل ہین [illegible]

صورت بیع جس مین بیع طعام سے منع وارد ہوا ہی تو اسمین دو صاع جاری ہونا اگر بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور یہ محل حدیث وہ ہے جبکہ دو عقد جمع ہون اور ایک
عقد تو ایسے ہی ایک پیمانہ کرنا کافی ہی اور قید کیل کی اتفاقی ہی تو یہی حکم ہی موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی ۔ وهو لو كان الكر قرضا وامر مقرضه بكذا عادة
کا استبدال اور اگر ایک گر قرض ہوا اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کیا تو صحیح ہوا اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہے بدلنا ہم صورت قرض یہ ہوکہ زید نے خالد سے ایک
گیہون قرض لیے پھر زید نے ایک کر گیہون خرید کیے اور خالد کو اسپر قبضہ کرنیکا امر کیا اوا سے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر حیثیت
اسکی یہ ہی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اسپر قبضہ کرنیکا سو قرض سے تو جائز ہی کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضه
منه لم لنفسه ففعل فانكالم يتبين لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہی اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اسکے بائع سے اپنی ذات کے
واسطے بعد اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اسکو دوبارہ پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے
تو قبض صحیح ہی سبب یہ ہو جانے مانع کے یعنی اثنا قبض عدم کیل جو مشتری کا سو یہان دوبارہ پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امر المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم
فیه فی ظرفه فكاله في ظرفه فرای فی وعاء رب السلم بغیبته امامحضرته فیصیر قابضا بالتخلیة او امر المشتری البائع بذلك فكاله في ظرفه ظرف البائع
لم يكن قابضا لحصة نحو الكيله في ظرف المشتری بامره فانه قبض لان حقه في العين والاول في الذمة رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو اپنے برتن میں
سوا سنے ناپ دیا اسکے برتن میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں وا گر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض ہو جائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا
اس کو مبیع کے اپنے برتن میں ناپ دے بائع کے ظرف مین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض ہونیکا بخلاف اسکے کہ بائع کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کیل کیا
تو قبض ہی اسواسطے کہ حق مشتری کا مبیع معین میں ہوا اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہی حاصل یہ ہو کہ یہان مسئلہ اور جزئیہ مین فرق یہ کہ دو صورت مذکورہ مشتری
قابض ٹھہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود مین ہی تو وہ مالک ہوا اسواسطے کہ بائع نے اسکا کیل کیا اسکے ظرف میں بخلاف مسلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا
حق ثابت فی الذمہ ہو سوا سکا مالک نہین ہو سکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ نے تصرف ہو لیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین اشتراہ
ثم كيل الدين المسلم فيه وجعلهما في ظرفه المشتری قبض بامره لتبعية الدين للعين اپنا خرید سے عین کا پیمانہ کرنا اور مسلم فیہ کا
اور دونون کا پھر دینا مشتری کے ظرف مین قبض ہی امر مشتری سے بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہو کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کا ایک کر مین پھر جب محل آگیا
مدت کی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہون بقدر ایک کر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی دین اور عین اسمین بھر دے تو اگر اسنے
پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہی اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا بتابع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو
عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہین ہی اور عین کا اسواسطے قابض ٹھہرا کہ ملک کا خلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط امام
نزدیک استہلاک ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وعكسه هو كيل الدين اولا لا يكون قبضا وخيره ابين نقض البيع والشركة اور اسکے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا
قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہی نقض بیع اور شرکت میں ہم ہونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہی چاہے بیع کو توڑ دے چاہے استنے
ال میں بائع کا شریک ہو جاوے اسلم امة في كر وقبضت فتقايلا السلم فماتت قبل قبضها بحكم الاقالة بقي عقدالاقالة او ماتت فتقايلا صح بقاءا
عليه وهو المسلم فيه وعليه قيمتها يوم القبض فيهما في المسئلتين لانه سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون میں اور لونڈی پر قبضہ
ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہی یا لونڈی پہلے مرگئی اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ
صحیح ہو بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہی دونون صورتوں میں قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی
تو سبب ہو ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر منحصر ہی اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہی یا اسکے

مقبوض ہوا اور اسمین کچھ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے قبضے میں باقی ہے تو ہلاک و عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد کرنا متعذر ہو لہذا
اسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کے مانند حکم ہے بیع مقایضہ مین ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک
ہلاک ہوگیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹھہریگا بخلاف الشراء بالثمنین بھما
لان الامۃ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنیکے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع مین ہم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا پھر
لونڈی مرگئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہے بیع مین کیونکہ وہ مبیع ہے اور
مبیع ہلاک قبل القبض سے باطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ھلاک الجاریۃ وبعدہ
بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم مین قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہین دونون طرح کے ہلاک مین
تقایلا البیع فی عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیۃ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک
غلام مین پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہو اسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہے کذا فی القنیۃ والقول
لمدعی الردائۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وھو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ہم یعنی
اگر ایک شخص کہے کہ مین نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا
اور ردادت یعنی نقصان یہان بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا اجل عبارت ہے تقدیر اجل سے لیکن
یہان تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج
خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے
نکالا تو دوسرے اسکے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا
قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت میں مشقت سے عبارت ہے کہ انسان ایسی بات کرے جس سے نکل نسکے لیکن یہان تعنت سے
مراد یہ ہے کہ اسکا منکر ہو جو اسکے حق مین نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو یہان مسلم الیہ کا قول اشتراط مین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ
راس المال پر عادۃً مین زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نتھی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے
کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنے ضرر کا منکر ہو جیسا کہ رب السلم کا یون کہنا کہ مینے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے کہا
کہ مینے کچھ شرط نہین کیا اور جیسا کہ رب السلم نے کہا کہ اجل نتھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے
صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کہ
مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب بحر نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنی تعنتاً و خصومۃً مین
مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر کذا فی
الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف نہر الفائق مین بھی امام اور صاحبین کا مذہب بحر کی مانند صریح ہے طحطاوی نے کہا عقد واحد
پر اتفاق ہونا جیسا کہ اس مقام مین ہے اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہین بخلاف اختلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ہو جائیگا
ہوگا اور صورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو
طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ہم طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وانی بر ھن قبل وان برھنا قضی

ببینة المطلوب ای المسلم الیه لاثباتها الزیادة اور دونوں میں سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہوں پر قاضی کا
حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیه فالقول للمطلوب ای المسلم الیه بیمینه الا ان یبرهن الاٰخر وان برهنا
فبینة للمطلوب اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا مگر جبکہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں
تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونوں سلم میں اختلاف کریں یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہوا ور دوسرا مدعی تو دونوں
قسم کھاویں بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع هو طلب عمل الصنعة اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا یہ لغوی معنی
ہیں اور شرع میں استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر جیسا کہ موزہ گر یا کفشگر یا قمقمہ گر سے کہے کہ مجھکو اتنا لمبا چوڑا موزہ یا کفش بنا دے یا ایسی قمقمہ جسمیں اتنا سماوے اور وزن اسکا
اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنا دے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر فان اجل ذکر علی سبیل الاستمهال لا الاستعجال فانه لا یصیر
سلما سلم فتعتبر شرائطه استصناع سلم ہے اگر اسمیں مدت علی سبیل الاستمهال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع
سلم نہیں ہو جاتا پھر جب استصناع موجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیرہ الخ هم اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہو جیسا کہ
ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اسمیں تعامل خلق جاری ہوا اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع
فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمهال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو مثلاً جیسے کہ آپنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو استصناع صحیح ہوگا
کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ میں ایسا ہی ہے پھر جو مصنف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا
کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول زفر اور شافعی کا ہے اسواسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استصناع
عمل ہے چیز غیر کی ملک میں جو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو بنا دے العام اپنی اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا تکبیر لگیں اتنی مزدوری پر تو صحیح
نہیں یعنی استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں لیکن علمائے حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو شروع ہی سے ہمارے علی کیطرف
رسالت سے ابتک بلا انکار اور اسطرح کا تعامل اس حدیث میں شامل ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالة یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل اسی استصناع میں مقصود ہوا اور جسمیں تعامل نہیں اسمیں عدم جواز ہی بطور قیاس کے ہوگی چنانچہ جولاہے سے بنوانا اسکے سوت سے یا قمیص سلوانا
درزی سے اسکے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جری فیه تعامل ام لا وقالا الاول استصناع استصناع موجل باجل معلوم سلم ہے خواہ اسمیں تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور
صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جسمیں تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم وبدونه ای الاجل فیما فیه تعامل الناس کخف وقمقمة وطست بمهملة وذکره فی المغرب فی الشین
المعجمة وقد یقال طسوت جمع الا استصناع اور بدون مدت کے جسمیں معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے کہا
طست بسین مهملہ ہے اور مغرب میں اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے اسکو طشت بھی بولتے ہیں ہم لیست لغت طے میں طس بسین مشدد تھا ایک سین کو تاء فوقانیہ سے
بدل ڈالا اور طسوس جمع ہے طست کی تو اگر شارح یوں کہتا ویقال فی جمعه طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدة علی الصحیح ثم فرع علیه بقوله استصناع
صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے اس قول سے فیجبر الصانع علی عمله ولا یرجع الامر عنه ولو کان عدة لما لزم
تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اسکے بنانے پر اور نہوا سکو اختیار الٹ پھیر کا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور امر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع هو
العین لا عمله خلافا للبرذعی ای استصناع میں بیع خود وہ شے مصنوع ہے نہ عمل اسکا بخلاف ابو سعید برذعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیره او بمصنوعه
قبل العقد فاخذه صح ولو کان المبیع عمله لما صح تو اگر کاریگر نے غیر کی بنائی چیز لا دیا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا اور آمر نے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر
کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اسکا لینا صحیح نہوتا ولا یتعین المبیع له ای للامر بلا رضاه فصح بیع الصانع لمصنوعه قبل رؤیة امره ولو تعین له لما صح بیعه اور

سکے ترجمہ میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر بیان یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے و صح بیع الکلب
ولو عقورا و الفهد و الفیل و القرد و السباع بسائر انواعها حتی الهرة وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وهو المختار للانتفاع بها و بجلدها
کما قدمناه فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کی بیع انکی باقی اقسام کے ساتھ یہانتک کہ بلی کی بھی بیع
جائز ہے اور اسیطرح درندوں پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہوں سوائے سور کے اور یہی قول بحث بیع کا مختار ہے بسبب نفع لینے کے انسے اور انکی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو
بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کہتے ہیں کہ بیع کلب کی مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ثمن کلب اور زانیہ
کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں ہیثم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید
یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے و تمامه فی فتح
القدیر والتسمیہ بالقرد وان کان حراما لا یمنع بیعه بل یکرہ کبیع العصیر ہم وھاںپر اور مسخرا پن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اسکی بیع کا نہیں بلکہ اسکی
بیع مکروہ ہے جیسا کہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیہ **فرع** مسائل متفرقہ شارح کا لا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ
فلا باس به ومثله السباع عینی والاولی نہیں کہتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور کیتے کے مانند باقی درندے ہیں کذا فی العینی ہم یعنی کتے کا گھر
رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیة نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھیگا سوائے شکاری اور
مواشی کے کتے کے تو اسکے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے و جاز اقتناؤه لصید و حراسة ماشیة و زرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور حفاظت بکری
اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق کما صح بیع جرو حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید اسکی
قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ اقل قیمت مبیع ہے و صحح ھبته قنیه اور صحیح ہے اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیه و ادنی القیمة التی تشترط لجواز البیع فلس و لو کمتر وہ قیمت جو
جائز ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کسرة خبز لا یجوز قنیه اور قیمت اگر ٹکڑا روٹی کا ہو تو جائز نہیں کذا فی القنیه ہم یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی ہو
تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع هوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب جیسا کہ جائز نہیں ہے کیڑوں کی بیع مثلاً
خنافس اور سیہی و بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے ہم خنافس جمع خنفسا کی بضم خائے معجمہ و سکون نون و فتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بو ہوتا ہے سوائے کے فارسی میں اسکو
کہتے ہیں طحطاوی نے کہا حیہ یعنی سانپ ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو پالتے ہیں اور خون نکالنے کے معالجے میں اسکی طرف حاجت ہے
ولا هوام البحر کالسرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ہم جو نکہ جواز بیع کا مدار جہت انتفاع ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا انکی بیع جائز
نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل مافیه سوی سمك وجوز فی القنیة بیع مالہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا و اطلق الحسن الجواز
اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے انکی بیع جائز نہیں اور قنیہ میں جائز کہا ہے اسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہے چنانچہ سقنقور اور کھال خزکی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ
زندہ ہو اور حسن نے اسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ و زائے
معجمہ مشدد دریائی جانور ہے اسکے صوف سے کپڑا بنایا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب جوہر نے کہا کہ خز جانور ہے اور صاحب منیہ میں ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام
پھر یہ نام اس کپڑے کا ہو گیا جو اسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بها فی الادویة والا لا ویرد فی البدائع بانه غیر سدید
لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع به للتداوی کالخمر فلا تتحقق الحاجة الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر انسے فائدہ حاصل ہو
دواؤں میں چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اسطرح کہ یہ کلام درست اور روا نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعاً
حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اسکی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی ہم کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا

ﮯ نوعی از جانور ... سیاہ آبی ١٢ ﮯ جزدو کی بیع ... خائے معجمہ و سکون زائے معجمہ بروزن ... سرگین کردہ ... ١٢

ہو چکا کہ حرام چیز سے اُسوقت علاج کرنا جائز ہے جبکہ اُسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اُسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ابو اللیث
اس صورت پر محمول ہے جبکہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم و یجوز
بیع دھن نجس ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کیونکہ بالذات نجس نہیں بلکہ نجاست کے پڑ جانے سے
چنانچہ ہم اسکو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں متقدم ذکر کر چکے ہیں ہم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا و ینتفع بہ للاستصباح فی غیر
مسجد کما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اُس مکان میں جو مسجد کے سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کخمر
وسلم وصرف وغیرھا اور کافر ذمی مسلم کی مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم اور بیاج وغیرہ میں ہم ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہو تو جو بیاعات
مسلم کو جائز ہیں وہ اُسکو بھی جائز ہیں اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اُسکو بھی جائز نہیں سوا مستثنیات آیندہ کے غیر الخمر والخنزیر و میتۃ لم تمت حتف
انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی فانہا کالخنزیر وقد امرنا بترکہم وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوا شراب و سور اور اُس مردار جانور کے جو خود
بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور ہم مامور ہیں اُنکے عدم تعرض پر اور اُنکے اعتقادات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے اشارہ
کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اسواسطے نہیں کہ یہ چیزیں اُنکے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے سمجھے ہیں بلکہ حرمت اُنکے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ بقول
صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ اُنکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں اُنکے اعتقادات کے عدم
تعرض پر وصح شراءہ ای الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدًا مسلمًا او مصحفًا او شقصًا منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا
اور مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں و یجبر علی البیع اور کافر زبردستی
بیچا جائیگا بیع واسطے یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکوا دے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور
مصحف کی بے ادبی کا خوف ہے ولو المشتری صغیرًا جبر علیہ ولیہ فلو لم یکن لہ قام القاضی لہ ولیًا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اسکا ولی جبر کیا جاوے
اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہو تو قاضی اُسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اُسپر بیع میں زبردستی کیجاوے وکذا لو اسلم عبدہ و یتبعہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا
بیع میں اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہو گا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر لیبیعہ و اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد
کر دیا یا اسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب اپنے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اُسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا
سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونوں محنت مزدوری کر کے اپنی قیمت ادا کریں اور کافر انکو
ضربًا او وطیئًا مسلمۃ عزر لانہ حرام اور وہ مستوجب تعزیر کیا جاوے اگر کافر مسلمان لونڈی سے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے فرع ...
شارح کا من عادتہ شراء المرجان یجبر علی بیعہ دفعًا للفساد بحر وغیرہ وکذا ... یا جس نے لونڈی خرید کرنا ... کی عادت ہو
بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی البحر وغیرہ اور اسیطرح جس مرد نے ... تو اسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الخمر سقطت
المستقرض فی روایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنی اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہو اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا
دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت اداء قیمت کی اور یہی قول محمد کا کذا فی الطحطاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی نکحہا
مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی سے نکاح کر دیا اُسکے
مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اُسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اُسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کا مثل ہوا
نکاحہا استحسانًا فقط اسکا نکاح کر دینا بلا وطی نہ وجہ قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول ابی ...

اور جس بیانے کا ضمان اسواسطے نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم النظر ہے یا علی سوم الشرا یا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً مضمون نہیں ہے شرح
مجمع ۔ باع لها دفی قلعها من الاصل ضرر بالبائع یقطعه من وجه الارض من حیث لا یتضرر به البائع ولو انهدم من سقوطه حائط ضمنت
القائم مالك له متقلعه ۔ ایک درخت خریدا جو میت اور جڑ سے اسکے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہو اور اگر
اسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اکھاڑنے والا اسکا تاوان دے جو اسکے اکھاڑنے سے پیدا ہوا ۔ دفع دراهم زیوفا فکسرها المشتری لا شیء علیه
ونعم ما صنع حیث غشه وخانه وکذا لو دفع الیه لینظر الیه فکسره ۔ کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا اسپر کچھ تاوان نہیں اور اسنے بہت اچھا
کیا کیونکہ اسنے اسکے دغا دی اور خیانت کی اور اسیطرح اگر اسنے اسکو دیا تا وہ اسکو دیکھے اور اسنے اسکو توڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجاے
مشتری بائع کہتا یا یہ سکہ چھنے یہ عرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے ۔ لا باس ببیع المغشوش اذا بین غشه او کان ظاهرا یری کذا
قال ابو حنیفة رحمه الله فی حنطة تخلط فیها الشعیر والشعیر یری لا باس ببیعه وان طحنه لا یبیع ۔ کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جبکہ بائع اسکی
ملاوٹ بیان کرے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اُس گیہوں میں جسمیں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں تو اسکی بیع
کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہیں رہتا ہاں اگر بیان کرے تو بیع جائز ہے ۔ وقال الثانی فی رجل معه فضة نحاس
لا یبیعها حتی یبین ۔ اور ابو یوسف نے کہا اُس مرد کے باب میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اسکو نہ بیچے جب تک کہ بیان کرے ۔ وکل شیء لا یجوز فانه ینبغی
ان یقطع ویعاقب صاحبه اذا انفقه وهو یعرفه ۔ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں ہوا لائق یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اسکا مالک [illegible] جاوے جبکہ مغشوش کو وہ خرچ کرے
جان بوجھکر ۔ شری فلوسا بدراهم ولم ینقد احدهما الیه قال هی له یعنی لا ینفقها حتی یعد ۔ پیسے خریدے درم سے سو بائع نے اسکو پیسے دیئے اور کہا کہ یہ تیرے
درم کے عوض ہیں تو انکو خرچ نکرے جب تک کہ شمار نکرے ہم ظاہر شمار کرنا اس صورت پر محمول ہے جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا احتمال سے
ضرور ہوا کہ شاید درم یا عیب ہوں تو واپس کے خرچ کرنے کے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے ۔ شری بالدراهم الزیوف یعنی یا قبل معاشرته بالجیاد حلاله لانه
خرید کی کھوٹے دیئے اور جیتد کھرے درم سے سو لیتے ہیں اُسکا کمتر سے راضی ہوگیا تو اسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً سیر بھر خریدی اور اسنے کھوٹے درم
سے آدھ سیر لی راضی ہوکر تو اسکے واسطے حلال ہے ۔ شری شیئا بیعاد علی انه لو فی ثمنه [illegible] الی الاجل ۔ کپڑے خریدے [illegible]
اگر اسکا ثمن سپرد نہیں کیا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے ۔ باع ارضا نصفا رضه بشرط خراجها کله علی المشتری فهو فاسد ۔ ایک شخص نے اپنی
بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اسمیں بائع کا فائدہ ہے ۔ اخذ الخراج من الاکار له
ان یرجع علی الدهقان ۔ اپنا خراج لیا گیا کاشتکار سے تو اسکو زمیندار سے پھر لینا بطریق احسان جائز ہے ۔ شری الکرم مع الغلة وقبضه ان رضی الاکار جاز
البیع وله حصته من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعه ۔ انگور کے درخت خریدے پھلوں کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کاشتکار کو
بقدر اسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہیں تو اسکی بیع جائز نہیں ہم مراد وہ کاشتکار ہے جسکا پھلوں میں حصہ ہے ۔ قضاه دراهم وقال انفقها فان لم ترد علی
فقبله ولم ینفقه له رده استحسانا بخلاف جاریة وجد بها عیبا فقال اعرضها او بعها فان نفقت والا ردها فعرضها علی البیع سقط
الرد ۔ مشتری نے بائع کو درم دیئے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجھکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہ کئے تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہے بطریق
استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسمیں مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیچنے کو پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جاوے تو بہتر ورنہ مجھکو پھیر دے سو مشتری
نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پھیرنا ساقط ہوگیا اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض میں حق قابض نہیں بلا تجویز بخلاف تصرف کے لونڈی کے
ملک قابض ہے تو اسمیں تصرف باطل ہوگا ۔ [illegible] قال ابو حنیفة رحمه الله اذا وطی رجل امته ثم زوجها مکانه فللزوج وطیها بلا استبراء

سونے کی بیع غالب الفضۃ والذہب سے اور نیز بیع اسکے بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ
اور سیطرح غالب الفضۃ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا والغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب
اور جسمیں غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہو چاندی سونے سے وہ اسباب اور عروض کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر اعتبارا بالغالب ولا یصح دونوں کی علت
فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ
تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلاف
اور صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار میں بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کی طرف ہم مثلاً ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولے تانبا اور دوسرے
مغشوش میں دو تولے چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابض
قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لصرف البعض بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبضہ واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس بیع سے دونوں صورتوں میں بسبب صرف ہونے بعض کے دونوں
صورتوں میں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اسواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے
اور غش میں اسواسطے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے کو ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربا فی
الاولین ولاحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اس سے کم ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب ربا کے پہلی دو صورتوں میں یعنی صورت
تساوی اور قلت اور بسبب محتمل ہونے ربا کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربا بجائے حقیقت ربا ہے اور در صورت تساوی اسواسطے ربا ہے کہ
چاندی مثلاً چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وھو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش متعین نہیں ہوتا
متعین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے ثمن ہو جانے کے اسوقت میں ہم غالب الغش سے رواج اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جبتک
اسکا چلن باقی رہیگا ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہوگا جیسا کہ خالص روپے یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان بیع نہیں بلکہ اسکا
مثل دیا جائیگا والا یروج تعین کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش و خس کے ہم متعین اسواسطے ہوگا کہ وہ اصل میں مثل
اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب آپس کے معاملہ کرنے والوں میں متروک ہو گیا تو اپنی اصل پر رجوع کیا تو اسکے ہلاک قبل القبض سے
عقد باطل ہوگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ متعاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اسکے حال سے بے خبر ہوں یا خبردار
مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی مگر جبکہ دراہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر وان قبلہ البعض
فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہا ان علم البائع بحالہ والا فبجنسہ جید اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص روپوں کے برابر ہے
تو اسکے ہم جنس ناقص دراہم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اسکے ہم جنس عمدہ دراہم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ
عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمیں جسمیں تصریح نہیں فان راج
وزنا فیہ او عدا فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اسمیں وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے
والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا وزنا الا اذا اشار الیہا کما فی الخالصۃ
اور جسمیں غش اور چاندی یا سونا برابر ہو وہ غالب الفضۃ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اسمیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں
کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ میں استثناء فقط بائع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بصورت بلا وزن صحیح نہیں اور ہر دو دینار
جو صرف کے سوا ہیں اسواسطے کہ صرف کا حکم آئندہ مذکور ہوگا واما فی الصرف فکغالب الغش فیصح باعتبار المراد اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے

صحیح ہوگی اعتبار گذشتہ سے یعنی اگر مخبر خالص سے باب الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص سے اکثر ہو والاجاز متفاضلاً اگر اپنی جنس سے ہے تو تفاضل جائز ہے اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی واشتری شیئا بہ بغالب الغش وھو نافق او بفلوس نافقۃ فکسدت قبل التسلیم
الی البائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حال یہ کہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا رواج جاتا رہا قبل سپرد کرنے کے
تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوگئے ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکذا لحکم اذا لدراہم لو کسدت او انقطعت بطلت اور یہی حکم ہے
دراہم کا اگر انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہوجاویں تو بیع باطل ہے وصححاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح
کہا ہے اور اسی کا فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق یعنی بجائے قیمت مبیع کے کساد کے کیا سوچتا ہے لعنی نوشت نادر صورت نقد قیمت کا واجب ہے
ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے وصاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور صاحب
محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جو اقوال کہ شارح کے کلام میں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوگیا کذا فی الطحطاوی وحد الکساد
ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضہا لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبہا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ ان سے معاملہ کرنا سب بلاد میں
متروک ہوجاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب انکے عیب دار ہوجانے کے یعنی اگر ان شہروں میں رائج ہوں تو انکو اختیار ہو جاوے
انکو لے جاوے انکی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ید الصیارفۃ وفی البیت کذا ذکرہ العینی وابن الملک
خلافا لما فی نسخ المصنف فقد عزاہ للہدایۃ ولم ارہ فیہا واللہ تعالی اعلم اور انقطاع کی حد یہ ہے کہ بازار میں موجود نہ ہوں اگرچہ صرافوں کے ہاتھ یا گھروں میں موجود ہوں ایسا ہی
ذکر کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بخلاف لفظ یعنی فی البیوت کا لفظ لیا ہے فاندہ مذکور ہیں خلاصہ شرح مصنف کے نسخوں کے کہ انہیں یعنی فقط مذکور نہیں اور مصنف نے عدم ذکر کو
ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا ہے عبارت ہدایہ میں مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو
وفی البزازیۃ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیہ فقول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ الا الموقف
اور بزازیہ میں ہے کہ اگر دوسرے بار رواج ہوگیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع کیونکہ عقد فسخ نہیں ہوتا بدون فسخ کرنے کے اور بموجب اسکے
تو مصنف کا یوں کہنا کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگئی اسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہوا اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید
بالکساد لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت
کم ہوجاوے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع کو فسخ میں مختار نہیں ہے جیسا غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا ایسا ہی غالب النقد کا حکم بطریق
اولی ثابت ہوگیا وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری یطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقت البیع
اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوگئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسی نقد کا مطالبہ کیا جاوے جو
بیع کے وقت تھا کذا فی فتح القدیر عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو جاوے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقید بقولہ قبل
التسلیم لانہ لو باعہ دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ ببدل ما ھو معلوم ثم استقبضہ فاما فکسدت قبل دفعہا الی البائع لا ینفسخ لان
القبض لہ عینی وغیرہ اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے
دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر انکا رواج موقوف ہوگیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہ ہوگی اسواسطے کہ حق قبض کا
دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہیں نہ صاحب متاع ہم اسیطرح اگر وکیل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ وہ اسکے واسطے فلوس خریدکر دے
فلوس خرید کئے اور انپر قبضہ کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس وکیل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل کے ہوا تو فلوس مذکورہ موکل کے ہیں کذا فی الطحطاوی عن الملتقی

وصح البیع بالفلوس النافقۃ وان لم تعین اور صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہین ہوتے ہون کے مانند درہم فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہے کہ وہ بمنزلہ النوع مال ہین اور ہم نے بائع کے نزدیک

اگر ہلاک ہون قبل قبض تو عقد منفسخ نہین اور اگر فلوس بدل کردے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہین ہوتے کہ اثمان ہین یا داخل ہین درمیان نقد کی تعیین جیسے بلکہ اگر

تو متعین کردے تو بھی متعین نہین ہوتا مگر جبکہ عاقدین یون کہین کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس معینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدۃ

حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہین تاوقتیکہ انکو معین نہ کردے جیسا کہ قماش اور اسباب سے بیع بالتعیین صحیح نہین ہم تعیین اسواسطے ضروری ہے کہ درحالت عدم

رواج فلوس مبیع ہین ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضروری ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل افلس القرض اذا کسدت واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد

وعلیہ الفتوی بزازیۃ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب رکھی ہے اور

اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اس صورت مین ہے کہ جب قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہون پھر انکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہون

تو بعینہا انکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وعن النہر سلالہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایہ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور

نہر الفائق مین ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے مین یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے

المشتری شیئا بنصف درہم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم کذا ثلث درہم او ربعہ خرید کی کوئی چیز مثلا نصف درہم

فلوس سے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہین جو نصف درہم کو بیچے جاتے ہین اور اسیطرح ثلث درہم

یا ربع درہم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک خرید مذکور صحیح نہین کیونکہ فلوس عددی چیزین ہین تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہین بلکہ

معلوم ہے کیونکہ جب نصف درہم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درہم کا فلوس ہونا ممکن نہین تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا ارادہ کیا

جو نصف درہم سے بیچے جاتے ہین اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہ ہی کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوسا او بدرہمین فلوسا جاز عند الثانی

وہو الاصح للعرف کافی اور اسیطرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درہم کے فلوس سے یا دو درہم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی

ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصف صغیرا لنصف ونصفا من الفضۃ صغیرا لاجسم جہ وبکون النصف

الا حبۃ بمثلہ ومابقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درہم کبیر یعنی درہم کامل یا بھر پور دیکر کہا کہ مجکو بعوض اسکے نصف درہم فلوس اور نصف چاندی کا درہم صغیر کہ بقدر حبہ

یعنی وہ درہم صغیر جو وزن مین بقدر نصف درہم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درہم مگر حبہ مقابل اپنے مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے ذکر

لفظ فلوس منصوب بصفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبارہ کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا

الا حبۃ یعنی دے مجکو بعوض نصف درہم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درہم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درہم کبیر ہو مگر حبہ تو فلوس اور درہم صغیر سب مین بیع باطل ہے

بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درہم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا اور درہم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض ہا نہر الفائق مین ہے کہ عقد مذکور امام کے

نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس مین عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اسمین باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنی اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبۃ

تو فلوس مین بیع جائز ہے اور چاندی مین باطل انتہی وکذا فی الطحطاوی وبما قررنا ظہر ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء او لا وقوبل

بجنسہ اولا اور یہ جو بات اور مذکور ہوچکا اول کتاب البیوع سے یہان تک اس سے ظاہر ہوا کہ اسباب تین قسم پر ہین قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال مین وہ چاندی اور سونا

ہے خواہ اسپر باء جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو بموجب سابق مذکور ہوچکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب

اور قسم ثانی وہ مال ہے جو مبیع ہے ہر حال مین جیسا کہ کپڑے اور چار پائے کہ مبیع ہے ہر حال مین یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہون یا غیر جنس سے باء جارہ آوے یا نہ آوے والثالث

ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے مبیع جیسا کہ مثلی چیزین مکیلات اور موزونات سوائے نقدین کے فان اتصل

بہا الباء فثمن فی الاعم سو اگر یہ اثبات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو اسطرح کہ اشتریت الثوب بالحنطۃ تو اس واسطے وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہو تو اس سے وہ مبیع ہے
ہم کہہ الاوّل میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اسکے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان راجت
فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو غلہ اور قماش کے مانند ہیں والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد
عند العقد وعدم بطلانہ ای العقد بہلاکہ ای الثمن ویصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لا فیہما اور منجملہ احکام ثمن کے مشروط نہونا اسکے وجود کا ہے عاقد کی
ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہے ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن کا یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اسکے عوض اور دینا بجز صرف اور سلم میں کہ
ان دونوں میں یعنی بیع الصرف اور سلم میں ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافہ ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکہ وھکذا
اور حکم مبیع کا برخلاف ثمن کے ہے جیسا اوپر مذکور ہوا پس تو مشروط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک میں عقد کے وقت اور اسیطرح باقی امور میں بیع باطل ہو جاتی ہے مبیع کے
ہلاک ہو جانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمہا وجوب التساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدرات کالنقود اور ثمن اور مبیع کی برابری کا واجب ہونا
منجملہ احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی مکیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی مکیل یا موزون میں درصورت اتحاد جنس الخ
مبیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے **تذنیب** فی بیع العینۃ ویاتی متنا فی الکفالۃ وبیع التلجئۃ ویاتی متنا فی الاقرار کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کا
ذکر ہے اور اسکا بیان کتاب الکفالہ کے متن میں آویگا اور بیع التلجیہ کے بیان میں اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے متن میں آویگا تذنیب عبارت ہے اس سے جسکو آخر کلام میں لاویں اور اسکو کلام
سابق سے تعلق ہو سو دو معنی ہیں یعنی مفعول التذنیب میں بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی ہے اسکا
ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا کذا فی الطحطاوی وھو ان یظہرا عقدا وھما لا یریدانہ یلجأ الیہ بخوف عدو وھو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالہزل کما بسطتہ فی
شرح المنار اور وہ یعنی بیع التلجیہ یہ ہے کہ عقد کو دو شخص ظاہر کریں یا اسکا ارادہ نہ رکھیں ایسے عقد کی طرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں
بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے مانند ہے چنانچہ اسکو میں نے شرح منار میں بیان کیا ہے یعنی شرح منار کے آخر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ تلجیہ عبارت ہے اس امر کے کرنے سے جسکا باطن مخالف
اسکے ظاہر کے ہو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع
میں تلجیہ ہو اسطرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور اسپر گواہ کرے پھر ظاہر میں بیچا کرے تو یہ باطل بیع ہے
دوسری قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطن میں متفق ہوں کہ ثمن ہزار درم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کہیت کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں مذکور ہوا اور زیادہ میں
گویا انھوں نے ہزل کیا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطن میں اسپر اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درم ہیں اور ظاہر
میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کہا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہے اور استحسان میں سو دینار سے بیع صحیح ہے اور اگر دونوں اسپر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا
اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور دونوں کی اجازت سے بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں تجوز ہے جسکا الفتاح ہے [illegible]
[illegible] قاضی خان فصلا آخر کذا [illegible] کالبیع بالخیار
اور قاضی خان نے آخر اکراہ میں باب التلجیہ وضع کیا اور ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ [illegible] کہ تلجیہ بیع [illegible] خیار کے مانند وجعلہ الباقانی فاسدا اور باقانی نے بیع تلجیہ
بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدہما التلجئۃ وانکر الاخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع تلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسکا انکار
کیا تو مدعی جد کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے طحطاوی نے کہا شاید یہ اسلئے ہے کہ جد اصل ہے یعنی ہزل خلاف اصل ہے لہذا اسکا قول معتبر ہوا ولو برھن صدقا قبل
ولو برھنا فالتلجئۃ اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی
یعنی اسلئے کہ شہادت خلاف ظاہر کی اثبات کے واسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجئۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم

تخصیص نہ عبا طل على الظاهر نعم اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں نے اقرار کیا کہ بنا بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونوں کے اس پر کہ انہا بیع کا ہزل کے طور
تھا اور نہیں تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں خود اس پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہیں تھی یعنی بنا کی
نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول امام ہے کذا فی الفتح اور یہی صحیح ہے کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور یہیں سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہاں دو قول ہیں کذا فی الفتح
بالقصد اس مسئلے میں دو قول ہیں چنانچہ قول امام یعنی ... والله تعالى اعلم قلت مفاده انهما لو تواضعا على الوفاء قبل العقد ثم عقدا خاليا عن
شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة میں کہتا ہوں کہ اسکے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا پر قبل عقد کے متفق ہوئے پھر بیع منعقد کریں خالی شرط وفا
سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا ہے وجہ افادہ یہ ہے کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہے جبکہ دونوں ہزل کا اعتراف کریں کہ بنا علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہے
تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہیں جائز ہے وبيع الوفاء ذكرته هنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو میں نے یہاں ذکر کیا درر کا تابع ہو کر
وصورته ان يبيعه العين بالف على انه اذا رد عليه الثمن رد عليه العين وسماه الشافعية بالرهن المعاد ويسمى بمصر بيع الامانة وبالشام بيع الاطاعة
اور بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص بیع کرے ہزار درم سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو مبیع پھیر دے اور شافعی مذہب اسکو رہن معاد
کہتے ہیں اور مصر میں بیع الامانة کہتے ہیں اور شام میں بیع الاطاعة کہتے ہیں رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اسکا عود امین کی طرف ہوتا ہے ایفاء مقبوض کے وقت اور بیع الامانة
کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب میں اسکو درم دونگا تو وہ
بلا انکار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعة کی کیا ایک دوسرے کی اطاعت کا منتظر ہے بعد وجود شرط کے قيل هو رهن فتنقضي فوائده اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا
فی الحقیقة رہن ہے تو زوائد اسکے مضمون ہیں یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہیں مانند رہن کے وقيل بيع يفيد الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا
درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کا مفید ہے وفي اقالة شرح المجمع عن النهاية وعليه الفتوى اور شرح مجمع کے باب الاقالة میں نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے
یعنی بیع ہونے پر وقيل ان بلفظ البيع لم يكن رهنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہ ہوگی اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر ایک عقد مستقل ہے شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقل
ہیں کذا فی الدرر ثم ان ذكر الفسخ فيه او قبله او زعماه غير لازم كان بيعا فاسدا پھر جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے
اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعده على وجه الميعاد جاز ولزم الوفاء به لان المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس وهو الصحيح كما في الكافي
والخانية واقره خسرو هنا والمصنف في باب الاكراه وابن الملك في باب الاقالة بزيادة اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدہ کا وفا
کرنا لازم ہے اسواسطے کہ وعدے کبھی لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے
یہاں اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ وفي الظهيرية لو ذكر الشرط بعد العقد يلتحق بالعقد عند ابي حنيفة ولم يذكر
انه في مجلس العقد او بعده اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط
مجلس عقد میں ہوا یا بعد اسکے مگر جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحطاوی وفي البزازية ولو باعه كذا باتا
توقف على اجازة مشتريه وفاءً ولو باعه المشتري فللبائع او ورثته حق الاسترداد اور بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے
ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور
بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے مع مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اسکے
وارثوں کو حق استرداد ہوا انظر جانب ہیں وافاد في الشرنبلالية ان ورثة كل من البائع والمشتري تقوم مقام مورثه نظرا لجانب الرهن فليحفظ
اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بخیال جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جامع الفصولین سے منقول ہے

السادس فی بیع الوفاء انه صحیح لحاجة الناس فرارا من الربوا فقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمه صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ مین بیع
الفاسد سے قول سادس بیع الوفا مین یہ ہی کہ بیع الوفا صحیح ہی بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہی کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہین ہوا مگر
اسکا حکم کشادہ ہوجاتا ہی ثم قال والحاصل ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتباره فاقول علی اعتباره ینبغی ان
یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا له فلا یملک صاحب الحانوت اخراجه منها ولا اجارتها لغیره
ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہی ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہی تو مین کہتا ہون بموجب
اعتبار عرف خاص کے یون فتوی دینا لائق ہی کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہی دوکانون کا خلو وہ لازم ہی اور دوکانون کا خلو اسکا حق ہوجاتا ہی تو صاحب دوکان
اسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اسکے کرایہ دینے کا اسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو ھم تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہوچکی وکذا اقول علی اعتبار
العرف الخاص قد تعارف الفقهاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبها فینبغی الجواز وانه لو نزل له وقبض منه المبلغ ثم
اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوة الا بالله اور اسیطرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہی نزول عن الوظائف یعنی بازرہنا
وظائف سے عوض کسی مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہی کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہی کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑدے اور مال وظیفہ سے
قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہین ولا حول ولا قوة الا بالله قلت ایدہ فی زواهر الجواهر بما فی واقعات الضریری رجل فی
یده دکان فغاب فرفع المتولی امره للقاضی فامره القاضی بفتحه واجارته ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فهو اولی بدکانه وان کان له خلو فهو
اولی بخلوه ایضا وله الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارة وسکن فی دکانه وان شاء اجازها ورجع بخلوه علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء ذلک
ان رضی والا یؤمر بالخروج من الدکان انتهی بلفظه شارح کہتا ہی مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہی اس روایت سے جو واقعات ضریری مین ہی کہ ایک
مرد ہی کہ اسکے ہاتھ مین دوکان ہی … وقف کے سو وہ غائب ہوگیا اور متولی وقف نے اسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اسکے
اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب اپنی دوکان لینے کا سزاوار ہی یعنی اسواسطے کہ اسکی مدت اجارہ ہنوز باقی تھی
اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولی ہی اور اسکو اسمین اختیار ہی سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے
دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیرے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اسکا باقی رکھنے سے اور اسکو
دوکان سے خارج ہوجانیکا حکم ہوگا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیة المدنی

کتاب الکفالة

یہ کتاب ہی کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتها بالبیع لکونها فیه غالبا ولکونها بالامر معاوضة انتهاء مناسبت اس کتاب کی بیع سے بسبب ہونے ضمانت کے بیع مین اکثر اور بسبب
ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار مین ہی چونکہ اکثر ضمانت بالثمن کی ہوتی ہی یا بیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہی لہذا یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے
مناسبت یہ ہی کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہو جیسے ثمن بثمن ثابت ہی کذا فی البحر هی لغة الضم کفالت لغت مین بمعنی ضم ہی یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا
کفالت لغت مین بمعنی التزام ہی اور وہ عبارت ہی تحمل اور ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلته وکفلت به وعنه وتثلیث الفاء اور ابن قطاع
نے کفلته اور کفلت به اور کفلت عنه اور تثلیث فا کو نقل کیا ہی یعنی کفالت متعدی بنفسه اور متعدی بحرف جار دونون مستعمل ہین اور عین کلمہ پر حرکات ثلاثہ جائز ہین وشرعا
ضم ذمة الکفیل الی ذمة الاصیل فی المطالبة مطلقا بنفس او بدین او عین کمغصوب ونحوه کما سیجیء لان المطالبة تعم ذلک اور شرع مین

کفالت عبارت ہو ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ مطالبہ
شامل ہے اس کو کیونکہ یعنی نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول صحیح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ ثابت ہوتا ہے اور
دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر راجح ہے طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ
ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان و ضمان سے نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب لہ او علیہ کی اہلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے
ذمہ کو نفس و رقبہ صاحب عہد سے تفسیر کیا ہے اور مراد وصف سے عہد او میثاق ہے ومن جعلها بالضم في الدين انما اراد تعريف نوع منها وهو الكفالة بالمال لانه
محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اُسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہے یعنی مال ضامنی کا کیونکہ یہی محل خلاف ہے ھم فقہا کا اسمیں اختلاف ہے
کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الحلبی وبه يستغني عما ذكره ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو
نے ذکر کیا ہے ھم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یون تعریف کی ہے هي ضم ذمة الى الذمة في مطالبة النفس او المال او التسليم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق فرمایا
کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہے تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی وركنها ايجاب وقبول بالالفاظ الآتية ولم يجعل الثاني ابو يوسف ركنا اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہے
الفاظ آئندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہیں ٹھیرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے یا نکرے وشرطها
كون المكفول به نفسا او مالا مقدور التسليم من الكفيل فلم تصح بحد وقود اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسليم ہو ضامن
سے یعنی ضامن اسکی تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفي الدين كونه صحيحا
قائما لا ساقطا بموته مفلسا ولا ضعيفا كبدل كتابة ونفقة زوجة قبل الحكم بها اور دین کی ضمانت میں ہو دین کا صحیح قائم شرط ہے نہ دین کا ساقط ہونا مدیون
کے مفلس مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ھم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہو صحیح کی قید سے
دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ
نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت
کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب فما ليس دينا بالاولى نفي تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ
زوجہ قبل الحكم او الرضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحكمها لزوم المطالبة على
الكفيل بما هو على الاصيل نفسا او مالا وتفاسيرها حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اُس چیز کا جو اصیل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے ھم یعنی اگر حاضر ضامنی ہے تو
ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہے تو اسکا مطالبہ ہوگا واهلها من هو اهل التبرع فلا تنفذ من صبي ولا مجنون الا اذا استدان له وليه
وامره ان يكفل المال عنه فيصح ويكون اذنا في الاداء محيط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنی بر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے
اور نہ صبی سے مگر اسوقت جبکہ اسکے واسطے اسکا ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض میں کذا فی المحیط
ھم مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان میں صغیر پر یہ شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہوگی سوائے تاکید کے
تو صغیر متبرع محض ہے بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفاده ان الصبي يطالب بهذا المال بموجب الكفالة ولولاها لطولب
الولي فقط اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مريض الا
من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں مگر اسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق
ہو گیا ولا من عبد ولو ماذونا في التجارة فيطالب بعد العتق الا اذا اذن له المولى اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت میں

اور غلام سے بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونیکا اذن دیا ہو تو درحالت مکاتبت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہ ہو
کذا فی البحر اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے
اذن دیا ہو هم اصیل و مکفول لہ کی شرط باقی رہ گئیں سو اصیل کی شرط یہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے
ضمانت جائز نہیں اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا شرط
ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی وهو الدائن مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی والمدعی علیہ
وهو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون کو مکفول عنہ کہتے ہیں یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہیں والنفس
او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمته المطالبة کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے کفیل کو
زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلها الاجماع وسنده قوله علیه الصلوة والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے
اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے یہ حدیث سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا
کہ یہ حدیث حسن ہے وترکها احوط مکتوب فی التوریة الزعامة اولها ملامة واوسطها ندامة وآخرها غرامة مجتبی اور ضامنی نہ کرنے میں زیادہ تر احتیاط
ہے توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اسکے آخر میں تاوان دینا ہے کذا فی المجتبی هم ضمانت کے اول میں ملامت ہے یعنی خلق اسکو
ملامت کرتی ہے کہ کیوں برا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دیکھیں یا حضار نفس پر لازم ہوگیا اور شاید مجھ سے نہ ہو سکے تو
سخت بلا میں گرفتار ہو اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا عرف سے لزوم ضرر مراد ہے اور یہ ضامنی کو شامل ہے جسنے ضمانت کی اور ادا کر دیا
اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمیں بہت خوبیاں بھی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب اور خالق کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور یہ مطلوب کا بھی ذاتہ جالف
جو اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا
وکفالة النفس تنعقد بکفلت بنفسه ونحوها مما یعبر به عن بدنه کالطلاق وقد سنا غیرانهم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملة وقع بها الطلاق فکذا فی
الکفالة فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے
مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یہ ان کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح
کفالت میں کذا فی الفتح یعنی اگر یہ کہا جاسکے کل بدن بولا جاتا ہو تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع کثلثه ونصفه
او بجعله اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے کہ کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی هم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو اگر کفیل اسیطرح
جزو شائع کی طرف اضافت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میں نصف یا ثلث ضامن ہوں تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنته وعلی والی
وعندی وانا به زعیم ای کفیل او قبیل به او بفلان او غریمه جمیل عنه لعلمه اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا
یا علی یا الی یا عندی ہے یا میں اسکا زعیم یعنی ضامن ہوں یا اسکا قبیل ہوں یعنی فلانے شخص کا ضامن ہوں یا اسکا غریم یا حمیل ہوں یعنی کفول کذا فی البدائع
هم قوله علی یعنی مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے اسواسطے کہ علی کلمہ ہے وجوب کا تو صیغہ التزام ہے اور الی یعنی حضور اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیة قوله عندی
یعنی یہ شخص میرے پاس ہے یعنی اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور قبیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان ہے طحطاوی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ حمیل بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد
بقوله انا ضامن حتی تجتمعا او حتی تلتقیا ویکون کفیلا الی الغایة تتارخانیة اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہاں تک کہ طالب ومطلوب
جمع ہوں یا یہاں تک کہ دونوں ملیں اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیة هم یعنی یہ ضمانت دائمی نہیں بلکہ مقام وقت تک ہے اجتماع وتقابل طرفین وقیل لا تنعقد لعدم

متى او كلما طلب فله اجل شهر صحت فله اجل شهر من طلبه فاذا تم الشهر فطالبه لزم التسليم وكلا اجل له ثانيا اور بزازیہ میں ہو کہ ایک شخص نے
ضامنی کی اس شرط پر کہ جسوقت اور ہر بار کہ اُس سے مطالبہ ہو اُسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہو تو ضامنی صحیح ہو اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے
طلب کریگا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہو گا پھر طالب اُس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہو گا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر
نہو گی ہم یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہو گی کیونکہ اگر باطل نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقاً ثم قال كفل على انه بالخيار عشرة
ايام او اكثر صح بخلاف البيع لان مبناها على التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہو یعنی چاہے مدت میں
ضامنی کرے یا نہ کرے تو صحیح ہو بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہو وان شرط تسليمه في وقت بعينه احضره
فيه ان طلبه كدين مؤجل حل اور اگر شرط ہو گئی ہو مکفول بہ کی تسلیم اسمین وقت مین تو ضامن اسکو اسوقت مین حاضر کرے اگر مکفول له طلب کرے جیسے دین موجل کا ادا
کرنا لازم ہو جسکی مدت ہو چکی ہو ط طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تا کفیل و مکفول له دونوں کی شرط کو شامل ہو فان احضره فيها والا حبسه الحاكم
حتى يظهر مطله پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروط مین تو خوب ہو اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جب کہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو ھم شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ اذا ظهر
مطله اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہو کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہو اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہین انتہی اور بعضے نسخون مین
حبس لمطله ہو اور یہ ظاہر ہو خانیہ اور بزازیہ مین ہو کہ حبس اسوقت ہو کہ ضامن مقر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہوں سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اُسوقت اسکے حبس
مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظهر عجزه ابتداء لا يحبسه عيني اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نکرے کذا فی العینی
فان غاب امهله مدة ذهابه وايابه ولو لدار الحرب عيني وابن ملك پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اُسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ
مکفول بہ دار الحرب مین ہو کذا فی العینی و ابن ملک ولو لم يعلم مكانه لا يطالب به لانه عاجز ان ثبت ذلك بتصديق الطالب زيلعي او اخبار ببينة اقامها
الكفيل مستدلا بما في القنية اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہو تو اُس سے مطالبہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہو بشرطیکہ عدم علم مکان کا
طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق مین اتنا زیادہ کیا ہو یا ضامن کے گواہوں سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ھم طحطاوی نے
کہا اسمین یہ خلل ہو کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہو جسپر علم کا احاطہ نہین غاب المكفول به فلا اثر ملازمة الكفيل حتى يحضره مکفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب
دین کو ملازمت کفیل جائز ہو تا وقتیکہ اسکو حاضر کرے وحيلة دفعها ان يدعى الكفيل عليه ان خصمك غائب غيبة لا ادري في اي موضع فان برهن
على ذلك اندفع عنه الخصومة اور دفع ملازمت کا یہ حیلہ ہو کہ دعویٰ کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم غیبت غیر معلومہ غائب ہو سو اسکا مکان مجھے بیان کردے پھر اگر
ضامن نے اس دعوی پر گواہی گذرانی تو طالب کی خصومت اس سے مندفع ہو جائیگی ولو اختلفا فان له خرجة للتجارة معروفة امر الكفيل بالذهاب اليه
والا حلف انه لا يدري موضعه اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہو
تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اُس تک جانیکا حکم ہو گا اور نہین تو اُس سے قسم لیجاوے کہ وہ اسکا مکان نہین جانتا ھم
في كل موضع قلنا بذهابه اليه للطالب ان يستوثق بكفيل من الكفيل لئلا يغيب الآخر جس مکان مین ہمنے ضامن کے جانیکو کہا تو طالب کو جائز ہو
یہ کہ ضامن سے مضبوطی کر لے ضامن لیکر تاکہ دوسرا غائب نہو جاوے ويبرأ الكفيل بالنفس بموت المكفول به ولو عبدا اراد به دفع توهم ان العبد مال
فاذا تعذر تسليمه لزمه قيمته فيبقى مالو كفيل بقيمته اور بری الذمہ ہو جاتا ہو حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر سے
اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہو پھر جب اسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا قصہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الكفيل
لا الطالب فورثته بالخيار سراج اور براءت حاصل ہوتی ہو ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہو کہ ضامن کے وارثوں سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہو گا کذا فی السراج

لا بموت الطالب بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل وقیل یبرأ ذہبیۃ فی المذہب الاول اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ

طالب کا وارث یا اسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا فی الاسماعیلیہ اور قوی مذہب پہلا ہے ویبرأ ایضا

من کفل بالحیث او فی موضع یمکن المخاصمۃ سواء قبلہ الطالب اولا وان لم یقل وقت التکفیل اذا دفعتہ الیک فانا بری ویبرأ بتسلیمہ مرۃ فان

سلمہ الیہ بجہۃ الکفالۃ او لا طالبہ منہ والا فلا یبرأ لان یقول ذلک اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کردینے سے ایسی جگہ جہاں اسکو مخاصمہ

ممکن ہے خواہ طالب اسکو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ جب میں مکفول لہ کو تیرے سپرد کردوں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ایک بار

تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یا اوس شخص پر کہ جبکہ طالب نے اوس سے مکفول لہ کو طلب کیا ہو اور اگر طلب

نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اسکو بسبب کفالت تجھکو سپرد کیا ہے اور مکان بلحاظ مخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات میں تسلیم ہوگی تو ضامن بری الذمہ نہوگا کیونکہ کا

وان خصومت پر قادر نہیں ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی سلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ بہ یفتی فی زماننا لتہاون الناس فی اعانۃ الحق

اور اگر تسلیم مکفول لہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں اسیکا فتوی ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے

امر حق کی مدد گاری میں ہم یہ فرینگا قول مفتی بہ ہو ولو سلمہ عند الامیر او شرط تسلیمہ عند ہذا القاضی فسلمہ عند قاض اخر جاز بحر اور اگر در صورت

شرط مجلس قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم قاضی کے پاس شرط ٹہری تھی سو اوسنے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہو کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن

لو حبس ہذا القاضی او حبس امیر البلد وہذا الحبس اذا لم یکن اور اگر اسکو قیدخانہ میں سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قیدخانہ ہے یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہے کذا فی

صح ابن ملک شرح المجمع کذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ لحصول المقصود وبتسلیم وکیل الکفیل وقیامہ مقامہ وبرسولہ الیہ لان رسولہ

الی غیرہ کالاجنبی اور اسیطرح ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کے یعنی اگر مکفول لہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود

کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے اوسکے وکیل کی تسلیم سے کیونکہ وہ قائم ہوتا ہے اوسکے مقام اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اسواسطے کہ

ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے اس تسلیم مطلوب سے اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت اسکا مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر ہو تو بری نہیں ہوتا

اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ اسکو اوس فلاں شخص کو سپرد کرنا یا وہ طالب کو سپرد کرے کہ جس رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ

اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب اسکو

قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہ اشتراط قبول الطالب یقتضی اشتراط ان یقول کل واحد

من ہؤلاء سلمت الیک عن الکفیل درر من کفالتہ ای بحکم الکفالۃ عینی والا لا یبرأ ابن کمال قلت فظاہرہ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا

شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص ان مذکورین میں یعنی مطلوب ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ میں نے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی

بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسیطرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہو گا کذا فی صح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف ای اٰت بہ

غدا فہو ضامن لما علیہ من المال فلم یواف بہ مع قدرتہ علیہ فلو عجز لحبس او مرض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطلوب

او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لاؤں تو میں ضامن ہوں اوس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ

لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اسپر مال لازم نہیں مگر اسوقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے

اسکو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے

وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی ملخصا او مات المطلوب فی الصورۃ المذکورۃ ضمن المال فی الصورتین لان تعلیق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف

اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا قسمت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی النہر یہ دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہو کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہو
سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اسکے حصہ کا ضامن ہوا تو ضمانی صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہو کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہو وہ صحیح نہیں الا فی مسئلۃ
النفقۃ المقررۃ فتصح مع انہا تسقط بموت وطلاق اشباہ فکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ بالقیاس سوا دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو
ضمانی صحیح ہو باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہی کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہو حاجت کے سبب نہ قیاس پر یعنی اگرچہ نفقہ دین
صحیح نہیں مگر ضمانی اسکی صحیح ہو تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی و الا فی بدل السعایۃ عندہ بزازیۃ وکانہ الحقہ ببدل الکتابۃ ولا فرق لانہ یسقط لانہ لا یقبل التعجیز
فیلغز ای دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ وای دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح میں ضمانت صحیح ہو مگر بدل سعاوت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہو اسکی ضمانی صحیح نہیں امام
کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجئے بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجئے تو صحیح نہیں کہ
وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا تو بطریق پہیلیان اور سہیلی کے پوچھتے ہیں کہ کون صحیح دین ہی جسکی ضمانی صحیح نہیں تو جواب اسکا یہ ہی کہ بدل سعایت
ہی اور کون دین ضعیف ہی جسکی ضمانت صحیح ہو تو جواب یہ ہی کہ نفقہ ہو مع دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہی اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت
کے ہی والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزم سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج
للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہی جو ساقط نہو کسی طرح بدون ادا یا ابرا کے اگرچہ ابرا حکمی ہو اس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہی تو ساقط
ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر بیٹے زوج کے فرزندکی وطی سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جاتا ہی بسبب ابرا حکمی کے کذا صرح ابن کمال
فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ ینبغی تقییدہ بہ تو ضامنی صحیح نہیں بدل
کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابرا تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لیگا
یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری قید آویگی ہم قید اینہ یہ ہی کہ ضامن ہوا امر سے اس گمان سے کہ مجبور کیا گیا لازم ہو ضمانت کے سبب
بکفلت متعلق بتصح عنہ بالف مثال المعلوم ضامنی صحیح ہو اس لفظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہو دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا کہ لفظ
تصح کے لفظ سے متعلق ہو ومثال المجہول باربعۃ امثلۃ بما لک علیہ بما یدرکک فی ہذا البیع وہذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے مجہول کی چار
مثالیں ذکر کی ہیں پہلی مثال یہ ہی کہ میں ضامن ہوا تیرے مال کا جو تیرا اسپر ہو دوسری مثال یہ ہی میں ضامن ہوا تیرے مال کا جو تجھکو پہنچے اس بیع میں اور اسکو ضمان
الدرک کہتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یعنی تابع عبارت ہو ثمن پھیر دینے سے جب بیع میں استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہیں
یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی میں ہے منقول ہو کہ جب بیع مستحق ہو تو مشتری کو چاہئے
کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہو چاہے بائع سے ثمن پھیرے چاہے ضامن سے
کو جائز نہیں وبما بایعت فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا مادامت الزوجیۃ
کہ جو تونے بیچا فلانے شخص سے سو مجھپر ہی اور اسیطرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ میں تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جب تک کہ زوجیت قائم ہی
فلان فعلی ماہنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی لا ما اشتریتہ لما سیجیئ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو مغصوب کر لیا تجھسے فلانے شخص نے وہ مجھپر ہی لفظ
ما کا مثال ثالث اور رابع میں شرطیہ ہی یعنی اگر تو بیچے گا فلانے سے تو وہ مجھپر ہی نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہیں ہم کہتے ہیں لفظ
کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہی چنانچہ یوں کہنا کہ جو اسپر ہو وہ مجھپر ہی یا مجھپر ہی کہ میں ادا کروں جو اسپر ہو یا میرے ذمہ لازم کرلیا ہوں جو اسپر ہو تو اس
سے معلوم ہوتا ہی کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہی چنانچہ ایک شخص دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب سے کہا کہ

ہم سمجھا اشارہ کتبہ مذکورہ کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہو یا وہ مرجائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین جو فلانے پر ہے ثابت ہو تو میں ضامن
ہوں ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان هبت الريح او جاء المطر الا انه تعليق بالخطر فيبطل ولا يلزم المال وما في الهداية سهو كما حرره
ابن الكمال اور ضامنی صحیح نہیں اگر اسکی تعلیق ہو شروط غیر ملائم سے جیسا کہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو صحیح نہیں کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہیں
تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے جیسا کہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق بھی صحیح نہیں ہے و مجمل مطلب
اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط
غیر ملائم کے ساتھ کفالت اصلا صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اسکا کچھ ثمرہ نہیں سوا
اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعله اجلا صحت ولزم المال للحال فليحفظ ہاں اگر شرط غیر ملائم کو ضامن نے مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال
فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم مدت قرار دینا اس طرح کہ ضامن یہ کہے کہ میں ضامن ہوں تا ہوا چلنے یا مینہ برسنے تک ولا تصح ايضا بجهالة المكفول عنه في تعليق
واضافة لا تخيير كفلت بمالك على فلان او فلان تصح والتعيين للكفيل لانه صاحب الحق اور صحیح نہیں ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے
بھی تعلیق اور اضافت میں نہ تخییر میں جیسا کہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر ہے تو تخییر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کرلینا کفیل کے اختیار میں
ہے کیونکہ وہ صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھ سے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت
ہو اسکا میں ضامن ہوں کذا فی الحلبی والطحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی ہے اسکو عنایہ میں اضافت کی مثال
میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالی اعلم ولا بجهالة المكفول له مطلقا اور صحیح نہیں
ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول بہ سے مراد یہاں نفس ہے نہ مال ہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمان
نہیں نعم لو قال كفلت رجلا اعرفه بوجهه لا باسمه جاز ... بزازیہ ہاں اگر ضامن یہ کہے کہ میں ضامن ہوں ایسے شخص کا
جسکا منھ پہچانتا ہوں نہ نام اسکا تو ضامنی جائز ہے اور جس وقت کہ لاویگا اور قسم کھاویگا کہ یہی شخص مکفول ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ وفی السراجیہ
قال لضيف يخاف على دابته من الذئب اربطها فان اكلها الذئب فانا ضامن فاكلها الذئب لم يضمن اور سراجیہ میں ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے
مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور پر بھیڑیئے سے ڈرتا ہے کہ اگر بھیڑیا اسکو کھا جاوے تو میں ضامن ہوں سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ہم بعلت عدم
ضمان اکل ذئب سبب مذکور ہو چکی نحو ما ذاب لك على الناس او على احد منهم فعلي مثال للاول ونحو ما بايعت احدا من الناس فعلي
جیسا کہ جو ثابت ہو تیرا دین لوگوں پر یا کسی شخص پر سو مجھ پر ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کا اور جیسا کہ جو تو بیچے کسی سے تو وہ
مجھ پر ہے کذا فی معین المفتی او ما ذاب عليك للناس او لاحد منهم فعلي مثال الثاني یا جو ثابت ہو لوگوں کا تجھ پر یا کسی کا لوگوں میں سے تجھ پر سو مجھ پر ہے یہ
مثال ہے یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النيابة لا تجري في العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد و قصاص کی اسواسطے
کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں ولا بحمل دابة معينة مستاجرة له وخدمة عبد معين مستاجر له للخدمة لانه يلزمه تعيين المعقود عليه وهو
ضمانت صحیح ہے معین جانور کی باربرداری کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت
معقود علیہ کا تعیین لازم آتا ہے ہم تعیین معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن پر اسکی تسلیم بعینہ واجب ہے کیونکہ اسکو قدرت نہیں غیر کے جانور پر اگر ضامن
اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی وفي غير المعين يجوز لانه يطالب بمطلق الفعل
لا التسليم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمیں ضمانت صحیح ہے اسلیئے کہ طلب ہووے مطلق فعل کی نہ تسلیم کی ہم یعنی غیر معین جانور میں مطلق باربرداری واجب ہے

قالت الائمة الثلثة لكن نقل المصنف عن الطرطوسي ان الفتوى على قولهما واختاره الشيخ قاسم هذا حكم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا
ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسیکا فتوی ہی کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور یہی قول ہی تینون اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح
مین طرسوسی سے نقل کیا ہی کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہی اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہی یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہی ولو اخبر عنه
بان قال انا كفيل بمال فلان على فلان حال غيبة الطالب وكفل وارث المريض الملي عنه بامره بان يقول المريض لوارثه اكفل عني بما علي
من الدين فكفل به مع غيبة الغرماء صح في الصورتين بلا قبول اتفاقا استحسانا لانه وصية فلو قال لاجنبي لم يصح وقيل يصح شرح المجمع
اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ مین فلانے کے مال کا ضامن ہون جو فلانے پر ہی یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث
نے مریض کی طرف سے اسکے امر سے اس طرح پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اُس مال کا جو مجھ پر دین ہی سو وہ ضامن ہو باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے
تو ضمانت صحیح ہی دونون صورتون مین بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہی تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے
کہے تو ضمانت صحیح نہوگی اور بعضون نے کہا کہ صحیح ہی کذا فی شرح المجمع ہم کفالت وارث اسواسطے جائز ہوتی کہ مریض قائم مقام ہو طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہوجانے اور اسمین طالب کا فائدہ ہی تو گویا وہ بذات خود حاضر ہی شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے اسواسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہی اسکے دونون
رکن سے یعنی ایجاب اور قبول سے وفي الفتح الصحة اوجه وحقق انها كفالة لكن يرد عليه توقفها على المال اور فتح القدیر مین ہی کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ
موجہ ہی اور ثابت کیا ہی کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہی نہ وصیت لیکن اسپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقاً جائز ہوتی مال پر موقوف
نہوتی ولو له مال على غائب هل يؤمر الغريم بانتظاره او يطالب الكفيل لم اره وينبغي على انه وصية ان ينتظر لا على انها كفالة اور اگر مریض کا مال
غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کریگا یعنی اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا اور اسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہی کہ شخص غائب کا انتظار
کیا جائے نہ اسکی کفالت ہونے پر ہم یہ بحث صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہی کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہین ہی اسواسطے کہ وہ صحیح نہین بدون
مال مریض کے تو اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہین ہی ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقاً تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہین
وقيدنا بامره لان تبرع الوارث بضمانه في غيبتهم لا يصح وروى الحسن الصحة اور قید لگائی ہم نے ضمانت مریض مین اسکے امر کے اسواسطے کہ تبرع وارث کا
اسکی ضمانت مین صاحب دیون کی غیبت مین صحیح نہین اور یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہی بدون امر کے بھی ولو ضمنه بعد موته
صح سراج ولعله قول الثاني لما مر نهر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہی کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہی جیسا کہ مذکور
ہوچکا کذا فی النہر ہم مذکور یہ ہوچکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہین وفي البزازية اختلفا في الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ مین ہی کہ
دونون نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشاء ہونے مین تو مخبر کا قول معتمد ہی یعنی جو خبر دینے والا ہی اور وہ طالب ہی اسواسطے کہ اصل صحت ہی اور صحت عقد نے یہان کلام کو خبر
قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصح بدين ساقط ولو من وارث عن ميت مفلس الا اذا كان به كفيل او رهن معراج او ظهر له مال فتصح بقدره ابن ملك
اور صحیح نہین ضمانت اس دین کی جو ساقط ہی میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اُس وقت دین ساقط نہین جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہوگیا ہو اسکی زندگی مین
یا رہن ہو کذا فی المعراج یا اسکا مال ظاہر ہوگیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام مین ہی بسبب ضرورت کے
تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اسکی حیات مین ہوئی یا اسنے گرو رہن رکھدیا تو دین اسکا ساقط نہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ مین ہی کہ ایک شخص
نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہوگی والحقه دين بعد موته فتصح الكفالة برهان حفر بئرا على الطريق
فتلف به شيء بعد موته لزم ضمان المال في ماله وزمان التلف على ما قلته لثبوت الدين مستندا الى وقت السبب وهو الحفر الثابت حال

قيام الذمة بحبس با ميت كو دين لاحق ہوا اُسكی موت كے بعد تو اُسكی كفالت صحيح ہے اسطرح پر كہ ميت نے لكھوان كھو دا اختيار ہ مين يعنی غير ہلاك مين پھر اُس سے كوئی چيز تلف
ہوگئی بعد اُسكے موت كے تو لازم آويگا ضمان مال كا اُسكے مال مين اور ضمان نفس اُسكے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دين كے سبب كے وقت سے مستند ہوكر اور وجہ تاوان
كھو دنا ہے جو ثابت ہے قيام ذمہ كی حالت مين كذا فی البحر وهذا عنده وصححاها مطلقا وبه قالت الثلثة اور يعنی عدم صحت ضمانت دين ميت مفلس امام كے نزديك ہے
اور صاحبين نے ضمانت كو صحيح كہا ہے مطلقا خواہ اُسكا مال ظاہر ہو يا نہو اور يہی قول ہے ائمہ ثلثہ كا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر كسی شخص نے بطريق تبرع ضمانت كی
تو صحيح ہے بالاجماع اسواسطے كہ تبرع كا اعتماد قيام دين پر نہين كذا فی الطحطاوی ولا تصح كفالة الوكيل بالثمن للبيع كل فيما وكل ببيعه لان حق القبض له فيصير
فيصير ضامنا لنفسه اور صحيح نہين ضامن ہونا وكيل كی ثمن مين واسطے موكل كے اُس چيز مين جسكے بيچنے كے واسطے اُسكو وكيل كيا اسواسطے كہ قبض ثمن كا حق وكيل ہی كے
واسطے ہے بالاصالة تو وكيل اپنی ذات كے واسطے ضامن ٹھہريگا اور حالانكہ يہ صحيح نہين ہے وكيل كی قيد اسواسطے لگائی كہ ضمانت رسول صحيح ہے اور توكيل بالبيع كی قيد
اسواسطے لگائی تاكہ وہ صورت نكل جاوے جبكہ موكل دوسرے شخص كو وكيل كرے قبض ثمن كا كيونكہ اسمين ضمانت وكيل كی صحيح ہے اور ثمن كی قيد اسواسطے لگائی كہ نكاح كے وكيل
كو مہر كا ضامن ہونا صحيح ہے كذا فی النہر ومفاده ان الوصی والناظر لا يصح ضمانهما الثمن عن المشتری فيما باعاه لان القبض لهما ولذا لو ابرأه
عن الثمن صح وضمنا اور تعليل مذكور كا مفاد يہ ہے كہ وصی اور ناظر وقف كا ضامن ہونا مشتری كی طرف سے اُس چيز مين جسكو دونون نے بيچا ہے صحيح نہين
اسواسطے كہ قبض ثمن كا حق انہين دونون كے واسطے ہے ولہذا اگر دونون مشتری كو بری الذمہ كردين ثمن سے تو صحيح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا يہ استنباط صاحب
نہر اور بحر كا فقہا كے كلام سے ولا تصح كفالة المضارب لرب المال به اي بالثمن لما مر ولان الثمن امانة عندهما فالضمان تغيير لحكم الشرع اور
صحيح نہين مضارب كو ضمانت ثمن كی صاحب مال كے واسطے اُسی دليل سے جو وكيل كی ضمانت مين مذكور ہو چكی اور اسواسطے كہ وكيل اور مضارب كی ضمانت صحيح نہين كہ ثمن امانت ہے وكيل
اور مضارب كے پاس تو ضامن ہونا انكا حكم شرع كا بدلنا ہے كيونكہ امين پر ضمان نہين ہے طحطاوی نے كہا كہ امين ہونا دونون كا بعد قبض ظاہر ہے نہ بعد عدم قبض عدم صحت كفالت كا
حكم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشريك بدين مشترك مطلقا ولو بارث لانه لو صح الضمان مع الشركة يصير ضامنا لنفسه ولو صح
فی حصة صاحبه يؤدی الى قسمة الدين قبل قبضه وذا لا يجوز اور صحيح نہين ايك شريك كو دوسرے شريك كے واسطے ضامن ہونا دين مشترك مين كسی طرح كا
اشتراك ہو اگرچہ بطريق ارث كے اشتراك ہو اسواسطے كہ اگر ضمانت شركت كے ساتھ صحيح ہو تو شريك اپنی ذات كا ضامن ہے يعنی اسواسطے كہ جو قليل يا كثير مشتری يا ضامن دين ثمن
ادا كريگا تو شريك كا اسمين حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شريك كے حصے مين ضمانت صحيح ہو تو قسمت دين قبل اُسكے مقبوض ہونے كے لازم آتی ہے اور يہ يعنی تقسيم
دين قبل قبض جائز نہين نعم لو تبرع جاز كما لو كان صفقتين ہان اگر شريك بطريق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے جيسا كہ اس صورت مين ضمانت شريك
جائز ہے جبكہ ہر ايك شريك كا حصہ بيع جدا جدا ہو يعنی جدا جدا عقد تمام كركے اسطرح پر كہ لفظ بعت مكرر ہو اور صاحبين كے نزديك اسطرح پر كہ ثمن جدا جدا مذكور ہو تو اب
ايك شريك كو دوسرے شريك كے حصے كا ضامن ہونا صحيح ہے كيونكہ ہر ايك كا حصہ جدا جدا ہو گيا تو شركت باقی نہ رہی ولا تصح الكفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها
اور عہدہ كی ضمانت صحيح نہين كيونكہ عہدہ كی مراد مين اشتباہ ہے مثلا ضمانت عہدہ اسطرح پر كہ غلام كو خريد كرے اور ايك شخص مشتری سے عہدہ كا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن نے
سكوت كرين بيان كرنے سے كہ عہدہ سے كيا چيز مراد ہے تو ضمانت صحيح نہين ہے اسواسطے كہ عہدہ كا لفظ اس قبيل مين مستعمل ہے جو كاغذ بائع كا تھا اور وہ بائع كا مملوك ہے تو اگر اُسكی تسليم كا مشتری
كے واسطے ضامن ہوا تو اُسكا ضامن ہوا جسپر قادر نہين اور مشترك ہے عقد مين اور اُسكے حقوق اور درك اور خيار شرط مين اور چونكہ عمل اُسپر قبل بيان متعذر ہے بسبب جہالت كے لہذا اُسكی ضمانت
صحيح نہين ہے باطل ہے كذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص ای تخليص مبيع يستحق لعجزه عنه اور نہ ضمانت خلاص كی يعنی اُس مبيع كے خلاص كرنے كی ضمانت صحيح نہين جو مستحق
غير ہو بسبب عاجز ہونے ضامن كے اُس سے نعم لو ضمن تخليصه او شيئا ان قدر والا فيرد الثمن كان كالدرك يعنی ہان اگر تخليص مبيع كا ضامن ہو اگرچہ تخليص كے
خريد كرنے كے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خريد پر اور نہين تو ثمن مشتری كو پھير دے تو يہ ضمانت مثل ضمان درك كے صحيح ہوگی كذا فی العينی فائدہ يہ فائدہ ہے جسكو شارح نے زيادہ

تقسیم کردیا تو وہ بھی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب الاصیل او اخر عنہ ای اجلہ برئ الکفیل تبعا للاصیل الا کفیل النفس کما مر و اگر
بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بھی بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر مگر کفیل نفس بری نہوگا چنانچہ پہلے گذر چکا
حاضر ضامن کی بحث میں و تاخر الدین عنہ تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفلہ انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق
الاصیل ولہ مطالبۃ الکفیل للحال لان اشیاء ہ اور متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہوکر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی
ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث
مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم خانیہ میں یہ کہا ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس
تنگدست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگرچہ وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاصیل للفرع اور حکم مذکور
منعکس نہیں یعنی برأت کفیل برأت اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال موجلا
تاجل عنہما لان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما ہاں اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا
اسواسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن کو اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفیہ یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل الکفیل اور کتاب میں مذکور ہے کہ
قبول کرنا اصیل کا ابراء اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر یہ ہے کہ بحر الرائق کی طرف راجع ہے جو قول اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اسمیں نہیں بلکہ اسمیں یہ ہے
یوں مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اسکی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف
نہیں لیکن رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہبہ او تصدق علیہ فرد قبول کفیل شرط نہیں مگر جبکہ طالب نے اسکو ہبہ کردیا یا اسپر تصدق کیا تو قبول
شرط ہے کذا فی الدرر ہبہ اور صدقہ مستثنی ہونے کفیل سے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول ہو اسلیے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تسلیط علی المدیون شرط ہے
قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجلہ علی الکفیل یتاجل علیہما وعزاہ للحاوی القدسی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ابن نجیم کے فتاوے میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے
کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت پر محمول
ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اس سے کچھ منافات نہیں وفی القنیۃ طالب الدائن الکفیل فقال لہ اصبر حتی یجیئ الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلقی
علیک ہل یبرأ اجاب بنعم وقیل لا وہو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اسنے کہا صبر کر تاکہ اصیل آجائے سو قرضدار نے کہا کہ اسپر
کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی سے ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہوجائیگا جواب یہ کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری نہوگا اور یہی قول مختار ہے ہم وجہ
مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار میں قنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی اور ظاہر اور اس
قول سے تصدیق ضامن ہے برأت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو الکفالۃ بامرہ الا الی اجلہ خلافا
لزفر اور جبکہ دین موجل حال ہوجائے ضامن پر اسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے پھر نہ لے اگر کفالت اسکے
امر سے ہو مگر اسکی مدت تک اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل بموتہ ولو ما تاخیر الطالب [illegible]
چنانچہ حال نہیں ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو اصیل پر اسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونوں مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اسکو اختیار ہے چاہے
ضامن کے ترکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدہما رب المال عن الف الدین علی نصفہ مثلا برئا الا اذا شرط برأۃ الاصیل بعد صلح [illegible] سے ہزار درہم دین کی صلح کی اسکے
نصف پر مثلا یعنی پانسو پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورت کو محتمل ہے ہم ایک صورت یہ ہے کہ دونوں کی برأت صلح میں شرط کی ۲ فقط اصیل کی برأت شرط
کی ۳ سکوت واقع ہوا برأت سے ۴ فقط کفیل کی برأت شرط کی طحطاوی نے کہا بلکہ مسئلہ ثمنیہ ہے یعنی آٹھ صورت کو محتمل ہے چار صورتیں باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا

یعنی اصیل پر یا اُس مال کا ضامن ہو جسکا قاضی اُسپر حکم کرے یا جو مال کہ اُسکو لازم ہو در رکی عبارت مین لفظ لزم بدون ضمیر کے ہی اور ہدایہ مین ہی کہ یعنی لفظ ذاب اور قضی ماضی ہی لو مراد اُسے مستقبل ہی چنانچہ الطال بعد بقائک مین فغاب الاصیل فبرھن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برھانہ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اسقدر مال ہی تو گواہی اُسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب آویگا تو بسبب مال مذکورہ کا حکم دیا جاویگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل اسوجہ سے کہ کفیل نے اُس مال کا التزام کیا جو اُسپر قاضی زمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہ ضمانت ہی اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہی کیونکہ اُسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہی کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہی لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برھن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وھو ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اسقدر مال ہی اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہی غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جاویگا فلو زاد بامرہ قضی علیہما فللکفیل الرجوع لان المکفول بہ ھنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اسقدر زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہی غائب کا اسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جاویگا تو اب ضامن کو مال کا پھر لینا اصیل غائب سے جائز ہی اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہی تو اسکا اثبات ممکن ہی بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی یہان مقبول ہوئی مسئلہ متقدمہ مین اسواسطے کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہی یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہوا اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان مکفول بہ مال مطلق ہی اور مال کا دعوی بھی مطلق ہی تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہی حموی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہو مگر یہ حکم ضمنی ہی اور اکثر شی ضمنا ثابت ہوتی ہی اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وھذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب اور یہی یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہی اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہوجاتا ہی ولو خاف الطالب موت الشاھد یتواضع مع رجل ویدعی علیہ مثل ھذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ وینکر الدین فیبرھن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرا الکفیل فیبقی المال علی الغائب کذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھہ اور اُسپر اسیطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہوجاوے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جاویگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالت کے مانند حوالہ ہی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہی کفالتہ بالدرک تسلیم منہ للمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہی واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنی جسنے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اُسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہی تو اگر بعد اسکے یہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری ملک ہی تو دعوی اُسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ تملک بائع کا اقرار ہی اسلئے مبیع کے وقت تو بعد اسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہی شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اُسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین کمکتب شھادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او بیعا باتا نافذا فانہ تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اُس کاغذ مین جسمین یہ لکھا ہو کہ بائع نے اپنے ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہی ملک بائع کی کمالو شھد بالبیع عند الحاکم قضی بھا اولا چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہی اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو نہ دیا ہو حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہی باتفاق روایات لایکون تسلیما کتب شھادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیعنامہ کا غذ مین جو مطلق ہی قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیعنامہ مین نہون تو گواہی

لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے ہو اسواسطے کہ بیع کا ہے
غیر مالک سے صادر ہوتی ہو چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھے ہو تا واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر
اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جاری رکھے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقص یا اپنی گواہی لکھے عاقدین
کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہ مجرد اخبار ہو تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع مین مشروط نہین
کہ گواہی ملک کا اقرار ہو اسواسطے کہ بیع کا ہے الا ان یہ صادر ہوتی ہوگا غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم اور مصنف نے
کتابت شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہو اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہو باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت
یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کرتے تھے تا تغیر اور تبدیل سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہو مہر ہو یا نہ ہو قال الکفیل ضمنتہ لک الی
شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اسکا تجھسے ضامن ہوا ہون ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ
یعنی دین حال ہو نہ موجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہو کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہو وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا وقال
الآخر وہو المقر لہ حالۃ لان المقر ینکر الاجل وحکم مذکور کے بالعکس حکم ہو اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو مین ایک مہینے کی مدت تک مثلا اور جب دوسرے
شخص یعنی مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ موجل اسواسطے کہ مقر مدت کا منکر ہو والحیلۃ لمن علیہ دین موجل وخاف الکذب وحلولہ باقرارہ ان یقول اہو
حال او موجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ یلعی اور جسپر دین موجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہی
کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہو یا موجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہو تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار مین اسپر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم
خوف کذب در صورت انکار دین ہو اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین موجل کے ہو انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہو کہ وہ اسمین صادق ہو ولا
یؤاخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن لانہ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ
نہین ہوتا ضامن درک کا جبکہ مبیع مستحق ہو قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ مجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی
تا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ لہ بہ قولہ
والرہن بہ اذ الراہن بخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہو ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہو خراج
موظف وہ ہو جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہو قید موظف کی مصنف کے اس قول کے فیجے سے لگائی اور صحیح ہو بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے
کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ[له] باطل ہو کذا فی النہر برخلاف اطلاق بحر الرائق کے کہ ضم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہو کہ موظف دین ہو جسکا مطالبہ جہت العباد سے
تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہونے مین بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہو یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جاوے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہین اور
کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقلید دونون نقل کیے ہین تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الخ
فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن زیلعی کا ہر ایک اس چیز مین جسکی کفالت
جائز ہو اسواسطے جامع توثق کے منقوض ہو درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ضم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن مین سا
جو طحطاوی نے کہا انتقض ہو کو صاحب بحر نے ہو اور شاہر نے نفی کی اسکے تابع ہین جسکا جواب دیا ہو کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور اونکو کلیہ جو کہتے ہین تو باعتبار
اکثر حال تحت شمول نہین ہین یا یعنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہو ضم نوائب جمع ہو نائبہ کی یعنی مصیبت وحادثہ یہان
مراد وہ مال ہو جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہو کہ نوائب دو قسم مین ایک حق اور غیر نوائب جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جسکے سب کو فائدہ ہو اور

[illegible]

چونکہ اپنے ذمہ کفالت کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور سپاہیان قیدیوں کے چھڑانے کے واسطے معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو انکے
کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم پر واجب ہیں اس واسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اُن امور میں جن میں مصلحت مسلمین کی ہو واجب ہے جب لشکر کیلیے بیت المال
میں کچھ مال نہ ہو دوسری قسم نوائب غیرواجبی جیسا کہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگون پر ناحق مقرر ہو گئے ہیں انکی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن
ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے اسی لئے مختصر مصنف ونوائب بغیر حق کجبایات زماننا فانها فی المطالبة کالدیون بل فوقها حتی لو اخذت من الاکار
فله الرجوع علی مالك الارض وعليه الفتوى صدر الشريعة واقره المصنف وابن الكمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیرواجبی اور ناحق
ہوں جیسا کہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ اُنسے بھی فوق ہیں یہان تک کہ اگر زراع سے بابت جبایات ناحق ال
حاکم لے تو زراع کو مالک زمین سے اسکا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا
ہے اور بزازیہ منتقی میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا نہ چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگون پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور
رنگریز وغیرہم پر ماہانہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے مقرر ہوا انہیں ہے کہ مصیبت کبرے ٹیکس ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعا حرام ہے اور اسکی کفالت
جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقیده شمس الائمة بما اذا امره به طائعا فلو مكرها فی الامر لم يعتبر امره بالرجوع وكره الاكمل اقول شمس الائمہ نے رجوع میں قید
لگائی ہے جب اسکو اسکا امر کرے بخوشی سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر الرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں ہم یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے
جسکے خذف کرنے سے مطلب میں خلل ہو گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے بھرلے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو
یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیرشخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ذکر شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اسکا یعنی اوا سے دین کا
امر اکراہ سے نکیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعها بالعدل اجر وعليه فلا يتفق حيث
عدل وهو نادر اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین بروی انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا
اور اس قول کے موجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وكالة البزازية قال لرجل خلصني من مصادرة
الوالي او قال للاسير ذلك فخلصه رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وهذه تقع في ديارنا كثيرا وهو ان الصوباشي يمسك رجلا
ويحبسه فيقول لاخر خلصني فيخاصمه بمبلغ فيخلصه يرجع بغير شرط الرجوع بالمبلغ المدفوع بالامر فتدبر كذا بخط المصنف على حاشيتها فليحفظ
اور بزازیہ کی کتاب الوکالہ میں ہے کہ کسی شخص نے کہا مجکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسیطرح کہا سو اُسنے چھڑا دیا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے
بھرلے بلاشرط رجوع بنابر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ لیتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے
شخص سے کہتا ہے کہ مجکو چھڑا لے سو وہ اسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور بھر لے محبوس سے بلاشرط رجوع بلکہ بمجرد اسکے امر کرنے کے سو تامل کر ایسا
کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمة ای النصيب من النائبة وقيل هي النائبة الموظفة وقيل غير ذلك واياما
كان فالكفالة صحيحة صدر الشريعة اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت نائبہ موظفہ سے ہے اور بعضوں نے سوا اسکے تفسیر
کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ قسمت بفتح کر مصدر ہے بمعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ اور جو مراد باستثنی ہیں
مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کرلیں پھر ایک شریک دوسرے کو منع کرے سو اسکا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر کی
ہے کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نہ مانے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ تقسیم واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال لرجل اسلك هذا
الطريق فانه امن فسلك واخذ ماله لم يضمن ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اس راہ میں چل اسواسطے کہ اس راہ میں خوف نہیں امن ہے سو وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص

ضامن ہوا زوج کیطرف سے پھر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ تجدید نکاح شخصین مسقط کفالت مذکورہ نہین ثوب غاب عن دلال لاضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اُسپر تاوان نہین ہے اسواسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہے تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم واتفقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اُسنے خرید اسکی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار ثمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بلا اتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لیے پھرا پھر اسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضامن ہوگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہین امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہے ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اُسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اسکی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بری شہور دلال ہے جسکے ہاتھ مین کپڑا ہے جسکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ ہے ولو قال طالب عرہ فی مصر اللہ فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ لملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیون فلانے شہر مین جو فوت ہو گئے کہ جو میرا مال اُس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار مین اُس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجرۃ وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہے اور مین نے اسکا فتویٰ دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اُجرت دار وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل لنفسہ اسواسطے کہتا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اُسکے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اُسکے مالک کو بتا دے چنانچہ کتاب البیع مین گذر چکا

فائدہ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا تجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالدارون سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے بایں استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ جسوقت ہوا تھا جبکہ فاروق اعظم نے انکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر انکو معزول کیا اور بارہ ہزار اُنسے لیے پھر انکو عاملی کے واسطے بلایا سو انھون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر در منثور مین سورۂ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر مین بسند حاکم وابن ابی حاتم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس ہزار مجھسے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تجسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بے علمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتویٰ دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحاوی و اراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ الاموال منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین ردہ المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ انکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع انکی خیانت کی دلیل ہے اور انھین کے ساتھ متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہین جبکہ وہ کشائش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور

مسئلہ مصادرۃ السلطان

عمارت بناوین تو حاکم کو اُنکے مال اُنسے چھین لینا اور اُنکا مال معزول کرنا جائز ہی سو اگر انکی خیانت کسی وقت مخصوص مین معلوم ہو جاے تو اُس مال کو اُسی وقت مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اُس قسم کا ہی جسکو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاے تو وہ عمال مذکورین کے اموال کو چھین لین اور اوقات مین اُن اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ انکو نالائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَفِي التَّلْخِيصِ لَوْ كَفَلَ الْحَالَ مُؤَجَّلًا تَأَخَّرَ عَنِ الْأَصِيلِ وَلَوْ قَرْضًا لِأَنَّ الدَّيْنَ وَاحِدٌ قُلْتُ وَقَدَّمْنَا أَنَّهَا حِيلَةُ تَأْجِيلِ الْقَرْضِ اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہو مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ کفالت موجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہو وَسَيَجِيءُ أَنَّ لِلْمَدْيُونِ السَّفَرَ قَبْلَ حُلُولِ الدَّيْنِ وَلَيْسَ لِلدَّائِنِ مَنْعُهُ وَلَكِنْ يُسَافِرُ مَعَهُ فَإِذَا حَلَّ مَنَعَهُ لِيُوفِيَهُ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہو اور صاحب دین کو اُسکا روکنا درست نہین لیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت پہونچے تو اُسکو سفر سے روک سکے تاکہ ادا دین کرے ہم کہتے ہین کہ در صورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہی اگرچہ دین موجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادا دین مین ٹال بال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وَاسْتَحْسَنَ أَبُو يُوسُفَ أَخْذَ كَفِيلٍ شَهْرًا إِذَا طَلَبَتْ كَفِيلًا بِالنَّفَقَةِ لِسَفَرِ الزَّوْجِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہی ایک مہینے کا ضامن دینا عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہی ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہی اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وَقَاسَ عَلَيْهِ فِي الْمُحِيطِ بَقِيَّةَ الدُّيُونِ لَكِنَّهُ مَعَ الْفَارِقِ كَمَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہی لیکن وہ قیاس مع الفارق ہی چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی ہم کہتے ہین صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہی کہ کفالت اُسکی لیجاسکے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہی صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہی کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ برین ہم کہتے ہین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہی اگرچہ دین موجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہی کذا فی الطحطاوی لٰكِنْ فِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ أَشْعَرَا لَوْ قَالَ مَدْيُونِي مُرَادُهُ السَّفَرُ وَأَجَلُ الدَّيْنِ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَرَّ وَطَلَبَ التَّكْفِيلَ قَالُوا يَلْزَمُ عَلَيْهِ إِعْطَاءُ كَفِيلٍ يُعْلَمُ لیکن منظومہ محبیہ مین ہی کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہی اور دین کی مدت اُسپر ہنوز مستقر نہین اور اُسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اُسکو ضامن کا دینا لازم ہی وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین أَشْعَرَا لَوْ حُبِسَ الْكَفِيلُ قَالُوا جَازَ لَهُ إِذَا أَرَادَ حَبْسَ مَنْ قَدْ كَفَلَهُ لِأَنَّهُ قَدْ كَانَ لِأَجْلِهِ حُبِسَ فَلْيُجَازِهِ بِفِعْلِهِ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اسکو جائز ہی کیونکہ ضامن کی محبوسی اُسیکے واسطے ہوئی ہی تو چاہیے کہ وہ اُسکو بدلا دے اپنے فعل سے أَشْعَرَا ثُمَّ الْكَفِيلُ إِنْ يَمُتْ قَبْلَ الْأَجَلِ لَا شَكَّ أَنَّ الدَّيْنَ فِي الْحَالِ حَلَّ عَلَيْهِ فَالْوَارِثُ إِنْ أَدَّاهُ لَمْ يَرْجِعْ بِهِ مِنْ قَبْلِ مَا التَّأْجِيلُ تَمَّ پھر اگر ضامن مرجاے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اُسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیر لے قبل تمام ہونے مدت کے اصل مین یون تھا کلم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہی اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہی یا مبتدا اور خبر ہی کذا فی الطحطاوی

باب كفالة الرجلين

یہ باب ہی دو مردون کے ضامن ہونے کا ہی چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہی تو بعد فراغت مفرد اُسکو شروع کیا دَيْنٌ عَلَيْهِمَا لِآخَرَ بِأَنِ اشْتَرَيَا مِنْهُ

باب كفالة الرجلين

الاکثر من النصف لما مرّ اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل مین مذکور ہوچکا کہ وہ اصیل ہی نصف مین
اور کفیل ہی نصف باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اُسکے دین مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اُسیقدر مین رجوع ہی
کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبارگی کتابت سے یعنی یون کہا مثلاً
کہ مین نے تمکو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہی بطریق استحسان کے مگر بطریق قیاس کفالت صحیح نہین
کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہین تو در صورت اجتماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہی کہ تصرف انسان کا حتی الامکان واجب التصحیح ہی
اور شارع کی مقاصد کے حق مین ثابت ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ فما ادی احدھما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائھما اور اُسوقت مین
جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اُسکا نصف مال بھر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنی اصالت اور کفالت مین ولو اعتق المولی احدھما والکتابۃ
بحالھا صح واخذ ایا شاء منھما بحصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بدستور
سابق ہی تو صحیح ہی اور مواخذہ کرے مولی دونون مین سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے
غلام غیر آزاد سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بالکفالۃ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد
غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھر لے بسبب اُسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہین کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص
عن عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرار واستقراض او استہلاک ودیعۃ فھو
ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو باذنہ ولو کفل
مؤجلا تاجل کما مرّ اور جبکہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اُس مال کا جسکا دین ہونا حق مولی مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہی بعد
آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنی مال مذکور حال ہی نہ موجل اگرچہ اُسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب
حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اُسکی فقیری اور تنگدستی کے ہی اور کفیل اُسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور بھر لیگا
اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موجل کی ہو تو اُس صورت مین مال موجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفل
رجل فمات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرھن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازھا بالاعیان المضمونۃ کما مرّ دعوی کیا ایک شخص نے
غلام کی گردن کا سو اُسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اُسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اُسکا مملوک تھا تو ضامن ضامن ہی
اُسکی قیمت کا بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور اعیان قابض پر عین واجب ہی اور بعد
ہلاکی عین کے قیمت واجب ہی اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا بعد تحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد
مدعی علیہ پر لازم ہی نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد برئ الکفیل کما مرّ فی الحر
اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہوچکا یعنی سو اسواسطے
کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہوجاتی ہی بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ اور اگر
وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اُسکے امر سے تو جائز ہی اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہی پس ظاہرا غلام مین لیاقت
کفالت نہین کیونکہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اُسکی عدیم التصرفی زائل ہوگئی پھر جبکہ غلام پر دین نہ ہوا تو اُسکی مالیت مین مولی کا حق ہی لہذا مولے کا اذن
اُسکے ضامن ہونے مین کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق فاداہ او کفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ ولو بعد

عتق فکفیل رجع والحاصل انھما لما لم یجز انعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلًا منھما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ له
بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اُسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کیطرف سے اُسکے امر سے پھر اُسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق
غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے
مستوجب دین نہیں ہوسکتا ہے پر وہ کفالت منقلب بایجاب دین نہو گی بعد اُسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن
الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک دوسرے مرد کی جانب سے بغیر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی ہو اُسنے کفالت جائز
رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کی موجب نہو گی اُس دلیل سے جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ
وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولی ہے اداے دین کا اُسکے واسطے
اُسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اُس سے اداے دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر وفائدۃ کفالۃ العبد عن سیدہ تعلقہ
ای الدین برقبتہ وھذا التفریع للمصنف متنا فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اُسکی گردن
اور یہ یعنی فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اسکو واضح کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقدوں میں التزام ہے اُس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر کہ حوالہ میں اصیل کی بری
ہو جاتی ہے چنانچہ معلوم ہوگا تحقیق کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہے اور کفالت مانند مفرد و مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ موخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح
ھی لغۃ النقل حوالہ لغت میں بمعنی نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے دین کے نقل کرنے
سے محیل کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف وھل توجب البراءۃ من الدین الصحیح نعم اور کیا حوالہ برات دین کا موجب ہے قول صحیح یہ کہ ہاں یعنی محیل بری الذمہ
ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اُس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ
تو صحیح نہیں اور اگر دین اُسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ و ابرا صحیح ہوتا کذا فی النھر المدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ ویزاد خامس
وھو حویل مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ و محال و محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچواں مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح
ومن یقبلھا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وفی تحکیم [illegible] الاصل المحتال لہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ و محال علیہ ہے تو صاحب
دین اور حوالہ قبول کرنیوالے میں فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنیوالے میں لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ و محال
علیہ اور کاہی اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور محال محتال ہے لفظ محتال بصیغہ اسم فاعل محول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محول بفتح واو ہے اور
[illegible] کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ و محال علیہ ہے تو دونوں میں فرق بالصلہ و عدم صلہ ہے کذا فی الفتح
تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلاً زید کے ہزار درہم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا عمرو پر حوالہ کیا یعنی یہ کہا قرض اُسپر اوتار او اس سے دلایا اور عمرو
نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور زید محتال و محتال لہ و محال و محال لہ و حویل ہے اور عمرو محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درہم محال بہ **فائدہ جلیلہ**
رکن الحوالۃ الایجاب والقبول رکن حوالہ ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درہم
کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے
کہا اسطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل و بلوغ شرط ہے اور یہ شرط انعقاد ہے تو صبی عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے والی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نفاذ

اسکی فی مدسے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہو سکتا اور یہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہے اور حوالہ مقیدہ مین تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی مین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ
محال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اُسکے پاس عین محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید دین یا عین کرے چنانچہ اُس شخص پر حوالہ
کرے کہ جسپر اُسکا دین ہو نہ اُسکے پاس محیل کا عین ہو کذا فی الطحطاوی وبہ عُرِفَ اَنَّ حِوَالَةَ الْغَازِیْ بِحَقِّهٖ مِنْ غَنِیْمَةٍ مُحْرَزَةٍ لَا تَصِحُّ اور جوہرہ کی روایت سے
معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہیں ہے تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولیٰ حوالہ جائز نہوگا وَکَذَا حِوَالَةُ الْمُسْتَحِقِّ بِمَعْلُوْمِهٖ فِی الْوَقْفِ عَلَی
النَّاظِرِ نَهْر اور اسیطرح حوالہ مستحق کا ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف صحیح نہیں کذا فی النہر ثُمَّ قَالَ بَعْدَ وَرَقَتَیْنِ وَهٰذَا فِی الْحِوَالَةِ الْمُطْلَقَةِ ظَاهِرٌ
اَمَّا الْمُقَیَّدَةُ فَفِی الْبَحْرِ اَنَّ الْمَالَ فِیْ یَدِ النَّاظِرِ یَنْبَغِیْ اَنْ تَصِحَّ کَالْاِحَالَةِ عَلَی الْمُوْدَعِ وَاِلَّا لَا لِعَدَمِ الْمُطَالَبَةِ انتھٰی وَمُقْتَضَاهُ صِحَّتُهَا بِحَقِّ الْغَنِیْمَةِ وَعِنْدِیْ
فِیْهِ تَرَدُّدٌ پھر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مختص دیون سے ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے
تو بحر الرائق مین ہے کہ اگر مال ناظر کے پاس ہو تو لائق یون ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہین تو حوالہ صحیح نہین کیونکہ وہ
مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہین ہے وہان اسکا اور مقتضا اس بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہے بحق غنیمت اور میرے نزدیک اسمین تردد ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ وجہ صحت ثبوت ارث ہے یعنی
غنیمت محرزہ مین غازی کے ورثہ اُسکا حصہ بطور ارث پاتے ہین تو ملک اُسکی غنیمت مین ثابت ہو گئی تو اب غنیمت و دیعت کے مانند ہوئی انتھٰی حوالہ مین وَیَبْرَءُ الْمُحِیْلُ مِنَ الدَّیْنِ
وَالْمُطَالَبَةِ جَمِیْعًا بِالْقَبُوْلِ مِنَ الْمُحْتَالِ لِلْحِوَالَةِ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین اور مطالبہ سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہم لفظ برات موقت
بعدم ہلاک ہے اور فائدہ برات کا یہ ہے کہ اگر محیل مرجاوے تو محتال اپنا دین اُسکے ترکہ سے نہین لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اُسکے ارباب دیون سے ضامن لے اس خوف سے کہ مبادا
اسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط برات ہے اور اسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر فَلَا یَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَی الْمُحِیْلِ اِلَّا بِالتَّوٰی بِالْقَصْرِ
وَهُوَ هَلَاكُ الْمَالِ لِاَنَّ بَرَاءَتَهٗ مُقَیَّدَةٌ بِسَلَامَةِ حَقِّهٖ تو محتال رجوع نکریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی برات بسلامتی حق محتال مقید ہے توی بالقصر
مقصور بمعنی ہلاک ہے یعنی مال سے اور بعضون نے اسکو بالمد ممدود بھی کہا ہے توی بروزن حصی لغت مین بمعنی ہلاک مال ہے اور اسکے اصطلاحی معنی کو مصنف آگے ذکر کرینگے جب
برات مقید بسلامت حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ برات استیفا ہے نہ برات اسقاط پھر جب استیفا سے حق متعذر ہوا تو رجوع اصل پر لوٹ آیا اجیب وَقَیَّدَهٗ فِی الْبَحْرِ بِمَا اِذَا لَمْ یَکُنِ
الْمُحِیْلُ هُوَ الْمُحَالَ عَلَیْهِ ثَانِیًا رجوع بصورت ہلاک کو بحر الرائق مین اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار ہم صاحب بحر نے کہا کہ یہ قید اسواسطے
لگائی کہ ذخیرہ مین ہے کہ ایک مرد نے لینے دین کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اُسکا حوالہ اُسپر کیا جسپر اصل دین ہے تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاکی مال ہو گی تو
محتال علیہ اول پر عود نہوگا انتھٰی ایضاح اسکا یون ہے کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین محمود کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو بصورت ہلاک مال پھر دین کا اعادہ
زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وَهُوَ بِاَحَدِ اَمْرَیْنِ اَنْ یَّجْحَدَ الْمُحَالُ عَلَیْهِ الْحِوَالَةَ وَیَحْلِفَ وَلَا بَیِّنَةَ لَهٗ اَیْ لِلْمُحْتَالِ وَلِلْمُحِیْلِ اَوْ یَمُوْتَ الْمُحَالُ
عَلَیْهِ مُفْلِسًا بِغَیْرِ عَیْنٍ وَدَیْنٍ وَکَفِیْلٍ وَقَالَا بِهِمَا وَبِاَنْ فَلَّسَهُ الْحَاکِمُ اور وہ یعنی ہلاکی مال دو امرین سے ہوتی ہے یہ کہ محتال علیہ حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھالے
اور محتال اور محیل کیواسطے شہادت نہو یا محال علیہ مفلس مر جائے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونون امر مذکور سے اور اسطرح
سے کہ حاکم اسکو مفلس ٹھیراوے وَلَوِ اخْتَلَفَا فِیْهِ اَیْ فِیْ مَوْتِهٖ مُفْلِسًا کَذَا فِیْ مَوْتِهٖ قَبْلَ الْاَدَاءِ وَبَعْدَهٗ فَالْقَوْلُ لِلْمُحْتَالِ بِیَمِیْنِهٖ عَلَی الْعِلْمِ لِتَمَسُّکِهٖ
بِالْاَصْلِ وَهُوَ الْعُسْرَةُ مُلْتَقٰی وَقِیْلَ الْقَوْلُ لِلْمُحِیْلِ بِیَمِیْنِهٖ فَتْح اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمین یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر مر جانے مین اور
اسیطرح اُسکی موت کے اختلاف مین قبل ادا سے اور بعد ادا کے تو محتال کا قول معتبر ہے اُسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب تمسک کرنے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت
ہے کذا فی الملتقی اور بعضون کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اُسکی قسم کے ساتھ موت کی بیچ کذا فی الفتح محتال کا قول معتبر کر لیا اور محیل نے کہا کہ میرے حصے پر کہا
تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کھا کر کہے واللہ مجکو اُسکا مال دار ہونا معلوم نہین اور موت قبل ادا کا مسئلہ گیسو تھے ذکر کیا انتقال مین بلا العلم صحیح نہین کیونکہ اسمین

قسم تیسری ہی یعنی علم پر اور اعتبار قول محیل کا ہی وجہ یہ ہی کہ وہ عود دین کا منکر ہی طالب المحتال علیه المحیل بما ای بمثل ما احال به مدعیا قضاء دینه بامره فقال المحیل
انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قوله بلا حجة لان المحیل مثل الدین للمحتال علیه لانکاره مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اُس دین کے مثل کا جسکا
محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر کہ اُسکا دین ادا کیا اُسکے امر سے سو محیل نے کہا اس نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا قول مقبول نہوگا بلکہ
محیل مماثل دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہوا اور محتال علیہ منکر ہی لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ کرے کہ محتال علیہ
نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا وقبول الحوالة لیس اقرارا بالدین لصحتها بدونه اور حوالہ قبول کرنا دین کا
اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمعنی وکالتک لتقبضه لی فقال المحتال بل احلتنی
بدین لی علیک فالقول للمحیل لانه منکر ولفظ الحوالة یستعمل فی الوکالة اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجھکو وکیل کیا
تاکہ دین میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھ پر ثابت ہی تو محیل کا قول معتبر ہی کیونکہ وہ منکر ہی یعنی محتال مدعی دین ہوا اور وہ دین کا
منکر ہوا اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہی یعنی باعتبار مجاز ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہو تو حوالہ بمعنی وکالت خلاف حقیقت ہی بلا دلیل اسکا جواب یہ ہی کہ
وکالت بعلاقہ لغوی ہی اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل مجازی ہوگا کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہی موکل سے طرف وکیل کے تو اُسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی
اس مراد میں بسبب قسم کے ساتھ کیونکہ اسمیں کچھ مخالفت ہی ظاہر کی کذا فی الطحطاوی ولو احال بالمعینة ذین حال او بودیعة بان اودع رجلا الفا ثم احال بها
صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اُس مال کا جو زید کے پاس ہو اور حالیکہ وہ ودیعت ہو اسطرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر اُنکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہی
ہم ودیعت سے امانت مراد ہی تو عاریت اسمیں داخل ہوئی اور وہ عین جو ساتھ کسی مدت اجارہ منقضی ہو گئی فان هلکت الودیعة بقی المودع وعاد الدین علی المحیل لان
الحوالة مقیدة بها بخلاف المقیدة بالمغصوب فانه لا یبرا لان مثله یخلفه پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو وہ امین بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود
کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اُس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہی اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا
حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اُسکے قائم مقام ہوتا ہی ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہوا اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے
تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا برأت میں کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتحقیقه ایضا بدین خاص فصارت الحوالة المقیدة ثلثة اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہی
دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض
یا ثمن اُسکے اوپر کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمها ان لا یملک المحیل مطالبة المحتال علیه ولا المحتال علیه دفعها للمحیل فمع ان المحتال
اسوة لغرماء المحیل بعد موته اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہی کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ محیل کو اُسکے دینے کا مالک ہی باوجودیکہ محتال محیل کے
دینداروں کے ساتھ برابر اسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مر گیا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین بحال محیل کے سبب اُسکے باقی دینوں میں حصوں کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ
محیل کا مال ہی کہ اُسپر محتال کا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا یعنی وہ مملوک نہیں ہوا بسبب عدم تسلیم کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالة المطلقة کما بسطه
خسرو وغیره بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو شرح بیان کیا ہی ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہی حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی محیل محتال علیہ
سے عین یا دین کا مطالبہ کر سکتا ہی اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہی اور محتال علیہ محیل سے رجوع کر سکتا ہی بعد ادا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہی
کہ حوالہ مطلقہ یہ کہ محیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محتال علیہ اُس مال سے ادا کرے جو میرا اُسپر ہی تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محتال علیہ کے پاس مغصوب
یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اُسکو طلب کر سکتا ہی کیونکہ اس عین یا دین سے محتال کا حق متعلق نہیں اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہی بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہی اور ذمہ
میں گنجائش وگنجائش ہی یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہی کہ اُسپر حوالہ کرے جسپر

محیل کا دین ہو جسکے پاس اسکا عین ہو اسی طرح اگر باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما له ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط
ملائم کشرط الجودة یعنی بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہو اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع
ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی
نہیں ہے اور اسمیں بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہو گیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ
عادت میں اکثر اسی شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالة الفاسدة فھو بالخیار ان شاء رجع علی
المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا لو کان مستحقا ... اور اگر محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ میں تو اسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال قابض سے
پھیرے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک ایسے مکان میں جہاں استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو یعنی محال علیہ کا استحقاق رجوع ثابت
ہو جیسے بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق نکلی ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال
پھیرے ویبقی من صور فساد الحوالة ما لو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزه عن الوفاء بالالتزام نعم لو اجاز ذکر الکمال قبولھا
المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن داره ولکن لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور منجملہ باقی صورتوں میں ہے کہ فساد حوالہ کی صورتوں میں سے وہ صورت ہے
جسمیں مثلا محتال ہو کہ دیا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اسکے دینے سے جسکا التزام کیا ہاں اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ
اسیطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے لیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادا کے واسطے اس
پر زبردستی ہوگی ہم یعنی اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیچ اور ادا پر قدرت حاصل ہے فی الحال لیکن اسکو بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ
ادا واجب نہیں قبل بیع کے ہاں اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یصح تاجیل عقدها فلو قال ضمنت بما لک علی فلان
علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالة بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں ہے تو
اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے اس مال کا ضامن ہوں جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کرونگا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل دین کی طرف منصرف ہوگی
یعنی ضامن پر ادا دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وکرهت السفتجة بضم السین وتفتح وفتح التاء اور مکروہ ہے
سفتجہ بضم سین وسکون فا و فتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ہم سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو معنی شی محکم ہے چونکہ اس قرض میں سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگی لہذا
مسمی بسفتجہ ہوا وهي اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کو قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ اپنا مال
کسی شہر میں ایک تاجر یا حاجی کو بطور قرض دیدے تاکہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلا دوسرے شہر میں دیدے تاکہ اس طریقہ سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ
حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن اسامہ کی مسند میں علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کچھ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند میں سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں
جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اسکی بخاری اور نسائی اور
ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں جس روایت جو جید ہو اور سلف سے منقول ہو وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کے
مصنف میں عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء سے منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعة یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے انتہی
الفتح ملخصا حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت ہے کہ ... یہ شرط ہو کہ دوسرے شہر میں دیوے تو بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان میں صحیح
نہیں فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالة تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو معنی حوالہ ہو گیا ہم شارح نے یہ وجہ

مناسبت مفصل کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کے جو فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے جو مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے
طحطاوی نے علامہ دانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہے اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقترض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر اپنے واسطے اوس کے
واسطے جو دوسرے شہر میں ہے قال اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا بأس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف
نہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہے چنانچہ
اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ
نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتوی صغری میں اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہیدیہ میں اور بزازیہ کے باب الصرف میں بھی اسیکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور
شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر میں
اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکا یعنی دوسرے
شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہے یعنی یہ اغراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی
طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہے جبکہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہی

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وھب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں
بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض اسمیں سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہم شارح نے اختصار کیا عبارت کا
اور بعد میں واجب عبارت یہی یوں ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اسیطرح اگر عمدہ ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور
اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہو تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل نہو اور میزانوں میں جاری نہو تو وہ اسکو یعنی دائن کو
مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درم کو سو درم میں بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر
مستقرض اسمیں سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کا ہبہ کر دے تو وہ ایسا
مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں پھر میں نے عارف سنان آفندی کی تبیین المحارم میں یہ لکھا دیکھا اول تو انھوں نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر کہا کہ جسمیں احتمال قسمت نہو
تو جائز ہے یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کیطرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہیں
ہے اسواسطے صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابرا موہوب حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخے میں بجائے عن المحتال علی المحتال ہے تو وہاں علی بمعنی عن ہے ولو شرط
المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایا شاء لان الحوالۃ لشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ نہر اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے
خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم برات محیل کفالت ہے کذا فی النہر چنانچہ کفالت بشرط برات اصیل حوالہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہا عن الثانی
لو غاب المحال علیہ ثم جاء المحال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برھن لان المشھود علیہ غائب فلو حاضرا او جحد الحوالۃ ولا بینۃ کان
القول لہ وجعل جحودہ فسخا اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ
اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہوں عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر
ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھم تو اسی صورت میں محیل پر رجوع کریگا کیونکہ ابرا محیل مشروط بسلامت حق محتال ہے اور یہ مسئلہ ہلاکت حق کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املأ صح والا لا بحر کذا فی ضیافۃ الجوھرۃ قلت
ومفادہ عدم الجواز لو تساویا او یقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جبکہ

مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہے کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربہ میں ہے میں کہتا ہوں کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص محیل و محال علیہ مساوی ہوں مالداری وادائے دین میں یا دونوں متقارب ہوں اسیکا یقین کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہے اسواسطے کہ صورت مساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا اُس چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور تصرف والیت مقید ہے نفع کے فائدہ کیواسطے واللہ تعالیٰ اعلم ہم مدیون نے وارث کا حوالہ کیا سو محال علیہ شہر سے اسطرح غائب ہو گیا کہ اُسکا مکان معلوم نہیں بسبب اُسکی عسرت و عاجزی کے ہو تو حق یا مال کا بیان حق محیل سے بغیر اسکے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہیں جب تک مال علیہ کی موت ثابت نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضا یعنی جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بما یقطعہا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون و بیاعات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف نے بیوع و بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو انکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کو رافع منازعات دیون و بیاعات ہو دیون سے مراد وہ دیون ہیں جنکا ثبوت اور رجوع الدافع ہوتا ہے وہی بالمد یعنی لغۃً الحکم قضا بالمد ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بھی آیا ہے لغت میں بمعنی حکم ہے اور ہر چند قضا لغت میں بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و انہا و مضی و صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر انحصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جائے و شرعاً فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہے یعنی وہ فیصلہ جو خصومات میں واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ہو تو فیصل رافع یعنی قطع ہو تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور محکم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضوں نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرح ہے صدر الجلد بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین الناس بالحق سے جو علما کے نزدیک علم حادثات میں ثابت ہو خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اُسپر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اللہ و سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہو کتاب اللہ و سنت یا قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہادیہ میں جنمیں اختلاف فقہا ہے یا بعض سلف سے روایت ہے لیکن اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور اسیطرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق اُنسے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی یا شافعی پر تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اسکا حکم جاری نہ ہوگا اور اگر بھول کر حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہے اور بعضی روایات میں اُسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر و ارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ

اشعار اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ۞ ست یلوح بعدہا التحقیق ۞ حکم و محکوم بہ ولہ و محکوم علیہ و حاکم و طریق ۞

اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول میں نظم کیے ہیں یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہیں جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ابن الغرس نے اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جسکو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ میں نے تجھپر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھپر قضا میں نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر صحیح ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اُسکی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اُسکی شرط یہ ہے کہ دعوی اُسکا صحیح ہو اور مدعی ہو جنکی شہادت قاضی کیواسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ علم دینے کیواسطے مقرر ہونا فقط دعوی کی سماعت کیواسطے

اور مراد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور طریق عبادت ہر بنیا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی مختصرًا وَاَهْلُهٗ اَهْلُ الشَّهَادَةِ اَیْ اَدَائِهَا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ کَذَا فِی الْحَوَاشِی السَّعْدِیَّةِ
اور لائق قضا کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہو کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم اداے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا
کیونکہ تحمل شہادت کا اہلیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہے اداے شہادت و مراد ماتن یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا مرجع ایک چیز ہے جو شرط ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا اندھا
نہ ہونا و فی القذف نہ ہو اگونگا ہونا اور چونکہ مسائل شہادت زیادہ تر مشہور تھے او مسائل قضا سے لہذا او صاف قضا کو او صاف شہادت سے بیان کردیا اور اطروش یعنی جو تھوڑا اونچا
سنے تو قول اصح یہ ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر وَیَرِدُ عَلَیْهِ اَنَّ الْکَافِرَ یَجُوْزُ تَقْلِیْدُهُ الْقَضَاءَ لِیَحْکُمَ بَیْنَ اَهْلِ الذِّمَّةِ ذَکَرَهُ الزَّیْلَعِیُّ فِی التَّحْکِیْمِ اور کلیہ مذکورہ
یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہو وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تا وہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے
ہم جلا صہ اعتراض یہ ہے کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب
اعتراض کا یہ ہے کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور جو ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلمین شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو جو ایسا ہو اسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی
وَشَرْطُ اَهْلِیَّتِهَا شَرْطُ اَهْلِیَّتِهِ فَاِنَّ کُلًّا مِنْهُمَا مِنْ بَابِ الْوِلَایَةِ وَالشَّهَادَةُ اَقْوٰی لِاَنَّهَا مُلْزِمَةٌ عَلَی الْقَاضِیْ وَالْقَضَاءُ مُلْزِمٌ عَلَی الْخَصْمِ فَلِذَا قِیْلَ حُکْمُ
الْقَضَاءِ یُسْتَقٰی مِنْ حُکْمِ الشَّهَادَةِ اِبْنُ کَمَالٍ اور اہلیت قضا کی شرط اہلیت شہادت کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں ولایت میں اور
شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر لازم ہے اور قضا خاصم پر لازم ہے اسیواسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہے کذا شرح ابن الکمال ہم حلبی نے کہا کہ ماتن
کا یہ قول مکرر ہو گیا اسکے قول بہ سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ قول آئندہ یعنی والفاسق الخ اسپر مترتب ہو وَالْفَاسِقُ اَهْلُهَا فَیَکُوْنُ اَهْلَهُ لٰکِنَّهٗ لَا یُقَلَّدُ
وُجُوْبًا وَیَأْثَمُ مُقَلِّدُهٗ کَقَابِلِ شَهَادَتِهٖ بِهٖ یُفْتٰی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجئے اور اسکا قاضی کرنے والا
گنہگار ہوتا ہے جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسکا معنوی ہوم مترتب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار
علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نہ چاہیئے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امور دین میں امانت داری کے لائق نہیں اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتیٰ
کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہ ہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے
ائمہ ثلٰثہ کا اور یہی مختار ہے طحطاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصا اس زمانہ میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے
خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وَقَیَّدَهٗ فِی الْقَاعِدِیَّةِ
بِمَا اِذَا غَلَبَ عَلٰی ظَنِّهٖ صِدْقُهٗ فَلْیُحْفَظْ درر اور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب جانے تو
اسکو یاد رکھنا چاہیئے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب صدق کا ہو یا صدق و کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہیں وَاسْتَثْنٰی
الثَّانِیْ الْفَاسِقَ ذَا الْجَاهِ وَالْمُرُوْءَةِ فَاِنَّهٗ یَجِبُ قَبُوْلُ شَهَادَتِهٖ بَزَّازِیَّةٌ قَالَ فِی النَّهْرِ وَعَلَیْهِ فَلَا یَأْثَمُ اَیْضًا بِتَوْلِیَتِهِ الْقَضَاءَ حَیْثُ کَانَ کَذٰلِكَ
اِلَّا اَنْ یُّفَرَّقَ بَیْنَهُمَا انتهی قُلْتُ سَیَجِیْءُ تَضْعِیْفُهٗ وَلِعَبْدِهٖ امام ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے
کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو موجب اس قول کے اسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہ ہوگا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید
میں فرق کرتے ہوں انتہی مافی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اسکی طرف رجوع کر ہم کتاب الشہادۃ میں فتح القدیر سے مذکور ہوگا
کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ النص ہے وَفِیْ مُعِیْنِ الْمُفْتِیْ لِاَبِی السُّعُوْدِ لَمَّا وَقَعَ التَّسَاوِیْ فِیْ قُضَاةِ زَمَانِنَا فِیْ وُجُوْدِ
الْعَدَالَةِ ظَاهِرًا وَرَدَ الْاَمْرُ بِتَقْدِیْمِ الْاَفْضَلِ فِی الْعِلْمِ وَالدِّیَانَةِ وَالْعَدَالَةِ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ ہر گاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے
زمانے کے قاضیوں میں بیچ وجود عدالت میں تو امر سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل ہے یعنی زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت میں ہم مفتی ممدوح کے زمانے میں تھا اور

مدعی عدالت میں تساوی موجود ہو تو اب کسکو مقدم کیجیے مصر و شام کے قاضی سے وہ مسائل مراد ہیں جو مفتی موصوف کے زمانہ میں سلطان کے روبرو مصر و شام کے قاضیوں کو بھیجے گئے تھے
گئے کذا فی الطحطاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ اذا کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ ذکرہ یعقوب باشا وقال الحق قضاءہ
علیہ لما تقرر ان اہلہ اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین بن عبد العال اور دشمن کی دشمن پر گواہی مقبول نہیں ہے
دشمن پر جبکہ دونوں میں دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہیں یعقوب پاشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا اپنے دشمن پر صحیح ہے
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہی ہو اہل ہے شہادت کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اسیکا فتویٰ دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین بن عبد العال نے قال وکذا
یجعل العدو لا یقبل علی عدوہ کما افتی امین الدین سے اور اسیطرح سجل عدو کا مقبول نہیں اُسکے عدو پر یعنی سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہو دوسرے قاضی کی طرف متعلق کاتب کے
دشمن کے مقدمے میں اور سجل سے وثیقہ موثوق کا مراد نہیں کیونکہ خط پر عمل کرنا ہمارے مذہب میں نہیں مجھکو اس عبارت کا مطلب یہی ظاہر ہوا اور پھر قال الاصح ہو معنی مذکور کی طرف کیونکہ
یہ عبارت مصنف کی شرح میں موجود نہیں کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوہبانیہ انہ لم ینقلہا عندنا وینبغی النفاذ لو القاضی عدلا مصنف نے اپنی شرح
میں علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہ نقل کیا کہ دشمن کے قضا پر قاضی کے مسئلہ کی نقل نظر سے نہیں گذری ہمارے نزدیک لائق نفاذ و قضا لائق ہو اگر قاضی عادل ہو قال ابن وہبان
یعنی ان یعلمہ لم یجز وان بشہادۃ العدول بمحضر من الناس جاز انتہی اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا کہ اگر قضا نے دشمن پر قاضی کے
علم سے ہو یعنی بموجب اسکی دانست کے تو جائز نہیں اور اگر شہادت عدول ہو لوگوں کے سامنے تو جائز ہو انتہی کلامہ قلت واعتمدہ القاضی محب الدین فی منظومتہ فقال شعر

ولو فعلے عدوہ قاض حکم	ان کان عدلا صح ذاک وانبرم	واختار بعض العلماء و فضلا	ان کان بالعلم قضی لن یقبلا
وان یکن یحضر من الملا	وبشہادۃ العدول قبلا	میں کہتا ہوں اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ میں یوں کہا اور اگر	

اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا کہ اگر قاضی عادل ہو تو یہ حکم صحیح ہوا اور مبرم اور بعض علما نے پسند کیا اور یوں تفصیل کی ہو کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر علم یا تو مقبول نہو گا ہر گز اور اگر
جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہو تو مقبول ہو قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید من الجائر عن الناصحی
فی تہذیب ادب القاضی للخصاف فان من لم تجز شہادتہ لم یجز قضاءہ ومن لم یجز قضاءہ لا یعتمد علی کتابہ انتہی وھو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ
المصنف کما لا یخفی فلیعتمد وبہ افتی محقق الشافعیۃ الرملی ومن خطہ نقلت انہ لو قضی علیہ ثم اثبت عداوتہ بطل قضاءہ فلیحفظ
میں کہتا ہوں بحر الرائق اور عینی نے اور زیلعی و مصنف وغیرہم نے سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی میں ناصحی سے یہ نقل کیا ہو کہ جسکی شہادت
جائز نہیں اسکی قضا جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہیں اسکے مکتوب پر اعتماد نہیں انتہی کلام الناصحی اور یہ قول صریح یا صریح کے مانند ہو اور اس قول میں جسپر مصنف نے متن میں اعتماد کیا
چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتویٰ دیا ہو رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے میں نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اس نے قاضی کی
عداوت ثابت کر دی تو اسکی قضا باطل ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوۃ بنحو قذف وجرح وقتل ولی
لا بمخاصمۃ نعم ھی تمنع الشہادۃ فیما وقعت فیہ المخاصمۃ کشہادۃ وکیل بما وکل فیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہو پھر عداوت
تو ثابت ہوتی ہو مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ صرف مخاصمت سے ہاں مخاصمت مانع شہادت ہو اس مقدمے میں جسمیں مخاصمت واقع ہو گی جیسے شہادت وکیل کی اس
مقدمہ میں جسمیں وہ وکیل ٹھہرا اور جیسے شہادت وصی و شریک کی جس میں وصی کی گواہی اس امر میں مقبول نہیں جسکی اسکو وصیت اور نہ شریک کی مال شرکت میں کذا فی الطحطاوی

والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتویٰ من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن ملک زاد العینی واختارہ کثیر من
المتاخرین وجزم بہ صاحب المجمع فی متنہ ولہ فی شرحہ عبارات بلیغۃ وھو قول الائمۃ الثلثۃ ایضا اور فاسق صلاحیت نہیں رکھتا مفتی ہونے کی
یعنی امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ فتویٰ دین کے امور سے ہو اور فاسق کا قول دیانات میں مقبول نہیں ہوتا کذا صرح ابن ملک علامہ عینی نے

ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے لیے ظاہر ہونے صواب کے انتہی اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف اختلاف زمانہ ہو جیسے حالت عدالت پر حکم کرنا
تو یہاں صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت میں بھی مختار یہ ہے کہ قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر متاخرین کا اجماع ہو اور اسکے سوا میں مفتی کو اختیار ہوگا کہ اگر مجتہد
ہو اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن
بن زیاد چوتھا ہو الاصح منیہ وسراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول ہے پھر انکے بعد محمد کا قول ہے پھر انکے بعد زفر و حسن بن
زیاد کا قول ہے اور یہی ترتیب کو اصح قول ہو کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہو کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو تنبہ واجب ہو یعنی مرتبہ حسن کا جو یکے
ہو نہر الفائق میں اور منیہ و سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہم مرتبہ ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہو جس کا چاہے فتوی دے
اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقصد میں دونوں قولوں کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول
اضبط نہر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہو اور قول اول اضبط ہو کذا فی النہر هم تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہو اور مدرک بضم [illegible]
بمعنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہو اور قوت ادراک کا مرجع ہو دلیل کی قوت کیطرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہو یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول
یعنی منیہ و سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص و عام کو شامل ہو عالم وہ جو بخوف قوت مدرک ادراک نہیں کرسکتا علاوہ اسکے کا ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے
قوت معلوم ہوتی ہو اور واقع اسکے برخلاف ہوتا ہو یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہو اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہو جسپر یہ شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی
قدسی اس صورت میں ہو جبکہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشایخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیوں کر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد
ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شبہہ مجھکو مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں انکے کلام سے وہ یہ ہو کہ مشایخ نے ہمارے اصحاب سے
نقل کیا کہ کسیکو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک نہ جانے کہ ہمنے کہاں سے کہا ہو اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام کو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے [illegible] اسکا سبب یہ
تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو معلوم ہوتی تھی اور انپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتوی دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ
شرط مشایخ سابقین کے زمانے میں بھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں فقط یعنی حفظ اقوال امام کافی ہو چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہو تو اسپر فتوی
دینا بقول امام حلال ہو بلکہ واجب ہو اگرچہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور یہ سبب اس تقریر کے جو نقل کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہو اور فقہا نے تصحیح کی
ہو کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہو تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہو اگرچہ مشایخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہو کیونکہ انہوں نے برخلاف قول امام فتوی
دیا بسبب فقدان شرط کے انکے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہو اگرچہ انکی دلیل نجانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی [illegible]
[illegible] بل المقلد متى خالف معتمد مذهبه لا ينفذ حكمه وينقض هو المختار للفتوى كما بسطه المصنف في فتاواه وغيرها وقدمناه في اول الكتاب
[illegible] اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑا جاویگا یہی قول
ہو فتوی کیواسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہو اپنے فتاوے میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں [illegible]
[illegible] وفي القهستاني وغيره واعلم ان كل موضع قالوا الرأي فيه للقاضي فالمراد قاض له ملكة الاجتهاد انتهى اور قہستانی وغیرہ میں ہو جو معلوم کر کہ جس
مقام میں علماء نے کہا کہ اختیار قاضی کی رائے پر ہو تو وہاں قاضی مراد ہو جسکو قوت اجتہاد حاصل ہو انتہی وفي الخلاصة وانما ينفذ القضاء في المجتهد فيه اذا
علم انه مجتهد فيه والا فلا اور خلاصہ میں ہو کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف ائمہ مجتہدین ہو اسمیں قضا اسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہو جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہو
اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہیں ہو یہ حکم سوا قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ یہ معلوم ہوچکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہو غیر مذہب کا اسکو [illegible]
اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ تا یہ سمجھا جاوے کہ اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جاوے کذا فی الطحطاوی [illegible]

حادثۃ فلیاخذ بقول افقہہما بعد ان یکون ذا ورع عملا بہ اجیبہ اور جبکہ دو مفتی ایک مقدمہ کے جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے لیکن متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیہ
یعنی جو دونوں میں زیادہ فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رأی لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن
اقاویلہم وقضی بما راٰہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیہ برأیہ اور ملتقط میں ہے اور جبکہ قاضی پر
کوئی امر مشکل ہو اور اسکی رائے اسمیں نہو یعنی اسکا اجتہاد کسی شق پر واقع نہو تو علما سے مشورہ لے اور انکے اقوال میں سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور
حق جانے اسپر حکم کرے نہ اس قول پر کہ اسکے سوا ہے مگر اس صورت میں کہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد میں قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ
اقوی کے جائز ہے ھ یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اطراف جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ میں اور
اگر قاضی مجتہد نہیں تو در صورت اختلاف جو اسکے نزدیک فقہ اور اورع ہو اسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے فقہ
قال وان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدہم واتباع رأیہم فاذا قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ یہ صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اسپر
تقلید اصحاب مذہب اور انکی رائے کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اسکے حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا ھ یعنی در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت
اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الطحطاوی والمصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری وفی عقار لا فی
ولایتہ علی الصحیح خلاصہ وبہ یفتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں اور روایت النوادر میں شہر کا ہونا شرط نہیں تو حکم
جاری ہوگا دیہات میں اور اس میں بھی جو اس قاضی کی حکومت میں واقع نہیں بنابر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیۃ اخذ
القضاء برشوۃ للسلطان ولقومہ وہو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ شرنبلالیۃ
وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کراکے قضا لی کذا فی جامع
الفصولین فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اسکے عملہ مددگار نے قاضی کی دانست میں اور حکم کیا تو اسکا حکم نافذ نہیں ھ جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اسکے
عقود اور فسوخ سب باطل ہیں حدیث میں راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت ہے اور راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے اور رائش وہ جو دونوں میں سعی کرے
جسکے باعث رشوت حاصل ہوتی ہو حموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیوں کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیوں کی طرف اشارہ ہے کہ بعض قاضی جو رشوت
دیکر قضا لیتا ہے اگر اسکو ملامت کیجیے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہیں تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلوں اور فاسقوں کے ہاتھ میں نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز مخفی نہیں
سراج وہاج میں نہایہ سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگوں میں حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اسکے مقدمات کا مرافعہ ہو
اسکو لائق ہے کہ اسکے جمیع قضایا کو باطل کردے بزازیہ میں ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم میں بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی کے عملے
میں سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی میں تو اس صورت میں قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوتا یہ ایک
قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق میں فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہ ہے کہ جس مقدمے میں رشوت لی اسمیں حکم نافذ نہیں اور اسکے سوا اور مقدمات
میں نافذ ہے اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہے اور یہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر میں اسکی
تصحیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عزل نہیں تو ولایت اسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوۃ
بضم وفتح وکسر اول مرادف جعل ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جسمیں اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ
ہے جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے مثلاً تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہ بھی آخذ اور
معطی دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اسکا امر درست کردے یعنی اسکا کام بنادے سلطان یا حاکم کے نزدیک تاکہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت

یہ لینے والے پر حرام ہونے دلیے پر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اُسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف ہوگا کیونکہ یہ رشوت ہے اور قسم ثانی لیث کے حلال ہونے کا
حیلہ لینے والے کیواسطے یہ ہے کہ اخذ ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اُسکے منافع مملوک ہو جاوینگے پھر اُسکو سلطان کے پاس فلانے کام کیواسطے
بھیجے اور حوادث فتوی سے ہے کہ اولین بادشاہ نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امر سے اسواسطے کہ فلانے شہر میں اُسپر سے دفع ظلم کیا کرین پھر اولین بادشاہ مرگیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے
اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو مین نے اس استفتا کا جواب لکھا یا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ اجارہ تھا اُس طاعت پر جو اُسپر واجب متعین تھی یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت
رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ میں ذکر ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونوں جانب سے حلال ہے صرف محبت کیواسطے دوسری قسم وہ جانبین کو
حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کیواسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کیطرف سے حرام ہے نہ دینے والے کیطرف سے یعنی دفع ظلم کیواسطے تحفہ دینا اور حیلہ اُسکا یہ ہے
کہ اُس سے اجارہ کر لے تین دن کا کام کرنے کیواسطے پھر وہ اُس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اُسپر جائز ہوا انتہی اور بلا شک اس فعل کا اُسکو یعنی اولین بادشاہ کو اجارہ کرنا جائز نہیں
چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہو نہ جائز کہ اُسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دے یعنی ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان
کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ میں اسی قسم رابع سے اُسکو ٹھہرایا ہے جسکو شارح لیا ہے کذا فی النہر فتاوی عالمگیری میں ہے اور رشوت کی
ایک قسم یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کوئی مال بطریق ہدیہ دے تا اُسکا مطلب سلطان سے درست کر دے اسے اُسکی حاجت کا معین ہے اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ حاجت اُسکی حرام ہو تو اس وجہ
مین دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اُسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ شرط کی ہے کہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہون تا اُسکی اعانت سلطان
کے نزدیک کرے اس صورت مین کسکو لینا حلال نہیں ہے اور اعانت حلال ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعضون نے کہا حلال نہیں ہے اور بعضون نے کہا حلال ہے اور علت اعطا اور اخذ کا حیلہ یہ ہے
کہ نزدیک کی بقدر اُجرت ایک دن کی مزدوری کا اجارہ مقرر کر لیتا وہ اُسکا کام کرے جو شغل میں لگے جو اُسکو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجرت ہوگا پھر مستاجر کو اختیار
ہے چاہے اس سے یہی کام لے چاہے دوسرا کام چنانچہ کہا کہ یہ حیلہ اس وقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جس پر استیجار صحیح ہو چنانچہ
پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہ ہوگی تو اجارہ صحیح نہیں درمثلی کو اعطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہیں اسمین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک
حلال نہیں اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی علت اعطا کا قول صحیح ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اُس نے قبل دوستی مقدمہ دیا اور اگر بعد دوستی مقدمہ اور بعد نجات
از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے جیسا مین کہا کہی قول صحیح ہے دوسری صورت یہ کہ دوستی مقدمہ کو صریحا شرط نہ کرے لیکن مطلب
ہدیہ دینے سے یہی ہو کہ سلطان کے پاس اُسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہیں یہ اُسوقت ہے جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونوں مین
معاودات نہو یعنی باہم ہدیہ دینے لینے کی عادت نہو اور اگر دونوں مین معاودات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر
وہ اُسکا مقدمہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہے کہ اگر یہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم
ہے کہ اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اُسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہین کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پھر
بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمین کچھ مضائقہ نہیں اور عبد اللہ بن مسعود سے جو اسمین کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی ومنہ لو جعل لہ
مبلغا فی کل شهر یاخذه منه ویفوض الیه قضاء ناحیة فتاوی المصنف ولكن فی الفتح من قلد بواسطة الشفعاء كمن قلد احتسابا ومثله فی
البزازیة بزیادة وان لم یحل الطلب بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم میں سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کیلئے کچھ روپیہ مقرر کر دے کہ ماہ بماہ
مین مجھسے لے لیا کرو اور کسی پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیوں کے وہ اُسکے مانند ہے جو قاضی ہوا
بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ میں ہے اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ طلب قضا سفارشیوں کیواسطے حلال نہیں ہے یہ استدراک ہے مانع النفوذ
کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذها او بغیرها لا ینعزل الا بعزل استحق العزل وحسن یا

دخیل معزول وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جائے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق
معزولی کے ہوگا یعنی واجب ہے یعنی سلطان پر اسکا معزول کرنا واجب ہو کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی بخود معزول ہو جاتا ہے یعنی بدون معزول کرنے کے
اور اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے
عادل وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اسکے نواہی سے بچے اور فاسق وہ ہے کہ حکم الہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کرکے جیسا کہ استماع غنا و رقص و اخذ رشوت
وغیرہ ذلک فسق قاضی کا ثبوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اسکا بیٹا یا اور کوئی قرابتدار جسکی گواہی اسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اسکی
رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق وارتد ثم صلح او اسلم فہو علی قضائہ وما قضی فی
فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جائے پھر صالح اور متقی ہو جائے توبہ اور اسلام
سے یا اسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضاء پر قائم ہے اور جو اسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے یہ قول مبنی ہے اس
قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ اسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو
اسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق
لانہا مبنیۃ علی القہر والغلبۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنا امارت
اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اول معین الحکام ان الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن معین الحکام کے اول میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے بحر الرائق میں نہایہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جائے تو وہ بہ نسبت قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ استدراک ہے عدم عزل والی کے اتفاق پر
وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہ ہے کہ قاضی موثوق ہو اور معتمد علیہ ہو
بیچ عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں عفاف یعنی پاکدامنی بچنا ہے حرام سے اور خوارم مروت کے بارہ میں اور عقل بقول اکثر
عبارت ہے اس قوت سے جو ادراک کلیات ہے یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تاکہ ناقص العقل لائق قضا نہیں [illegible] نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو [illegible] صاحب
نہایت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل السوء [illegible] میں [illegible] قوت ہے جس سے نفس انسانی
تدابیر اور مطالب کیواسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہیں
جن سے مستنبط ہوتی ہیں اور وہ اصول جن پر بنائے فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق سے دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شروط ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ
لتعسر [illegible] اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے [illegible] اجتہاد کے معنی [illegible] اجتہاد ہر زمانہ میں متعذر ہے اور قضا کی طرف ہر زمانہ میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر
قضا موقوف نہیں [illegible] اجتہاد [illegible] عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کیواسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقیہ کا
طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کیواسطے [illegible] ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور شروط اجتہاد
اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقہ النفس [illegible] کا عالم ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا [illegible] اور حدیث کا عالم [illegible]
اور ناسخ اور منسوخ [illegible] مجتہد [illegible] احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے [illegible] مجتہد [illegible] سے حکم [illegible]
معرفت [illegible] کی لازم ہے [illegible] متعلق ہو مثلا علم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد [illegible] متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد [illegible] اول
مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر نص علیہ فی تولیۃ الجاہل [illegible] ابن کمال [illegible] علاوہ براں [illegible]
ہمارا زمانہ کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور علم کے

اور صورت دعوی بقصوری اگر قاضی جدید سے بحالی عہدۂ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی متعین ہو اسطرح کہ اسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اسپر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب للشافعیۃ والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر نشرا للعلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ و مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب القضا کو شخص گمنام کیواسطے تا کہ اسکا علم ظاہر ہو جیسا ویختار المقلد الاقدر والاولیٰ بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حالت میں افضل ہو اسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین ہو کسی شئی میں پھر وہ حاکم اور عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ امین یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولیٰ یا بہتر ہے اور اس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول کا تو البتہ اسنے اللہ کی اور اسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی میں مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور مقدور والا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور للہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اسمیں قول ہے اللہ تعالیٰ کا مال یتیم میں جسکو وہی اسکی کار زندگی کرے (فَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رض سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدۂ قضا پانسو درہم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت انکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی شریح کو پانسو درہم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزان تھا اور خلافت مرتضوی میں انکی عیال بکثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھ اندازہ نہیں بلکہ بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح فلیکن فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق پسند معاند نہ ہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی احکام شریعت کے جاری کرنے میں خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق مذکورہ تو آپ ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے میں خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں ہے اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص ہے بانبیا علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدھما فی للکراھۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کیواسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخ درمختار میں کرہ التقلید ہے اور مصنف کی شرح میں کرہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اصطلاح الکلام قول ہے التقلید مخصص ہے اور بہتر والتقلید مخصص ہے کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او امن لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین ہے نہیں تو فرض کفایہ ہے ہم فتح القدیر میں ہے محل کراہت اسوقت ہے جبکہ قضا اسپر متعین نہ ہو اور اگر وہی ہے سب سے اہل ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اسپر واجب ہے کہ آپکو ظلم وغیرہ سے بچائے رہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولیٰ عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیۃ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ میں ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زبردستی سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو موجب اسکے اولیٰ عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشایخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر آپ ہی سے خلاف اسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر ویحرم علی غیر الاھل الدخول

فیہ قطعاً من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہے نااہل پر داخل ہونا قضا میں یقیناً بلاتردد فی الحرمۃ تو اسمیں احکام خمسہ ہیں خلاصہ یہ کہ قبول قضا کا ہے فرض عین ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کیواسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جبکہ اُسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جبکہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت یخیفی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہر چند احادیث دربابِ تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضا فقد ذبح بغیر سکین یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا واسطے اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قیدخانے میں مرگئے اور محمد بن حسن اسیواسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا میں سمندر ہے کیونکر اُسکے پار ہو سکوں تیر کر لیا ابویوسف نے کہا کہ بحر عمیق ہے اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ کانی بک قاضیا یعنی شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہوجیو اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا پھر اُسکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا اور اُسپر حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدتِ حساب میں ایسا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاوے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہو اُسپر اُسنے اُنکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اُسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اُسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالیٰ اُسکے غل و بند کو چھوڑ دیگا اور اگر غیر قرآن سے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمیں اُسکا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کیطرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈالا جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے عادل وہ ہے جو ہر شے کو اُسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ وہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں فتح وغیرہ لکن اور حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں ہے حالانکہ علماء سلف نے اُسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں ہے بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں بلاد حرب نہیں واسطے کہ اُنھوں نے اُنمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو اُنکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کفار کیطرف سے حاکم مسلم ہے تو اسمیں اقامت جمعہ و عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامیٰ جائز ہے کیونکہ اُنپر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو مخادعہ ہے اور وہ بلاد جنمیں کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو اُنمیں اقامت جمعہ و عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کیطرح نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو فقد وال لغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کرلینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح

فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہو اور نہو وہ جو جسے تقلید قضا جائز ہو چنانچہ بعضے بلاد مسلمین میں کہ کفار غالب ہو گئے ہیں جیسے قرطبہ میں تو مسلمین پر واجب ہے کہ منجملہ مسلمین
ایک شخص پر اتفاق کریں اور اسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے یا وہ آپہی فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھہراویں جو انکو جمعہ پڑھایا کرے
انتہی اور یہ وہ قول ہے جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کیا چاہیے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج واھل البغی واذا صحت التولیۃ صح
العزل واذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذہ وقیل لا وبہ جزم الناصحی اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیون کے بادشاہ اور باغیون سے اور
جبکہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو انکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنی اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جبکہ قاضی باغی کا حکم
ہو قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہے ناصحی نے ہم بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے
فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح میں فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور یہی قول معتمد ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فاذا
تقلد القضاء طلب دیوان قاضی قبلہ یعنی السجلات پھر جبکہ عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان
اصل میں بمعنی جریدہ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد وہ تھیلیان ہیں جنمین سجلات و محضر وغیرہ ہوتی ہیں سو یہ کہ قاضی
دو نسخے لکھتا ہے ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اسکی طرف کا ہے حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں دیتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ میں ہے وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی
منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اسکے امین سے کاغذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی میں رکھے
تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ ہے جسمین مثل محضر کے دعوی اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا نکول اسطرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ
نہ رہے اور اسکو محضر بھی کہتے ہیں اور صک وہ ہے جسمین بیع یا رہن یا اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ دونوں کو شامل ہے اور ہمارے عرف میں سجل وہ ہے جسکو شاہدون نے
واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس رہا اور اسپر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ ہے جسمین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اسکے شاہدون
کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے ان قیدیون کے حال میں جو قاضی کے
قیدخانہ میں ہیں ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ میں بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور انکی اخبار اور انکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ
کسنے انکو مقید کیا واما المحبوس فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہم اور جو شخص حاکم کے قیدخانے میں محبوس ہو تو امام یعنی بادشاہ پر انکے حال کا نظر کرنا لازم
ہے فمن لزمہ ادب ادبہ والا اطلقہ پس جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اسکو چھوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں
شرح ادب سے ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اس سے قضیہ متعلق ہو ولا یبیت احدا فی قید الا رجلا مطلوبا
لدم اور کسیکو شب باش نہونے دے قید میں مگر اس مرد کو جو خونریزی میں ماخوذ ہو ونفقتہ من لیس لہ مال فی بیت المال ہم اور اس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین
بیت المال میں ہے کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک روشنائی بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسون کا اور سزاوار یہ ہے کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو
مقرر کرے جسکے پاس انکے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر منہم بحق او قامت
علیہ بینۃ الزمہ المجلس کرہ مسکین وقیل الحق سو محبوسین میں سے جو حق کا اقرار کرے یا اسپر گواہی قائم ہو تو اسکو حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح میں
ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسپر حق لازم کردے یہ قول عینی و ابن کمال کا ہے والا نادی علیہ بقدر ما یری ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فان ابی نادی علیہ
شہرا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اسپر منادی کراوے جس قدر کہ مدت قاضی کی راے میں آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے
انکار کرے تو اسپر مہینہ بھر منادی کرادے پھر اسکو چھوڑ دے ہم طریقہ منادی یون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ
حاضر ہو تا اسکی روبکاری ہو ویعمل فی الودائع وغلات الوقف ببینۃ او اقرار ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت و محاصل وقف میں گواہی

یا قابض کے اقرار سے ہم حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہو کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقف ناظرون کے تحت میں ہیں اور ودائع کتابی کئے اور صیانت کے قبضے لیں ہیں اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول لالتحاقه بالرعایا وشهادة الفرد لا تقبل خصوصًا بفعل نفسه درر ومفاده ردها ولو مع آخر ونهر اور قاضی منصوب عمل نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہوجانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصًا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصًا کا مفاد رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قارئ الهدایة بقبولها وتبعه ابن نجیم فتنبه میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاوی اسکا تابع ہوا ہے تو خبردار رہو ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوے میں قبول شہادت کا فتوی مذکور ہوا الا ان یقر ذو الید انه ای المعزول سلمها ای الودائع والغلات الیه فیقبل قوله فیهما لثبوت الید له بالاقرار ولو اقر ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیه فاقر القاضی بانها لآخر فیسلم للمقر له الاول ویضمن المقر قیمته او مثله للقاضی باقراره الثانی بتسلیمه لمن اقر له القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل وقاف سپرد کیے ہیں یعنی ودائع اور محاصل میں معزول کا قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جبکہ قابض نے پہلے غیر کیواسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا ہے قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جاینگے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد تیسیرا للناس ویستدبر القبلة کخطیب ومدرس خانیه اور قاضی مسجد میں بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگون کی آسانی کیواسطے اور پشت بقبلہ ہوکر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہم چونکہ قضا عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں واجرة المحضر علی المدعی هو الاصح بحر عن البزازیة وفی الخانیة علی المتمرد وهو الصحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت متمرد سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضون نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف درم سے ایک درم تک اور خارج شہر میل بھر میں ایک درم سے چار درم تک اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیه اور اسیطرح سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے او فی داره ویأذن عمومًا یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگون کو آنے کی اجازت دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دونوں اور حاجت مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع آزار عام خصوم کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت میں اور جس روز جلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ نہ رکھے اور یہی احسن ہے اعدل احوال میں کذا فی الطحطاوی ویرد هدیة التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی ہدیہ اور سوغات نہ لے پھیر دے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کیواسطے ہے یعنی تھوڑی بھی حقیر چیز کا لینا بطور ہدیہ قاضی کو جائز نہیں پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال میں نہ رکھے اور یہی قول ہے اکثر مشایخ کا اور بعضون نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم کذا فی الطحطاوی وهی ما یعطی بلا شرط اعانة بخلاف الرشوة ابن ملک اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جاوے بلا

اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ ہدیہ میں اعانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں مددگاری در کاربرآری مشروط ہوتی ہے ولو
تاذّی المھدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصۃ اور اگر ہدیہ لانے والے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اسکو بقدر اسکی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصۃ ولو تعذر الرد
لعدم معرفتہ او بُعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیے کا پھیر دینا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اسکو بیت المال میں رکھے
ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ھدایاہ لہ تتارخانیہ اور خصوصیات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپکے ہدایا آپکے مملوک تھے کذا فی التاتارخانیہ
ھو یوفع و عل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے
اسکا جواب دیا کہ یہ امر خصوصیات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص میں اتباع جائز نہیں اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے
خاطر مھدی خلاف شرح حضرت سے مقصود نہ تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہیں مفادہ انہ لیس للامام قبول الھدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیہ ما
یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الھدیۃ لانہ انما یھدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی تاتارخانیہ کا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز
نہیں ورنہ خصوصیت نہیں رہتی اور تاتارخانیہ میں ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب بخلاف
قاضی کے یعنی اسکے ہدیہ دینے میں تو دنیا کی کاربرآری کا احتمال ہے مصنف شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونوں قولوں میں منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت
ہوا کہ قبول ہدیہ خصوصیات نبویہ سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب
یوں دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہ لازم نہیں آیا کہ سلاطین ہدیہ قبول نہ کریں اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کریں اور بیت المال میں رکھدیں تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ میں گذر
چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین میں صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلقا باقی نہیں رہتی الاّ من
السلطان والباشا اشباہ ودی رحم محرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما در بیگر چار شخصوں کا ہدیہ قبول کرے
کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت
نہ ہو دونوں کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قریب یا معتاد کا مقدمہ دار القضا میں رجوع نہ ہو تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے تو پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قریب
اور معتاد دونوں کا ہدیہ قبول نہ کرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی
یہ وجہ ہے کہ انکا ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف میں سے ہے اور ظاہرا قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جبکہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور
حرمت دونوں برابر ہوں تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نہ کرے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس شخص سے اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرطیکہ عدم
خصومت عدم بعثت اعانت اور اسیطرح عادت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد اجابۃ دعوۃ خاصۃ وھی التی لا یتخذھا صاحبہا لولا حضور القاضی
ولو من محرم ومعتاد وقیل ھی کالھدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے ماننے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے
اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول صحیح ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے مصنف بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا
دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ معراج میں ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین
کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمیں مسئلہ علم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر
کہا تو یوں کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وشرح المجمع
ولا یجیب دعوۃ خصم ونحو معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت
عامہ ہو بسبب تہمت کے اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے میں ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر کھانا اکثر ہو

عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر اُس صورت میں جبکہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہوگیا ہو کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ ویشہد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن لہما
ولا علیہما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہوں
کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان هم اگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمتنع مسارۃ
احدہما والاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکسان بٹھانے
باعتبار بٹھانے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے چپکے ایک کے کان میں بات نہ کرے اور باز رہے ایک
شخص کیطرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے هم اور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اسواسطے واجب ہے تاکہ دوسرے
کی دلشکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا ہو القضاء بین المسلمین تو اسکو چاہیے
مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور ایک پر آواز بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور ابن عمرؓ نے ابوموسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے توجہ
ہونے اور عدل اور مجلس میں تاکہ شریف تیرے ظلم میں طمع نہ کرے اور ضعیف تیرے عدل سے ناامید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نہ کر اور نہ وہ تجھسے مخفی بات کرے اور
اُسکو تلقین حجت نہ کر بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایک مرد کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اُسکی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی
کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہاں بیٹھے اور قاضی زمین میں بیٹھکر دونوں میں فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ اُنھوں نے امیر المؤمنین
علی مرتضیؓ کو اور اُنکے مخاصم کو اسیطرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو بائیں نہ بٹھلاوے
کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چار زانو یا اکڑوں
نہ بیٹھیں اور اگر اسطرح بیٹھیں تو تعظیم قضا کے سبب سے قاضی اُنکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اُسکے سامنے کھڑے رہیں بہ ہیبت قضا کیواسطے پھر جب خصمین حاضر ہوں تو قاضی
مختار ہے چاہے اُنسے ابتداء تکلم کرے کہ تمھارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہانتک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش رہے
تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اُسکا
نہ طلب کرے یہی قول اصح ہے تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی میں ترتیب مختار ہے یعنی دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے کا بطریق ترتیب کا وعلی ہذا القیاس
اور اسپر ایک امین غیر متقی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے دروازے پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق میں تردد واقع ہو
تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نہ کرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی [illegible] معروف نہ تھا
یعنی سلف صالح میں اسکا رواج نہ تھا تو یہ بھی ان محدثات سے ہے جسکی طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال الادب ہیں تو قاضی عمل کرے بمقتضائے حال اسپر سے تعبیر کا
ارادہ کرے هم حشمت نفس سے تکبر کیطرف پہنچاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں یبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت وضعف اور قاضی
کو چاہیے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تاکہ فاسد نہو جاوے بعض شروط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں
کذا فی فتح القدیر ملخصا نہر الفائق میں ہے کہ اطلاق تسویۃ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر و صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو
تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ اور اُسکے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ زمین میں بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی [illegible] الاولی اور قاضی
باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسیطرح ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے باز رہے لقولہ تعالی هم اسواسطے کہ قاضی کی ضحک سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہوجاویگا
کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے ضیافت نہ کرے هم اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسنؓ سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیؓ کے گھر میں آکر اترا تو آپ نے
اسکی ضیافت کی پھر جب اُسنے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کروں تو علی مرتضیؓ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اوٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کریں مگر اسکے ساتھ اسکا خصم ہو اور اسیطرح عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمین تہمت
میلان ہے کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک معہما معا جاز بغیر ہان اگر اسکو دونون کے ساتھ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین ہے کہ ضیافت مین اجرہ معانی قید
اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی ساتھ ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اسکا یہ ہے کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کیطرف ساتھ ہی اشارہ کرے تو
جائز ہے انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا و لو بغیرہما لذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس مین مطلقا اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے
کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب جاتا رہتا ہے ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا بأس بہ عند اور قاضی کسی مدعی یا مدعی علیہ کو حجت نہ سکھاوے
اور ابو یوسف سے روایت ایک یہ بھی ہے کہ تلقین حجت مین کچھ مضائقہ نہیں کذا فی العینی ہم تلقین حجت اسواسطے جائز نہیں کہ اسمین تہمت ہے اور دوسرے کی دل شکنی ہے
ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف
نے پسند کیا ہے جب تلقین مین شاہد کو زیادہ دانست حاصل نہ ہو ہم ابو یوسف اور شافعی کا اختلاف اس مین ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو اور شرائط شہادت سے کچھ
ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا
دعوی کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو جائے
اسکے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کر لے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط مین ہے کہ
طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا القضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے عاجز ہو جاتا ہے
تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین کرین تو حق ضایع ہو جائیگا کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلق
قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے ہم اور فتحیہ مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف لکھا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف
قضا مین اغلبی ہے یعنی اکثری ہے کلی نہین وفی الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف فی مرضہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ
نصرانی مع الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت مفادہ ان القاضی یقضی فی منزلہ وفی الملتقی و یصح لمن ولاہ
وعلیہ ۔ سمجھے اور ولوالجیہ مین حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ مین نے میلان نہیں کیا یعنی مین نہین جھکا احد الخصمین کیطرف یہانتک
کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین جو ہارون رشید کے ساتھ تھی مین نے دونو کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مین نے ہارون رشید پر یعنی اسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف
روئے انتہی مین کہتا ہون اس حکایت کے مضمون سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جسنے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر مین ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور مضرت مین
جسنے اسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل متفرقہ شارح کے فی البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر
بدایع مین ہے کہ منجملہ ادب قاضی یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے اس زبان مین جسکو دوسرا نہ سمجھتا ہو یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان
یقول للخصمین احکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ
سے کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کرون تو اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونون کی تحکیم سے ہم یعنی قاضی حکم کرنے کی دونون سے اجازت
چاہے جب وہ کہین کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا مین کچھ خلل ہو مثلا رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہو گا کذا فی الطحطاوی
و قضی بحق ثم امرہ السلطان بالاستیناف بحضرۃ من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سر نو
سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے یون
منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں ۔ تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء

ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت میں محبوس ہوتا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قاضی خان نے کہا کہ دو صورت دعوی افلاس میں حبس نہیں مگر ثمن اور قرض میں اور مہر معجل اور دین کفالت میں حبس نہیں اظہار مفلسی میں لیکن یہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں اشیاء مذکورہ میں حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہے کہ جب مال اسکے ہاتھ میں آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادا سے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمیں بھی قدرت ادا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پیشتر قدرت کی دلیل ہے قدرت ادا پر تو محبوس ہوگا اور اسکا یہ قول کہ میں محتاج ہوں صحیح نہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا و الاشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نادر پر کذا فی الطحطاوی دلہ علہ فی الاختیار بدل الخلع ہنا خطا فتنبہ یہاں اختیار شرح میں بچنا بدل خلع کو یہاں شمار کرنا خطا ہے سوا گاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی جہاں حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ حبس کیا جاوے ہر ایک اس عین میں جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے جیسا کہ چیز غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع و مغصوب و متلف و دم عمد و عتق حظ شریک و ارش جنایۃ و نفقۃ قریب و نفقۃ زوجۃ و مہر مؤجل حبس کیا جاوے اسکے غیر میں یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور اسکی نو صورتیں ہیں ا بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق میں کہتا ہوں و ظاہر الطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمیں حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہیں و فی نفقات البزازیۃ یثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات میں ہے کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بیمینہ مالم یثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہے کہ تنگدستی میں منفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تا وقتیکہ اسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کر ہم بدار استدراک اسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اسکے غیر میں شہادت سے کیونکہ اسکی عبارت میں تعیین نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس لہ مال و قال الدائن انہ ثمن متاع فالقول للمدیون مالم یبرہن ان الدین ثمن طوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ مجھ دینے کا مال نہیں ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو قول مدیون کا معتبر ہے تا وقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم مدیون محبوس نہوگا اگر مدعی فقر ہو فرع مسئلہ لطیفہ لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من سفر قبل حلول الاجل وان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ حتی یوفیہ بدائع وقدمناہ فی الکفالۃ مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل میں اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تا ادا دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفالۃ میں ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس نہ کیا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقر کا دعوی کرے اس لئے کہ اصل تنگدستی ہے ہم یعنی ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی معدوم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہو یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقتراض و بتقاضا غریمہ مگر یہ کہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادائے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون سے تقاضا کرنے سے

حاصل یہ ہے شارح نے غنا کو بقدرت علی الوفاء سے اسواسطے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنائے زکوٰۃ مراد نہیں ہے اگر مدیون کو قرض دینے والا ملے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہو جاوے
ہوگا کیونکہ حبس جزائے ظلم ہے اور اُسکا ظلم ثابت ہو چکا جو مثل غصب کے ہے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اُسکا مال دوسرے پر ہو تو اُس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون وعدہ
سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہ ہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیحبس حتی یبیع بما رأی ولو یوما هو الصحیح
تو قاضی حبس کرے اُسوقت تک جسقدر مدت کہ اُسکی راے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی
کی راے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہے کہ اگر اُسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں مدت حبس دو
یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے اور اسی میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی راے پر مفوض ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں
کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفة اذا کان المعسر معروفا بالعسرة لم احبسه فی الخانیة ولو فقره ظاهرا سأل عنه عاجلا وقبل
بینته علی افلاسه وخلی سبیله نهر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو میں اُسکو محبوس نہ کروں یعنی اُسکے حبس کا حکم نہ کرونگا۔
خانیہ میں ہے کہ اگر اُسکی محتاجی ظاہر ہو تو اُسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اُسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی النہر و فی البزازیة قال
المدیون تحلفه انه ما یعلم انی معسر اجابه القاضی فان حلف حبسه بطلبه وان نکل خلاه واقره المصنف وغیره اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے
کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اُسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکو چھوڑ دے
اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرأی لمن له ملكة الاجتهاد فتنبه میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اُس قاضی کی راے کا
اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہے سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی راے کا کچھ اعتبار نہیں ہے حلبی نے کہا کہ شارح اسمیں قہستانی کا تابع ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ
کہ ایسا امر یعنی تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسه بما رآه لو حاله مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظهر بحر واعتمده
المصنف پھر مدیون کے حبس کرنے کے بعد بقدر اُس مدت کے جو اُسکی راے میں آوے اگر اُسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی و کشادہ دستی اُسکو معلوم نہ ہو سکتی
ہو تو لوگوں سے اُسکا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو موجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے سأل عنه احتیاطا لا وجوبا
من جیرانه ویکفی عدل بغیبة الدائن پھر بعد حبس اُسکا حال اُسکے پڑوسیوں سے پوچھے بنابر احتیاط کے نہ بنابر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب
دین کی غیبت میں یعنی اُسکا حضور شرط نہیں ہے جو اخبار کے لائق امر ہے اسمیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل و عزل کی خبر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور
کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خوراک اور لباس میں اور حال اُسکا تنگ ہے اور بیشک اُسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
واما المستور فان وافق قوله رأی القاضی عمل به والا لا نفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اُسکا قول قاضی کی راے کے موافق ہو
تو اُسپر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی نفع المسائل بحثا اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہیں ہے ولا یشترط حضرة الخصم ولا لفظ الشهادة الا اذا
تنازعا فی الیسار والاعسار قهستانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی و مدعی علیہ تنگدستی و کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا
فی القهستانی یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسطرح خبر واحد [illegible] تنازع
مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکن بینة الاعسار للنفی وهی لیست بحجة ولذا لم یجب السؤال نفع الوسائل فتنبه میں کہتا ہوں لیکن تنگدستی کی گواہی
نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ہے لہذا اُسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی نفع الوسائل سو خبردار ہو جاؤ بحر الرائق میں سعناقی سے منقول ہے
کہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ ضیق الحال کثیر
العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظهر له مال خلاه بلا کفیل الا فی ثلاث مال یتیم و وقف واذا کان الدائن غائبا

پھر اگر محبوس کا مال ظاہر ہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے یہ قضا من کہتے ہیں قرضخواہ میں ضامن لیکر چھوڑ دے یتیم کے مال میں اور وقف کے مال میں اور جبکہ صاحب دین غائب ہوں ھم مفلس کے چھوڑ دینے
کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اُسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہوگئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اسکے اُسکو قید کرنا ظلم ہے اور مال وقف کو صاحب مجمع نے قیاس کیا ہے مال یتیم
پر اور علماے متاخرین اُسکے تابع ہوگئے ہیں اور قیاس میں شیخ ابی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول ولا لغیرہ حتی یثبت غریمہ غناہ بزازیہ پھر جب یوں افلاس کے سبب
حبس سے چھوٹا تو قاضی اُسکو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کیواسطے اور نہ اُسکے غیر کیواسطے تا وقتیکہ اُسکا صاحب دین اُسکی مالداری ثابت نہ کرے کذا فی البزازیہ وفی القنیہ برهن
المحبوس علی افلاسہ فادعی الدین اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی القضاء بہ ولا یعید الدین ثانیا اور قنیہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گذرانے سے
پیشتر اُسکا چھوڑ دینا چاہا قبل اسکے کہ قاضی اُسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اُسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اُسکو دوسری بار قید نہ کرا دے ھم شارح نے
یہاں ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اُسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی
لکن البحر بحثہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس لدینہ غائب یرید تطویل حبسہ ان علم قدرہ اخذہ او کفیلا والا خلاہ خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا
اور صاحب دین غائب ہے کہ اس نے تطویل حبس کا ارادہ کیا ہے اگر قاضی دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اسکو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ھم ضامن سے
یعنی مال کا ضامن یا حاضر ضامن ہے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ
اور اشباہ میں ہے کہ محبوس کا چھوڑنا جائز نہیں مگر اُسکے مدعی کی رضامندی سے یا جبکہ اُسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اُسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں
جائز ہے ھم شارح نے ایک قاضی حق کی قید ... مقدار دین کی جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد ہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہمنے اُسکی
طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من اراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت
لابلاء الاعذار اور اگر کہا اُسنے کہ جسکے محبوس کرنیکا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اُسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے اور اُسکو
قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہوگئے ہیں یعنی اتنے عرصہ میں ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولہ عقار یحبسہ
لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجئ تمامہ فی الحجر اور اگر شخص کو کے زمین یا باغ ہو تو اُسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اُسکو
بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اُسپر ہے اگرچہ بیچے ثمن قلیل سے کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر میں ولم یمنع غرماءہ عنہ علی الظاهر اور نہ روکے
قرضخواہوں میں سے اُسکے دینے والے کو بنابر ظاہر روایت ھم یہ جملہ متعلق ہے اس قول سے فان لم یظهر لہ مال خلاہ مترتب ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر ہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے اور اگر
ارباب دیون اُسکے ساتھ رہنے کا قصد کریں تو قاضی اُنکو منع نہ کرے یہی ظاہر الروایت ہے امام سے خلاف صاحبین کے اس کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو قریب ہے تحصول
قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اُسکے ساتھ رہیں تاکہ وہ مخفی نکر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ قوت
دین لینے والے مفلس کے ساتھ لگے رہیں دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں ھم اور ملازمت میں بہتر قول یہی ہے جو محمد سے مروی ہے
کہ قیام اور قعود میں ملازمت کرے اور اُسکو چھوڑ دے لڑکوں کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اُسکو دونوں وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے
سے خواہ وہ آپ اُسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کیواسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہیں کہ اُسکو مسجد میں رکھے یا برف پر یا حبس مکان میں کہ اُسکو اذیت
ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر المرأۃ امرأۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کیواسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اُسکے ساتھ رہے کذا فی
القنیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ فہی ہو للطالب الا بضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے
اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر میں ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اُسکے گھر میں نہ جانے دے تو اب دفع ضرر
کیواسطے حبس اچھا ہے کذا فی النهر وکلفہ فی البزازیہ بکفیل النفس اور بزازیہ میں حاضر ضامن دینے سے اسکو مکلف کیا ہے ھم بزازیہ میں ہے کہ اگر اُسکی ملازمت میں اُسکی

واضح نہیں اور اقارب میں کسیکا نفقہ واجب نہیں مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں کہ عدول جائز نہیں قول صریح سے اس تقیید کیطرف جو ذکر یہ عدد سے ناقص
ہو سو صحیح حبس الولی یعنی اب الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہوتا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہوا اسکے ادا کرنے سے ولی سکا ستر تابی کرے تو ولی
محبوس ہوگا کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندھا بیع عقارہ
المنقول بحر فلیحفظ محبوس ہوگا اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا سردادا اپنے فروع کے دین میں بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اسکی قیمت سے ادا
کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اسکی اراضی کی ہے مانند اسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہیں کہ حبس عقوبت
ہے اور والد اپنے والد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس اس سے فوق ہے اور اصل سے مراد وہ ہے
جو ماں کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین میں محبوس ہوگا عین مال اصل سے
اسوقت قضاء دین کرے جبکہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اسوقت جبکہ مال موجود اسکے حق کی جنس سے ہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاضی
نائبہ الا اذا فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ھنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک
الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکھما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ھو الذی یتصرف فیھم
مطلقا تقلیدا وعزلا اور خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اسوقت جبکہ بادشاہ کیطرف سے اسکو نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یوں
کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یوں کہنا سلطان کا کہ میں نے تجکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہاں قوی تر ہے صراحت سے
اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کرنیکا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت میں نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں
کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوب اور معزول کرنے میں
ہم غیر مفوض کو استخلاف میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل و ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف
استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہیں کر سکتا تو توقع فساد نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور
کتاب اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اسکے امر کے موافق کرے اور اسکو حکم دینا جائز نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ نائب حکم کرے اس گواہی پر جو قاضی کے روبرو
ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی وبخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابو الملک بعذر
بخلاف اس شخص کے جو مامور ہوا سلطان کیطرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کیواسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا فی
بن ملک وغیرہ ہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اسوقت کوئی عارض امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجاسے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہے آفات و بیماری
کا تو گویا سلطان نے اسکو نائب کرنے میں اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جاسے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا متحمل نہیں بخلاف
تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کے وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہوجائے یا اسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی
جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے امام جمعہ کو استخلاف اسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطبہ
شرط افتتاح جمعہ ہے بخلاف اس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اسنے اسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہاں بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح
ہے سو وہ دراصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ انما ھو فھم فہمہ من بعض العبارات وقدمنا فی الجمعۃ
اور جو ملا خسرو نے درر میں ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ اسکی کچھ اصل نہیں ہے تو اسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ یہ گفتگو جمعہ میں مذکور ہوچکی ہم ملا خسرو نے کہا کہ
خطیب کو استخلاف ابتداء جائز نہیں بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق حدث اور صورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اسنے بضرورت جائز کہا اپنی شرح میں

کذا فی الطحطاوی و نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وھو السلطان وحینئذٍ فلا یملک یعزلہ القاضی بغیر
تفویض منہ للعزل ایضاً کوکیل وکل وکذا لا ینعزل ایضاً بعزلہ ولا بموتہ ولا بموت السلطان بل بعزلہ لہ الزیلعی وعینی وابن ملک وبزم فی
الوکالۃ واعتمدہ فی الدرر والملتقی وفی البزازیہ وعلیہ الفتویٰ وتمامہ فی الاشباہ وفی فتاوی المصنف وھذا ھو المعتمد فی المذھب لا
ما ذکرہ ابن الغرس لمخالفتہ للمذھب　اس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہو نہ معزول کرنا وہ نائب ہے اصل سے یعنی سلطان کیطرف سے اور اسوقت میں
تو قاضی اسکے معزول کرنے کا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزولی کو بھی مانند اس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل وہ معزول نہیں تا اسکے عزل سے
اور اسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب کو سلطان کے معزول کرنے سے معزول ہوتا ہے
چنانچہ زیلعی وعینی و ابن ملک نے کتاب الوکالت میں کہا ہے اور درر و ملتقی میں اسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاویٰ میں ہے
اور یہی قول معتمد المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے اس قول کے واسطے مذہب کے ہم اسی کی تائید میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہو جاتا ہے
معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن الشیخ　و نائب غیرہ ای غیر المفوض لہ ان قضی عندہ او فی غیبتہ ولیاذہ القاضی صح قضاؤہ لو اھلا اذ لو فضولیاً
وھو فی غیر نوبتہ و اجازہ جاز لان المقصود حصول رائہ بحر قال وبہ علم دخول الفضولی فی القضاء　اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا
سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل قضا کا
یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے
کہ مطلب تو اسکی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں **فرع** مسئلہ
ملحقہ شارح کا فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبدہ فوض اعتق ثم حکم بنفسہ لم یصح ولو عتق فقضی صح بخلاف صبی بلغ
اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اپنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا
تو صحیح نہیں ہے یا اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا ہے صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان لڑکے کو والی بنایا
ہو پھر جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اسنے قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی　واذا رفع الیہ حکم
قاض خرج المحکم و دخل المیت والمعزول والمخالف لرائہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فافھم فقید آخر قید اتفاقی اذ حکم نفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال
نفذ ای الزم الحکم والعمل بمقتضاہ　اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کرے یعنی اسکے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے
حکم سے اسکے حکم کو نافذ اور لازم کر دے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل
ہو گیا اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں پس عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اس قاضی کا
حکم قبل اسکے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کیا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر
قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہے جیسا کہ باب التحکیم میں آئیگا اور عموم قاضی میں اہل
بغی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی میں مفتی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا
حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اسکو رد نہیں کر سکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی
لو مجتھداً فیہ عالماً باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم لم یجز قضاؤہ ولا یمضیہ الثانی فی ظاہر المذہب زیلعی وعینی وابن کمال
قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اس میں فقہا

یعنی مجتہدون کا اختلاف ہو یا اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اُسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اُسکو جاری کرے ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی
وابن کمال هم خلافہ بمقام یہ ہو کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اُسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہوگیا تو دوسرے قاضی کو اُسکی تنفیذ واجب ہے یہ اُس صورت مین ہے جبکہ
قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اُسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو
اسمین دو روایتین ہین یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اُسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اُسنے اُسکا حکم کیا جو خود
اسکے نزدیک خطا ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے
مخالف حکم کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہین ہے اسواسطے
کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناشی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اُسکی تقلید نہین کی مگر اسکے مذہب
نسیان والا ۱۲
کی جہت سے نہ اسکے غیر کے مذہب کی اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اتنے واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر مثلاً
حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ
یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو
نقض حکم جائز نہین محمد کے نزدیک خود اُس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی یعنی البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ
مذہب مین ہے اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہے کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اُس قاضی مجتہد کے
ہے جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہوگی کذا
فی النهر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صحیح ہے جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی
لکن فی الخلاصة ویفتی بخلافه وکانه تیسیرا فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کر دینے کیواسطے ہے لہذا اسکو
یاد رکھنا چاہیے هم خلاف اسکے فتوی دیا گیا ہے یعنی قضاء علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اُس مسئلے مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا
فواکہ بدریہ مین ہے کہ مین کہتا ہون لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے مین اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی
معرفت حاصل نہین چہ جائے علم مذاہب بقیہ مجتہدین پھر اُسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین
قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنی جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو اقتضاء زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد
محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحة من خصم علی خصم حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر هم حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا
یعنی قاضی حکم کو لازم کردے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اُسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی
حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اُسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اصل شرط نہین بلکہ
اثبات قضا قاضی کافی ہے بزازیہ مین ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مرگیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی
کے پاس حاضر کیا اور قضاء اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اُس سے مال لادے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اُسکے نسب کا انتہی ولو کان افتاء
فیحکم بمذهبه لا بغیره اور اگر ایسا نہین بلکہ افتاء ہو تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اسکے کذا فی البحر هم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتاء ہے بقرینہ قوله کان افتاء اور اسواسطے
کہ بدون دعوی حکم نہین ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی
کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتاء ہے یعنی طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے لو جاهل نا

مضمون طحطاوی یہ ہو کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ اتفاقاً اتفاقیہ قضا تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے ۔ وسیجئی اخر الکتاب فانہ اذا ارتاب
فی حکم الاول له طلب شهود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی میں قبیل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے قاضی اول کے
حکم میں تو اسکو اختیار ہو کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال فیه عرف ان
تنافیذ زماننا لا تعتبر لترک ما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کے تنفیذات معتبر نہیں بسبب ترک کرنے اس
چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہیں کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہی اسطرحپر کہ صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہی فلانے قاضی کے
حکم پر تا قاضی ثانی اسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق میں ہی میں کہتا ہوں اور کبھی یہ لکھدیا جاتا ہی کہ قاضی اول کے وثیقے پر
بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارف فی زماننا القضاء بالموجب اور البتہ الخ ہو گیا ہی ہمارے زمانہ کے قاضیوں میں قضا بالموجب یعنی حکم بموجب
حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن غرس سے مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کیا چاہیے ابن غرس نے فوائد میں
بیان کیا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلانے کیواسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا تسلیم مبیعہ کا حکم
یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک اسطرح حکم صریح ہونا اصل ہی اس باب میں پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کیواسطے پھر تو بیہودگی یہاں تک نوبت پہونچی کہ
جو قاضی کہ موجب کے مدلول و معنی سے آگاہ نہیں وہ کہتا ہی کہ میں نے حکم بالموجب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جسکو کوئی شے واجب کردے اور اسکو مقتضی ہو اور
اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وهو عبارة عن الحیز المتعلق بما اضیف الیه فی ظن القاضی شرعاً من حیث انه یقتضی بلا ... موجب
ہو معنی متعلق بالعقد سے جو کہ عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہو موجب کیطرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اسکا حکم کرتا ہو ہم مثال اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے بیع
صحیح کی اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضاے بیع ہی یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اسکا مشتری کی ملک میں
وتسلیم اور تسلیم ثمن او مثمن میں الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمه تو یہ معنی محکوم بہ ہے جو مضاف اور منسوب ہی بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہی قاضی کے ظن میں شرعاً ہی
موجب ہو یہاں اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہی اور حیثیت قضائی قید سے دو صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب بیع ارض کی صحت اور اسکے موجب کا حکم کیا تو اس
حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہی اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کیوقت موجود نہیں اور قاضی کو اسکا دھیان بھی نہیں تو یہ موجب متعلق
بالحکم نہوا اس زاوے سے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کر دیا فقال کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناه الحکم ببطلان البیع سو جبکہ قاضی
حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اسکا حکم ہی بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی
کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہی کہ موجب اس صورت میں وہ معنی ہی جو اس بیع محکوم بہ
کیطرف مضاف ہی شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاه لا یصح لان الشیء لا یقتضی بطلان
نفسه ہم اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شی اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں
ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل ہے یعنی
ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دے سکتا ہی اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہی تو مقتضا
بیع مدبر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہیں اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن النهر واکده فظهر ان الحکم بالموجب اعم
منه اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام تر ہی حکم بالمقتضی سے کذا فی النهر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصر ہو جیسا کہ ظاہر ہوتا ہی اور تمام مقولہ ابن الغرس کی عبارت
سے ظاہر ہوتا ہی ابن الغرس نے فوائد میں کہا کہ لازم ہے تا ہو کہ بیان حکم میں موجب اعم ہو مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہی بدون مقتضا کی قضا کے بعضی صورتوں میں جیسا کہ بیع المدبر کی

صورت مین انتہی اور موجب اور مقتضا مجمع ہو جاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجبین چنانچہ اول مذکور ہو چکا فوائد مدینہ میں کہا حاصل یہ ہو کہ موجب یہان مقتضا کے ساتھ مصادق ہو تا ہو
اور بیرون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہو فلہذا اعتبار در ہوتا ہو کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہو الی آخرہ ما قال کذا فی الطحطاوی
الا ما ہو عن دلیل مجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ صادر ہو دلیل سے اسکو جاری نہ کرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکی
بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا۔ صراحت البحر نیل کی یہ عبارت ہو کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جبکہ چند سال صاحب دین مطالبہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم
یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا علیہم
متن متروک التسمیۃ عمدا صلہ سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک ذبح متروک التسمیہ عمدا حلال ہو اسکا کھانا
بیع اسکی صحیح ہو اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمدا حلال نہین ہو نہ اسکی بیع صحیح ہو بدلیل آیت قرآنی (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اور نہ کھاؤ اس جانور
کو جسپر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ مین ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو
قاضی حنفی اسکو باطل کریگا جاری نہ کریگا او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو
چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہو ہم سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہو کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل
حلال ہو جاتی ہو بدون اسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اسکو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہو اور یہی حکم ہو حدیث متواتر کے مخالف کا یعنی
نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ کبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح
یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع ہونے صحابہ کرام کے اسکے فساد پر اور جیسے ام ولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا
حکم نافذ ہو یہ قول اصح ہو داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہو کہ ام ولد کی بیع صحیح ہو تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور اسی پر فتوی ہو اور یہی قول ہو محمد کا اسواسطے
کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہو اور شیخین کا یہ مذہب ہو کہ قضا مذکور نافذ ہو کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور
فتح القدیر مین ہو کہ قضاء مذکورہ دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر موقوف ہو بدائع مین ہو کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر
اسکا معتقد ہو کہ یہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہو گیا تو جاری نہ کرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ
للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کی یہ صورت ہو کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف
ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اسپر ہین جو دعوی کرے اور قسم اسپر ہو جو منکر ہو او بقصاص بتحلیف الولی واحد من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین
کرنے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم بعض علما نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہو کہ جب مدعی علیہ میں اور مقتول میں عداوت ظاہر ہو اور اسکی عداوت بغیر مدعی علیہ
سے معلوم ہو نہ سبکو بلکہ مدعی علیہ بھی موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم دے ولی مقتول سے اسکے دعوی پر پچپن قسم کھانے تو اسپر قصاص کا حکم دے اور
ہمارے نزدیک پچپن قسم بیت اور وہ قسامہ ہو تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہو کذا فی
الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ النکاح للمتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او بصحۃ بیع عبد معتق البعض
یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نہ کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشایخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا
اصحاب ہمارے سے کچھ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہو فصل مجتہد فیہ مین کذا فی الطحطاوی
او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ الطلاق الدور وبقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی حکم
طلاق دور کا اور بقا سے نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین وقضاء لعبد وصبی مطلقا

اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقاً نافذ نہیں یعنی خواہ حر پر حکم کریں یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر کذا فی الحلبی و قضاء کافر علی مسلم ابدا و نحو ذلک کالتفریق بین
الزوجین بشہادة المرضعة لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی کی گواہی سے نافذ نہیں ہے نا
قضا کے جمیع مسائل مذکورہ میں وعدہا فی الاشباہ نیفا واربعین او جملہ احکام غیر نافذ کے اشباہ میں چالیس او رچند مسائل شمار کئے ہیں ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ مسائل کو اشباہ میں بطریق حصر کے مذکور نہیں حموی نے کہا اور جن مسائل میں قضاء قاضی منقوض ہوتی ہے انکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع
الفصولین و خانیہ او صیرفیہ اور فتح القدیر میں جسکا جی چاہے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لما ینفذ سبع صور منہا کما لو قضت
المرأة بعد قود وصحح متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر میں قضاء نافذ کی سات صورتیں ذکر کیں انمیں سے ایک صورت ہے کہ اگر عورت حد
اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن میں آویگا کتاب القاضی الی القاضی میں اسکے برخلاف جسکو مصنف نے شرح میں ذکر کیا ہے اسمیں صحیح قول ہے خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بزازیہ
نے وقضاء جامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول
دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے موضع اختلاف میں نہ موضع خلاف میں اور اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف
کیواسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کیواسطے ہم یہ تفرقہ غیر ہے والا فقد قال تعالی ردما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب
اور حالانکہ اہل کتاب کیواسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارح یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں الا اسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی
وهل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعة اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایة للصدر الشریعة
شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے و یوم الموت لا یدخل
تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور
اسکی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحطاوی فلو برهن علی موت ابیہ یوم کذا ثم برهنت امرأة ان المیت نکحها بعدہ ذلک
قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا
حکم دیا جاویگا ہم حیثیت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث ان کے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب سابق علی الموت سے ہے
تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جاویگا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے ولو برهن علی قتلہ فیہ
فبرهنت ان المقتول نکحها بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے
گواہ مقبول ہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا جمیع العقود والمداینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات
میں ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات چنانچہ قرض اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا میں کذا
فی الطحطاوی الا فی مسئلة الزوجة التی معها ولد فانه تقبل بینتها بتاریخ متناقض لما قضی القاضی به من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلے
میں جسکے ساتھ لڑکا ہو اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے اس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی یہ ہو المحیط
میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکے باپ کو عمدا تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور میں اسکا وارث ہوں کوئی اسکا وارث نہیں سوا
میرے اور اس دعوی کو گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اسکے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اسنے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھے نکاح کیا
اور یہ لڑکا اسکا ہے اور اسکا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ استحساناً مستحسن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولد کو ثابت النسب کہوں اور
قتل کے گواہوں کو باطل کروں اور یہ حکم نسب کی تعدیت کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

گواہ مقبول ہونگے عورت کے اور یہ امیں کا بھی یہی قول ہے انتہیٰ کذا فی الطحطاوی فاستثنی محشوها من الاول مسائل منها ادعیاه میراثا فلا یسبقها تاریخ
اور اشباہ کے محشیوں نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو میراث
اسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق تر ہے ہر شخص کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں نے اسکو اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہاں تاریخ مقدم
کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں میں نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برهن الوکیل
علی وکالته ثم برهن فادعی المطلوب موت الطالب عبد الدفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا
حکم ہو گیا پھر دین مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مر گیا لہذا توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہیں کر سکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے
بعد وکیل کیواسطے حق قبض باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا یہاں حکم کہاں ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں یہ تو فقط دفع ہے دعوے کا برهن انه شراه
من ابیه منذ سنة و برهن ذو الید علی موته منذ سنتین یقضی بقبول بینة المدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے
اور ذو الید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی هم استثنا نظر قول ثانی ہے اور عدم سماع
کا قول ہے قنیہ میں ہے کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسره ان القضاء بالبینة عبارة عن رفع النزاع والموت من حیث انه موت لیس محلا للنزاع
لیرتفع بالبینة بخلاف القتل فانه من حیث هو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اسکا یعنی موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت
ہے رفع نزاع سے اور موت اسلئے ہے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سے
پہلے تو صحیح و ثابت ہے کہ موت ہوگی مال اسکا وارث پائیگا بلا خصوصیت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا جیسا کہ مخفی نہیں هم اجناس میں مذکور ہے کہ محمد
دونوں میں فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت سے کوئی لازم نہیں اور توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل ظلم خالی نہیں قصاص یا دیت سے
اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر میں جیسا کہ مسئلہ سابقہ میں گذر چکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو
ایام سابق میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہونگے بواسطہ تضمن
اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہاں عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ
اسیطرح حالت انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونوں گواہیوں میں باب ثبوت تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہونگے کذا فی الطحطاوی
وینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهرا و باطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں هم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین
دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت
کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن
سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال غلام ہیں اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیاں ہیں اور مولی کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکوں کے
نکاح میں اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتوں پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شهادت کے سماع کا تو قضا
بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورهم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہوں کے
کذب کو نجانتا ہو هم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاهرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی
کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شهود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ
کاقالة و طلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاهداك زوجاك قضا بشهادت زور نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ میں مانند اقالہ

محرمۃ بخو عدۃ او ردۃ وکما لو علم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلاً کالقضاء بالیمین الکاذبۃ زیلعی وکمال الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرم یعنی حرام بسبب ارتداد و غیرہ کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہوں کی دروغ گوئی سے واقف ہو جاوے تو بالکل قضا نافذ نہو گی جھوٹی قسم کی قضا کے مانند کذا فی الزیلعی و کمال فتح القدیر مصنف کو بہتر تھا کہ صورت محرم اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا اس کے ساتھ تمثیل دیتا کیونکہ دونوں صورتوں میں اصلا قضا نافذ نہیں قضا سریت باطنا یعنی بخلاف ارث کے کہ اسمیں قضا باطن میں نافذ نہیں ہوتی کذا جیسی یہ صورت ہو کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلاثہ زوج اسکا منکر ہو تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہو کہ بلا شبہہ طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہو خلاصہ یہ ہو کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہیں اجماعاً کذا فی الطحطاوی وطی اسواسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہو یمین

کاذبہ سے قضا فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقاً ناسیاً او عامداً عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایۃ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع و ابن کمال تو نافذ نہو گا مطلقاً نہ بھول کر نہ عمداً صاحبین و ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہو کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہو کہ نفاذ پر فتوی ہو چنانچہ صغری میں کافی سے فتوی منقول ہو کذا فی الطحطاوی ھم مسئلہ غیر مشرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہداً کحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامداً لا ینفذ اتفاقاً وکذا ناسیاً عندہما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہو کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھکر تو حکم مذکور نافذ نہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بھول کر حکم دیا تو صاحبین کے نزدیک یہ حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس نافذ نہو گا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہو چنانچہ درر میں ہو یا اس صورت میں ہو کہ قاضی کو حکم بمذہب الامام کی تقیید واقع ہوئی ہو والا و معزول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولاً عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے ساتھ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوئی ہو تو قضا بلا اختلاف مقید ہو گی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف سے انتہی کلام الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ما صح اصلاً یسطر اور الشیخ نے متغیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو سو یوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف اصلاً صحیح نہیں ہو اور اس سا ہو اسکو لکھنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف فصلاً مجتہداً فیہ نفذ امرہ کما قدمناہ عن سیر التتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ یعنی جب امیر کا حکم کسی فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہو گا چنانچہ پہلے اسکو مقدم ذکر کیا ہو کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہ سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ بحر یہ حکم دیا جاوے شخص غائب پر خواہ حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت کیواسطے حکم درست و صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں قول مفتی بہ کذا فی البحر اور امام شافعی و مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہو بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو مقصد حکم کو شرط کیا اس حدیث پر زیادت ہو بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہو جو ابو داؤد میں مروی ہو کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہو تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہو اور یہ ثابت ہو خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسیواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہو کہ منکر حاضر ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا حاضر ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدیر

الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں مگر اسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہو جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃً چنانچہ غائب کا وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا ہو خواہ وکیل خصومت اور دعوی کا ہو خواہ حکم کے واسطے

اسطرح کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اُسنے کسیکو وکیل مقرر کیا اسپر حکم ہو تقبیہ بینہ پر اقامت بینہ کی تعدیل ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اُسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا اسی بینہ مذکورہ سے اسپر حکم ہوگا جو حاضر ہوا یعنی وارث وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہو نہ قاضی کیطرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہ ہو کذا فی الطحطاوی افاد بالاستثناء اِنَّ القَاضِیَ اِنَّمَا یَحْکُمُ عَلَی الغَائِبِ وَالمَیِّتِ لَا عَلَی الوَکِیْلِ وَالوَصِیِّ فَیَکْتُبُ فِی السِّجِلِّ اَنَّهٗ حَکَمَ عَلَی المَیِّتِ وَعَلَی الغَائِبِ بِحَضْرَةِ وَکِیْلِهٖ وَبِحَضْرَةِ وَصِیِّهٖ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وَاَفَادَ بِالکَافِ عَدَمَ الحَصْرِ فَاِنَّ اَحَدَ الوَرَثَةِ کَذٰلِکَ یَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ البَاقِیْنَ وَکَذَا اَحَدُ شَرِیْکَیِ الدَّیْنِ وَاَجْنَبِیٌّ بِیَدِهٖ مَالُ یَتِیْمٍ وَبَعْضُ المَوْقُوْفِ عَلَیْهِمْ اِنْ لَوِ الوَقْفُ ثَابِتًا کَمَا مَرَّ فِیْ بَابِهٖ اور مصنف نے کاف تمثیل سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حکمی وکیل اور وصی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اسواسطے کہ ایک شخص وارثوں میں سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے انہیں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں گذر چکا اَوْ نَائِبُهٗ شَرْعًا کَوَصِیٍّ نَصَّبَهُ القَاضِیْ خَرَجَ المُسَخَّرُ کَمَا سَیَجِیْءُ یا اقتضا جائز ہے غائب پر اُسکے شرعًا نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اُسکا ذکر آویگا مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک شخص کو قائم کرے غائب کیطرف سے تاکہ وہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی الطحطاوی عَنِ البَحْرِ اَوْ حُکْمًا بِاَنْ یَکُوْنَ مَا یَدَّعِیْ عَلَی الغَائِبِ سَبَبًا لَا مُحَالَةَ کَشِرَی اَمَةٍ تَدَّعِیْ اَنَّ مَوْلَاهَا زَوَّجَهَا مِنْ فُلَانٍ الغَائِبِ فَاَرَادَ رَدَّهَا بِعَیْبٍ لَمْ یُقْبَلْ لِاحْتِمَالِ اَنَّهٗ طَلَّقَهَا وَزَالَ العَیْبُ ابن الکمال لِمَا یَدَّعِیْ عَلَی الحَاضِرِ یا اقتضا جائز ہے غائب پر اُسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح کہ جو دعوی کیا جاوے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہو اس دعوی کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا جاتا ہے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خرید کی پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اُسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن الکمال ہم شارح نے یہ تصریح کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالتعیین سبب نہ ہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب ادعائے الرد کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثاله کَمَا اِذَا ادَّعٰی دَارًا فِیْ یَدِ رَجُلٍ وَبَرْهَنَ المُدَّعِیْ عَلٰی ذِی الیَدِ اَنَّهٗ اشْتَرٰی الدَّارَ مِنْ فُلَانٍ الغَائِبِ فَحَکَمَ الحَاکِمُ عَلٰی ذِی الیَدِ الحَاضِرِ کَانَ ذٰلِکَ حُکْمًا عَلَی الغَائِبِ اَیْضًا حَتّٰی لَوْ حَضَرَ وَاَنْکَرَ لَمْ یُعْتَبَرْ لِاَنَّ الشِّرَاءَ مِنَ المَالِکِ سَبَبُ المِلْکِیَّةِ لَا مُحَالَةَ مثال اسکا مثلًا کسی نے دعوی کیا اس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے میں ہے اور مدعی قابض پر اسبات گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلانے شخص غائب سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ تو خلاصہ اس صورت میں ادعا علی الغائب یعنی شرا وہ سبب ہے ثبوت ادعا علی الحاضر کا یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الانکلیہ وَلَهٗ صُوَرٌ کَثِیْرَةٌ ذَکَرَ مِنْهَا فِی المُجْتَبٰی خَمْسًا وَعِشْرِیْنَ اور غائب کی نیابت حکمی کی بہت صورتیں ہیں انہیں سے مجتبی میں پچیس صورتیں مذکور ہیں منجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص حاضر اسکا ضامن ہے اسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر کفالت بامر غائب نہ تھا تو غائب پر حکم نہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور میں اسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہے اور مدعی گواہ لایا اسکی خرید مذکور پر تو غائب پر بھی حکم ہوگا اس سے خرید کرنے کا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور از انجملہ مسئلہ متن ہے اور از انجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو شارح ذکر کریگا

اور قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہذا مستحب ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض میں تاوان ہے نہ ودیعت میں اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا حال دریافت کرے تاکہ کسیکا حال پریشان دیکھے تو اس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہے لیکن غنی سے محتاج سے واسطے محتاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کیواسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے چنانچہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغنی وہ چیز ہے جسمیں آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کاسب وَلَهُ اَخْذُ المَالِ مِنْ اَبٍ مُبَذِّرٍ وَدَفْعُهُ اِلٰى عَدْلٍ قنیہ اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اسکو رکھوا چھوڑنا مرد عادل کے پاس الی القنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال ضائع نہ جاوے وَيَكْتُبُ الصَّكَّ نَدْبًا لِلْحِفْظِ اور دستک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تاکہ قرض یاد رہے حموی نے کہا کہ عبارت ہے مال غیرہ کے اقرارنامہ سے وہ فاسد ہے ہے لَا يُقْرِضُ الاَبُ لَوْ قَاضِيًا لِاَنَّهُ لَا يَقْضِي لِوَلَدِهِ قرض دے باپ فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا اپنے فرزند کیواسطے یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں پس جواز اقراض کی علت منتفی ہو گئی کذا فی الطحطاوی وَلَا الوَصِيُّ وَلَا المُلْتَقِطُ فَاِنْ اَقْرَضُوا ضَمِنُوا لِعَجْزِهِمْ عَنِ التَّحْصِيلِ بِخِلَافِ القَاضِي اور نہ قرض دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا انپر لازم ہوگا بسبب انکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اور دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اسکی قاضی کی ولایت سے عام ہے اسواسطے کہ نکاح اور مال دونوں کی ولایت یکساں ہے مگر مزید شفقت ہے باپ یا دوسرے قاضی سے تو ظاہر ہے یہ کہ اسکو قرض دیگا لیکن منکر ہو جائے خلاصہ جواب یہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ عام قدرت علی الاستخراج کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو بھی بلحاظ قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہوں کو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دولت سے علم کریگا یا مال نکال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال وَيُسْتَثْنَى اِقْرَاضُهُمْ لِلضَّرُورَةِ كَحَرْقٍ وَنَهْبٍ فَيَجُوزُ اتِّفَاقًا اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورہ کا قرض دینا مستثنی ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارت گری کا خوف ہو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر وَمَتٰى جَازَ لِلْمُلْتَقِطِ التَّصَدُّقُ فَالاِقْرَاضُ اَوْلٰى اور جسوقت کہ ملتقط کو صدقہ کرنا جائز ہے تو اسوقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا یعنی جبکہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب ہو کہ مالک طلب نہ کریگا تو اسوقت اسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے وَلَوْ قَضٰى بِالجَوْرِ فَالغُرْمُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ اِنْ مُتَعَمِّدًا وَاَقَرَّ بِهِ اَيِ الْعَمْدِ وَلَوْ خَطَأً فَالغُرْمُ عَلَى المَقْضِيِّ لَهُ اور اگر قاضی نے ظلم واجبی ہو کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اسکے ذاتی مال میں اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم حکم قاضی جبکہ خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد میں ہو اگر حق العباد میں تدارک و رد ممکن ہو اسطرحپر کہ مال کا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا تغیر ناممکن ہے اسطرحپر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جبکہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق میں ظاہر نہ ہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اسطرحپر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبد ہیں یا کفار یا محدود فی القذف ہیں تو تاوان اسکا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمداً ظلم کیا ہے اور اسکا اقرار کیا تو اسکے مال میں تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ میں اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا وفی النہر معزیا للسراج قَالَ مُحَمَّدٌ لَوْ قَالَ

قاضی کی خطا کا حکم

نفذت احکامہ الا فی القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ وارتشاءہ ردت قضایاہ وشہاداتہ ومنح الغفار میں ہے سراج کیطرف نسبت
کرکے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ میں نے عمداً ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضا سے اور امام ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب تو اسکے فیصلے اور گواہی نامنظور
ہو غیرہ ومسائل ملحقہ شارح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی مظہر ہے خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق
ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا
چنانچہ حکم بشہادۃ الزور وکذا فی الطحطاوی ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ
فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان ومکان وخصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے
دعوی سنا تو حکم نافذ ہوگا ظہیریہ کی تتمہ میں ہے کہ اگر امام ایک شہر کو ایک دن یا ایک مجلس کیلئے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصوصیت
استثناء کرے یعنی یہ کہے کہ فلاں ماجرے میں فیصلہ کرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدھا الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی
وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جاوے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف و میراث و موجود ہونے
عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے اپنے استاد یحیی بہنسی سے نقل کیا
کہ سلاطین یعنی سلاطین ہم ابنائے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوا سے وقف و وارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل و دفع تزویر
کیواسطے ہے اور ہمیشہ روایت صحیح ہے یا [illegible] سب کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے در باب عدم سماع سو یہ روایت قبل [illegible] سلطانی ہے شرعی
چنانچہ [illegible] کذا فی الطحطاوی امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر
قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی
حکم بادشاہ کا اسوقت نافذ ہوتا ہے جبکہ شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کے پانچوین قاعدے اور فوائد شتی میں ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو
شاہدوں کے قسم دلانے کا حکم کیا تو عالموں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے وہ امر کروانے سے بچیے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا
خالق پر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کرین تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہو ہم صاحب بحر نے المحیط سے نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت
میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صدر شہید سے جواز تحلیف منقول ہے یعنی شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ
تنبیہ ہے اس شہید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح کہ وہ صاحب رائے ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب رائے نہ ہو تو تحلیف شہود جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قضاء
الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضیا مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اسکا قاضی کی طرف جائز ہے اگر سلطان کیطرف سے قاضی مقرر نہ ہو باشا امیر کو کہتے
ہیں ہم میں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول صحیح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ ادب الخصاف میں ہے کذا فی الطحطاوی والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ
ذکرناها فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہے مگر چودہ مسئلوں میں جنکو ہم نے ذکر کیا ہے شرح کنز میں یعنی بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں ہے وہ مسئلے
ذکر کیے ہیں اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اسکا مرافعہ ہو قاضی یا محکم کیطرف تو اگر اسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور محکم پر رائے منحصر رہی
اور محکم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ یمین مضافہ میں جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جاوے
اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہے اور محکم کا حکم غائب کیطرف متعدی نہیں ہوتا اگر اوسکا علی الغائب سبب ہو اور علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے میں اور جائز نہیں مکتوب محکم
قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اسکی طرف جائز نہیں اور محکم حکم نہ کرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونوں خصم راضی ہوں اور اگر محکم مرتد ہو جاوے
تو معزول ہوگا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی

اور دوسرے نے کہ اُسکا قبول کرنا درست ہو اور بیع کا حکم ایک طرف سے باقی وارثون کیطرف نہین پہنچتا اور محکّم کا حکم بنسبت بالغ کے بالغ کیطرف نہین پہنچتا ہے جسکے
محکّم سے راضی ہوا اور اگر محکّم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کیطرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اسکا صغیر کے وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حاکم محکّم کا
تحکیم کے ساتھ مقید نہین بلکہ اُسکے حکم جائز ہے جیسے طلاق مین یعنی بعد رضا کے نتیجہ صحیح اور سوال محکّم مین اختلاف گواہی کے اختلاف کے سبب سے سوال کیا گیا کہ کہتا
ہو کہ اسکو خصوصیت مین کیسا ہو فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا شاید کہتا ہو کہ دوسرے فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکّم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف
قاضی کے جیسے مسائل مذکورہ مین حلبی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم مین انتہی ملخصاً اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہو کہ لعان مین اور حدود مین محکّم کا حکم جائز نہین چنانچہ
برجندی مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین
ہو کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہو اور معزول کیا جاے اسکو اور تعزیر دیجاے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی
ثلث لریبة ولرجاء صلح اقارب واذا استمهل المدعی اور اشباہ مین ہو کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کیا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین
وجہ سے تاخیر جائز ہو شک اور اشتباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہ ہو کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ …
نے قاضی کے پاس ایک مقدمے مین گواہی دی اور تھوڑا اُنکی گواہی کے بعد حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ اُنمین سے بولا استغفر اللہ مین نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی
کلام سنا مگر یہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کس نے یہ کلام کیا سو قاضی نے اسکو ان سے پوچھا سو سب نے کہا ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر حکم نہ کرے
اور لسان الحکام مین ہو کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑے الا وقت قاضی کو لائق ہو کہ انکو ٹھہرا لے اور جلدی حکم نہ دے شاید دونون باہم صلح کر لین
کہ حکم اگرچہ حق ہو لیکن اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہو کہ بعضون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم با امید صلح اقارب مین مخصوص نہین بلکہ اجانب مین بھی
ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا موجب ہو تو حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف نہین قضا فی الفور … کہ قضا فی الفور
صورت پر محمول ہو جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا موید وہ ہو جو اختیار اور خزانة الاکمل مین ہو کہ جب قاضی کو رضا سے خصمین کی توقع ہو تو اُنکے
رد کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور دو دونون مین حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لین اور انکو دوبار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کر دے
اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہو ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوے کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا
اور ایک صورت اور باقی رہ گئی جسمین تاخیر قضا جائز ہو یعنی جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوے پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے
تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہو کذا فی الطحطاوی ولا یرجع عن قضائه الا فی ثلث لو بعلمه او ظهر خطاؤه او بخلاف مذهبه اور
قاضی تو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اُس پر عمل کرنا اور اسکو باطل کر دینا نہین جائز مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست سے یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے خلاف
حکم دیا ہو اپنے علم پر حکم کیا یہ ظاہر ہو گیا کہ اسکا علم و حکم … چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کیواسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونون ان سے غائب ہو گئے پھر
وہ شخص دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک … کہ یہ شخص ہی مقر ہو معلوم ہوا کہ اسکے سوا کوئی اور ہو تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہو بلکہ واجب …
ظہور خطا کی صورت یہ ہو کہ مثلاً حنفی المذہب نے متاع مجہول القیمة کی صحت بیع کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہو چکا
فتح القدیر مین ہو کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہو اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کیوقت اُس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہو اُس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ …
بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اُسکے سامنے آوے یا حالت اپنی قضا مین جان چکا
غیر شہر مین پھر اُس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اُسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اُسی شہر مین قاضی ہو پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب
ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصراً فصل

نام اور کنیت میں لوگ شریک ہوتے ہیں اور رحموی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہیں انتہی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بقدر
امتیاز لکھے اور حق معین ذکر کرے اور چاہیے کہ شہود کا ذکر بھی صریح ہے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون
علی الباطن فیعمل بہ سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا مصنفوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف میں عنوان اندر خط
ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا والثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی العزمیۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف
نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے
ضروری نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ عزمیہ میں ہے کفایہ سے اور ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں ہے یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انہوں نے وقائع کو
دیکھا تو یہ بین مصلحت تھی اسکو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہیں ہوا تو معائنہ تجربہ کا کیا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل
الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضرۃ الخصم وشہودہ پھر جب خط پہونچے مکتوب الیہ کو تو اسکے مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نکرے یعنی اسکو نہ پڑھے
مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے ہم اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہیں اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اسکو اس سے
خط کے گواہ طلب کرے یہی طلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں
ہیں اسکی گواہی دیں کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شہودہ لو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم ضرور ہے شہود طریق کے اسلام
اگرچہ قاضی کا خط ذمی کیواسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تبھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان
کے فعل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الی الشہود جبکہ مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود کی کچھ حاجت
نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اسمیں شہود کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم
نہیں یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم منح الغفار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے انتہی تو اب اسکی حاجت
نہیں کہ شہود گواہی دیں کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کا ہے اور جو یہ شرط ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط
الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول ہے اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں فرامین سلاطین
وہ براتیں جو فرامین سلطانیہ ہیں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کیواسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ
کیطرف سے ہے منصوص نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہیں مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے
دفتر یعنی جو انکے کہاتے ہیں دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص ہے اور یہ ملحق ہے ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل
دانش اسکے قول پر خرید وفروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں نہ کتابت میں کیونکر اعتماد ہوگا انتہی
علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوشتہ پایا
میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہیں تو اسپر ذمہ لازم ہو گیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف وسمسار کا خط ہے انتہی تو توجیہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب کاتب
دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ الاکمل میں ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگروں میں
معلوم ہے پھر وہ مر گیا اور اسکا صاحب قرض آیا اور اسکی وارثوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے
ترکہ میں انتہی طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اسکا اعتبار نہیں کیا اسکی وجہ نہیں کھلتی
اشباہ میں کہا ابن وہبان نے اسکا جواب یا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اسپر ہے انتہی جسکے والدہ نے وسیع کر دیا

حالانکہ مسائل کتاب کے اصل وضع اس دین میں ہو جو کاتب پر ہو چنانچہ یہ خصوص مستند الیہا سے معلوم ہوگا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر ہے تو اُسپر ہرگز عمل ہوگا
اسواسطے اسکو کسی نے نہیں کہا بلکہ یہ بحث انکی ہے اور افھون نے ابن وہبان کی تعمیم سے اسکو سمجھا ہو اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہو کہ کہان سے یہ معلوم ہو
سواسے مال اور باعلیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ کاتب صراف وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہو انتہی علی المخصوص جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہو اس
زمانے میں ہو کیونکر عمل کیا جائیگا اسکے خط پر اسکے دین کے ثبوت میں اور رہا اسکا فتوی دے وہ جاہل ہو اصل نقل جو انہ اکل سے ہو ایضا غلط تقلیل ابن وہبان ہو کذا فی الطحطاوی
مختصر و جوزہ محمد لراوی و قاض و شاھد ان تیقن بہ قبلا بہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز کہا ہو راوی اور قاضی اور شاہد کیواسطے اگر اسکا یقین ہو بعضون نے
کہا اور اسیکا فتوی ہو ھم خزانۃ الاکمل میں ہو کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز کہا ہو جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو
انتہی عیون میں کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہو در صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہو اور تغیر اور محو کے اثر پر اطلاع ممکن ہو اور کم مشتبہ ہوتا ہو
ظاہر وجہ سے تو جب تیقن ہوجاوے تو اُسپر اعتماد جائز ہوتا کہ لوگون پر وسعت ہوجاوے نقل اسمین باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی تتمہ تتمہ خانیہ میں ہو کہ ایک شخص کے پاس زمین ہو
ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہو اور اسنے صک ظاہر کی جسمین خطوط ہیں عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اسنے حکم طلب کیا
اس وثیقہ کا علما نے کہا ہو کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہو اور حجت شہادت ہو اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت
نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہو دوسرے خط کے اور اُسی خانیہ میں ہو کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے
اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں ہو اس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونون کے خط میں مشابہت ظاہر نکلی تو اسمین علما کا اختلاف ہو بعضون نے
کہا کہ اُسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہو انتہی اور یہ جو حاوی زاہدی میں ہو کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اُس وقت کا باقی نہو اور
اسمین حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہ میرے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدون کے ہو تو جائز ہو اسکے موافق
حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغیر اور تزویر کی تہمت اُسمین کرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھا لے تو بھی اسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین
کے قائم مقام ہو اور اگر قسم نہ کھاوے تو اسکا حجت ہونا باطل ہو انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہو جو اصل مذہب کے موافق ہو کذا فی الطحطاوی و کذا
بل من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر و جوزھا الثانی بحیث لا یعود فی یومہ علیہ الفتوی شرنبلالیہ و سراجیہ او فیہ ہو
بلکہ مسافت تین دن کی دونون قاضیون کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضرور ہو ظاہر الروایۃ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو
اور شہادت علی الشہادت کو جائز کہا ہو اتنی مسافت میں جسمین آدمی عود نہ کر سکے اُسی دن اور اُسی پر فتوی ہو کذا فی الشرنبلالیۃ والسراجیہ و یبطل الکتاب
بموت الکاتب و عزلہ و قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ اجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہو خط قاضی کاتب کی موت اور اسکی معزولی سے
قبل پہنچنے خط کے دوسرے قاضی کیطرف یا بعد وصول خط قبل اسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہو و اما بعد ھا فلا یبطل اور بعد وصول کتاب
اور بعد قرأت کے اگر کاتب مر گیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہین یعنی اُسپر عمل ہوگا و یبطل بجنون الکاتب و ردتہ و حدہ بقذف و عماہ و فسقہ بعد عدالتہ
لخروجہ عن الاھلیۃ و اجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہو خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانے سے اور اسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے
اور فاسق ہوجانے سے بعد اسکے عادل ہونے کے بسبب نکلجانے کاتب کے بجہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہو و کذا
بموت المکتوب الیہ و خروجہ عن الاھلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہوجاتا ہو مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم
بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اسوقت نائب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یون لکھے کہ یہ خط ہو فلانے
قاضی کیطرف یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہو بخلاف مالو عمم ابتداء و جوزہ الثانی و علیہ الفتوی خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتدا سے

القضاء کے مانند افتا ہی تو مفتی کو مناسب ہی کہ اُس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیہا
لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ میں ہی کہ حاکم نہ کرے اپنی ذات کیواسطے اور نہ اپنے ولد کیواسطے مگر وصیت میں ہم یوں مناسب تھا کہ
مگر ایصا میں صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہو یا قاضی کے بعضے اقارب پر جیسے کہ حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مرگیا پھر دوسرے مرد نے
دعوی کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہی کیونکہ اس حالت
میں قاضی شاہد ہو سکتا ہی تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اس مرد
کو جو اپنکو وصی میت کا کہتا ہی پھر دینے کے بعد اُسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اُسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اُسکی نافذ نہوگی اور قاضی بھی
بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادا کے دین قاضی اس کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہی یعنی براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت
کیواسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں پھر اگر قاضی مذکور مرجاے یا معزول ہو جاے تو قاضی ثانی اُسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار دیگا
اور قاضی اور اُسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ ابیہ ولو فی حیوۃ
امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں صحت قضاے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کیواسطے تحریر کیا ہی اگرچہ حکم اپنی زوجہ اپنے باپ کی
زندگی میں کیا ہو وانہ تقضی فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد فیہا فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہی اُن اوقاف میں جو اُسکے تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے مضمون کو زیادہ کیا بایں
لیکن یوں کہا ہے ویقضی لام الزوج حال حیوتہا وعن ابیہ ذو حی حرر ثا اور حکم کرتا ہی قاضی اپنی زوجہ کی ماں کیواسطے زوجہ کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہو اپنے باپ
کی زوجہ کیواسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہو یہ حکم تحریر ہے وبعد وفاۃ ان خلا من نصیبہ بمیراث مقضی بہ فتبصروا اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہی
بشرطیکہ جسکا اُسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اسمیں حکم کرے جسمیں قاضی کیواسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت میں دعوی ہو خوشدامن اور سوتیلی
ماں کیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہی خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصروا ای بیت ہی یعنی اس عبارت حاصل کرو اس حکم کو دریافت کرکے
ویقضی بوقف مستحق لو بعۃ بوصف القضاء والعلم وکان ناظرا اور حکم کرتا ہی قاضی اُس وقف میں کہ اُس کا وصف قضا و علم مستحق ہی یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو
یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہی تو اسمیں قاضی کا حکم کرنا جائز ہی اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے
کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہ کتاب القضاء کے چند مسائل متفرقہ ہیں شتی جمع شتیت کی ہی بمعنی متفرق و مختلف قال تعالی ان سعیکم لشتی
یعنی مختلف الجزاء وجاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہیں جاء و لوگ شتی یعنی متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد
ای یدق الوتد فی سفلہ وہو البیت التحتانی منع کیا جائے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہی اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں
یعنی ایک مکان دو منزلہ ہی نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہی اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہی تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم
منع کریگا طحطاوی نے کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف جائز ہی خانیہ میں ہی کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں یا غیرہ کھودے تو امام
کے نزدیک جائز ہی اگرچہ بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوی البحر
یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی البحر یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر بنیاد دے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع
کیا جاوے کذا فی العینی کوۃ بفتح و ضم کاف و تشدید واو عبارت ہی طاق سے بلا رضی الآخر وہذا عندہ وہو القیاس بحر یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے
بدون رضامندی دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہی اور یہی قیاس ہی کذا فی البحر وقالا لکل فعل ما لا یضر اور صاحبین نے کہا دونوں میں سے ہر ایک وہ فعل درست ہی
دوسرے کو ضرر نہ کرے ہم ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ صاحبین کا قول معتمد ہی کیونکہ وہ استحسان ہی اور استحسان مقدم ہوتا ہی قیاس پر تبیین میں تصحیح سے منقول ہی

یہی قول فتوی کیواسطے مختار ہے وَلَوِ انْہَدَمَ السُّفْلُ بِلَا صُنْعِ رَبِّہٖ لَمْ یُجْبَرْ عَلَی الْبِنَاءِ لِعَدَمِ التَّعَدِّیْ اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اُسکے مالک
کے بدون کرتب کے تو اُسپر اُسکے بنانے میں زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے وَلِذِی الْعُلْوِ اَنْ یَّبْنِیَ ثُمَّ یَرْجِعَ بِمَا اَنْفَقَ اِنْ بَنٰی بِاِذْنِہٖ اَوْ اِذْنِ قَاضٍ
وَاِلَّا فَبِقِیْمَۃِ الْبِنَاءِ یَوْمَ بَنٰی وَتَمَامُہٗ فِی الْعَیْنِیِّ اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بنا وے یعنی نیچے کے مکان کو بصورت انہدام پھر جو اُسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے
مکان والے سے بھر لے اگر اُسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اُسکی قیمت ہو بنانے کے دن اُسکو بھر لے اور پورا بیان اُسکا عینی
میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اُسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اُسپر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی زَائِغَۃٌ مُسْتَطِیْلَۃٌ اَیْ سِکَّۃٌ طَوِیْلَۃٌ تَتَشَعَّبُ
عَنْہَا سِکَّۃٌ مِثْلُہَا لٰکِنْ غَیْرُ نَافِذَۃٍ اِلٰی مَحَلٍّ اٰخَرَ مَنَعَ اَہْلُ الْاُوْلٰی عَنْ فَتْحِ بَابٍ لِلْمُرُوْرِ لَا لِلْاِسْتِضَاءَۃِ وَالرِّیْحِ عَیْنِیٌّ فِی الْقُصْوٰی الْغَیْرِ نَافِذَۃٍ
عَلَی الصَّحِیْحِ اِذْ لَا حَقَّ لَہُمْ فِی الْمُرُوْرِ بِخِلَافِ النَّافِذَۃِ زائغہ مستطیلہ یعنی لمبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہے مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ
نہیں دوسرے مکان کیطرف یعنی بند ہے دوسرے جانب سے تو روکے جاوینگے پہلے کوچہ والے چلنے کیواسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ میں
بقول صحیح اسواسطے کہ اُنکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمیں دروازہ پھوڑنا جائز ہے عینی نے کہا روشنی کیواسطے اور ہوا آنے کیواسطے
کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والوں کو جائز ہے ہم یعنی اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی ایسا کیا کہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اُسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ
اپنی دیوار میں دروازہ نہیں پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کیواسطے ہے اور اُسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اُسکا حق
مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگوں کیواسطے ہے لہذا اگر کوئی گھر رکھتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچہ والونکا شفعہ اُسمیں ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اُنکو پہلے کوچہ میں دروازہ
لگانا درست ہے کیونکہ اُسمیں اُنکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمیں سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ
مرور ممنوع ہے اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع میں اسکی تصریح ہے اور اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کیونکہ رات اور دن اُسکی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد
ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعاے حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر پس معلوم ہوا کہ عینی کا قول کو غیر اصح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ
اور منشعبہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے وَفِیْ زَائِغَۃٍ مُسْتَدِیْرَۃٍ لَزِقَ اَیْ اتَّصَلَ طَرَفَاہَا اَیْ نِہَایَۃُ سَعَۃِ اعْوِجَاجِہَا بِالْمُسْتَطِیْلَۃِ لَا یُمْنَعُ لِاَنَّہَا سَاحَۃٌ مُشْتَرَکَۃٌ
گول کوچے میں جسکے دونوں کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ پھوڑنا منع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اُس صحن کے ہے جو گھر میں مشترک ہے
دونوں کناروں سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ہم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والوں کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے
ثابت مرور ہے کہ وہ کچھ ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچ ہو کذا فی الفتح فتح باب اُسوقت ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے
کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اُس میں فتح باب جائز نہیں پس یہاں دو صورتیں تصور کرنا چاہیے پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں
وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اُسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا منفرع
کوچہ مستطیلہ کا تابع ہوا کذا فی شرح الوقایۃ ہم تو مستدیرہ میں تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری
یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بِخِلَافِ مَا لَوْ کَانَتْ مُرَبَّعَۃً فَاِنَّہَا کَسِکَّۃٍ فِیْ سِکَّۃٍ وَلِذَا یَمْنَعُہُمْ مِنَ الْبَوَّابَۃِ انتہی
ابن کمال بہذہ الصورۃ کوچہ مستطیلہ اولی — کوچہ مستطیلہ — کوچہ مستطیلہ — کوچہ مستطیلہ — بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ
مانند اُس کوچہ کے ہے جو کوچہ میں واقع ہو ولہذا اگر کوچہ مربعہ والوں کو نصف تو یہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والوں
کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگاویں اور اس محل کی صورتیں نسخوں میں مختلف الرقم ہیں لیکن یہ مقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الطحطاوی چنانچہ
مترجم نے سہولت فہم کیواسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کردیں ہیں ہم فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہاں کے لوگوں میں سے

ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر ضرورت لوگون کے چھوڑی اور مٹی جلد اوٹھا لی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر مین ہے سو اُسنے اپنی دیوار مین مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہو گئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر مین پڑی ہے سو اُسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اُسکا ناودان ہے دوسرے کے گھر مین سو اُسنے اُسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین ہے وہان اُسکے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہے تو اُسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو داخل ہونے سے منع نہ کر یا وہ درست کر لے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اُسکا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہے محمد ابن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اُسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہو گئی تو اُسپر زبردستی نہین پھر اگر دیوار منہدم ہو گی تو اُسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر مذہب ہے **حکایت** ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر مین کنوان کھودا ہے یعنی میری دیوار کے قریب امام نے کہا تو اپنے گھر مین اُسکے قریب پرنالہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہو گیا اُسنے ناچار ہو کر کنوان بند کر دیا امام نے منع کا فتوی نہ دیا بلکہ اُسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی بزازیة واختاره فی العمادیة وافتی به قاری الهدایة حتی یمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع کیا جائے شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے مگر جبکہ اُسکے پڑوسی کو ضرر بین ضرر صریح ہو تو اُس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسکو پسند کیا ہے عمادیہ مین اور اسیکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے مشائخ کا بطریق استحسان کے ضرر بین یعنی ضرر صریح وہ ہے جو سبب ہو ہدم کا اور جو عمارت کو کمزور اور سست کر دے یا منفعت سے بالکل خارج کر دے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسا روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسکو علما نے فتوی کیواسطے پسند کیا اور اگر اندک ضرر سا بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جائے رازی نے کتاب الاستحسان مین ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھرون کے ہے اور اُس گھر کا مالک ارادہ کرے کہ اُسمین تنور بنا دے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین جو کان کے مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیون کی کُندی کرنے کی چکی بناوے تو جائز نہین کیونکہ اسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاو نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تنور کے دھوئین سے بکثرت شدت دھوان پھیلیگا اور چکی و کندی کی چوٹ سے دیوار مین دڑی ہو جائیگی بخلاف حمام کے وہ مضر نہین مگر بسبب طپش کے اور اُس سے بچاو ممکن ہے درمیان مین دیوار اوٹھا کر اور بخلاف تنور معمولی کے جو گھرون مین ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین یہ قول پایا ہے روزن بنانے کیواسطے اس عمارت مین جو مشرف ہے کسی کی زن کے گھر پر لائق اعتبار یہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ روزن دھوپ یا شمیم کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت مین روزن ہے تو پہلی ہے اور اگر اعالی عمارت مین ہے یا اُسپر شباک یعنی جالی ہو تو وہ دوسری صورت ہے کہ ظاہراً روشنی کیواسطے ہے کذا فی الطحطاوی وجواب ظاهر الروایة عدم المنع مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین وابن الشحنة ووالده وصححه فی الفتح فی قسمة المجتبی وبه یفتی واعتمده المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء ینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا انتهی اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر صریح ہو یا نہو اور اُسیکا فتوی دیا ہے چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین و ابن شحنہ اور اُسکے والد نے اور فتح القدیر مین اُسکو تصحیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمۃ مین ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمۃ مین اُسی پر اعتماد کیا ہے سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع ہوا ہے اور لائق یہ ہے کہ بصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے انتہی مین کہتا ہون اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا سو تامل کرو جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تصرف مین مختار ہے کسیکا ضرر ہو یا نہو اور تمکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنے درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہے نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل هل یقدم

وَقَدْ حَرَّرَ مُحَشِّی الْاَشْبَاہِ الْمَنْعَ قِیَاسًا عَلٰی مَسْئَلَۃِ السُّفْلِ وَالْعُلْوِ اَنَّہٗ لَا یَتِدُ اِذَا اَضَرَّ وَکَذَا اِذَا اَشْکَلَ عَلَی الْمُخْتَارِ لِلْفَتْوٰی کَمَا فِی الْخَانِیَّۃِ قَالَ الْمُحَشِّی فَکَذَا تَصَرُّفُہٗ فِیْ مِلْکِہٖ اِنْ اَضَرَّ اَوْ اَشْکَلَ مُنِعَ وَاِنْ لَمْ یَضُرَّ لَمْ یُمْنَعْ قَالَ وَلَمْ اَرَ مَنْ نَبَّہَ عَلَیْہِ فَلْیُغْتَنَمْ فَاِنَّہٗ مِنْ خَوَاصِّ کِتَابِیْ اِنْتَہٰی مین کہتا ہون ور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال ور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہی یا نہین اور البتہ اسکے جواب مین محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہی مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو منع دیوار مین نہ ٹھونکے جب کہ دوسرے کو ضرر پہونچے اور اسیطرح حکم ہی کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مین بنا بر اُس قول کے جو فتوی کیواسطے مختار ہی چنانچہ خانیہ مین ہی محشی نے کہا تو اسیطرح انسان کا تصرف اپنے ملک مین اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر مین تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہین تو منع نہ کیا جائیگا محشی نے کہا مین نے نہین دیکھا اُس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیئے کہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہی انتہی کلام المحشی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہی اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب مین کافی تھا اِدَّعٰی عَلٰی اٰخَرَ ھِبَۃً فِیْ وَقْتٍ فَسُئِلَ الْمُدَّعِیْ بَیِّنَۃً فَقَالَ قَدْ جَحَدَنِیْہَا اَیِ الْہِبَۃَ فَاشْتَرَیْتُہَا مِنْہُ اَوْ لَمْ یَقُلْ ذٰلِکَ اَیْ جَحَدَنِیْہَا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ کا ایک وقت مین مثلا یہ دعوی کیا کہ اُسنے فلانی چیز مجکو رمضان مین دی سو مدعی سے گواہی طلب کی اثبات ہبہ پر سو اُسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کر کے منکر ہو گیا ہبہ سے تو مین نے اُس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اُسکے بعد خرید کا مُفَادُہٗ اَلِاکْتِفَاءُ بِاِمْکَانِ التَّوْفِیْقِ وَھُوَ مُخْتَارُ شَیْخِ الْاِسْلَامِ مِنْ اَقْوَالٍ اَرْبَعَۃٍ اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہی بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہی منجملہ چار قولون کے ھم حسن توضیح ہی تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اُسکی توفیق یعنی رفع تناقض مین فقہا کے چار قول مین پہلا قول یہ ہی کہ دونون کلامون مین بالفعل توفیق ضرور ہی اور امکان توفیق کافی نہین دوسرا قول یہ ہی کہ امکان توفیق کافی ہی مطلقا خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کیطرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہی جو مجندی کا مختار ہی جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہی کہ امکان توفیق کافی ہی بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد وکذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کر کے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو یہان توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہین بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہی امکان توفیق ہی وَاخْتَارَہُ الْمُجَنْدِیُّ اَنَّہٗ یَکْفِیْ مِنَ الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ لَا مِنَ الْمُدَّعِیْ لِاَنَّہٗ مُسْتَحِقٌّ وَذٰلِکَ دَافِعٌ وَالظَّاھِرُ یَکْفِیْ لِلدَّفْعِ لَا لِلْاِسْتِحْقَاقِ بَزَّازِیَّۃٌ اور مجندی نے یہ قول پسند کیا ہی کہ امکان توفیق مدعا علیہ کیطرف سے کافی ہی نہ مدعی کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہی اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہی اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہی نہ استحقاق کیواسطے کذا فی البزازیہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک مجندی اور وقوع اسکا ظاہر ہی اور ظاہر دفع مین حجت ہی نہ استحقاق مین کذا فی البحر فَاَقَامَ بَیِّنَۃً عَلَی الشِّرَاءِ بَعْدَ وَقْتِہَا اَیْ وَقْتِ الْہِبَۃِ تُقْبَلُ فِی الصُّوْرَتَیْنِ پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کئے یعنی مثلا شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہو گی دونون صورتون مین یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھسے انکار کیا دوسری صورت یہ کہ نہ کہا ھم بعد وقتہا ظرف ہی شرا کا نہ اقام کا کذا فی الحلبی وَقَبْلَہٗ لَا لِوُضُوْحِ التَّوْفِیْقِ فِی الْوَجْہِ الْاَوَّلِ وَظُہُوْرِ التَّنَاقُضِ فِی الثَّانِیْ اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا شعبان کی خرید پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول نہو گی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول مین اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی مین ھم حاصل مسئلہ یہ ہی کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ طلب کئے تو اُسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال مین خریدی تو گواہی مقبول ہی کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہی اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید مین تناقض نہین کہ اُسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعی نے اُسکو شعبان مین خرید کیا تو اسمین قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہی اسواسطے کہ دعوی ہبہ مین اسکا اقرار ہی کہ موہوب واہب کا مملوک ہی قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا مقبول نہین وَلَوْ اَبْہَمَاہُ تَارِیْخًا اَوْ ذَکَرَہٗ لِاَحَدِہِمَا تُقْبَلُ لِاِمْکَانِ التَّوْفِیْقِ بِتَاْخِیْرِ الشِّرَاءِ اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی تاریخ مذکور کی

تو دعوی مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وھل یشترط
کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بحر لان به التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے ہوا ہون
یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت
ہوتا ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا ہے جب تک وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا
تو گویا دونوں مجلس قاضی مین ہوا دعوی کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامه
فی البحر واقره المصنف اور تناقض دفع ہوجاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مین نے کلام اول کو چھوڑا اور اب یہ دعوی کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب
سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے اور تکذیب حاکم کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود
نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر
دعوی کیا کہ مین اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھر لیا جائیگا یعنی یون نہین کہہ
سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر ومن قال ادعی
اولا انها ای الدار مثلا وقف علیه ثم ادعاها لنفسه او ادعاها لنفسه ثم ادعاها لغیره لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی
مثلا گھر وقف ہے مجھپر پھر اسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کیواسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر فلان شخص کا ہے پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب
تناقض کے ہم قنیہ ہے نفی قبول مین جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو توفیق بین الکلامین ممکن نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان
قال کان لفلان ثم اشتریته درر ثانی اواخر الدعوی اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ یہ گھر اول فلان شخص کا تھا پھر مین نے اسکو
خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہے قال ولو ادعی الملک لنفسه اولا ثم ادعی الوقف علیه تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول
دعوی ملکیت کا اپنی ذات کیواسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھپر وقف ہے تو مقبول ہے ہم منح الغفار مین اسیطرح ہے اور بحر الرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیہ نہین تو جب
عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہے پھر مدعی اسکو وقف کردے اور در صورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے جسمین
توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہے کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاها لنفسه ثم لغیره فانه یقبل چنانچہ اگر
دعوی کیا اپنی ذات کیواسطے پھر اپنے غیر کیواسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کرلیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی هذه الجاریة
وانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطاها ان ترک البائع الخصومة واقترن ترکه بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکها ونقلها لمنزله لما تقرر ان
تجویز جمیع العقود ماعدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خریدی اور دوسرے شخص نے خرید کا
انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑدیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی
پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا جماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار سواے نکاح کے فسخ ہے
یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردها بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی عینی
تو بائع کو لونڈی کا پھیردینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اس عیب قدیم سے رد جائز ہے جسپر
اسکو اطلاع ہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہین کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب کے رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا
کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری کی جانب سے پھر جبکہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا

کذا فی الطحطاوی اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلاً فلذا لو جحد انہ تزوجہا ثم ادعاہ وبرھن علی النکاح یقبل بیان اور نکاح تو اصلاً فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اسکی مقبول ہے ہم نکاح محتمل فسخ نہیں کسی سبب سے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے کہ اسکے بعد دونوں میں تفریق کردے یا مرد یوں کہے کہ اگر تو میری زوجہ تھی سو میں نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور عورت نکاح کی منکر ہو پھر مرد مر گیا اور عورت نے میراث کا دعوی کیا تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم بیشتر بتا چکے شارح لفظ بخلاف النکاح کہنے کو جاتا ہے اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں مناسب تھا مگر یہاں انکا ذکر اسواسطے ہوا کہ حکم قضا ان میں بھی ہوا

اقر ببیع عشرۃ دراھم ثم ادعی انھا زیوف او نبھرجۃ صدق بیمینہ لان اسم الدراھم یعمھا بخلاف الستوقۃ لغلبۃ غشھا اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر دعوی کیا کہ درم مذکور زیوف تھے یا نبہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ انکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے غش کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیاجاوے اور سوداگر لوگ اسکا لیناروا رکھیں ہم واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی ہو ہمی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لغوی معنی بے قدر کے ہیں پر یہ کچھ نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق ان کان البیان مفصولاً وصدق لو کان موصولاً نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہیں تو اسکی تصدیق نہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسکو اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایہ تو تفصیل مذکور مفصول میں ہے نہ موصول میں یعنی تفصیل زیوف و نبہرجہ میں و ستوقہ میں درصورت انفصال بیان ہے یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطریق انفصال تصدیق نہوگی و اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو قال اقتضیت الجیاد لم یصدق مطلقاً لو موصولاً للتناقض اور اگر کہے درموں کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق نہوگی مطلقاً اگرچہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جید درموں کا اقرار کیا تو اب اسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعوی الزیافۃ لو بین موصولاً لا مفصولاً اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اسنے اپنا حق پورا پھر لیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی بھی ماننہ دعوی زیافت کے ہے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ میں ہے کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم رصاص ہیں تو بھی لا تصدیق ہوگی مفصلاً کذا فی الطحطاوی ولان قولہ جیاداً مفسر فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاھر او نص فیحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمیں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر بسین مشددہ وہ ہے جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسطرح پر کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمیں زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید یا ابعد ہو اقر ابن ثم ادعی ان بعضہ قرض و بعضہ ربوا ونحوہ علیہ قبل برھانہ قنیۃ عن علاء الائمۃ وسیجیء فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ میں ہے علاء الائمہ سے اور آگے کتاب الاقرار

ہیں آئیگا قال لآخر لك علیّ الف درہم فردہ المقر لہ ثم صدّقہ فی مجلسہ فلا شیء علیہ للمقر لہ الا بحجۃ او اقرار ثانیا ولکن الحکم فی کل ما فیہ الحق لواحد
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہیں سو جسکے واسطے اقرار کیا اُسنے اُسکا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں یا فلانے شخص
کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اُسی مجلس میں تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسیطرح کا حکم ہر ایک اس اقرار
میں ہے جس میں ایک شخص کا حق ہو جیسے مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقر لہ کے رد کردینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا دعوی
ہے تو اسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولاء کا اقرار
رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کر لیگا پھر رد کریگا تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبہ
دین قبول کرنے سے تام ہوجاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اُسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبول نہ کیا پھر رد کریگا
تو رد ہوگا اور تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہے تو
یہاں مقر لہ منفرد ہوا اقرار ہے بخلاف اُسکے اگر یوں کہا کہ تو نے خریدا اور دوسرے نے انکار کیا تو اُسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شراء کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد
المتعاقدین فسخ بیع میں منفرد نہیں جیسے عقد میں منفرد نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا حق ہو اگر اسمیں منکر رجوع کرے تصدیق کیطرف قبل اسکے کہ شخص آخر اسکے انکار
کی تصدیق کرے تو جائز ہے جیسا کہ بیع اور نکاح اور جس چیز میں ایک شخص کا حق ہو جیسا کہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اُسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا

وَمَن ادّعی علی آخر مالاً فقال المدعی علیہ ما کان لك علیّ شیء قط فبرھن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرھن المدعی علیہ علی القضاء ای الایفاء او الابراء او
بعد القضاء ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلۃ المخمسۃ کما سیجیء قبل برھانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منہ دفعا للخصومۃ اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ نہ تھا پھر سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے
مدعا علیہ پر ہزار ہیں اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابراء کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا
حکم کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی میں آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء میں اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے ادا کیا جاتا
ہے یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں ادا کر چکا ہوں یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی سے ثابت کیا تو اگرچہ بظاہر میں تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہے
کیونکہ رفع تناقض یہاں متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کیواسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ
پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کیواسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمیں علماء کے پانچ قول ہیں وسیجیء فی الاقرار انہ لو برھن علی
قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی کذبۃ او لیس لی علیہ شیء صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستثناء
اور کتاب الاقرار میں آویگا کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اُسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح
ہے الخ اور درر میں اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثناء میں ذکر کیا ہے استشراء یعنی خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی
علیہ فبرھن المدعی علی القصاص ثم برھن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے
پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے
ہم یہاں بھی کلام مدعی میں رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اُسپر قصاص نہ ہو اور اُسنے جھگڑا مٹانے کیواسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص صحیح ہو مگر معاف
کروالیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرھن المدعی ثم برھن الشخص ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یصالحہ

اور ایسا ہی اگر یوں دعویٰ ہو تو بھی اسیطرح ہے کہ دعویٰ کیا ایک شخص پر کہ غلام ہے پس اُسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اُسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے
اسکو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہو اگر اُسنے صلح نہ کر لی ہو مدعی سے کذا فی البحر یعنی برہان در صورت عدم صلح مقبول ہو اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کر لی پھر گواہ
دیا ایفا یا ابرا پر تو اُسکی برہان مسموع نہوگی ایسا ہی کذا فی المنیۃ ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برھانہ علی الایفاء تھا اور اگر مدعا علیہ نے ایفائے دین مدعی کا دعویٰ کیا
پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اسکا برہان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر ہم یعنی صلح دعویٰ ایفا کی مبطل نہیں اسواسطے کہ رفع خصومت کیواسطے کا ہے غرض یہ ہے
دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ برھن ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر ثلث مائۃ سقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی
ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا اذن ذمتہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق
میں ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر تین سو ہیں تو چار سو سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو
ساقط نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہو کہ جبکہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اُسکا ذمہ مشغول نہیں اُسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنی باہم
مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان زاد ولا اعرفک ونحوہ کما الیک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا
ہوں اور مانند اسکے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا تو برہان ادا یا ابرا مقبول نہ ہو بسبب متعذر ہونے توفیق کے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ
کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہیں یا رہنا و بینا اور لینا
یا یہ کہ تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کئے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ میں ہے کہ عدم
قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہی وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ
قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتولی بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنی قدوری نے کہا کہ
ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ محتجب یا عورت پردہ نشین کو کبھی اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل
وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کر دینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اُسکو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ اُن لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام
بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اُسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ہم یہ تفریع ہے قاضی خان کی محتجب وہی ہے جو متولی اعمال بذات خود نہو اور
بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح درر فی آخر الدعوی لان
التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہاں اگر مدعا علیہ اُس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعویٰ کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر فی آخر الدعوی
اسواسطے کہ تناقض مدیون صحت اقرار دائن کا مانع نہیں ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اُس کلام مذکور سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر مجرد دفعہ ہے
کہ بسبب توفیق ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اُسنے کہا کہ میں نے اسکو کچھ نہیں دیا پھر اُسنے دینے کا دعویٰ کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہے کہ شئ واحد میں دافع غیر دافع ہو
ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے یعنی جسپر دفع دین یا قضاء دین کا دعویٰ ہو چکا اُسکے اقرار کا دعویٰ کرے اسطرح کہ اُس نے یہ اقرار
کیا کہ دین اُسکو پہونچ گیا ہے مدیون سے یا مدیون نے اسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی الطحطاوی مع ما عرف اقر ببیع
عبدہ من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلان شخص سے پھر اُسکا انکار کیا تو اُسکا انکار صحیح ہے اسواسطے
کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہے صحت انکار کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلام دیتا قض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں
ادعی علی آخر انہ باعہ امۃ منہ فقال لا اخر لم ابعہا منک قط فبرھن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد
ردھا فبرھن البائع انہ ای المشتری بریٔ الیہ من کل عیب لم یقبل بینۃ البائع للتناقض دعویٰ کیا دوسرے پر کہ اُسنے اپنی لونڈی اُسکے

اُسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ نہیں بیچا ہے پھر اُس نے گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو
گواہ لایا بائع اُسپر کہ مشتری بائع سے برات کر چکا ہے اُسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہو گی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر
بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ برات عیوب سے بدون بیع متصور نہیں وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق بان یبیع وکیلہ ویبرأ عن العیب اور ابو یوسف سے
روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ
میں نے بیع نہین کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہیں ہوا اور برات عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے وہذہ واقعۃ سمرقند اور ایسا ہی
مسئلہ میں واقعہ ہے سمرقند کا جسمین تناقض واقع ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو شرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ
بالمہر فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہا ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلافہ ہم زوجہ نے دعوی کیا کہ اُس نے مجھسے
نکاح کیا اتنے مہر پر اور اُس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اُس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اُسنے عورت سے خلع کیا بعوض
مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اُسکے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور
اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اُسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر
جب بیاہ ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحطاوی یبطل جمیع صک ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل جمیعا
ہے تمام مضمون اُس صک یعنی کاغذ مرقوم کا جسکے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہے خواہ اسمین ایک شئی معین
ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے وقالا آخرہ فقط وہو استحسان ذکرہ فی فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مذکور
کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالی سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ جمل میں
اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کیواسطے تو اگر استثنا کل کیطرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم
آوے اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنا اُسی کیطرف راجع ہوگا جو اُس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والفرجات الفرجۃ کفاصل
السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہیں اسپر کہ فرجہ خط میں فاصل سکوت کے مانند ہے ہم فرجہ یعنی اثناء تحریر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں
سکوت کرنا تو انشاء اللہ تعالی مابعد فرجہ کیطرف راجع ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کیطرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت
بواو وعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہیں انشاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کیطرف ور ان جمل معطوفہ میں جنمیں عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور انکے آخر
میں شرط ہے ہم چنانچہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اُسکی عورت مطلقہ ہے اور اُسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تعالی تو شرط تینوں جملوں کی
طرف راجع ہے یعنی طلاق و عتاق اور مشی کچھ لازم نہیں جمل معطوفہ کی قید ترجمہ میں اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ
میں گذر چکا واما الاستثناء بالا واخواتہا فللاخیر الا لقرینۃ کمائۃ درہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اُسکے
امثال سے آخر کیطرف راجع ہوتا ہے مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہوجاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثنا اول یعنی درہموں کیطرف
راجع ہے نہ آخر کیطرف بطریق استحسان کے ہم قرینہ یہاں اتحاد جنسیت مستثنی منہ اور مستثنی ہے واما الاستثناء بانشاء اللہ بعد جملتین القاعیتین فالیہما اتفاقا اور
استثنا بلفظ انشاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونوں کیطرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہے جسمین تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں
کہا کہ انت طالق وعبدہ حر انشاء اللہ کذا فی الحلبی وفی معلقتین طلاقین معلقین وطلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور
استثنا واقع ہونا بعد دو جملوں متعلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونوں کیطرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور آخر کیطرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف

کے نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال ان شاء اللہ دخلت الدار فانت طالق وفلانۃ انشاء اللہ اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی
حر اور یہ خلاف مطلق میں ہے اور مسکین میں تو دونوں کا اتفاق ہے ولو بلا عطف فیہ بعد سکوت فلا خیر اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد جمل غیر متعاطفہ کے یا جمل
میں عطف ہو لیکن مابین میں سکوت واقع ہوا ہو تلفظ میں یا فرضا واقع ہوا اور خط میں تو استثنا اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد مابعد سکوت ہے
کذا فی الطحطاوی متعاطفہ بلا سکوتہ لقولہ لا بہا فیہ تنشیب یدی علی نفسہ وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اس میں تو ہمیں
میں سختی گیری ہو اسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یعنی جسمیں متکلم کی ذات پر سختی ہو تو وہاں عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ
یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع ہو مگر دونوں گھروں سے
داخل ہونے سے اور جسمیں سختی گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس میری زوجہ کو تو زوجہ
میں داخل ہوگی کذا فی الطحطاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا تحکیما للحال ذمی مر گیا سو اسکی زوجہ نے
کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے
ہم یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت رہیگا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت
ہے کسی امر محقق کے بقا کا حکم سے جسکا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں ہم
یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہ ہوا اسکے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اسبق الحال
پانی کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں
تو سابق میں بھی جاری نہ تھا والحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط
دفع دعوی کیواسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کیواسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ
فالقول لھم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اس مسلمان کے باب میں جو مر گیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی
ہوں قبل موت زوج کے تو میں اسکی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
نئی چیز اپنے اقرب اوقات کیطرف منسوب ہوتی ہے یعنی مابعد موت اقرب ہے ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کیطرف منسوب ہوگا اور اگر عورت کا قول
معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کا بسبب تحکیم حال کے
حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خلاف ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن میں تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں میں جو شبہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں
آنے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا دفع الاختلاف فی کفر المیت و
اسلامہ فالقول للمدعی الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے
والدین ذمی ہیں اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ھذا ابن
مودعی بالکسر المیت لا وارث لہ غیرہ دفعھا الیہ وجوبا لقولہ ھذا ابن وارثہ کہا مودع بالفتح نے یعنی جسکے پاس غیر کی ودیعت ہے اسنے
کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اسکا بیٹا ہے کوئی اسکا وارث نہیں سوائے اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اس شخص کو
تفویض و تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت وابن قید بالوارث لانہ لو اقرانہ وصیہ او
وکیلہ او المشتری منہ لم یصدق فقسھا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل مشتری

ہ کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین و عین میں فرق ہے یعنی احد الورثہ خصم ہے نہیں باقی وارثوں کیطرف سے اُس عین
کے دعوے میں جو میت پر ہے مگر جبکہ عین اُسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعویٰ ہو تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اُسکے ہاتھ
میں عین ترکہ نہو اسواسطے کہ دائن کا حق جمیع متروکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی دین میں بھی عین ترکہ کا اُسکے
ہاتھ میں ہونا ضرور ہے بحر الرائق میں کہا کہ جو فتح القدیر میں ہے یعنی فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہے اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور
اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو تو قابض پر تو اگر اپنا دعویٰ ثابت کرے تو اُسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اُنکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہے
اور اگر دعوی ثابت نہ کرسکا ہو اور مدعا علیہ نے اُسکا دفع کردیا ہو اسطرح پر کہ میں نے اُسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کرچکا ہو تو دعوی
ارث کا حاضر اور غائب سبکے حق میں مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود و مثلہ اومثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح در اور مانند اسکے یعنی غیر
منقول کے مانند منقول بھی ہے امر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدرر ہ یعنی اگر مال منقول میں دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید
کے پاس چھوڑے لکن اعتمد فی الملتقی انہ یؤخذ منہ اتفاقا و مثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاے ذی الید سے باتفاق امام
اور صاحبین کے اور اسیکے مانند بحر الرائق میں ہے ہ اسواسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اُسکے لینے میں زیادہ حفاظت ہے اور زمین تو خود
محفوظ ہے قال و اجمعوا انہ لا یؤخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاے یعنی منقول میں اگر ذی الید
مقر ہو ہ طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے او صی لہ بثلث
مالہ یقع ذلک علی کل شیء لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کیواسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی
ہر چیز میں مساوی کیونکہ اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہمجنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او ما املکہ
صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے
ہ وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہے اُسی میں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ
میں سائمہ اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہیں خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہوں اسواسطے کہ جس چیز میں کہ وہ وا
جب ہوا ہے اُسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اُسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق
بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سواے مال زکوۃ کے یعنی اُسکے پاس سواے سائمہ اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اُسمیں سے بقدر اپنی قوت
کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سواے اُسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اُسکے تصدق کرے ہ علماے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات
اور عیال کیواسطے ایکدن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایکسال کا
قوت اور سوداگر اوتنا رکھ لے جو اُسکو کفایت کرے یہان تک کہ اُسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی النحو قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع
ملکہ من رجل بثوب فی منديل و یقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرؤیۃ فلا یلزمہ شيء بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ
اگر میں ایسا کروں یعنی مثلا اگر زید سے کلام کروں تو جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اس کپڑے کے
جو رومال میں لپٹا ہوا ہے اور اسپر قبضہ کرے بدون اسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اُس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو
اسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ہ اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کیوقت کوئی چیز اُسکی ملک میں نہیں بسبب بیع ڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا
اعتبار حنث کیوقت ہے نہ حلف کیوقت ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وهو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک

اور زید نے اُسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے دعویٰ کیا اور اقرار کیا کہ دونون امر یعنی اخذ اور قطع اُس قاضی کی قضا کی حالت مین واقع ہوئی اور
اسیطرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول صحیح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اُس حالت
معینہ یعنی قضا کیطرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب
قاضی مبطل ہوگا اس فعل مین کذافی صدر الشریعہ ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اُسکا شاہد ہے اسلیے کہ ظاہراً قاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر تہمت سواے
نہین کیفعل اُسکا قضا مین باقرار مدعی ثابت ہوا کذافی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیٔ
فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ مین نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو
اُسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار مین
مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ ۱۲ اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ہم اس مسئلہ کا بیان کہ یہی ہے
علاوہ برین یہ قول بحر اور منح مین بھی منقول ہے اشباہ مین خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک
متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسوان حصہ متولی کیواسطے مقرر کردیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی پن چکی ہے اور ایک شخص کے ہاتھ مین بطور مقاطعہ ہے متولی
کی کچھ حاجت نہین ہے اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ (محصول ۱۲) لیتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اسمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجر نہوگا بدون
عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کیواسطے اسوقت مین مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہوا اجرت مثل سے تو زائد
کو پھیر دے اور تخصیص کرے اور خزانۃ المفتین اور دیوان الجمعیہ مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذافی الطحطاوی ملخصًا قلت لکن فی
البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجر بہ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ وکجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما
علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر
واجب ہو تو وہ دونون کو اُسکی مزدوری لینا جائز نہین جیسے صغیر کا نکاح کردینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب
ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونون کو جائز ہے بقدر اُنکی کتابت کیواسطے کہ کتابت قاضی و مفتی پر لازم نہین ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے
ہم خلاصہ مین ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہین ہے اُسکے سواے [illegible]
ہے اور مال یتیم کے بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین ہے اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ مین کہا اور صحیح یہ ہے کہ بقدر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور ایک
ایک سو کے وثیقہ کی مشقت جسمین اجناس مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی مشقت پر مین کہتا ہون اور خادیہ مین ملتقط سے ہے اور یہ جو بعضون نے کہا کہ ہزار
ہزار مین پانچ درم اجرت ہے سو معتمد نہین ہے ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہین ہے کونسی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر مین اسکو تو
اجرت مثل ہے بقدر اُسکی محنت کے اور بقدر اُسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور نقاب کے مشقت قلیلہ مین ہے اور شرح تمرتاشی مین لکھا ہے منقول ہے کہ لائق
واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول و قصر اور اُسکی
صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذافی الطحطاوی وضیاء ○ ولیس لہ اجر وان کان قاسما + وان لم یکن من بیت مال مقرر ہم اور شرح وہبانیہ
مین ہے اور قاضی کیواسطے اجرت نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو ○ ورخص بعض لانعدام مقرر + وفی عصرنا
فالاولی الاول بعضو اور بعضون نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے مین تو پہلا قول مشہور اور مختار ہے ○ وجوز للمفتی علی کتب خطہ + علی قدر
ما فلیس فی الکتب یجعلہ + اور مفتی کو اجرت بجوز ہی اُسکے لکھنے پر بقدر اُسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت مین منحصر نہین یعنی اُسپر کتابت واجب

اور لازم نہیں ہم شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے میں اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قبول رشوت سے بچے اور آبرو اپنی اذلال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب شہادات کے احکام میں ہے شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے اخرہا عن القضاء
لانہا کالوسیلۃ وہو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لغۃ
خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی و یقینی خبر جسمیں شبہ کا تردد نہیں وشرعا اخبار صدق لاثبات حق فتح قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز
کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کیواسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہے تو جھوٹی گواہی کو
شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے ہم اخبار کہتے ہیں نحو اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق
کی قید سے دو قول نکل گیا یعنی تعریفات کو کوئی شخص مجلس قضا میں کہتا ہے بلفظ اشہد حکم کیسے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہے یعنی شہادت میں بالخصوص
لفظ شہادت متعین ہے تو خبر بلفظ علم یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بلفظ شہادت بمجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی ہو
چنانچہ لونڈی کی آزادی میں ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی اور عتق میں حق الہی ہے اور طلاق وغیرہ میں شہادت
کیواسطے دعوی شرط نہیں بلکہ صحیح شہادت حسبۃ بھی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسببہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف
فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کی
فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے کہ فوت ہو جائیگا حق تو اسکو گواہی دینا لازم ہے بلا طلب صاحب حق کذا فی
الفتح یعنی اسکے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب الا کہ حق فوت ہوتا ہو اور حقوق اللہ کی اداے شہادت میں شاہد پر شرط طالب ہے شہادت پر طلبہا احد
یعنی دونوں شہادت کی شرطیں ہیں اسباب شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا
بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع
اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں ہیں عقل کامل شاہد ہونے کیوقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیجاتی ہے مگر اسکا معاینہ شرط نہیں
جسمیں تسامع سے گواہی ثابت ہو ہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر العقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن
تحمل شہادت کیواسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کیوقت صغیر عاقل تھا یا کافر یا فاسق پھر وہ صغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر
مسلمان اور فاسق تائب ہو گئے اور انہوں نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر شرطا عامۃ وسبعۃ خاصۃ
اور اداے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا العقل والضبط
یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک وتردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلاف
للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ
دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسپر مسلم اور کافر
کی گواہی مقبول ہو والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے
کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھکر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولاد او زوجیۃ اور منجملہ شرائط

عدم قرابت ہی باعتبار ولادت اور زوجیت کے ہم تو گواہی اصل کی فرع کیواسطے اور اسکے بالعکس جائز نہیں اور اسیطرح زوجین کی گواہی اوعداوۃ دنیویۃ
اور منجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہی تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اودفع مغرم اوجر مغنم کما سیجئی یا منجملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت
کا نہونا ہی چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی یہ شرط ہی کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور
شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہی کہ بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہیں ان میں سے پانچ وجوب وقبول کی شرطین
بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اپنی ذات کیواسطے منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹاوے
اور یہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کیواسطے اور وکیل کی موکل کیواسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ کو شاہد یاد ہو اور بعضے شرائط شہادت کیطرف راجع
ہیں وہ یہ ہیں کہ دونون شاہدون کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شروط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور بعض انواع میں مخصوص ہیں ایک ان میں سے اسلام
ہی اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمین
توافق شرط ہی اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت میں نگیعہ مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت
علی الشہادت میں اور ادائے شہادت کی شرطین ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل و بصارت یہ دونون تحمل و ادا دونون میں شرط ہیں اور معاینہ
مشہود بہ تحمل کی شرط ہی نہ ادا کی تو یہ سب بیس شرطین ہوئین اور اختیار کرنا سماعت سے یہ شرط اس سے زائد ہی جسکا شارح نے اعتبار کیا ہی تو باعتبار ترتیب الکیس
شرطین ہوئین کذا فی الطحطاوی وَرُکْنُھَا لَفْظُ اَشْھَدُ لَاغَیْرُ لِتَضَمُّنِہٖ مَعْنٰی مُشَاھَدَۃٍ وَقَسَمٍ وَاِخْبَارٍ لِلْحَالِ فَکَاَنَّہٗ یَقُوْلُ اُقْسِمُ بِاللّٰہِ لَقَدْ
اِطَّلَعْتُ عَلٰی ذٰلِکَ وَاَنَا اُخْبِرُ بِہٖ وَھٰذِہِ الْمَعَانِیْ مَفْقُوْدَۃٌ فِیْ غَیْرِہٖ فَتَعَیَّنَ حَتّٰی لَوْ زَادَ فِیْہِ اَعْلَمُ بَطَلَ لِلشَّکِّ اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہی
یعنی بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سوا اسکے اسکے سبب سے متضمن ہی اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد بول کر گویا یون کہا کہ میں اللہ
کی قسم کھاتا ہون کہ تحقیق میں مطلع ہوا اسپر اور میں اسکی خبر دیتا ہون اور یہ معانی اسکے غیر میں حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو اسیواسطے لفظ اشہد کا متعین
ہو گیا یہانتک کہ اگر شاہد نے اعلم زیادہ کر دیگا یعنی یون کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنی میں گواہی دیتا ہون اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہو گی بسبب شک کے
اور لفظ اشہد بصیغہ مضارع جبکہ رکن شہادت کا ہو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کیواسطے موضوع ہی تو اگر
شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمین محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا بخلاف لفظ اشہد کے کیا شہادت میں لفظ علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنی
اگر شاہد یون کہے کہ میں جانتا ہون یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہی تو شہادت مقبول نہوگی اسیطرح یہ شرط ہی کہ لفظ شہادت وہ لفظ بولے جو شرکت
دلالت کرے چنانچہ بعینہ فی الحلبی کذا فی الطحطاوی وَحُکْمُھَا وُجُوْبُ الْحُکْمِ عَلَی الْقَاضِیْ بِمُوْجِبِھَا بَعْدَ التَّزْکِیَۃِ بِمَعْنٰی اِفْتِرَاضِہٖ فَوْرًا اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ قَدَّمْنَاھَا
اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہی قاضی پر مقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم یعنی قاضی پر حکم فوراً لیکن تین صورتون میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے
ہیں یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر مقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جبکہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں شرائط مذکورہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہی کذا فی الشرنبلالیہ فلو امتنع بعد وجود شرائطھا اثم لترکہ الفرض واستحق
العزل لفسقہ وعزر لارتکابہ ما لا یجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی مقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار
ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اسکے فاسق ہو جانے کے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اسکے مرتکب ہونے
اس چیز کے جو شرعا جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکفر ان لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ علیہ ابن ملک واطلق الکافی کفرہ واستظہرہ
المصنف اھ ق ل. اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہوگا

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول یعنی در صورت
عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہی ھم کافیجی ایک عالم ہی جسکا رسالہ ہی مسمی بسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح وَیَجِبُ اَدَاءُھَا بِالطَّلَبِ لَوْ حَلَّمَا کَمَا مَرَّ
اور واجب ہی ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جبکہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب
ادائے شہادت واجب ہی ھم افتراض ادائے شہادت مجمع علیہ ہی حق تعالی نے فرمایا وَلَا تَکْتُمُوا الشَّہَادَۃَ وَمَنْ یَکْتُمْھَا فَاِنَّہٗ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو
اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہی تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہی تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدون پر پھر کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اسکا
دل گنہگار ہی تو یہ تاکید پر تاکید ہی اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہی دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہی اور بدن کا رئیس ہی کیونکہ دل محل کتمان ہی تو وہی بالکل
معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہی کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالی کے اس قول مین کہا
(وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَاءُ اِذَا مَا دُعُوْا) یعنی انکار نہ کرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہی تحمل اور ادائے شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد
کرنے کیواسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو انکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادائے شہادت مین شاہدون کو قاضی کے
پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون
سے ساقط ہوجاتا ہی اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل و ادا کیواسطے کوئی نہوئے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مباحات اور مداینات مین مستحب ہی
مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی مین ہی کہ اشہاد عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسیطرح رجعت مین شافعی اور احمد کے
نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل و ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل و ادا کیواسطے اور اگر اور لوگ نہون
تو امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی وَلُزُوْمُ وُجُوْبِہٖ بِشُرُوْطٍ سَبْعَۃٍ مَبْسُوْطَۃٍ فِی الْبَحْرِ وَغَیْرِہٖ مِنْھَا عَدَالَۃُ قَاضٍ وَقُرْبُ مَکَانِہٖ وَعِلْمُہٗ بِقَبُوْلِہٖ اَوْ بِکَوْنِہٖ
اَسْرَعَ قَبُوْلًا وَطَلَبُ الْمُدَّعِیْ لَوْ فِیْ حَقِّ الْعِبَادِ لِمَ یُوْجَدْ بَدَلٌ لَہٗ اَیْ بَدَلُ الشَّاھِدِ لِاَنَّھَا فَرْضُ کِفَایَۃٍ تَتَعَیَّنُ لَوْ لَمْ یَکُنْ اِلَّا شَاھِدَانِ لِتَحَمُّلٍ اَوْ اَدَاءٍ
لیکن اولے شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہی جو بحر الرائق وغیرہ مین مشروح ہین ازانجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہونا ہی تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم
ہونا یا اسکے شتاب تر قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہو بشرطیکہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی
فرض عین ہوجاتی ہی اگر تحمل و ادا کیواسطے سوائے دو شاہدون کے اور کوئی نہو ھم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی
غیر عادل ہی تو گواہی نہ دینا جائز ہی کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہی کہ ادا اور شہادت اسپر متعین ہو
اور قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ
اسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہی اور حق تعالی نے فرمایا وَلَا یُضَارَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَہِیْدٌ یعنی ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو اگر شاہد جانے
کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہین ۴ علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اسپر
ادائے شہادت واجب ہی اگرچہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہی علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہی وجہ تامل شاید یہ ہو کہ جب وہان اور شخص موجود ہو کہ
جنسے حق ثابت ہوسکتا ہی تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ھم طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہین مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت شاہد
۵ شاہد پر ادا شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اس طرح کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول
بھی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط سادسہ یہ ہی کہ شاہد کو دو عادل شخصون
نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کرچکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی ہی یا مشتری نے

نہین اسواسطے کہ اسطرح کا زنا جسبت متحقق نہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ لونڈی پر اسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح مدبر سے اسکی
شرمگاہ وارثون پر حرام ہوتی مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبد وتدبیرہ شرح وہبانیۃ اور اسیطرح غلام کی آزادی اور اسکا مدبر
کرنا کذا فی شرح الوہبانیۃ مصنف ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق و تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا
الرضاع کما مر فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے جیسا کہ باب الرضاع مین گذر چکا وھل یقبل جرح الشاہد حسبۃ الظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالی اشباہ
اور کیا طعن کیجانا شاہدین پر بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے کذا فی الاشباہ مصنف حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص
شاہدین پر بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہرا مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے حال اسکا پوچھا جائے بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی قبلغت ثمانیۃ عشر
تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی جو وہ حقوق جو بحر الرائق سے مذکور ہوئے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اسکی تدبیر اور رضاع
اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سو اور جو وہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ
شارح نے پہلے بلفظ کثرت اسکی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبۃ
مگر وقف مین بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مصنف یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ
دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وسترہا فی الحدود ابر لحدیث
من ستر ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک بحر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین بہتر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائیگا وہ چھپایا جاویگا
تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے مگر چھپا پردہ در کیواسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر مصنف ہرچند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہے لیکن اسکی تخصیص
حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ انمین پردہ پوشی ہے از انجملہ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہے من ستر
علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر فالاولی ان
یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہے کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اسنے لیا تاکہ صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نہ کہے
کہ اسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کیواسطے مصنف یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی
گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ
بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعائے ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہین جیساکہ ہوا اسکا سمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اسواسطے
کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس
فقہا جمع تھے اور انمین قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکا مال اسکے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا تو بادشاہ
نے فقہا سے سوال کیا انہون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعوی
کیا کہ اسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے انکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع
کی کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار چوری
نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہو گئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین
کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو مصنف ثبوت زنا کیواسطے چار مرد گواہ ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے اس تجاوز پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے
اسواسطے کہ چار مردون کا بیک مقام گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ

واحد لا یحکم علیہ بالمال ھو الصحیح خانیۃ وان افتی قاری الہدایۃ بخلافہ فلا یعول علیہ وانما یعول علی ھذا التصحیح لان
قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ھنا وفی کتاب الاقرار واعتمدہ فی الاشباہ اور اگر خطون مین تشابہ ہو اسطرح کہ مدعی اقرارنامہ
نکالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونیکا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمایش کیواسطے کچھ لکھوایا گیا سو اسنے لکھا اور حالانکہ دونو خطون مین ایسی
مشابہت ظاہر ہو کہ دونون خط ایک ہی کاتب کے ہین تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی الخانیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف
فتوی دیا ہی یعنی ثبوت مال کا تو اسپر اعتماد نہ کیا جائیگا اعتماد و توقف اُس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگون کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہی انمین سے
قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہی ایسا ہی مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کتاب الاقرار مین ذکر کیا ہی اور اسی قول پر اشباہ مین اعتماد کیا ہی ہم مشابہت خطین
عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہی کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہین کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہی اور مین نے اسکو لکھا ہی لیکن مجھ پر مال نہین ہی تو اس اقرار سے
مال واجب نہین ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی المنح لکن فی شرح الوھبانیۃ لو قال ھذا خطی لکن لیس علی ھذا المال ان کان الخط
علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا لا یصدق ویلزم بالمال ونحوہ فی الملتقط وفتاوی قاری الہدایۃ فراجع ذلک
لیکن شرح وہبانیہ مین ہی اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہی لیکن مجھ پر یہ مال نہین ہی اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہوگی اور مال
اسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہی تو اسکی طرف مراجعت کر ہم یہ قول ہی قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یون
لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہی اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہی جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علماء اسکے خلاف
ہین سو اسواسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کیواسطے بھی ہوتا ہی کذا فی البحر ملخصا لا یشہد علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ
فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جبتک کہ شخص غیر اسکو
اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ مین اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہی کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہین سنے تو گواہی دینا جائز نہین بدون
اسکے گواہ کرنیکے تو اگر محکمہ قضا مین اسکو سنے تو گواہی دینا درست ہی اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرہ ہم وجہ جواز یہ ہی کہ
شہادت اب لازم ہی اور تحلیل اسکی مفید ہی کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کردیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا لازم نہین وفیہا لما لفتہ تصویر
صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہی صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یون بیان کی ہی کہ ایک مرد نے قاضی
پاس ادائے شہادت کو سنا تو اسکو اسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہوجائے کذا فی الطحطاوی وفی نعم
لا بد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہی فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہی تحمیل سے
یعنی گواہ کردینے سے اور ضرور ہی قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم قولہم عطف ہی تصویر پر اور مواضع ثلثہ مین تحمیل مصدر ہی باب تفعیل کا وجہ
مخالفت یہ ہی کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہان حاصل نہین ہی اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہین کیا اور سامع نے اسکو قبول نہین کیا اور جواب
یون ممکن ہی کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہی کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدھما القاضی
علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وھو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ ہان حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہی اگرچہ قاضی نے شاہدین
کو اسپر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہی یعنی شہادت حکم کی بلا اشہاد اسوقت صحیح ہی جبکہ شاہدین نے
قاضی کا حکم مجلس قضا مین سنا ہو اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہی کذا فی الخلاصۃ کفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی
الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہی ایک عادل کی خبر بارہ مسئلون مین چنانچہ اشباہ مین ہی ازانجملہ

اُسکے دین اور زبان اور ہاتھوں اور بیکہ وہ ہوشیار ہے بیہوش نہیں ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہون تو اُسکا حال عدول سے کہین سے دریافت کرین کذا فی الفتح

ذمی دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانتداری شاید یہ کہ سارق نہو

اور بیان ہو چکا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہون تو قاضی عدول کفار سے اُسکا حال دریافت کرے چنانچہ معید اور اختیار مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عدل

نصرانی ثم اسلم تقبلت شہادتہ ولو تسلم الذمی لا تقبل اور ملتقط مین ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اُسکی گواہی مقبول

ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہے اور اگر ذمی نصرانی مسلمان ہوا تو گواہی اُسکی مقبول نہین ہم محشی طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ فاسق اور فسق ہمین حرام ہے

تو وہ فاسق ٹھیرا تھا ہی کے دین مین ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکرہا ای الحادثۃ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور یاد نہ اُسکو

یاد نہین کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط للخط اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھکر بدون یادداشت کے

بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ مین ہے کہ ابو حنیفہ نے جمیع امور مین تنگ روی اختیار کی لہذا اُن سے روایت احادیث مین قلت

واقع ہوئی با وجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی

تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال و صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر انمین سے کوئی چیز یاد نہو اور اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے

تو اُسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح اور فقط تذکیر مجلس شہادت کافی نہین وجوزاہ ای الصاحبان لو فی حرز وبہ ناخذ

بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اُسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ مہر اُسکے قبضہ اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ

مین ہو شہ یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدعی کے ہاتھ مین نہو جب سے کہ اُسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہو تو اُسکو گواہی

دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور راوی کیواسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کیواسطے اور محمد نے کل مین جائز کہا ہے اعتماد کر کتاب پر

جبکہ اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنے کیواسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہین اور

جو بحر الرائق مین ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسیطرح عینی اور زیلعی مین ہے ابو سعود نے کہا دفع منافی یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتین ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ نہ گواہی دے کوئی اُس چیز کی جسکو اُسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس مسئلون مین

بلا معاینہ گواہی درست ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہے ہم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین آنکھ کے معاینہ یا سماع سے اُسکی

گواہی نہ دے اور سماع کی مثال عقود مین کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیۃ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے اور ولاء

ابو یوسف کے نزدیک اور مہر بقول اصح کذا فی البزازیۃ شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے استاد حلوانی نے

ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق مین جیسے ولاء مین عدم قبول معتمد ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ

مین ہے کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت خلافا للشافعی ہمارے نزدیک جائز نہین پھر اسنے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولاء مین محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر

الامر کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین ہین اصح یہ ہے کہ مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع

مین چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو مذکور کیا ہے اور اسی کے مانند بحر الرائق مین ظہیریہ اور منیۃ المفتی سے اور شرنبلالیہ مین خلاصہ سے ہے کذا فی الطحطاوی

والنسب ہم نسب ہم جیسے ایک جماعت سے اس امر کے نزدیک یا دو عادلون سے صاحبین کے نزدیک سنا کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے تو اُسکو اسکی گواہی

دینا جائز ہے اگرچہ اُسنے اُسکی ولادت اُسکے فراش پر نہین دیکھی یا در فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحطاوی والموت شہرت ہم موت جب لوگون

سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اُسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اُسنے موت کا معاینہ نہ کیا ہو بزازیہ مین ہے کہ ایک مرد نے خبر موت کی اگر تیرا شوہر

تو اسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر اُسی ہو اسکے اُنہون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو بھی اُنکو نہین
اُسکی موت کی خبر دے جبتک کہ شخص معتمد اُسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اُسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب کا ہے موت پر مقدم ہو جاسکے ہین جو حال کی
سے یا مال کے ہاتھ لینے کے حیلے کیواسطے کذا فی الطحطاوی والنکاح یعنی نکاح ہم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادل سے سنے صاحبین
کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عمادیہ مین ہے کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے
دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہے تو اسکو اُسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اُسنے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور
درر مین ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اُسکی جورو ہے کذا فی الطحطاوی والدخول
بزوجتہ دخول بزوجہ یعنی یہ بھی بالسماع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب وکذا ولایۃ القاضی ولایت قاضی
یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اسکو اُسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اُسنے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا بحر الرائق مین
معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے واصل الوقف واصل وقف ہم یون گواہی دی کہ یہ وقف ہے فلان
موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہین کافی مین ہے بغیر خانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہے اور خزانہ مین ہے کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف
قائم ہو تو فقیرون کی طرف مصرف ہوگا قیل وشرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی اسماع درست ہے بقول
مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو مصنف تصحیح کر کر یا اطلاق وجہ ہے کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہے بحر الرائق مین عمادیہ
سے ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی مجتبی مین ہے قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے
انتہی اور اسیپر اعتماد کیا ہے معراج اور فتح القدیر مین واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے
جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہے ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہے چنانچہ
وقف کا منجز ہونا معلق و مسلم ہونا اور انجام کار کو اُس جہت کیواسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف
کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بہا بھذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم
علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ عدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وھو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب
کہ گواہی دینا جائز ہے جبکہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہو اس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط
عدالت خبر دینے والون یا دو عادل کی شہادت سے سواے موت کے کہ اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی
صغری مین مذکور ہے کہ شہرت کی دو قسمین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین لیکن
عین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع حرج کیواسطے
اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سواے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ
مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہے سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سواے والی جنائی کے اور سبب
قضا تقلید سلطان ہے جسکو کوئی معاینہ نہین کرتا سواے وزیر یا بعض خواص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہور باقی رہتے ہین تو اگر
ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الجوہری اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہے نہ قضا کیواسطے
کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت یا ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے ہو نسل

پھر وہ دونوں کہیں کہ قاضی کے روبرو گواہی دیتے قاضی انکی شہادت پر حکم کرے کذا ذکرہ ابو السعود وقید بشاہدی الوصایۃ بان لا یکون الخصم فیہا الوارث والموصی لہ اور شارح
نے بیان کی ہے کہ خبر موت میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ متہم نہ ہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہو وجہ تہمت یہ ہے کہ وارث شاید اسواسطے مورث
کی موت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شیٔ سوی رقیق علم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فیکمتاع فلک
ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض و تصرف میں کوئی چیز ہو سوائے اس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور وہ
اپنا حال بیان کر سکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہو تو تجھکو اس متاع مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہے
کہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ یہ شیٔ مقبوض قابض کی ملک ہے حاصل یہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا نقد ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے
قبض و تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اسواسطے کہ قبض و تصرف ملک کی پہلے سرے کی دلیل
ہے کیونکہ جمیع اسباب میں مرجع دلالت قبض ہے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض و تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے
ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت کو بیان
کر سکتا ہے تو مجرد معاینہ قبض اسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اسکی مملوکیت کی گواہی
معاینہ قبض سے درست ہے طحطاوی نے کہا جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہے اور شارح کو وہم ہوا کہ شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ
کا ہے رقیق معبر کے سوا یعنی جبتک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبض سے اسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر معبر میں اسکی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معاینہ
قبض سے مراد اسکی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہو تو اسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معاینہ قبض سے مگر جبکہ اسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں
نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا سوائے رقیق یعبر عن نفسہ لم یعلم رقہ والا فہو کمتاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی شرنبلالیہ میں ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ علت شہادت
میں یقین ہونا اصل ہے تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کیطرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہے بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب اسنے گواہی
دی تو ظن حاصل ہوا تو مجرد قبض معتبر ہوا لہذا علما نے کہا ہے کہ جب انسان گراں قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد میں کوئی
اہل علم نہیں ہوا تو اسکی ملک کی گواہی قابض کیواسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہیں انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر نہ دیں کہ چیز مقبوض غیر
قابض کی ہے تو اگر خبر دیں یا ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہیں مگر جبکہ تیرے دل میں
جم جائے کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھکو اول قابض کیواسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شلبی کے حاشیہ میں ہے خانیہ سے زیلعی اور نہیں
تو نہیں یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک
جاز لہ القضاء بہ بزازیۃ ای اذا ادعاہ المالک زیلعی اور اگر قاضی اسکو یعنی قبض و تصرف کو معاینہ کرے تو اسکو حکم دینا قابض کی
ملکیت کا جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنی اسوقت حکم جائز ہے کہ جبکہ مالک اسکا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہیں ہم دعوی ملک کی قید میں شارح صاحب بحر
کا تابع ہوا ہے اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع منافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبض جائز نہیں
خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر تحقیق ابو السعود نے کہا کہ اس تکلف
کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین و متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز تھا اور متاخرین کے نزدیک
جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وان فسر الشاہد للقاضی
ان شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسرا وقالا اخبرنا بہ من

نبق بہ یقبل علی الاصح خلاصۃ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف
اور موت مین جبکہ دونون شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے اسنے جسپر ہمکو اعتماد ہے تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ حموی
نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض کو ذکر نہ کرے بل فی العزمیۃ
عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی
الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یون کہین کہ
ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معائنہ نہین کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور مین
شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم شہرت اور سماع من الناس مین فرق ہے کہ شہرت وہ ہے
جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لامن یصح قبولہا او لا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق منہ کالحقہ للمصنف تبعا لیعقوب
باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہین نہ یہ کہ کسکی شہادت
کا قبول کرنا صحیح ہے اور کسکی نہین بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی منح
مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل
وکل منہم اثنا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین جیسے جبر اور قدر اور رفض اور
خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبون سے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے ہم ہوی عبارت ہے خواہش نفس سے اور اہل ہوی اہل سنت
مین نہین بلکہ جو مخالف سنت کے ہو بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے مصرح ہے کہ اہل ہوا وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے پھر گئے ہون اور اہل قبلہ
ہون یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہون انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوتی ہے کہ انکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت مین اسکو نہین ڈالا مگر اسکے دین نے یعنی اپنے نزدیک حق جانکر اپنے
بدعت لعقیدہ کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہین بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اسکی گواہی مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ
ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ
ہین جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر کہین معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کے صفات ثابت کرین اور قہستانی مین بعوض انکے مرجیہ کا ذکر ہے جو
وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہین کہتا اور اہل تعطیل و معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا
کہ اہل ہوی مین سے جنکی تکفیر ثابت ہے جیسا کہ جہمیہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین انکی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہی تو شارح نے ان فرقون
کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہین پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا
کذا فی الطحطاوی ثم استثنی الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب
ولم یبق لمذہبہم ذکر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہے روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کیواسطے اور اس شخص کیواسطے جو قسم کھاوے کہ
وہ حق پر ہے تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور انکے مذہب کا کوئی باقی نہین رہا کذا فی البحر یعنی اس مذہب والا کوئی باقی نہین ہے
خطابیہ منسوب ہے ابو الخطاب محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کیطرف اور ابو الخطاب نے کوفہ مین خروج کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے اسکو مار ڈالا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کیطرف

وافرہ ابن کمال اور خلاصہ مین ہی کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑادے وہ کبیرہ گناہ ہی اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ابن کمال نے ھ فتح القدیر مین اسپر اعتراض کیا
ہی کہ یہ قول منضبط اور صحیح نہین لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہین ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال و متی ارتکب
کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہو گئی ھ حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اسوقت
حکم ہو گا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور مین پہونچے ولہذا شرب محرم مین ادمان شرط ہی اور قہستانی مین خلاصہ سے ہی کہ مختار یہ ہی کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب
کبیرہ ہوا تو اسکی شہادت مقبول ہی و من اقلف لو من کبر والا لا و بائع ... اور غیر ختنون کی گواہی مقبول ہی اگر ترک ختنہ عذر سے ہوا اور اگر بلا عذر ہو تو
گواہی مقبول نہین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر ھ عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول
ہو ویسے ہی اسکی امامت بھی صحیح ہی اور ختنہ کے وقت مین اختلاف ہی خلاصہ مین کہا مختار یہ ہی کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہی اور آخر وقت بارہ برس ہی
کذا فی المنح ولا مستہزئ بشیء من الشرائع کذا ابن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہی ذکرہ ابن کمال و خصی و اقطع
اور گواہی مقبول ہی خوجہ اور دست بریدہ کی ھ اسواسطے کہ خوجے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری مین کاٹا گیا
گواہی اسوقت مقبول ہی جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی و ولد الزنا و لو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہی اگرچہ وہ زنا کی گواہی
دے بخلاف امام مالک کے ھ اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہین جیسے کفر والدین کذا فی المنح و خنثی کانثی لو مشکلا و الا فلا اشکال
اور خنثی عورت کے مانند ہی اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہین ھ شرنبلالیہ مین ہی کہ خنثی مشکل جمیع احکام مین عورت کے مانند ہی انتہی تو اسکی گواہی
دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہی تو اسکا مرد کا حکم ہی اور نہین تو عورت کا و عتیق لمعتقہ وعکسہ
للتہمۃ لما فی الخزانۃ منہ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائع و مشتریہما لم تقبل لجر النفع باثبات العتق اور غلام آزاد
کی گواہی آزاد کرنے والے کیواسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کیواسطے مقبول ہی مگر بسبب تہمت کے مقبول نہین سواسطے کہ خلاصہ مین ہی کہ بائع اور مشتری کے
اختلاف ثمن کے وقت دو غلامون نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ھ جر منفعت کی
وجہ یہ ہی کہ اگر دونون کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونون قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کیواسطے اسواسطے
مقبول ہی کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی علیہ السلام کیواسطے قبول کی تھی اور قنبر انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی و لاخیہ و عمہ و من محرم رضاعا او مصاہرۃ
الا اذا اشتدت الخصومۃ و خاصم معہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہی گواہی بھائی کی اپنے بھائی کیواسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کیواسطے اور محرم
رضاعی یا سسرالی رشتے کے محرم سے گواہی مقبول ہی مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہو اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہین جیسا کہ قنیہ مین ہی ھ محرم رضاعی جیسے
رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی مان اور بہو اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہی کہ
املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہین اور ایک دوسرے کے مال مین تصرف نہین کرتا تو تہمت نہین ہی بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے ساتھ
خصومت کی ناصر ہے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود و المدعی علیہ تقبل لو عدولا
اور خزانہ مین ہی کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ مین گواہی مقبول ہی اگر شاہد عادل ہون ھ یہ قول قنیہ کے ظاہر امخالف ہی صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے
واسطے اسکو عدم مسافت مدعی پر محمول کیا ہی بعدم کثرت ... واللہ تعالی اعلم و من کافر علی مثلہ کافر ولو ... مسلم او علی وکیل
... کافر لو کلہ مسلما ... تعلیقہا علی مسلم تصدق فی الاول ... اور مقبول ہی گواہی کافر کیواسطے غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہی
یا اس وکیل پر جو کافر ہی جسکا موکل مسلمان ہی نہین جائز ہی اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصداً اور اول مین قیام شہادت

لیا ہو یا اسکے بیٹے نے گواہی لکھتا ہو مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اُنپر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہے سو کیا حال ہے اون لوگون کا جنہون نے
سلطان سے جو ضمان جبایات اور اجارات مقاطعہ وغیرہ پر گواہی دیتے ہیں انتہی نخاسین نخاس کے معنی ہیں اور بعضے کتب مین بجائے معجمہ جیم نخاس یعنی بائع دواب ورقیق
کذا فی الطحطاوی وَفی الوهبانیة امیرٌ کبیرٌ ادّعیٰ فشهد له عُمّاله ونوابه ورعایاهم لا تقبل کشهادة المزارع لرب الارض اور وہبانیہ مین ہے
امیر کبیر نے دعوی کیا سو اسکے عمال و نوابون نے اور عمال کی رعایا نے اسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین
مقبول نہین ھم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفة
لا تلیق به وهی حرفة اٰبائه واجداده والا فلا مروءة له لو دنیئة فلا شهادة له لما عرف فی حد العدالة فتح واقره المصنف
اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور مراد ہین یعنی وہ پیشہ جو اسکے لائق ہو یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اسکا پیشہ نالائق ہو
باپ دادا کے مخالف تو اُس پیشہ ور مین مروت اور مردانگی نہین اگر اسکا پیشہ رذیل و ذلیل ہے تو اسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا
حد عدالت مین معلوم ہو چکا کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ھم فتح القدیر مین ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تعریف مین بعضون نے
بیان کیا کہ انسان ایسا فعل کرے جس سے اسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے رونق شکل اور حفظ لسان اور سنگی عقل کے
اعتبار سے اور حسن خلق دینی کے ارتفاع سے انتہی ولا تقبل من اعمیٰ ای لا یقضی بها ولو قضی صح عمادیة مطلقا ولو عمیٰ بعد الاداء قبل القضاء
وما جاز بالسماع خلافا للثانی اندھے کی گواہی مطلقا مقبول نہین یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہے اور مصنف کا
مطلقا کہنا عام ہے اُس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد ادائے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے
نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ھم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہے کہ ادائے شہادت مین اشارے سے تمیز کی حاجت ہے مشہود له اور مشہود علیہ کے درمیان
اور اندھا امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اسکو کچھ شبہ ملتبس کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے افاد عدم قبولها
للاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ھم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اسمین شہادت
جسمین تسامع کافی ہے یا اسکے غیر مین خواہ باشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہ یہ ہے کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی
ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا
فی حال صحته اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ھم محیط مین ہے کہ جو ایک ساعت مجنون
ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار رہتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے
ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یتحملا فی الرق والتمییز وادیا بعد الحریة ولو لمعتقه کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی
حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے کے حق مین گواہی دے
چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد بصر واسلام وتوبة فسق وطلاق زوجة لان المعتبر حال الاداء شرح تکمله اور اسیطرح گواہی اندھے کی
مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہے
کذا فی شرح التکملہ ھم عطف اسکا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہو حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل ثلثہ مین حکم صحیح ہے کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم برده لعلة ثم زالت فشهد فیها لم تقبل الا اربعة
عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہے جسوقت شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جاے

شاہد اسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہو گی مگر چار شخصون کی گواہی مقبول ہی بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اسواسطے
لگائی کہ حادثہ ثانیہ مین اُسکی گواہی مقبول ہی بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ مین رد کرے تو
دوسرے حاکم کو اُسکی گواہی اس حادثہ مین قبول کرنا جائز نہین گو کہ اُسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ مین ہی چار شخصون کے استثنا سے معلوم ہوا
کہ شہادت زوج کی اور آخر پر ل و مغفل و متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہین انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہی کہ تحمل اور ادا اسے
شہادت حالت بصارت مین ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہی یعنی وکذا العبد الصغیر والاسلام
کذا فی الطحطاوی وادخال الکمال احد الزوجین ثم الاربعۃ سہوٌ اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو انچار اشخاص مذکورین کیساتھ
سہو ہی منح چنانچہ منح الغفار سے عنقریب گذرا ومحدود فی قذف بعد تمام الحد وقبل بالا لوان تاب بتکذیبہ نفسہ فیکون الوہمی تمام الحد بالنفی
اور اُسکی گواہی مقبول نہین جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضون کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی
الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہی نص قرآنی سے ہر قاذف کے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہوا وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ
يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا
فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ یعنی جو حرامکاری کا عیب لگادین محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاوین تو اُنکو اسی کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول
نکرو اور وہ لوگ فاسق ہین مگر جن لوگون نے توبہ کی بعد اُسکے نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہی انتہی تو ظاہر عطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہی کہ عدم قبول
شہادت حد کے اندر داخل ہی اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مولم اور دردناک ہی کوڑے مارنے کے برابر اور قید ابدا اسکی موید ہی واللہ تعالی اعلم والاستثناء
منصرف لما یلیہ وھو واولئک ھم الفسقون اور استثنا راجع ہی اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ ہی واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا
راجع ہی واولئک ہم الفاسقون کیطرف نہ لا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا کیطرف اسواسطے کہ علم اصول مین ثابت ہو چکا ہی کہ استثنا جبکہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کیطرف راجع ہو گا
مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سبکی طرف راجع ہو گا چنانچہ آیت محاربین مین ہی امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے
مقبول ہی وتمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق
لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اُسکی گواہی مقبول ہو گی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اُسکے مسلمان ہونے کے ماری جاوے موجب
ظاہر الروایت بخلاف اُس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول نہو گی ہم کافر اور غلام مین وجہ فرق یہ ہی کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہی تو اسکی
رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اُسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہی بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام مین
رقیت کی حالت مین مطلق شہادت کی اہلیت نتھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اُسمین اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد
شہادت منجملہ اُسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم الحد او بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو ھو قبل الحد بحر
محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین کذا فی المنح اُسکے زنا
کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہی کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اُسکی اب مقبول ہو گی
کیونکہ فاسق کی تہمت اُسسے اب مندفع ہو گئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بقذف والمعروف بالکذب
اور بحر الرائق مین ہی کہ فاسق جبکہ توبہ کرے تو اُسکی گواہی مقبول ہی مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہین ہم مشہور بالکذب
کی اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ اُسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہین ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاہد الزور لو عدلا لا تقبل

ابنا ملتقط لکن صحح فی جہ قبول لیکن اور شاہد زور اگر عادل ہو اسکی گواہی کبھی مقبول نہین کذا فی الملتقط لیکن صحیح قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی عادل کی
قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور صحیح موجود ہے کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی
گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی الفتح وعشرین فی عادتہ تقدم فی البحر وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ
النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجات لمنع الشرع عما یستحق به السجن وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا
الیہم لا الی الشرع بزازیۃ وصغری وشرنبلالیۃ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ
کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان
اور مقبول نہین گواہی محبوس کی اُس حادثہ مین جو واقع ہو محبس اور جیلخانے مین اور اسیطرح لڑکون کی گواہی قبول نہین اُن حوادث مین جو انواع لہو ولعب مین واقع ہون
اور نہ عورتون کی گواہی اُس واقعہ مین جو حمامون کے اندر واقع ہوا گرچہ ایسا مین حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اُس فعل سے جسکے سبب محبوس مستحق حبس کا ہوا
اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے تو عدم قبول شہادت انکی تقصیر انکی طرف منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ
لیکن حاوی مین ہے کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاخون ضائع اور باطل نہو جاوے انتہی تو مفتی کو چاہیے فتوی دینے کے وقت
خبردار رہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان مین ہم عبارت صغری ظاہر اسپر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال مین حاضر ہو تو اسکی بھی گواہی
مقبول نہین کیونکہ وہ وہان جانے سے فاسق ہو گیا اور بحر مین ہے کہ فسق مین گفتگو ہے اسواسطے کہ ایسے انسان کا ہونا کبھی قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق محبوس مین اور
نساء مین البتہ ظاہر ہے نہ اطفال مین کیونکہ وہ شرعا مکلف نہین ہین کذا فی الطحطاوی والزوجۃ لزوجہا وہو لہا جاز علیہا اور مقبول نہین
زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی زوجہ کے حق مین اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی
عن ... ابن ابی لیلی نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہین گواہی بیٹے کی باپ کے حق مین اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی اپنی زوجہ کے
حق مین انتہی اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اس چیز مین جو دونون مین مشترک ہے لیکن غیر مشترک مین جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق مین اور نہ غلام کی اپنے
مولی کیواسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الولد لوالدہ
ولا الوالد لولدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی
مسئلتین فی الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلون مین زوج کی گواہی زوجہ پر مقبول ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا یعنی تہمت زنا کی اور تین اشخاص کے
ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہے
کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا
بطلت خانیۃ فعلم منع الزوجیۃ عند القضاء لا التحمل او احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق مین جائز نہین اگرچہ طلاقات ثلثہ کی عدت مین گواہی واقع ہو اسواسطے
کہ قنیہ مین ہے کہ زوجہ کو تین طلاق دی اور وہ عدت مین ہے تو جائز نہین شہادت زوج زوجہ کیواسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کیواسطے اور اگر گواہی دی
پھر اس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل وادا کے شہادت کیوقت ہم شارح کو کہنا
تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کیواسطے گواہی دی اور حاکم نے
اسکی گواہی رد نکیا یہان تک کہ اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اسکی گواہی نافذ ہے انتہی سبب زوجیت عند القضا منع ہوئی تو اگر زوج
گواہ ہوا حالت زوجیت مین اور بوقت قضا کے عدت اُسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم زوجیت حالت ادا اس مسئلہ خانیہ مین کہہ چکی

نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کیواسطے خراج میں منفعت نہو ہم اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہے تو گواہی بعض
کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اسمیں جر منفعت ورفع مضرت نہیں اور اسیطرح جبکہ شاہد کو خراج میں دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لا تقبل
وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال
لا اخذ شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتہی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے گانوں میں ہے تو مقبول نہیں اور
اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دیں منجملہ مصالح اور منافع کے مثلا قطعہ زمین کو کہیں کہ ہمارے سکنے میں سے ہے کذا فی العالمگیریۃ تو مقبول نہیں بسبب جر منفعت کے اگر
کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسیطرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ چھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ
میں کچھ نہ لونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسیطرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتہی ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقف مدرسکی شہادت
کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ میں تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ میں عدم
قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اسمیں فائدہ ہے تو محل تہمت ہے و لا الاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ
الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ درر وہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت
ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کیواسطے خواہ اجرت بطور سالانہ
ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے
کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش انسے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم
بمعنی سوال وتذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور
استاد کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑا ہے اس حدیث کا جو ابو داود
میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم
یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والی مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کیواسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت
کیواسطے شہادت جائز رکھے کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت
کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم ہے اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص
کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسا چھیپا اور حداد اور نجار اور بانی اور دھوبی کی گواہی کیواسطے مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل
کو جبکہ اعادے سے کسی چیز کا مستوجب نہو تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف اجیر خاص کہ اسکے منافع مستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا
مدت اجارہ میں تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی ومفادہ
قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لہما اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی سواسطے کہ وہ اسکا محتاج
نہیں بخلاف اجیر خاص کے ہم یہ مسئلہ فتح القدیر میں صریح مذکور ہے و مخنث بالفتح من یفعل الردی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہیں مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل کرے
اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل میں انکے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ عمل لواطت
ہو اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داود میں
ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر

اور عورتون مین سے اُن عورتون سے جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین وَاَمَّا بِالْکَسْرِ فَالْمُتَکَسِّرُ الْمُتَلَیِّنُ فِی اَعْضَائِہٖ وَکَلَامِہٖ خِلْقَۃً فَیُقْبَلُ بحر
اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدائشی ہو صریح کہا ہوا اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اُسکی گواہی مقبول ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہین بلکہ پیدائشی ہے کذا فی
مخنث ملعون کے وَمُغَنِّیَۃٌ وَلَوْ لِنَفْسِہَا لِحُرْمَۃِ رَفْعِ صَوْتِہَا اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی ذات وحشت کیواسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی
ہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر قہستانی نے کہا اگرچہ بکلمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین
المغنیہ والنائحہ دریافت کرنا چاہیے کہ غنی یعنی گانا لہو اور جمع مال کیواسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ
عورت کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وَیَنْبَغِیْ تَقْیِیْدُہٗ بِمُدَاوَمَتِہَا عَلَیْہِ لِتَظْہَرَ عِنْدَ الْقَاضِیْ کَمَا فِیْ مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَی اللَّہْوِ ذَکَرَہُ الْوَانِیْ
اور لائق ہے راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اُسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو مین مداومت شرط ہے کذا ذکرہ
الوانی ہم اسیطرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب
نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہین ہے وَنَائِحَۃٍ فِیْ مُصِیْبَۃِ غَیْرِہَا بِاَجْرٍ دُرَرٌ وَفَتْحٌ زَادَ الْعَیْنِیُّ فَلَوْ فِیْ مُصِیْبَتِہَا تُقْبَلُ وَعَلَّلَہُ الْوَانِیْ بِزِیَادَۃِ
اضْطِرَارِہَا وَانْسِلَابِ صَبْرِہَا وَاخْتِیَارِہَا فَکَانَ کَالشُّرْبِ لِلتَّدَاوِیْ اور اُس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح
عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اُسکے اضطرار کے اور مسلوب
ہونے اُسکے صبر اور اختیار کے تو اُسکا نوحہ اپنی مصیبت مین مانند شرب مسکر کے ہے جو اعلاج کیواسطے ہو وَعَدُوٍّ بِسَبَبِ الدُّنْیَا اور مقبول نہین اُس دشمن کی گواہی
جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو یعنی بسبب دین کے نہو عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور
جسکا اسباب لوٹا ہو مین لیٹا اسکی گواہی رہزن غارت گر پر اور یہ مطلب نہین ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اُسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین
نے توہم کیا ہے کذا فی البحر جَعَلَہُ ابْنُ کَمَالٍ عَکْسَ الْفَرْعِ لِاَصْلِہٖ فَتُقْبَلُ لَا عَلَیْہِ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ بالعکس
قرار دیا ہے تو اُسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اُسکے ضرر پر وَاعْتَمَدَہٗ فِی الْوَہْبَانِیَّۃِ وَالْمُحِبِّیَّۃِ قَبُوْلَہَا مَا لَمْ یَفْسُقْ بِسَبَبِہَا قَالُوْا وَالْحِقْدُ فِسْقٌ لِلنَّہْیِ
عَنْہُ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تاوقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق ہو گیا ہو فقہا نے کہا ہے
کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے ہم یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اعتبار متاخرین ہے قہستانی مین ہے کہ قول
متاخرین صحیح ہے اُنکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحطاوی وَفِی الْاَشْبَاہِ فِیْ تَتِمَّۃِ قَاعِدَۃِ اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوِ الْعَدَاوَۃُ لِلدُّنْیَا
لَا تُقْبَلُ سَوَاءٌ شَہِدَ عَلٰی عَدُوِّہٖ اَوْ غَیْرِہٖ لِاَنَّہَا فِسْقٌ وَہُوَ لَا یَتَجَزَّئُ اور اشباہ مین اجتماع حلال و حرام کے قاعدے کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کیواسطے
عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اُسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر
نہین وَفِیْ فَتَاوَی الْمُصَنِّفِ لَا تُقْبَلُ شَہَادَۃُ الْجَاہِلِ عَلَی الْعَالِمِ لِفِسْقِہٖ بِتَرْکِ مَا یَجِبُ تَعَلُّمُہٗ شَرْعًا فَحِیْنَئِذٍ لَا تُقْبَلُ شَہَادَتُہٗ
عَلٰی مِثْلِہٖ وَغَیْرِہٖ وَلِلْحَاکِمِ تَعْزِیْرُہٗ عَلٰی تَرْکِہٖ ذٰلِکَ ثُمَّ قَالَ وَالْعَالِمُ مَنْ یَسْتَخْرِجُ الْمَعْنٰی مِنَ التَّرْکِیْبِ کَمَا یَحِقُّ وَیَنْبَغِیْ اور مصنف کے فتاوے
مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اُس چیز کے ترک کرنے سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہے شرعاً یعنی احکام ضروریہ
پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اُسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل پر نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف
نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہے ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی کہ تاکوئی نہ سمجھے
کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور اخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر مراد تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ اور بعض آلات

علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحطاوی و مجازف ای کالمکثار اور اسکی گواہی مقبول نہین جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروانہ رکھتا ہو جیسکو
باتونی اور بکی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحطاوی ہم فتح القدیر مین حکایت ہو کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید
نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہو جھوٹی گواہی نہین دیتا
سو تمنے اسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مینے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ مین آپکا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہو تو غلام کی
گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہو تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہین پھر خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ جو کوئی
کہتا کہ مین تیرا غلام ہون باعتبار مجاز کے ہو یعنی قائم بخدمت ہون اور مطیع اور مجاز کلام مین شائع ہو یہانتک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہو بلکہ رد شہادت اس
سبب سے ہو کہ اس مجاز مخصوص مین آپکو ذلیل کرنا اور دنیا کیواسطے چاپلوسی کرنا ہو اور محل ترک مروت و مسقط عدالت ہو انتہی مختصرا او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ
او غیرہم لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہین اسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی
گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہو ہم کثرت حلف اگرچہ راستی مین ہو مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہو اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی
ہو اور گالی دینا اسکے سامنے ہو یا پیچھے اگر سامنے ہو تو شوخ چشمی اور سوء ادب کمینون کی عادت ہو جسمین مروت و حیا نہین اور اگر پیچھے ہو تو غیبت ہو اور وہ موجب
فسق ہو اور مسقط عدالت ہو اور اگر اسیطرح دشنام بلفظ لعنت ہو جیسا کہ بازاریان بد نصیب کی عادت ہو کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوۃ او حج علی
روایۃ الفوریۃ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہو بموجب روایت وجوب علی الفور کے ہم یعنی تاخیر ادائے زکوۃ بلاعذر فسق ہو یہی مختار ہو فقیہ ابو اللیث کا
او ترک جماعۃ او جمعۃ واکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلاعذر گناہ مسقط عدالت ہو ہم بلاعذر ترک جماعت
اور ترک جمعہ اور اکل تینون کی قید ہو یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول
نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہین اور اگر جمعہ بعذر مرض یا بعد مصر یا تاویل فسق ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک
جمعہ فسق ہو اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہو اور اگر بقصد موانست مہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالہ نہین کذا فی الطحطاوی
وخروج لفرجۃ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہیریہ مین فتوی اسپر ہو کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کیواسطے یا عبرت
کیواسطے نکلین بلکہ تماشے کیواسطے تو ساقط العدالہ ہین کذا فی الطحطاوی ورکوب بحر ہند اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہو ہم اسواسطے کہ جب
بحر ہند مین سوار ہو تو مال کیواسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا اور مالدار ہو کر اپنے گھر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہو کہ کچھ مال لیکر
جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا کہ بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اسوقت تھا جبکہ
ہندوستان تمام کفرستان تھا چنانچہ تفاسیر سے معلوم ہوتا ہو اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہو مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف صالح
یہن سوار ہوا کئے ہین بلا انکار اور نص قرانی الفلک دلیل ہو جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر و بول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ
ورقاص وشتام للدابۃ وفی بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا مہتاب کیطرف
پیشاب مسقط عدالت ہو اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور چارپایون کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین چارپایون کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہین کذا فی
الفتح وفی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقع من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا
اور شرح وہبانیہ مین ہو کہ مقبول نہین شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہو اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیگا
تو عادل نہ رہا ہم ایکنسخہ مین بخیل ہو بجائے متعرض کے اور اسیطرح خلاصہ مین ہو اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین تعرض ہو بجائے تحتانیہ و قاف کذا فی الحلبی

ولا شہادة الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہو کہ جب
کسیکو مصیبت پیش آتی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہی تو سید قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہو اور اسکی سفارش کرتا ہو تو عجب نہیں کہ جھوٹی گواہی دے
یعنی باسداری قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفة الی مذہب الشافعی
اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اسکی گواہی مقبول ہو جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے آخر باب میں جواہر الفتاوی
سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اسکو جرات ہو اسکے سبب انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف
بسبب یعنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کیواسطے تو اسکی گواہی مقبول نہیں انتہی ملخصا تو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ ہر مذہب سے نکلنے کا
یہی حکم ہو کیونکہ وہ ممنوع ہو کما تقدم کذا فی الطحطاوی تمرتاشی قال وکذا بائع الاکفان والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا العینی فی شرح مجمع اور اسیطرح
کفن اور بستہ کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اسکی گواہی مردود ہو نہ ہر کپڑا بیچنے والے کی
کذا فی العالمگیریة وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی مقبول نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہیں اسواسطے
کہ فتاوی عالمگیری میں ہو کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہمنے اس چیز کو بیچا ہو فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدیر میں ہو کہ اہل صناعات دنیہ
یعنی ذلیل پیشے والے جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہ ہو کہ انکی گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہو تو جب تک قادح شہادت
معلوم نہو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہو نخاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا
امرأته فتقبل والحیلة انه یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالة بزازیة وتسہیل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی
دے اور اگر یوں گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہو تو گواہی مقبول ہو اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہو کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے
یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیہ والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہو کہ قیام نکاح کی گواہی ہو نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول
نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہو واعتمده قدری افندی فی واقعاته وذکره المصنف فی اجارة معینه معزیا الی البزازیة وملخصه انه لا
تقبل شہادة الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المتعلقة علی ابواب القضاة ونحوه فی فتاوی مؤیدزاده اور قول سابق پر اعتماد کیا ہو قدری
افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہو اپنی کتاب مسمی بمعین کی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کیطرف نسبت کر کے اور خلاصہ اسکا یہ ہو کہ
مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور انکی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہیں اور یہ وکیلان متعلق کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے
ہیں اور اسیکے مانند مؤیدزادہ کے فتاوی میں ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہو کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہوں تو صحیح قول یہ ہو کہ انکی گواہی
مقبول ہو انتہی فخر الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور ایسے وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر رہتے ہیں انکی گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں
کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق ہو کذا فی الطحطاوی وفیها وصی اخرج من الوصایة بعد قبولها لم تجز شہادته للمیت ابدا وکذا الوکیل بعد
ما اخرج من الوکالة ان خاصم اتفاقا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤیدزادہ میں ہو کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے
بعد قبول کرنے وصایت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہیں اور اس مسئلہ کا ذکر دو ایک ورق کے بعد متن میں آویگا ومدمن الشرب لغیر الخمر لان
نقطة منها کبیرة فترد شہادته وما ذکره ابن الکمال غلط کما حرره فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لانه صغیرة
اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشا پینے والے کی سوائے شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے کبیرہ ہوتا ہو تو گواہی اسکی مردود ہو گی

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہی سو غلط ہی چنانچہ بحر الرائق مین اُسکی تحریر کی ہی اور سواے شراب کے اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہی اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہی ھم شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت مین غیر خمر مین ادمان شرط ہی نہ خمر مین نہر لائق اعتماد کے نہین کہ صریح نقول مذہب کے مخالف ہی کافی مین ہی کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اُسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہی پوشیدہ اور اُسکا یہ فعل ظاہر نہین ہی تو عدالت سے خارج نہین ہی اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اُسیوقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اُس سے یا مست ہوکر نکلے اور اطفال اُس سے کھیلین پس ایسے شخص مین مروت نہ رہی اور ایسا شخص گناہ سے پرہیز نہین کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہی کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی مین ہی اور نہایہ مین ہی کہ ادمان شرط ہی خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہی تو یہ نقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہی بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ مین اشتہار شرط ہی یعنی سقوط شہادت کیواسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہ غلط ہی اسواسطے کہ مشایخ نے تصریح کی ہی کہ شرب خمر کبیرہ ہی اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہی انتہی تو خمر مین ادمان اشتہار کیواسطے شرط ہوا ہی نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہی دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ ادمان فعل سے ہوتا ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ نیت سے ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وانما قال على اللهو لان الشرب للتداوي لا يسقط العدالة لشبهة الاختلاف كذا قال الشمني بحكاية ابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب مین لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کیواسطے نشہ پینا نکل جاوے تو عدالت ساقط نہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعہ وابن کمال ھم لہو عبارت ہی دل خوش کرنے سے بواسطہ اُس قول و فعل کے جو مقتضاے حکمت نہین اور مراد کھیل سے وہ ہی جو دوا کیواسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل مین داخل ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ دوا کیواسطے بھی پینا حرام ہی ومن يلعب بالصبيان لعدم مروته ولكذبه غالبا كافي اور اُسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے ساتھ کھیلے اُسکی عدم مروت اور کذب کے سبب غالبا کذا فی الکافی ھم لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اُسپر دلالت کرتی ہی غایۃ البیان مین حسن سے مروی ہی کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع مین تو اُسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول ہی کہ اگر شیخ نوجوانون سے مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اُسکی مقبول نہین کیونکہ وہ ضعیف ہی والطيور الا اذا امسكها للاستيناس فيباح الا ان يجر حمام غيره فلا لاكله الحرام عيني وعناية اور اُسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کیواسطے رکھے تو مباح ہی مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب اُسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ ھم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوتی کہ صورت غفلت ہی اور وہ محمول ہی اُس صورت پر جبکہ کبوتر اڑانے کیواسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات کا ستر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور وكل لهو شنيع بين الناس كالطنابير والمزامير وان لم يكن شنيعا نحو الحداء وضرب القضيب فلا الا اذا تفحش بان يرقصوا به فيدخل في حد الكبائر بحر اور اُسکی گواہی مقبول نہین جو طنبور یا ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہی لوگون مین چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنے کیواسطے اونچا بولنا یعنی حدی گانا اور ضرب قضیب تو یہ مانع شہادت نہین مگر جبکہ اُسمین مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اُسپر لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہی کذا فی الخانیہ بسبب اُسکے داخل ہونے کے حد کبائر مین کذا فی البحر ھم محیط مین بھی یہی تفصیل مذکور ہی جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہی وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ چشمہ کا ہو یا قصبہ کی چنانچہ شبابہ یا طنبور یا بربط حدیث ابو امامہ ان اللہ تعالی بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر یعنی حق تعالی نے مجھکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کیواسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کیواسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہی وہ دف ہی نکاح مین اور نکاح کے مانند جو ہر سرور کی حادث اور اُسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہی اور اسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہی بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر

مشکوٰۃ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہیں مانند عود اور طنبور کے اور مزامیر جمع مزمار آلۂ غنا اور جب قصبہ
یعنی نے اور بانسری میں نکا دیں اسکو زمارہ اور زمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے
مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کذا فی ترجمۃ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی (وَمَنْ یُغَنِّی لِلنَّاسِ) لِاَنَّہٗ یَجْمَعُہُمْ عَلٰی کَبِیْرَۃٍ ہِدَایَۃٌ وَغَیْرُہَا
اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کیواسطے اسواسطے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں ہے وَکَلَامُ سَعْدِیْ اَفَنْدِیْ یُفِیْدُ
تَقْیِیْدَہٗ بِالْاُجْرَۃِ فَتَاَمَّلْ اور سعدی افندی کا کلام مفید ہے اجرت لینے کی قید لگانے کا یعنی اس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیکر گاتا ہو
سو تامل کر اسکو ہم طحطاوی نے کہا قید مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت (وَاَمَّا الْمُغَنِّیْ لِنَفْسِہٖ لِدَفْعِ الْوَحْشَۃِ فَلَا بَاْسَ بِہٖ عِنْدَ الْعَامَّۃِ
عِنَایَۃٌ وَصَحَّحَہُ الْعَیْنِیُّ وَغَیْرُہٗ قَالَ وَلَوْ فِیْہِ وَعْظٌ وَحِکْمَۃٌ فَجَائِزٌ اِتِّفَاقًا) اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع
وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو
بالاتفاق جائز ہے ہم کہتے ہیں اجازت سرود وہ ہے کہ باجا نہو اسکے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ
عود وغیرہ بنایہ اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب کیواسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں (وَمِنْہُمْ مَنْ اَجَازَہٗ فِی الْعُرْسِ کَمَا جَازَ ضَرْبُ الدُّفِّ فِیْہِ وَمِنْہُمْ
مَنْ اَبَاحَہٗ مُطْلَقًا وَمِنْہُمْ مَنْ کَرِہَہٗ مُطْلَقًا انْتَہٰی وَفِی الْبَحْرِ وَالْمَذْہَبُ حُرْمَتُہٗ مُطْلَقًا فَانْقَطَعَ الْاِخْتِلَافُ بَلْ ظَاہِرُ الْہِدَایَۃِ اَنَّہٗ کَبِیْرَۃٌ
وَلَوْ لِنَفْسِہٖ وَاَقَرَّہُ الْمُصَنِّفُ) اور بعضے فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اسمیں جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقاً نکاح اور
غیر نکاح میں اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقاً باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقاً حرام ہے تو اختلاف
علما کا منقطع ہوگیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کیواسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح منح میں ہم بحر الرائق میں
ہو کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور بنایہ اور عنایہ میں ہے کہ تغنی لہو کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر کسی
شخص نے وصیت کی جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کیواسطے ہو انتہی تو ثابت
ہوگئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہوگیا انتہی باقی امر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی
مؤید نہیں کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہے اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اس وقت ہوگی جب لوگوں کے سامنے گاوے
اور افادہ شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے متعارف کیطرف اور عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شاید
اطلاق حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اسکی جو لوگوں کیواسطے گاوے
اور انکو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کیواسطے ہو یا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون ابیات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اسکا مضائقہ نہیں اور عدالت
اسکی ساقط نہیں ہوتی یہی قول صحیح ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب اور جمع مال کیواسطے تغنی حرام ہے بلا خلاف اگرچہ کہ
صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ وہ لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقاً حرام ہے اور علاوہ اسکے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور بغیر سنے تاکہ
ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کیواسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کو سنانا
کیواسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ
نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو دلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زاہد صحابیوں میں تھے اور وہ تغنی
کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اسی قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور حدیث براء بن مالک کا

چھ چیزون سے کوئی ایک چیز مشہور و ظاہر ہو تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جواب ہے شطرنج سے تو اسکی گواہی مقبول نہین ھم امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہی لہذا مصنف نے
شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا او یترک به الصلوة حتی یفوت وقتھا یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہوجاے
ھم ترک صلوة سے عدم فعل مطلقاً نہین بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہی او یحلف علیه کثیرا یا شطرنج کھیلنے مین قسم بہت کھاتا ہو ھم زیلعی نے اور اتقانی نے اسمین
حلف کاذب کی قید لگائی ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہین کیونکہ شہرت بدون کثرت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی
عن ابی السعود او یلعب به علی الطریق او یذکر علیه فسقا انتہاء یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ھم یعنے وہ چیز ذکر کرے جس سے
فاسق ٹھہرے چنانچہ شتم اور قذف او غنا او یداوم علیه ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اسکی گواہی مقبول نہین اسکو
سعدی افندی نے کافی او معراج سے نقل کیا ھم اسواسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہی او غنا لبا لعض ضروریات مین خلل پڑتا ہی یہان تک کہ بعضے شطرنج بازون کا انکار کیا
اور اسکی تجہیز و تکفین کے واسطے انھون نے بازی موقوف نکی نعوذ باللہ من انہاک المعاصی او یاکل الربوا قیده بالشھرة ولا یخفی ان الفسق عنھا شرعا الا
ان القاضی لا یثبتہ ذلک الا بعد ظہوره له فالکل سواء بحر فلیحفظ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو بیاج کھاے بیاج کھانے مین علما نے شہرت کی قید
لگائی ہی اور یہ امر مخفی نہین کہ فسق ملغ ہی شہادت کا شرعا مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہین کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا
فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہی کہ اگر یتیم کا مال کھاے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہین اور بیاج خواری مین
شہرت شرط ہی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھ فرق نہین فسق ہونے مین دونون برابر ہین اور اشتراط شہرت مین دونون یکسان ہین شہرت تو اسنے واسطے
شرط ہی کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہی او یبول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروة ومنه
کشف عورته لیستنجی من جانب البرکة والناس حضور وقد کثر فی زماننا فتح یا اسکی گواہی مقبول نہین جو پیشاب کرے یا کھاے راہ مین
اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہی از انجملہ اپنی شرمگاہ کھولنا تالاب کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہ فعل
بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ھم فتح القدیر مین ہی اسکی گواہی مقبول نہین جو افعال مستخفہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہین جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کھانا اور
فقط سراویل یعنے پاجامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگون کے روبرو پاؤن پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اسکو شمار کرین اسواسطے
کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہین کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہی وہ یہ ہی کہ جب تجھکو حیا نہو تو جو
تیرے جی مین آوے سو کر انتہی طحطاوی منجملہ افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت
مین بیٹھنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور بازار مین غل اور شور کرنا مروت عبارت ہی دین اور اصلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہی روشن نیک اور حفظ لسان سے
اور سبکی عقل سے کنارہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی او یظہر سب السلف لظہور فسقه بخلاف من یخفیه لانه فاسق مستور
عینی قال المصنف وانما قیدنا بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب المسلم لسقوط العدالة
بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنہایة یا اسکی گواہی مقبول نہین جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہوجانے اسکے فسق
کے بخلاف اس شخص کے جو سلف کو مخفی رکھتا ہی اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہی یعنے وہ مقبول الشہادت ہی کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی
باتباع کلام فقہاے مصنفین اور نہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہین بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بد
گوئی سے اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہی ھم سب یعنے دشنام اور گالی یہ ہی کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اسکے حق مین معیوب ہو
حدیث مین وارد ہی کہ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر وفیما الطرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین

منہم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور شامیہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے اور تابعین سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جنکو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر ہم صدر الشریعہ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علمائے مجتہدین ماضیین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ عن النہایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل ہے پس تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نکیا ولیکن رکھا بخلاف بدگو کہ اسنے اپنا فسق ظاہر کر دیا ہم ظاہر ایہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسف کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں انکے شہدا ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ للوصی لہما ووصیین لثالث علی الایصاء دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اسکا دعوے کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جیسے دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسیکے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے شخص کے وصی ہونے میں صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان انکر کان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے قبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کہ اسمین قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق المیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مالہ او غیرہ خاصم اولا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خاصمہ وعدمہ گواہی دی وصی نے لیے میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ قاضی نے اسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں اسکے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہو جانے وصی کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنے کا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہو گئے ہم در صورت بقاے وصایت وصی کا بجائے میت کے ہونا ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان یعنی جب بجائے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اسنے خصومت کی ہے مجلس قاضی میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے [illegible] وکیل جس میں خصومت کر چکا ہے اسمیں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا تقبل لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک در صورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قضاء الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان

بعد خصومة ان يصير خصما ولينتصب خصما لعدم تقبل وهذان الاصلان متفق عليهما قاله فيه اور شرح زیلعی کی کتاب القسامۃ مین ہی کہ جو شخص کہ مخاصم ہو گیا
کسی مقدمہ مین تو اس مقدمہ مین گواہی اسکی مقبول نہین اور جسکا مخاصم ہونا درپیش ہی اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اسکی گواہی مقبول ہی اور یہ دونون قاعدے
بالاتفاق ہین اور پورا بیان اسکا اسی شرح مین ہی ہم زیلعی نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ ہی جبکہ اسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ
معزول ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنے قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اسکو ترک کیا تو اسکی گواہی بیع مین مقبول
نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہی جبکہ اسنے خصومت نکی اور شفیع ہی جبکہ اسنے شفعہ طلب نکیا بعد گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہی کذا فی الطحطاوی
قيد بالمجلس القاضي لانه لو خاصم في غيره ثم عزل له قبلت عندهما كما لو شهد في غيرها وكل فيه او عليه جامع الفتاوى
قید لگائی یعنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہی
چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اس مقدمہ کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی منفعت کی گواہی دی تو مقبول ہی کذا فی جامع الفصولین وفی البزازية
وكله بالخصومة عند القاضي فخاصم المطلوب بالف درهم عند القاضي ثم عزله فشهد ان لموكله على المطلوب مائة
دينار تقبل بخلاف ما لو وكله عند غير القاضي فخاصم ثم عزله فيهما اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اسنے جھگڑا
کیا مدعا علیہ سے ہزار درہم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہی یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا
مقدمہ ہی غیر متعلق بوکالت بخلاف اس صورت کے کہ اسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اسی کتاب
مین ہی ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہی کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہوا اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے
پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اسکی مردود ہی ہر ایک اس حق مین جو وقت توکیل کے قائم ہی مگر جبکہ اس حق کی گواہی
دی جو پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہو گی کذا فی الطحطاوی كما قبلت عندهما خلافا للثاني شهادة اثنين بدين على الميت
لرجلين ثم شهد المشهود لهما للشاهدين بدين على الميت لان كل فريق يشهد بالدين في الذمة وهي تقبل حقوقا شتى
فلم تقع الشركة له في ذلك بخلاف الوصية بغير عين كما في وصايا المجمع شرح سیح ہم جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہی
دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر پھر مشہود لہمانے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہی اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہی کہ دین ثابت
ہی ذمی پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہی تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اسمین بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور اسکی شرح
مین ہی اور اسکا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا ہم یون کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہی اور
وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے انکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہی تو بالاتفاق گواہی
مقبول نہین اسواسطے کہ انکا حق ترکہ مین ہی یعنے ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہی تو یہ گواہی ہوئی اسمین جو دونون مین مشترک ہی اور اگر
دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی
تو مقبول ہی کیونکہ اسمین شرکت نہین كشهادة وصيين لوارث كبير على اجنبي في غير مال الميت فانها مقبولة في ظاهر الرواية كما لو شهد
الوصيان على اقرار الميت بشيء معين لوارث بالغ فتقبل بزازية اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال
میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہی ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہی کذا
فی البزازیہ ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب تہمت کے کذا فی الطحطاوی ولو شهدا في ماله

ای المیت لاخلاف فالہما ولو لصغیر لم یجز اتفاقا کما سیجئ فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر
صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشہادة علی جرح بالفتح ای فسق مجرد
عن اثبات حق للہ تعالیٰ او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنے اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے ہم جرح بالفتح
اصطلاح شرع مین عبارت ہو اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہو جسپر دفع خصومت
مشہود علیہ سے مترتب ہو فتح القدیر مین ہو کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہو حکم کے واسطے تو ضرور ہو کہ مشہود بہ تحت
حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہو اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکے دفع پر فی الحال
قادر ہو توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہو کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہو کیونکہ اشاعت فاحشہ بنص قرآن سے ممنوع ہو اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت
فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو
خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہو انتہی وان تضمنته قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہو اور نہین
تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبله قبلت ای الشہادة بل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد کما اعتمده المصنف تبعا لما قرره
صدر الشریعة واقره منلا خسرو وادخله تحت قولهم الدفع اسهل من الرفع وذکر وجهه فاطلق ابن الکمال رده اتباعا لاطلاق الکتب
وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت مشہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت کے جرح مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہو بلکہ اخبار مقبول ہو اگرچہ اخبار
ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہو مصنف نے صدر الشریعة کے قرار داد کی پیروی کرکے اور اسیکو ثابت رکھا ہو ملا خسرو نے درر غرر مین اور داخل
کیا ہو اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہو رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہو بعد ثبوت کے اوٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہو اور ابن
کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہو باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہو ہم ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہو کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر
کیون مقبول ہو قبل التعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت در صورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہو کہ جرح شاہد قبل التعدیل دفع ہو شہادت کا قبل
ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہو و لہذا اسمین خبر واحد مقبول ہو اور بعد تعدیل کے رفع ہو شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہان تک کہ قاضی پر
عمل بشہادت واجب ہو جبتک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہو کہ دفع اسہل ہو رفع سے اور یہی بھید ہو جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے
اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہو بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہو انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہو
کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اسیمین مقبول ہوتی ہو جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اسکا الزام ہو خواہ
قبل تعدیل کے ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہو نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہو کہ
شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہو کہ وہ معتبر نہین باین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد
اسکے تعدیل مقبول نہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہو کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہین ہو کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت
قاضی کو مانع ہو قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دونگا کہ ہان مانع ہو لیکن یہ منع اس سبب سے ہو کہ خبر فسق طعن ہو انکی
عدالت مین نہ اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا و لہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی
مقبول ہو اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد خبر شہادت سے ساقط ہوجاتی اور مجال تعدیل باقی نرہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین
فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہو اسواسطے کہ ہر چند اسنے یہ کہا لیکن اسنے یہ بھی کہا ہو کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

مقبول

مقبول ہو گی تو خلاف لفظی ٹھہرا كذا فى الطحطاوى ملخصاً وظاهر كلام الواني وعزمي زاده الميل اليه اور علامہ دانی اور عزمی زادہ کا ظاہر کلام سے ابن کمال کے
کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ دانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے
خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اسباب میں انکا
ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو انتہی
اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا كذا افيد
الطحطاوى وكذا القهستاني حيث قال وفيه ان القاضي لم يلتفت لهذه الشهادة ولكن يزكي الشهود سراً وعلناً فان عدلوا قبلها كذا في
المضمرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمین یعنے نقایہ کے کلام مین اسکا اشارہ ہے کہ قاضی
نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنے فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول
کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد معدل مین مقبول نہین انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل مین
مقبول ہے قوله لم يلتفت الاولى لا يلتفت كذا فى الطحطاوى ولهذا مترجم نے لم يلتفت کی طرف التفات نکیا بلکہ لا يلتفت کا ترجمہ کیا وجعله البرجندي على قولهما
فتنبه اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جا ہم طحطاوی نے کہا کہ تجھکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں
اسواسطے کہ خلاف نقل ہے نہ معنوی مثل ان يشهدوا على شهود المدعي على الجرح المجرد بانهم فسقة او زناة او أكلة الربوا او شربة الخمر چنانچہ مدعی
کے شہود پر جرح مجرد کی یون گواہی دین کہ شہود مدعی فاسق ہین یا زانی ہین یا سود خوار ہین یا شراب خوار ہین ہم جرح مرکب کی بھی مثالون مین زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر
مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد مین بتقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب مین غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد مین تفسیق بصیغہ اسم
فاعل ہے اور اسم فاعل کا ہے معنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہین بخلاف جرح مرکب کے کہ وہان بصیغہ ماضی تفسیق ہے او على اقرارهم انهم
شهدوا بزور او انهم اجراء فى هذه الشهادة او ان المدعي مبطل فى هذه الدعوى او انه لا شهادة لهم على المدعى عليه فى هذه الحادثة
فلا تقبل بعد التعديل بل قبله درر واعتمده المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دین کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت
گیر ہین اس شہادت مین یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی مین یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہین مدعا علیہ پر اس حادثہ مین تو یہ گواہی مقبول
نہین بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر مین ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار
محض ہے وتقبل لو شهدوا على الجرح المركب كاقرار المدعي بفسقهم او اقراره بشهادتهم بزور او بانه استأجرهم على هذه الشهادة اور گواہی مقبول
ہے اگر گواہون نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدون کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر
کی اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر شہادت مترتب ہے تو گو یا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور وہ دو چیزین ہین اور فسق شہود کی گواہی باقرار
مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدون نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہین دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے
اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب انکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار تو بہ کرنے سے مرتفع نہین ہوتا خرانة الاکمل مین ہے کہ اثبات اقرار مدعی
بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہین بلکہ اس باب سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے كذا فى الطحطاوى او على اقرارهم انهم لم يحضروا
المجلس الذي كان فيه الحق عيني یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس مین جسمین مدعی کا حق تھا كذا فى العيني او انهم عبيد او محدودون
فى قذف او انه ابن المدعي او ابوه عناية او قاذف والمقذوف يدعيه یا جرح مرکب کی یون گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہین یا محدود فی القذف

ہین یا گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا اسکا باپ ہی کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہی اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہی والقصہ زنا و وضوء اوسرقۃ او مغنی کذا و بینۃ اد
شرب الخمر ولم یتقادم العہد کما مر فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چورایا اور مال
مسروق کی اسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہوچکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور ہوچکا کہ شرب کا تقادم زمانہ بو کے
یعنی بوجانے سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا عینی یا گواہی دی کہ شاہدون نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھ کر کذا فی العینی
او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہی وہ مال ہی ہم مراد یہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض ہی مدعی کا تو جو اس
دعوے باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہی مدعی بہ مین والا اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہی کذا
فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لیہا الشہادۃ و اعطاہم ذلک مما کان لہ عندہ من المال و لو لم یقلہ لم تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ
لہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال سے جو میرا تھا مدعی کے
پاس اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ خصم نہ ٹھہرا ہم یعنی جب کہیگا
کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی جو مقبول نہین اوانہ
صالحہم علی کذا ودفعہ الیہم لیشہدوا و لا فلا صلح بالمعنی الشرعی و لو قال لم ادفعہ لم یقبل علی انہ لا یشہد واعلی زورا و قد شہدوا و ارد ان
یرد ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھپر جھوٹ
گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین اتنا طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح بمعنی شرعی
ثابت نہوگی اور اگر کہے کہ صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین وانما تقبل فی ہذہ الصور کلہا لانہا حق اللہ والعبد قسمت الحاجۃ کالاحیاء ہا اور ان صورتو
مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہی کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح من
مجلس القاضی و لم یطل المجلس و لم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطات بعض شہادتی و لا تناقض قبلت شہادتہ جمیع ما شہد بہ
لو عدلا و لو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیۃ بحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی دراز
نہین ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اسکی گواہی
مقبول ہی سب چیز مین جسکی اسنے شہادت دی اگر شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ والبحر
خطا بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم ہین اور کمی کی یہ
مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہی اسواسطے کہ رعب مجلس
قضا سے کاہے ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ در صورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پھر بولا کہ
مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہی تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار
السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الکمال و سعدی ترجیحہ فتنبہ و تبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون
کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہی اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح
پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہ تدارک بے معنی ہی کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہی باین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی
فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہی تو اسمین اختلاف ہی بعض

کہا کہ سبکا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے مین نے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو
کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسیکی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے انتہی مختصراً واذا قال
الشاہدان بعد قیام عن المجلس لاتقبل علی الظاہر احتیاطا اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول
نہین بنابر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھ وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت مین شاہد متہم ہے اور کمی مین مدعی علیہ اسکو ورغلانا ہو طمع دیکر دیکر صدر الشریعۃ نے
کہا کہ عدم قبول اس صورت مین ہے جبکہ محل شبہہ ہو یعنے جیسا کہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت
کو اسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسیکا نام لیا
تو مقبول ہے اسواسطے کہ قضا مقصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول
ہے اگر غلطی واقع ہو گئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ھ مثلاً حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجاے محمد بن علی بن
عمران کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح ط اور بحر نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد نے ایک
حد یا دو حد مین غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو درصورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یون کہے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر اسکا نام
فلانا ہو گیا بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح اولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولے بالقبول ہے اس گواہی سے کہ صحت
کے مرگیا ھ یعنے زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے
چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولے ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا جرحہ وقتلہ واقام زید
بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء القتیل مجمع الفتاوے اور اگر اولیاء
مقتول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی
گواہی اولی اور اقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوے ھ ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے
وبینۃ الغبن من یتیم بالغ اولی من بینۃ کون القیمۃ مما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امرا زائدا فکان بینۃ
الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ در خلافا لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کیجانب سے جو بالغ ہو گیا اولے ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی
مثل تھی یعنے جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خریدکیا اس وقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے
کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہے جو وہبانیہ مین ہے یعنے اسمین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہے ھ درر مین صورت مسئلہ کی
مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت
اسوقت بیع مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول
معتبر ہے کذا فی المنیۃ ھ شرح وہبانیہ مین ہے کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور
اور درصورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع وحضور ذا عقل اولی
من بینۃ الورثۃ الاکونہ مختلطا لعقلہ او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا حضور کے تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہے
وارثون کی مثلاً اس گواہی سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ھ یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا ہے حالانکہ وہ
عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسی طرح اگر زوجہ نے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل
تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لا ندری کان فی صحتہ او مرض فہو علی المرض اور اگر گواہوں نے
کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت مین تھا یا مرض مین تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی
ولو قال الوارث کان یہذی یصدق حتی یشہدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان کو تھا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی
یہان تک کہ دو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخہما فان
اختلفا او لم یؤرخا فبینۃ الطوع اولی ملتقط وغیرہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر مین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور
رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدون نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نکی تو رضامندی کی
گواہی مقدم ہو کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے **فروع** مسائل متفرقہ کے بینۃ الفساد اولی
من بینۃ الصحۃ شرح وہبانیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفی الخانیۃ
اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ
مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع مین تو مدعی کا بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع مین اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ مین
مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے بیع کی بیع کے بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو
مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع
اولی اور ملتقط مین ہے کہ دو شخصون نے اختلاف کیا بیع اور رہن مین تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصون نے
اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے مین اور بیع الوفا مین تو بیع الوفا کا قول اولے اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا
بالدار بلا ذکر انہا فی ید الخصم فشہد بہ اخران شہادت قاصرہ کو پورا کردیا اور شاہدون نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدون نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے
بدون اسکے بیان کئے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہے سو دو اور شاہدون نے اسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں ملکر مقبول مین اسواسطے کہ اثبات قبضہ مدعی علیہ کی حاجت
ہے کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات مین کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی المحدود اخران بالحد دیا دو شخصون نے ملک محدود کی گواہی دی یعنے بلا ذکر حدود
اور اسکے سوا اور دو شاہدون نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہد اثنان بالاسم والنسب لم یعرفا الرجل بعینہ فشہد اخران انہ المسمی بہ
یا دو شاہدون نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرد کو بعینہ نہین جانتے ہین تو دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ فلانا اسم
مسمے باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ لم
تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ وعلیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدون نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہین اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول
نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے یعنے اگر نفی متواتر
ہو لوگوں کے نزدیک اسطور پر کہ سب جانتے ہون کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان مین نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے
فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات مین شک داخل نہین ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہین مگر دس مسائل
مین جو اشباہ کی کتاب القضا مین مذکور ہین اور نوادر مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصون نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ
پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات مین لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص ہر اس دن

موجود نہ تھا تو مقبول نہین مگر جبکہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہی کہ شہادت متضمن ہی مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہین ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی اشباہ مین ہی کذا فی الطحطاوی والشہادة اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم و نصرانی فشہد نصرانیان علیہا بالعتق قلت فیحتمل المشترک فقد اه جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض مین تو کل مین باطل ہوجاتی ہی مگر اس غلام مین جو مشترک ہی مسلم اور نصرانی مین سو دو نصرانیون نے دونون مالکون پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق مین مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان بعض بطلان کل کی مثال یہ ہی کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول محمد کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کہ بعض مین شہادت باطل ہو اور بعض مین باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت وزاد محشیہا خمسة اخری معزیة البزازیة مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے پانچ صورتین اور زیادہ کی ہین بزازیہ سے نقل کرکے ہم انا بجملہ یہ ہی کہ لقطہ ہی کافر اور مسلم کے قبضہ مین سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر اسپر قائم کیے تو فقط کافر کے حق مین شہادت مسموع ہوگی اور انا بجملہ یہ ہی کہ کافر مر گیا اور اسکے دو بیٹون نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہوگیا پھر دو کافرون نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق مین مسموع ہوگی اور انا بجملہ یہ ہی کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادة

یہ باب ہی شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہی یا شہادت دعوے کے مخالف ہو یا شاہدین مین اختلاف ہو بنتی بیاب علی اصول مقررة اس باب کے مسائل کی بناء احکام چند قواعد مقررہ پر ہی ہم بنی مصدر میمی ہی نہ اسم مکان اسوا سطے کہ مکان تو خود باب ہی ہم منہا ان الشہادة علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی بخلاف حقوقہ تعالے منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہی کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہین بدون دعوے کے بخلاف اللہ تعالے کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہین ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہین کیونکہ یہ باب ہی اختلاف شہادت کا تو قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادة بالکثر من المدعی باطلة بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور انا بجملہ یہ قاعدہ ہی کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہی بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہی کہ وہ مقبول ہی بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمتر مین ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہی بخلاف اقل کہ اسمین شہادت اور مدعا کا اتفاق ہی ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقتہ اور انا بجملہ یہ ہی کہ ملک مطلق یعنے جسمین ملک کا سبب مانند خرید یا ہبہ مذکور نہو وہ زیادہ تر ہی ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطے سبب کے وقت سبب پر مقصور ہی ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور ازید ہی ملک مقید بسبب سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہی اور ملک بسبب مفید حدوث ہی کذا فی الفتح یعنے اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہین بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع مین سے ہی ومنہا موافقة الشہادة للدعوی ومعنی فقط وموافقة الشہادتین لفظا ومعنی فقط ہم اور انا بجملہ موافقت شہادتین ہی یعنے ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ مین اور معنی مین اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی مین ضرور ہی اور یہ آگے واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوی کی مطابقت مین فقط معنی کا اعتبار ہی نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اسمین تطابق لفظی اور معنوی دونون ضرور ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ نقایہ کی عبارت کا نتیجہ نہین کہ اسمین موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہی کذا فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ تعالی لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودة ہم مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد مین قبول شہادت کی شرط ہی بسبب موقوف ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالة نہو بلکہ وکالة ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمین تقدم دعوی شرط نہین بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہی تو گویا دعوے موجود ہی ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمین داخل ہی تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب اقامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقہا ای وفقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا تو افقہا لا تقبل وہذا احد الاصول المتقدمۃ جبکہ شہادت دعوی کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہی اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہین اور یہ ایک قاعدہ ہی قواعد متقدمہ سے ہم شارح نے تقدم دعوی کو بیان قاعدہ لکھا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کرچکا ہی باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعوی کو اس باب مین دخل نہین فلو ادعی ملکا مطلقا فشہدا بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادعی فتطابقا معنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے ملک بالسبب کی گواہی دی جیسے خرید یا ارث یعنے مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گھر کا مالک ہون اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا ہی یا ارث مین پایا ہی تو گواہی مقبول ہی بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی مدعی سے تو دعوے اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ مین ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال مین مذکور کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہی کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا تو اگر یہان ارث کو ذکر نکرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب شہدا بمطلق لا تقبل لکونہا باکثر کما مر اور بالعکس اسکے اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہین قلت وہذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسطہ الکمال مین کہتا ہون اور یہ یعنے ملک سببی کے دعوے مین ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوے ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سواے مین ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنے یون دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہی کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ مطلق اقل ہی نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہی بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہی اور اگر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یون کہا کہ مین نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی مگر اسمین اختلاف ہی کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین اور بحر الرائق مین تئیس صورتون کو استثنا کیا ہی ہم یعنے اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہی اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہین بحر الرائق مین تئیس صورتین مستثنے کی ہین طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد فاذا وافقہا قبلت والا لا مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہی منجملہ صور مذکورہ چار صورتین وہ ہین جو شارح فی کل قول جمع مع فعل کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شرا من المجہول ہی جو مذکور ہو چکی انتہے مختصرا وکذا یجب مطابقۃ الشہادتین لفظا ومعنے اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنی واجب ہی ہم امام اعظم کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہی اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہد متفق ہون لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی کذا فی الفتح الا فی اثنین وعشرین مسئلۃ مبسوطۃ فی جوہرۃ ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ تذکرۃ حشی لکن ترکہا خشیۃ التطویل مگر بائیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین مشرح مذکور ہین مطابقت شرط نہین اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہین شیخ الحا مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنے اس مقام مین بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہین کیا والا مسائل مذکورہ کو کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کر چکا ہی بطریق الوضع لا التضمن فاکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ قالت الثلثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہی نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہی اور یہی مذہب ہی ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریۃ کہا تو یہ گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ دونون لفظ متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنے بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنی غیر معنی بریۃ ہین کذا فی البحر

ولو شهد احدهما بالنكاح والآخر بالتزويج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے
کے ایک معنی ہیں ھم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنی ہم معنی کذا فی البحر وکذا الہبۃ والعطیۃ
ونحوهما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ھم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی
دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شهد احدهما بالف والآخر بالفين او بمائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلث ردت
لاختلاف المعنيين اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے
نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ھم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار
اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو متفق علیہ ثابت ہو اور منفرد رد ہو اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں
کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے كما لو ادعى غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار
به لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ھم اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف
واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے
ھم اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوے میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوے میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادتین
میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی نہر وكذا لا تقبل في كل قول جمع مع فعل بان ادعى الفا فشهد احدهما بالدفع والآخر بالاقرار بها لا تسمع للجمع
بين قول وفعل تنبيه اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے
نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیہ ھم جمع قول و فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا
اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد لفظهما كالشهادة بالبيع والقرض والطلاق والعتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء
والاقرار فانه يقول في الانشاء بعت واقرضت وفي الاقرار كنت بعت واقرضت فلم يمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی
دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض
یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشا اور اقرار کے یعنی تفرقات مذکورہ میں انشا اور
اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت و اقرضت
تو قبول شہادت کا مانع نہوا ھم اتحاد صیغہ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار کے ہے ورنہ اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی
کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شهادة احدهما بقتله بالسيف
والآخر به بسكين فلا تقبل لعدم تكرار الفعل لانه محيط وشرنبلالية بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے
قتل کی عمداً تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے یعنی قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ
ھم فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا
کہ شارح کہتا شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل على الف في شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة
ان ادعى المدعي الاكثر لان الاقل يوفق باستيفاء او ابراء عن مائة اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے
ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ

مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ھم یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے
نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو مین منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو
مقبول نہین اسواسطے کہ مدعی مکذب ہے اس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع مین میرے گیارہ سو
تھے سو مین سو درم لیچکا یا مین نے انکو معاف کر دیے تو دعوے اقل مین بھی گواہی مقبول ہے وھذا فی الدین اور یہ یعنے اشتراط موافقت بین الشہادتین
لفظا بسبب وضع دین کے دعوے مین ہے تو اسم اشارہ اسکے طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحطاوی و فی العین تقبل علی الواحد کما لو شہد
واحد ان ھذین العبدین لہ وآخر ان ھذا لہ قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقا در اور دعوی عین مین گواہی مقبول ہے
ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام
پر جسپر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط و فی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل
المالین او اکثرھا علی مختار ... اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور
خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدر ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلو شہد واحد بشراء عبد او کتابتہ علی الف والآخر بالف وخمسمائۃ ردت
لان المقصود اثبات العقد وھو یختلف باختلاف البدل فلم یتم النصاب علی کل واحد یعنے مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے ہو اگر
ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکاتب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات
ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنے نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ھم عقد مختلف ہوتا ہے
اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اس بیع سے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی
ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر ومثلہ العتق بمال والصلح عن قود والرھن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراھن والمرأۃ لف ونشر
مرتب اذ مقصودھم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور
قاتل مدعی ہو صلح مین اور راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہے کہ مدعیون
کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی
الآخر کالمولی مثلا فکدعوی الدین لان مقصودھم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلا مولے مدعی
ہو تو دعوے دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے
کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا ھم توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح ہے کہ غلام کے مولے نے کہا کہ مین نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ
ہزار درم پر یا ولی قصاص کہتا ہے کہ مین نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارۃ
کالبیع لو فی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ھم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے
دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو مین سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند بیع کے
اسواسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح
وکالدین بعدھا لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر
مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہے بالاتفاق ھم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی

ہو یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہے تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ مہر کا کچھ مقصود نہیں
بعد مدت کے سوا اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا مقر ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے خواہ شاہدین
کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہ ہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالاقل ای بالف مطلقا استحسانا خلافا لہما وصحح و نکاح اقل مال
سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک نکاح باطل ہے ہم وجہ استحسان یہ ہے
کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اسمیں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہوا تو اقل المالین پر
حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ بجر المیراث بان یقولا مات وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اسطرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مرگیا اور چھوڑ گیا اسکو مدعی
کے واسطے میراث چھوڑا ہم جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کے طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے حتی کہ میت
واسطے اسکے لونڈی میں وارث پر استبرا واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور محتاج ہو نقل کا تا استصحاب حال ثابت نہ ٹھہرے
اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم نہیں اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد بعیب بسبب عیب کے کرسکتا ہے تو ملک مورث کی
گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہے الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلک
عن الجر لان الاید عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں
کہ ملک کی اسکے مرنے کے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبضہ اور تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبضہ اور تصرف کی گواہی
دیں جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یہ بھی شہادت ملکیا قبضہ مغنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض
اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث صریحا ثابت ہوگئی ہم تا وقت موت قبضہ
ثابت ہونا مثبت ملک ہے اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب و قبضہ امانت اور قبضہ مالکی مگر موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہے
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب و امانت کے مرجاوے تو مغصوب اور ودیعت انکی ملک ہو جاتی ہے اسپر ضمان واجب ہے کہ
شرعا کذا فی الفتح ملاخسرو نے درر میں کہا تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہے بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور
امانت اسکے پاس ہوتی تو ایسے وقت نازک میں بیان کر دیتا پھر جب اسنے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف میں تھا سو اسکا مملوک تھا انتہی ملخصا
ولابد مع الجر المذکور من بیان سبب الوراثۃ وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک خلاصۃ اور شہادت میراث میں جر مذکور کے ساتھ
بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری
بھائی ہے یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور مولے کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولے ہے میت کا جسنے اسکو آزاد کر دیا اور کوئی اسکا وارث
نہیں سوا اسکے اسواسطے کہ لفظ مولے مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحطاوی وبقی شرط ثالث وہو قولہما لا وارث لہ او لا نعلم لہ وارثا غیرہ
اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوا مدعی کے یا ہم کسی وارث کو نہیں جانتا سوا اسکے
ولابع وہو ان یدرک الشاہد المیت والا فباطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہ ہذا البزازی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے
میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا وذکر اسم المیت
لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں وان شہدا بید حی مدۃ فالقاضی لا یقضی بہ لاحد بقیامہا بالمنقوع بہ الحی

اور اگر شاہدین نے شخص زندہ کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون نہ کہا تو گواہی مقبول نہین بسبب قائم ہونے
گواہی بامر مجہول سبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے ھم یعنے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضے مین ہی سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ سابق
مین مدعی کے قبضے مین تھا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہی کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب شک کے حکم نہ کرے گا
کہ گھر اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی
ید المشہود فتدفع للمدعی لمعلومیة الاقرار وجہالة المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا مالک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا
اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبضہ مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جاویگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت
مقر بہ مبطل اقرار نہین ھم پہلی صورت مین دلانے کی وجہ یہ ہی کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ اصل یہ ہی کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال
اور دوسری یعنے جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنے قبض مدعی کا اقرار مجہول ہی معلوم نہین کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار
مدعا علیہ والے کے حق مین نہین خلاصہ یہ ہی کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق مین مدعی کے قبض مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان
کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہی بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوے کرے کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی ہم تصرف
والاصل ان الشہادة بالملک المنقضی مقبولة لا بالید المنقضیة لتنوع الید بخلاف الملک بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ ملک منقضی کی گواہی
مقبول ہی نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ ھم قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہی نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض
میت کی گواہی مقبول ہی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق فہل یکون اقرارا لہ بالید المختار نعم جامع الفصولین
اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کی قبض مین ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہ ہی کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا
کذا فی جامع الفصولین یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل متفرقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمسمائة
قبلت بالالف الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول
ہوگی مگر جب کہ اسی شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دے تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ھم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد ہوگی ہزار کی شہادت
مین بلکہ تکذیب اس شہادت مین ہی جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین ولا یشہد من علم حتی یقر المدعی بہ اور نہ
گواہی دے اپنی دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ھم یعنے اور کافی ہی کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اسمین سے پانسو ادا
کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تا کہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقة بقرة واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما و
اختار صدر الشریعة قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعة نے
صاحبین کے قول کو ظاہر کیا ہی ھم امام کی دلیل یہ ہی کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہی تو رنگت مین دھوکا پڑ سکتا ہی لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم یذکر
المدعی لونہا کذا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملة لم تقبل وہبانیہ مدعی نے ایصال
دین کا دعوے کیا بطریق ادائے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیہ شہدا فی دین الحی بانہ
کان علیہ کذا تقبل الا اذا سألہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ
شاہدون نے گواہی دی زندہ کے دین مین اسطرح کہ اسپر اتنا دین تھا تو مقبول ہوگی مگر جب کہ مدعا علیہ نے شاہدون سے اسکے بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے

کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جبتک کہ شاہد یہ نہ کہیں کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی کذا فی البحر قلت ویخالفہ
ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین انتہی والاحتیاط لا یخفی مین کہتا ہون بحر الرائق کے مخالف ہی وہ قول جو
معین الحکام میں ہی ثابت ہوجاتا دین سبب مجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین یہ نکہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ہم یعنے بحر الرائق کے
قول میں احتیاط ہی تامل ہی تو قریب ہے وارثون کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنے بحر الرائق کا قول ضعیف ہی اور احتیاط امر میت میں اسقدر کافی ہی کہ خصم سے قسم
لیجاوے بادجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک
زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول صحیح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع
الفصولین ہم ادعای ملک ماضی قرینہ ہی نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں اسناد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہی گواہی پر گواہی دینے کا ہم شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہی اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ مین لیکن فقہانے بدلیل
استحسان اسکو جائز کہا ہی بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہی تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی
جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا اشہادۃ علی الشہادۃ جائز ہی اگرچہ بکثرت ہو یعنے فرع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادت
وعلی ہذا القیاس کذا فی الدرر لکنہا ہی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہا بالشبہۃ شہادت پر شہادت
مقبول ہی اگرچہ طبقات فروع میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہی بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہوجانے
حد اور قصاص کے شبہہ سے وجاز الاشہاد مطلقا اور جائز ہی شاہد کرنا ہر طرح یعنے بعذر وبلا عذر ہم خزانۃ المفتین میں ہی کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز
ہی اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت کے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت
الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنے اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقلہ القہستانی عن قضاء
النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ عنہا وہو خطاء والصواب ما ہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہی اسمین کلام ہی کہ قہستانی
نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ میں خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہی وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہی جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہی
ہم قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا میں ہی کہ اصل جب مرجاے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہی انتہی حلبی نے کہا
کہ تو نے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا فانہ نقلہ عنہا عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی
تصحیح کی ہی شرح ملتقی میں انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر وا
حد وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی اسطرح
کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگون میں رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت علمانے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہی اور اس قول پر فتوی ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف
نے اپنی شرح میں ہم بیماری سے وہ بیماری مراد ہی کہ مجلس قضا میں حاضر نہوسکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی تاتارخانیہ میں ہی
کہ اسی قول پر فتوی ہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر میں رات تک نہ آسکے تو اشہاد جائز ہی اور یہ قول ہی فقیہ ابو اللیث کا
سراجیہ میں ہی کہ اس قول پر فتوی ہی کذا فی العالمگیریہ او کون المراۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل متعذر ہو بسبب ہونے
عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیۃ وفیہا لا یجوز الاشہاد لسلطان وامیر اور قنیہ میں ہی

ہو تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول اور فروع سبکی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی
الاصح لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہو ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے
عادل کی تعدیل سے ھم یعنے بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہو اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہو کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی
اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہو اسواسطے کہ عادل بتعدیل مثل سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنے اسکی ذاتی شہادت بھی اس منفعت کی متضمن ہو
کہ وہ بمقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہین کیا ویسے ہی تعدیل مثل مین بھی
کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیۃ و شرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل فی
ما فی القہستانی عن المحیط فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنے فرع کی گواہی جائز ہو پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت
بیان کرے تو حکم دے اور نہین تو نہین کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہو بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اسکے حال کو نہین جانتا کذا فی الشرنبلالیہ اور شرح المجمع اور اسی طرح اگر
فرع کہے کہ اصل عادل نہین چنانچہ قہستانی مین محیط سے ہو سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور بنہیہم عن الشہادۃ علی الاظہر خ [illegible] یعنے قالوا ما
کنا اشہدنا اور باطل ہو جاتی ہو فرع کی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فروع کے شہادت سے یعنے اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت
فروع باطل ہو بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن مین مخالفا اسکے وبخروج اصلہ عن اہلیتہا الفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہو شہادت فرع کی بسبب
نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنے اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہو اسی طرح جنون
اور ارتداد و بانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم ما لنا شہادۃ او لم نشہدہم او نسہدہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہو بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کے
چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا ہمنے انکو گواہ نہین کیا یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی مین ہو صورت مسئلہ یہ ہو کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ
نہین پھر وہ مرگئے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثہ مین اور اگر اصول موجود ہین تو فروع کی شہادت کی طرف التفات
نہین اگرچہ اصول منکر ہون کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصۃ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انھون نے سکوت کیا یعنے نہ اقرار
کیا نہ انکار تو فروع کی گواہی مقبول ہو کذا فی الخلاصہ ھم اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہو شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ
وقالا اخبرانا بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدون نے گواہی دی دو شخصون
کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنے شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی
ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہین پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہو تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی اگرچہ عورت حاضرہ اقرار
کرتی ہو کہ مین وہی عورت ہون ھم صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس سے غرض یہ ہو کہ یہ شرط نہین کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہون اور یہ غرض نہین کہ یہ نسبت
پوری ہو اور گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو مسکہ صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہو تاکہ
نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر مین کہا مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہو چکی دونون کی شہادت سے اور مدعی
دعوے کرتا ہو کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہو مگر یہ احتمال ہو کہ شاید وہ عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اسکا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ
گواہی شہادت قاصرہ کے مانند ہو جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہو انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی
الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ کلفہ اثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہو یعنے ایک قاضی
کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہو تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہین پہچانتے تو قاضی

مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اسبات کے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے
کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضیخان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اسکو شرح سے بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے
کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور
قاضی مکتوب الیہ اسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہیگا کہ گواہون سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان بن فلان ہون اور اس محلہ
یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر مین بجز میرے سوا ایک شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے مندفع ہوگی انتہے ملخصا کذا فی الطحطاوی
ولو قال فی التمیمیۃ لم یجز حتی ینسبہا الی فخذہا یعنی لکہا اور اگر شاہد نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین جب تک کہ اسکو
قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کرین چنانچہ اسکے دادا کی طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اس سے معرفت حاصل نہین ہوتی جبتک قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت نہو [illegible]
فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جدا علی کی ہے خلاصہ یہ ہے الحاصل اعتبار تحصول معرفت کا ہے اور انواع اشتراک کا ایضاح یہ ہے کہ عجم لفظے تغیر عرب مین
ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہے زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور
فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس
فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود اعلام ہے یعنے جسطرح
سے کہ حاصل ہوجاوے اشہد علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ
عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنے منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہے کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر
اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا کافران شہدا علی شہادۃ
مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق
مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسی طرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ
رجل علی شہادۃ ابیہ علی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقی اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا
فی الدرر بخلاف ملتقی کے یعنے اسمین عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا او غلطا کما حررہ ابن الکمال جس شاہد کا
حال ظاہر ہوا کہ اسنے جھوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال
نے اسکی تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور بے تامل کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت
ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور
عبارت ہے شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یحکم باثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ
من قبیل نفی ہے ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف اتفاق ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی
سراجیہ جسکی گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری
ہے تو قاضی اسکو بازار مین بھیجے اور اگر بازاری نہین تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہم نے
اسکو شاہد زور پایا ہم سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا در اصل یہ
[illegible] ہم اور صاحبین نے اسکو مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا کذا فی الجمع ہم فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم

وفی البحر وظاہر کلامہم ان للقاضی ان یسخم وجہہم اذا رآہ سیاسۃ اور بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ قاضی کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرًا ضرب اجماعًا وان تائبًا لم یعزر اجماعًا اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اسپر تعزیر نہیں ہے اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے رجوع نہیں کرتا کذا فی الفتح وتقبل شہادتہ بعد التوبۃ ان کان عدلًا ولم یقدرہ القاضی علی الصحیح لو فاسقا او مستورا کذا فی الشمنی اور شاہد زور کی توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رای پر مفوض ہے بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتی یعنی مؤلف کہتا ہے امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ اسواسطے کہ اسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور سے بعد مدت کے شاید ... کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنی اس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ ونحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی میں نے گواہی دی اور ماننداس کلام کے ہے چنانچہ یوں کہتا کہ میں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹا تہا کہ گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں باطل تہا شہادت میں یعنی ناحق پر تہا اسمیں کذا فی الدرر فلو انکرہا لا یکون رجوعًا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے رو برو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنی شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اسکی توبہ بھی مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے رو برو اور اسکو بگواہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوے کے ہم یعنی بینہ اور یمین دعوے صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اسکے اگر دعوے کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنی اگر یہ دعوے کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا انپر حکم کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوے کے کذا فی الدرر وبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے رو برو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی گویا بالفعل رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی موجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اسپر حکم نہ کرے ولا ضمان ونعزرا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہدین پر ضمان نہیں اور انکو تعزیر دیجاوے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الفتح ہم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے

جو شاہد زور مین مذکور ہو چکے یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کے اور گھوڑی اور اسکے
بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا وبعدہ لم یفسخ الحکم مطلقا الترجیح بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع
کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلے ہو کذا فی المنح بسبب راجح ہو جانے خبر اول کے قضا سے ھ اگر شارح توضیح کرتا الترجیح الخبر الاول مثل الشاہد
بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کے طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو
حکم منقوض نہین ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے
بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی وبخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل فیرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا
یضمن الشہود لما مر ان الحاکم اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے
کہ قضا اس صورت مین باطل ہو جاتی ہے اور مقضی لہ پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر
ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ھ صورت مذکورہ مین خطائے حاکم یہ ہے کہ اسنے حال شہود کا
تفحص نکیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجاء الی القضاء و
اور شاہدین راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر ہونے
تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ھ امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہین جبکہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف
مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر
پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہوتا اسلیئے اگر حکم ندے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر
ہو قبض المدعی المال او لا بہ یفتے بحر و بزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا فتوے ہے کذا فی البحر
والبزازیہ والخلاصہ وخزانۃ المفتیین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور
کنز اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنے غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنے قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین ضمان ہے
اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنے بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ھ وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بمماثلت
ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے و لہذا مقضی علیہ کو اسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین مین ملک اسکی زائل نہین
ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود لا لمن رجع
اور ضمان مین اسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ھ یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع
احدہما ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ھ اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین ہر شاہد کی
شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہے جسمین حجت
باقی نرہی وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان ندیگا ھ اسواسطے کہ
دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا ابھی پھر گیا تو دونون شاہدین
راجعین نصف مال کا ضمان دین ھ اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد وان رجعت امرأۃ

من رجل وامرأتین ضمنتا الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال کا ضامن ہے اس واسطے کہ شہادت پر اُتنے شخص باقی ہیں
جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں
ہم اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ لم تضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور
دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دے ہم اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں
فان رجعت اخری ضمنتا الربع لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب
کی تین چوتھائی کے ہم اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے تلف ہوا اگر ربع فان
رجعوا فالغرم بالاسداس سو اگر ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان ششم حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد
پر ہے اور باقی عورتوں پر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجائے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہوگیا کہ گویا چھ مرد
گواہی دیکر پھر گئے تو انپر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہ النصف کما لو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ
دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے جیسا کہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے ہم صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر
شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت
سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل او اقل اذ الاتلاف بعوض کلا اتلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح
میں جیسے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنے مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ہم شارح نے
جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نتھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوے کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم
کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل
کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد ضمنا ہا او ہی المدعیۃ وھو المنکر عینی ذلک اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں
شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عینی زاد ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی
نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے
یعنے مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی الکافی اسواسطے کہ شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلاعوض کذا فی الدرر
خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے
ولو شہد باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علے المعتمد لتعذر المماثلۃ بین البضع والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی
دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی
میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے
کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنے منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ
شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو انکے اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لہا لاتلافہما المہر بخلاف اس عورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر
یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کردینے مہر کے وضمنا فی البیع والشراء

ما نقص من قیمۃ المبیع لو الشہادۃ علی البائع او زادوا الشہادۃ علی المشتری للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضامن ہیں بیع اور شرا میں اسقدر
کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضامن ہیں اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف
بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تحلیل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ بیچا اس غلام کو اس مرد نے بعوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے تو شاہدون
نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضامن ہیں کیونکہ انھوں نے اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعوے کیا کہ مشتری
نے یہ غلام دو ہزار کو لیا اور اسکا ثمن ہے اور مشتری اسکا منکر ہے سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے
پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضامن ہیں اسواسطے کہ انھوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر ولو شہدا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ ولحدۃ
ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدوں نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کے ساتھ ایک ہی بار گواہی دی
تو شاہد قیمت کا ضمان دیں اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دیں کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ
پہلی صورت میں مقتضی بیع ہے ثمن اور دوسری صورت میں ثمن بالاستقلال مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولو شہدا علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ
الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایما اختار بری الاخر وتمامہ فی خزانۃ المفتین اور اگر
شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے
مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونوں میں سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتین
میں ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ بیچا اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے سو شاہدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت
سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار درم پھر لیں انکو ایک
ہزار حلال ہیں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کریں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع
جدید کے ہے تو بائع سے وہ دو ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہیں شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا تو جو دو ہزار انکے شاہدین کو دیے ہیں
انکو پھیر لے اور جو شاہدوں نے ایک ہزار درم بائع کو دئے تھے وہ بائع سے پھیر لیں کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات وشرح الطحطاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر
تھا خزانۃ المفتین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی او المتعۃ ان لم یسم اور طلاق قبل
وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شاہدین نصف مال مسمے کا تاوان دیں یا متعہ کا ضمان دیں اگر مہر مسمے نہو ولو شہدوا انہ طلقہا ثلثا واخران
انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المہر علی شہود الثلث لاختصاصہم بالحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو
تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان
تین طلاق کے گواہوں پر ہے انکے غیر پر نہیں بسبب حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلاق واحد کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہیں ہے اسواسطے کہ
طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونوں گواہوں کی قید ہے ولو بعد وطی او خلوۃ فلا
ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہیں ہم پس کہ قدوری اور ہدایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے کہ ضمان نہیں مگر
اوس کا جو مہر مثل پر زیادہ ہے کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول واخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المہر وشہود
الطلاق ربعہ فتح اور اگر دو گواہوں نے طلاق قبل دخول کے گواہی دی اور دو اور شاہدوں نے دخول کی گواہی دی پھر چاروں شاہد گواہی سے پھر گئے
تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دیں اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دیں کذا فی الاختیار ولو شہدا بعتق فرجعا ضمنا القیمۃ

لیس کذلک مطلقا ولو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کو آزاد کرنیکی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولے کو اسکی قیمت
کا ضمان دیں مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا
یعنی حق آزاد کرنیکا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہ ہوگا کذا فی الہدایہ و فی التدبیر
ضمنا ما نقصتہ وہو ثلث قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کردیا یعنی اسکی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے
نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولے کو تہائی قیمت کا ضمان دیں اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی
قیمت کم ہوجاتی ہے فن سے ولو مات المولی عتق من الثلث وان معا بقیۃ قیمتہ و تمامہ فی البحر اور اگر مولے مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے
اور شاہدین کو اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یعنی اگر مولے مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا
اور قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر و فی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں ہے
ضمان دیں اسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار درم
پر مکاتب کیا بمیعاد ایکسال اور قیمت غلام کی پانسو ہے اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دیگا اگر وہ ضمان
شاہدین اختیار کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ رہیگا کاہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولے اتباع مکاتب اختیار کرے
تو شاہدوں پر ضمان نہ دیگا کاہے کذا فی العالمگیری عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیہ لہما و تصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہ ہوگا یہانتک
کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اکثر ہو اسکی قیمت سے
جسکا وہ ضمان دیچکے ہیں مولے کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو انکو حلال طیب ہیں اور پانسو کو خیرات کریں یہ مذہب ہے طرفین کا والولاء لہ
ولو عجز عاد الی المولی ورد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اسکے مولے کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادا سے بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر
لوٹ گیا اپنے مولے کی طرف اور مولا اسکی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پھیر دے و فی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم قنۃ وام ولد
لو جاز بیعہا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کے نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی
بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہے ہم صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی
میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان
دیں کذا فی الطحطاوی عن العینی و ہکذا فی العالمگیری عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی در صورت جواز بیع دو سو
قیمت ہے تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت و ضمنا بقیۃ قیمتہا امۃ للورثۃ و تمامہ فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد
آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کو ضمان دیں اسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے و فی القصاص الدیۃ فی مال
الشاہد و ورثۃ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہوں گے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا
قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے
مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اسکے وارث
ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نلیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے ہاتھ سے اسکو قتل نہیں کیا جو قصاص
انپر آتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیار اور اگر شاہدین قصاص معاف کردینے کی گواہی دی تو انپر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہیں جو انپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع
پر بسبب انکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے انکی طرف ہے اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھیں کی شہادت پر
مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدناہم وغلطنا نہ ضمان دینگے شہود اصل
اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فرع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہے بعد قضا کے قید اسواسطے لگائی
کہ اگر قبل قضا انکار اشہاد اصول کرینگے تو حاکم نہوگا اسواسطے کہ انھوں نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم
اتلافہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسی طرح اگر اصول کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے
اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کے اس
قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھوں نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں لوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے
بھی نہیں پھرے بلکہ انھوں نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے تو
فقط فروع ضمان دینگے ہے یہ قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مختار
ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھیں کی شہادت معاینہ کی اور اصول کی بھی شہادت سے
واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں انکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو للدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیداً خلافاً لہما
اور ضمان دینگے مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے
ہے امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہے شہادت کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا
اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیوں نے
شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محدود ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکریں
اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو انپر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعاً بحر اور خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں بالاتفاق
امام اور صاحبین کے ہے خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول وضمان
دینگے شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ہے صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو
تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر دو اور شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار
کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت حکم ہیں اسواسطے کہ تلف
حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی
طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان
لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ العلۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہے ہے صورت اسکی یہ ہے
کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود
احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی
والشرط اور ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اسکا بیان شہود تعلیق میں ہوچکا ولو وحدہم علی الصحیح

عینی اگرچہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائین بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح انپر ضمان نہین کذا فی العینی ہم شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال مین ضمان نہ دین چنانچہ زیادات مین منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال وضمن شاھد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا او ضمان دین شاھد الایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہے بحر الرائق مین ہے شاہدون نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور دو اور گواہون نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب شرط اور علت اور سبب اور علامت مین فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کی نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہوا اور حکم مین نہ موثر ہو نہ اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم مین موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب الوكالة

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام مین ہم وکالت بفتح و کسر واو لغت مین اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ ہے کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اسپر اعتماد کرکے اپنی آسائش یا عاجزی کی سبب سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر متوفض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے بمعنی مفعول یعنی جسکی طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق مین ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے جیسے بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت مین حسبنا اللہ ونعم الوکیل طحطاوی نے کہا اور یہ بھی صحیح ہے کہ آیت مین وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلا من الشاھد والوکیل ساع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد مین یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد مین ساعی ہے والتوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت مین سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر ہم وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہین جبکہ اللہ اور اسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اسکا فتح ظاہر نہو کذا فی منح ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء ضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید مین ہم ابو داؤد نے اس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ انکے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اسکو بعوض دو دینارون کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اسکے ترمذی مین ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق ہے وھو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر طلاق وعتاق ووقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضیخان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وھو المذھب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر قلت ان بہ یفتی واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الھبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز مین یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہانتک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ مین اور قول مذکور کو قاضیخان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات مین وکیل تصرف نکر سکے گا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر مین ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط مین اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق مین تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ کے نزدیک بخلاف محمد ہم توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے یا ترا امر جائز ہے ہر چیز مین اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید مین مثلا کذا فی الطحطاوی وفی المشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ او ضر لالہ

مین ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو تو وکالت باطل ہی ھم یہ قول کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجاے اپنی ذات کے توکیل عام نہین ہی تو اگر
موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہی کذا فی
فتح القدیر وھو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہی غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسائش
یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہی ھم جائز کی قید سے یہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے
مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہی اسمین تصرف معلوم نہین اسکا جواب یہ ہی کہ توکیل عام فی الجملہ
معلوم ہی تو اگر اصلا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وھو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو
تو ادنے ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ھم تصرف مجہول جیسا کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہی کہ اگر تصرف معلوم نہو تو
ادنے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہی امام محبوبی نے کہا کہ جب کسی سے کہا کہ تو میرا وکیل ہی ہر شے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہے درر مین ہی کہ قول
مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ نص مین وکالت بمعنی حفظ کے ہی ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض
النھی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہی اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہی بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین
بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال ھم اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہی کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض ہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین
داخل ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہی اسپر کہ اصل اشیا مین اباحت ہی ملک تصرف موکل
اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل کو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا و صبی یعقل بتصرف
ضار محض کطلاق وعتاق وھبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور
صحیح نہین وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ھم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کی مالک نہین اور معلوم
ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہی وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ھبۃ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف مین جو صغیر
کو نافع ہی چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل
کرنا اس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہی چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور مین اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت
موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل
عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہی وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم
نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لھما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہی اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ
یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشراءھما کما مر فی البیع الفاسد وھو مع ھذا
بیع صحیح وان امتنع ھذا الموکل لعارض النھی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور انکے خریدنے مین چنانچہ
مذکور ہو چکا بیع فاسد مین اور صحیح ہی وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہی بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کردیا توکیل
کی تعریف مین سو آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد ھم مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب
وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو ھم یعنے وکیل مین اتنی عقل شرط ہی کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب بیع اور سالب ثمن ہی اور بیچنا جالب ثمن اور سالب بیع ہی اور غبن
فاحش کو غبن [illegible] سے فرق کرتا ہو اور ظاہر اسکا صغیر عاقل کی ہی تفسیر ہی کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل [illegible]

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو ھم محجور صبی اور عبد دونون کی صفت ہو تو معلوم ہوا کہ وکیل مین تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہین لا یخفی ان الکلام الان فی صحۃ
الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اب سباب مین صحت وکالت مین گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسی واسطے
مصنف نے یہان یون نکہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز عدم ذکر ھم ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا مین وکیل کی شرط مین یون مذکور ہے کہ یعقل العقد ویقصدہ
یعنے وکیل مین شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگی
شارح نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن یہان گفتگو صحت وکالت مین ہے نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین ثم ذکر ضابط
الموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک امر خیر مین جسکو موکل بذات
خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے ھم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اس کام مین جسمین وہ
وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے
واسطے اور استقراض کے توکیل کا مالک نہین ہے اسکا جواب یہ ہے کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ مین صرح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل
ہوا تو اگر وکیل نے استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ
تو توکیل شامل ہوئی خصومت کو ھم مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت
وغیرہا کو شامل ہے خصومت لغت مین بمعنی جدل ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہے یعنے مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقبال لیا یا انکار
یہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جوہرہ مین ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوے صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد
برضی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ صحیح ہے وکیل کرنا اس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہے مخاصم کی رضامندی سے وجوازہ بلا رضاہ وبہ قالت
الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ھم امام اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین
یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضاے مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہین بخلاف صاحبین کے سبب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصومت مین وکیل
کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہے تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب حق ہے مخاصم پر اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت
ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی
وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ مین اور
فتوے کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی راے پر مفوض کرنا چاہیے کذا فی الدرر ھم درر مین ہے کہ اگر قاضی کو لعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم
کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نکرے بدون رضا خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ
کافی مین ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیون کو اختیار دینے مین تو فساد ہے
انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضا مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو
کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین اپنے قدمون سے ممکن نہو تو توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ھم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل
غائب بقدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضای خصم لازم ہے ھم یہ اس صورت مین ہے جبکہ مخاصم انتظار نکرے ولہذا محیط مین ہے کہ اگر موکل مریض یا
مسافر ہو تو توکیل [illegible] لازم نہین بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہا جاے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کرتا ارتفاع عذر اور
[illegible] جبکہ وہ راضی ہو جاے تو توکیل لازم ہوگی [illegible] لگائی کہ [illegible] سفر سے کم غیبت میں تو

بمنزلہ حضور کے ہے کذا فی الطحطاوی او ہی یبالہ ویکفی قولہ انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا
اتنا کہنا کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ خاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلا بحر الرائق مین ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے
تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اسکا مقبول نہین کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون لیکن قاضی اسکے حال کو ملاحظہ کرے
اور اسکے میلان مین اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہین رہتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردون سے مخالطت
نہین رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادۃ مین مذکور ہوچکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ھم پردہ نشینی عذر ہے مشائخ کے نزدیک بدلیل استحسان اسواسطے کہ اگر پردہ نشین
کچہری مین جا فرجی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکیگی حیا کے سبب سے تو اسکو توکیل لازم ہے اگرچہ خاصم راضی ہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم فی المسجد
یرضی الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد مین ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ خاصم تاخیر پر راضی نہو کذا فی البحر ھم اور اگر تاخیر سے راضی
ہو تو حیض اور نفاس عذر نہو گا لزوم توکیل مین کذا فی البحر ایضا او محبوسا من غیر حاکم ھذہ الخصومۃ فلیحفظ بزازیۃ یا موکل محبوس ہو اس حاکم
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہین تو اگر جس اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو حبس عذر نہین کذا فی البزازیۃ ھم اسواسطے عذر نہین کہ محبوس اس حاکم
کے اختیار مین ہے اسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہو تو پھر اسکو قید کرے کذا فی البحر ولا یحسن الدعوی
خانیہ یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو
لا ان کان من یکون ان کان الموکل شریفا لان خاصم دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل مین عذر نہین اگر موکل مرد شریف ہو خصم اسکا غیر شریف
اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل السماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور خاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے
سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہین سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ھم رجوع جائز ہے اگرچہ ایسی بات ہو اور قنیہ مین امکان کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر واختلفوا فی کونہا
مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا غیر سل امینہ لیخلفا مع شاہدین واقرہ المصنف اور اگر مختصمین اختلاف کرین عورت
کے پردہ نشین ہونے مین تو اگر عورت معاعلیہا اشراف کی بیٹیون سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے مطلقا اگرچہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو شاہدون کے ساتھ اسکے
پاس بھیجے تاکہ اسکو قسم دے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ھم اپنے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاوین تاکہ امین کو اطلاع کرین کہ ان یہ وہی عورت ہے
دوسری عورت نہین طحطاوی کما او روہ اور شاہد گواہی دین اسکے حلف یا نکول پر وان من ادانی ساط فالقول لہا ولو بکرا وان من الاوساط فکذلک فی الہ
عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگون کی بیٹیون سے ہو تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہو اور اگر عورت کمینون اور ارذال سے ہے تو اسکا قول پردہ نشینی
مین معتبر نہین دونون صورتون مین خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ھم عمل ظاہر سے مسائل مذکورہ مین اسی لیے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیان
مطلقا پردہ نشین ہوتی ہین اور اوساط کی بیٹیان درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہین اور کمینون مین مطلقا پردہ نہین طحطاوی کما ظاہر الاشراف سے
عرفی اشراف مراد ہین تو اغنیای دنیاوی اسمین داخل ہین کہ انکی بیٹیان باہر نہین نکلتی ہین اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہون و صح بایفائہا وکذا استیفائہا
الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ عن المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے لینے دینے مین اور اسی طرح حقوق کے لینے مین مگر حد اور قصاص کے دینے لینے مین وکالت صحیح نہین درصورت
غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ھم ایفا سے مراد یہان دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہین اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق موکل
کا مراد ہے اور حد اور قصاص مین ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہین کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اسکا وکیل اور استیفای حد اور
قصاص موکل کی غیبت مین اسواسطے صحیح نہین کہ حد دفع ہوجاتے ہین شبہات سے اور شبہہ معاف کردینے کا موکل کی غیبت مین موجود ہے یعنی
اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کردیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لا یحتاج فیہا الی اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ

وصلح عن اقرار يتعلق به ماداماحيا ولو غائبا ابن ملك اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہو جیسا کہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اُسکے حقوق وکیل سے
متعلق ہیں جبتک وہ زندہ ہو اگرچہ وہ غائب ہو کذا صح ابن ملک ھم اضافتہ الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہو چنانچہ وکیل کا یون کہنا کہ بیچا اس گھر کو بیچا یا موکل
کا فلانا گھر مین نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نرہے گا فضولی ہو جائیگا محیط مین ہو کہ اگر وکیل مرگیا
امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اُسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہو اور بعضون نے کہا کہ بعد
ارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہونگی تو فتوے کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن محجورا لیتر طلبکہ وکیل محجور یعنے ممنوع
التصرف نہو ھم یہ احتراز ہی صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہو لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم مبیع
وقبضہ وقبض ثمن ورجوع بہ عند استحقاق وخصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد
کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون فرق کے درمیان
حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اُسکے غائب ہونے کے یعنے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہی حقیقۃ وحکما ھم
عقد قائم ہوتا ہی کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہی وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہین تو وہی حکما عاقد ہوا
لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی اخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہو کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ
حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہو نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فقد
لا یبین فیہ ما فیہ ولذا قال ابن کمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے
بالاتفاق کذا صح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہو وہ خلل ہی جو اسمین ہی اور اسی واسطے
ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنے اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو تو سمجھ لے ھم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہی کہ وکالت مین
نسبت کرنا عقد کا وکیل ہی کی ذات کی طرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصحیح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہی طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ مین
ابن ملک کے مخالف ہی یعنے خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام مین نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع موکل
کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اُسکے طرف راجع ہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہی کہ وکیل
وکیل نرہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہے گا موکل کی اجازت پر انتہے تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نرہے گا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل
کی طرف نسبت کریگا تو اسمین اختلاف مذکور ہی اور منح الغفار مین ہی کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہی
کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہے ما فی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تھا و شرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ الی بالوکیل
لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہی کذا فی الجوہرہ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور قیل
کہ عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہی سرے سے قول اصح مین ھم یہ قول ابو طاہر کا ہی اور کرخی کا یہ قول ہی کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہی پھر موکل کی طرف
منتقل ہوتی ہی فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد النکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اُسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح
وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے ھم یعنے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تھی اور اُسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو
نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہی سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہی نہ وکیل
کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہی اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہی نہ ملک منتقل سے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض کے تو اعتاق نافذ ہو اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق مین کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہین ہو اسواسطے کہ
احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہو ذکر کی جمعا ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ و زوجتہ لان الموجب للعتق و الفساد الملک المستقر
ولیکن دونون یعنی عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب
ملک مستقر ہی ھم یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہی نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا و فی کل عقد لابد من اضافتہ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن
الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضروری ہو یعنی موکل
کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہین تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے گا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ھم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہی
کہ باعتبار وکالت صحیح نہین نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اسپے تفریع
آئندہ سے منافاہ باقی نرہی یعنی قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح و خلع و صلح عن دم عمد او انکار و عتق علی مال و کتابۃ و ھبۃ
و تصدق و اعارۃ و ایداع و رھن و اقراض و شرکۃ و مضاربۃ فینبغی تتعلق موکلہ لا بہ لکونہ فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع
النکاح لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضروری ہو چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد اسے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت
اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق
ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب انکے وکیل کے عقود مذکورہ مین محض پیامبر ہان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند
ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر و تسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا ھم یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہو
تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کی طرف سے ہو تو اُس سے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کی طرف سے ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللمشتری الاباء عن دفع الثمن
للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہی موکل کو ثمن دینے سے ھم چونکہ بیع مین حقوق عقد وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خرید
کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہی طحطاوی نے غرمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کردے
تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین وان دفعہ لہ صح ولو مع نھی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے
تو صحیح ہی اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے ھم وجہ استحسان یہ ہی کہ ثمن مقبوض موکل کا
حق ہی سو اسکو پہنچ گیا اور اسمین کچھ فائدہ نہین کہ اس سے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی ثم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ و بدینھما لو کلہ
بان واقع ہوتا ہی باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضامن ہے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ھم یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری
کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونون برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین
موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرہ بخلاف وکیل یتیم و صرف علینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ھم یہ متعلق ہی ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ صح یعنی اگر مشتری
موکل کو ثمن دے تو صحیح ہی مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین عینی مین بجا سے وکیل یتیم وصی یتیم ہی صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری
نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہی کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین
اختیار نہین تو اسکا دینا قبیح ہی اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہو گیا
بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی و مثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض

صح استقسا نا مالم یکن علیہ دین لانہ للغرماء بزازیہ اور مثل اسکی یعنے وکیل کی مانند عبد ماذون فی التجارۃ ہے جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ تو مولی مالک دیون عبد کے قبض کرنیکا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جبتک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اسکے دائیون کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنے اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائیون کا حق ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ در یعنے قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر ہم درمین ہے توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ مالک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہے اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنے قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہے اپنی ملک مین انتہے مختصر الطحطاوی مین خانیہ سے مذکور ہے کہ ماموربالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے تو اسکو جائز ہے کہ درم امر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہے سو اسکے قرض دینا قبول کیا تو دس درم امر کے ہونگے لیکن ماموراس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہے والتوکیل بقبض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہے سوا اگلے درہنا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اسکے قبض کرنے کا کسیکو وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت مین اصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وھی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے ہم وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اسنے تفویض امر اسکی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا یا معلوم اور متعین ہو اسطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کردی ہو خصوصی نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہے تاجسکے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہو جاے تا امتثال امر ممکن ہو انتہے نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اس نوع سے احتراز ہو جو متردد بین الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اسمین تفصیل ہے وان فاحشۃ وھی جہالۃ الجنس کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے ہم دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہے جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس جمع ہوگئین اور اسی طرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کمخواب سے تا گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا لا اور اگر جہالت متوسط ہو ما بین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اسکا ثمن بیان کردے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہے ہم اگر دو شئی حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہین پھر اگر جہالت جنس کی بکثرت ہو اسطرح پر کہ اسم جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم مین دو جنس ہین لو اسطہ اختلاف مقاصد پھر ایک نوع تو شمی اور غلام سے کام ہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام مین اور کام سے خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام مین اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکلہ بشراء ثوب ہروی او فرس او بغل صح بما یتحمل حال الامر لیاتی فرا جمع وان لم یسم ثمنا لانہ ملحق بالاول وکیل کیا اسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال امر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نکیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنے جہالت یسیرہ کہ عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے ہم اتفاقی ہے کہا کہ جہالت نوع کی عفو ہے اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہین ہے لیکن وکالت منصرف ہوگی اسکی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو

انتہے زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اسواسطے کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنی اسکے مقدور اور حوصلہ کے موافق
خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولیشترا ء حمارا او عبدا جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا
وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہی اگر موکل نے ثمن معین کردیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کردیا
جیسا نچہ غلام حبشی بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کردیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو ہم یہ جہالت متوسط کی مثال ہی کہ ثمن یا نوع کی بیان سے
وکالت صحیح ہوجاتی ہی صاحب ہدایہ نے دار یعنی گھر کو جہالت فاحشہ مین شمار کیا ہی اسواسطے کہ گھر مین اختلاف فاحش ہوتا ہی باعتبار اختلاف اغراض اور
پڑوسیون اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہی اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہی اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر
محمول کیا ہی جہان گھرون مین اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہی منح الغفار مین ہی کہ بیان مقدار مانند بیان کے
ثمن کے ہی چنانچہ بزازیہ مین ہی کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی
والا یسم ذلک لا یصح ولحق بجہالۃ الجنس وہی ما لو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے
یعنے ثمن یا نوع یا مقدار کو تو وکیل صحیح نہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہی کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل
نے اسکا ثمن معین کردیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم ثانی ہی اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہی کہ جبکی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اسکی جنس اور
نوع اور صفت بیان کردے تو قطعاً وکالت صحیح ہی اور اگر سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہی تو وکالت صحیح نہین بسبب
کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہی اور نہین تو صحیح نہین اور
اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولیشترا طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد
المہیاء للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین
وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اسکی مقدار بیان کردی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب بزازیہ کے عرف مین اس طعام پر جو مہیا
ہی کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہی جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوے ہی کذا فی
العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم مین عرف اور رواج معتبر ہی ہم او کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہی گیہون اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف مین
طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہی اگرچہ قیاس یہ ہی کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ
طعام ہر مطعوم پر واقع ہی تو اسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہی وفی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو دوا بہ حلاوۃ کسکنجبین
بزازیہ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہی ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمین شیرینی ہی چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ
ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین مین ذکر کیا ہی نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کردے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہی
کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای رد بالعیب وکذا الوکیل
بالبیع اور وکیل کو جائز ہی پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اسکے
ہاتھ مین ہی بسبب تعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہی بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے
موکل کو وہ درست ہی یعنے بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہی ہم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع مین عیب نکلا
تو مبیع اسکو پھیر دی جاے گی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہی اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور

موکل بھی ہو خصوصاً بالعیب بین کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ وهذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا باذنہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم

اور یعنی رد بالعیب اسوقت ہی جبکہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کردی اور اگر اسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اسکو پھیر دینا ممتنع ہی مگر موکل کے امر سے بسبب

آخر ہوجانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بالبیع فانہ لہ الفسخ مطلقا لحق الشرع فیہ بخلاف اس وکیل کے جسنے کوئی شی بطریق بیع فاسد کے

بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہی مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ مصنف ہم مطلقاً یعنی اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگرچہ ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ

بیع کا اختیار ہی بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیر لے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمنہ فعلم ان الوکیل من مالہ او لا لانہ ولی

لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز ہی روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق

اولیٰ حبس جائز ہی اسواسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہی مطالبہ ثمن مین ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وھی

الحیلۃ خلاصۃ اور اگر وکیل نے اسکو بہ ثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہی اور یہی حیلہ ہی

کذا فی الخلاصۃ مصنف یعنی تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی

ولو وھبہ کل الثمن رجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کردیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیرلے

اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کردیا تو باقی ثمن پھیرلے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کردینا ہی اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ھلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ھلک

من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط

نہوگا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی مصنف اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل

خرید کرچکا پھر موکل نے دیا سو ہلاک ہوگیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ھلک بعد حبسہ فھو کمبیع

فیھلک بالثمن وعند الثانی کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنی اسکا ثمن ساقط ہوگیا

موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہی مصنف مبیع کے مانند ہی یعنی اس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کرے گا

استیفاء ثمن کے واسطے تو اسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا

اور ابو یوسف کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھیرلے گا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل

ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی اعتماد

کیا ہی مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے مصنف عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے

اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقد مین اور حقوق عقد مین وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو

صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو

تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنی چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا

اسواسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالسلم الاسلام لا قبولہ السلم لانہ لا یجوز [illegible] اور مراد سلم سے اسلام ہی نہ قبول سلم

اسواسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال مصنف اسلام کی یہ صورت ہی کہ صاحب المال کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول

سلم کی یہ صورت ہی کہ مسلم الیہ کسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیھما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ

بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی اعتبار نہین بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت

معتبر ہی اسواسطے کہ پیام رسانی عقدین ہی نہ قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت لیئے مسئلہ بطلان بعد مفارقت وکیل
سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا ولو وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم
مما یباع منہ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل
وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنے بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہی
تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے انکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہی اسواسطے کہ وکیل نے اسکے حق
مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہی ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ھم خلاصہ جواب یہ ہی
کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہی نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شری ما لا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اسکے برابر نہین یعنے مثلا جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہی اسکو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق
امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ھم غیر موزون کی یہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اسنے ایسے دو غلام خرید کئے
سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہی تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہی اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا مگر انکل سے
بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہی تو ثمن اسکے اجزا پر منقسم ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی ویصرف ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوج
لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوانی غیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر
اور اگر اسکو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولی خرید
کرے موکل کی غیبت مین جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہی بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے
وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ دانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہی ھم غیر موکل کی قید اسواسطے لگائی تا
وہ صورت نکل جاوے جسمین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید
کیا تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شی معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے
واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہی اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہی کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہی کہ نکاح
ان عقود سے ہی جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہی اور اسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کے طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید
کے کہ وہ ہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہی اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف
ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شی معین کو خرید کیا بغیر
نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل
معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت امر کذا فی العینی ھم یہ تفریع ہی حیث لم یکن مخالفا پر وان لیشتری شیئا بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ
للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے
واسطے اسکی نیت کرے گا خرید کرنے کے وقت یا اسکو موکل کے مال سے خرید کرے گا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر باہمی وکیل
اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہی اور نہین تو وکیل کے واسطے
ولو توافقا انہ لم تحضرہ نیۃ [illegible] روایتان اور اگر دونوں مین اتفاق ہو اسبات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمین دو روایتین ہین

مم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق میں اسطرح ہی کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کے طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف
تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسیکی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف
واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہوا تو محمدؒ کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا تھے جب معلوم
ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نواہ للموکل واجب ہی کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نکرے خواہ اسکو موکل کے مال
کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہی کہ موکل
کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہی خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ثمن اپنے مال سے کیا
ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں تکاذب اور تو افق اسوقت کا مراد ہی جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہو اور دو روایتوں سے صاحبین کا قول
مراد ہی کذا فی الحلبی تتمہ انہ اشتری عبد الموکلہ فہلک و قال ہو کلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وھو حیؒ قائم فالقول للمامور
اجماعا مطلقا نقد الثمن اولا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ میں نے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہوگیا اور اسکے موکل نے
کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہوا اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق امور کا قول معتبر ہی مطلقا خواہ اسنے ثمن ادا کیا ہو
یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہی مم استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہی یعنے اگرچہ وکیل نے اسکو اپنے
واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہی اسطرح پر کہ ابھی بیچ اسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسواسطے کہ شی معین کی خرید میں
وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت اور حالانکہ ثمن نقد ہی تو اسی طرح
حکم ہی یعنے امور کا قول معتبر ہی ولا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ ینکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ
اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہی اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہی وان العبد غیر معین فھو حیؒ او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا
لانہ امین اور اگر غلام غیر معین ہی خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہی یعنے مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہی اسواسطے کہ مامور امین ہی
والا فللآمر لانہ موجب خلافا لہما اور اگر ثمن نقد نہو تو امر کا قول معتبر ہی بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے مم تہمت یہ ہی کہ شاید مامور نے اپنے واسطے
خرید کیا ہو پھر جب اسمیں نقصان دیکھا تو امر پر ڈالا قال بعنی ھذا لعمرو فباعہ ثم انکر الامر ای انکر المشتری ان یکون عمرو امرہ بالشراء اخذہ عمرو ولو
انکارہ الامر لما تقدم لاقرارہ بتوکیلہ بقولہ بعنے لعمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھسے عمرو کے واسطے پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا
یعنے مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لیگا اور اسکا انکار امر کے لئے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی
توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھسے بیچ عمرو کے واسطے یعنے جب اسنے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اسکا وکیل ہوں
پھر اسنے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہی الا ان یقول عمرو لم امرہ بہ ای بالشراء فلا
یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری ارتد بردہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا
اقرار رد ہوگیا اسکے رد کر دینے سے الا ان یسلم المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن
مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہی اگرچہ ادای ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور
رواج کے یعنے تراضی ثمن مروج ہی امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین بلا بیان قیمۃ کما لو امر موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کے خرید کا یا
غیر معین چیزوں کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر مم عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی

خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری لہ احدہما بقدر قیمتہ
او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما سیجیء
معین دو چیزوں کی خرید کا امر کیا اور حال انکا یہ کہ ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید کی بقدر اسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر
میں لوگوں کو خسارہ ہوجاتا ہی تو وہ خرید صحیح ہی موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہیں اسواسطے کہ خرید
کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہیں بخلاف وکیل بیع کہ اسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہی چنانچہ مذکور ہوگا ولذا لو اشتراہما بالف
وقیمتہما سواء فما اشتری باحدہما بنصفہ لو اقل صح اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کی خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہی
سو وکیل نے انمیں دو میں سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہوگا کمتر قیمت کی خرید میں اگرچہ مخالفت امر ہی لیکن اسمیں موکل کو فائدہ ہی لہذا صحیح ہی
ولو بالاکثر ولو بیسیر لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی منہما بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول المقصود اور ایک چیز پانسو
سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونوں معین چیزوں سے ہزار کی مابقی سے قبل خصومت
کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اسنے ایک غلام پانسو اور دو درم
کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ہاں اگر دوسرے غلام کو وکیل پانسو درم سے خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود
کے یعنی حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درم سے وجوازہ اذ بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر باقی رہی اتنی
قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجل مدیونہ بشراء شیء معین یبیع لہ علیہ عینہا وعین البائع صح وجعل البائع
وکیلا بالقبض دلالۃ فیبرأ الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اس دین کے جو اسکا اسپر
ہی اور مبیع کو اسنے معین کر دیا یا بائع کو معین کر دیا تو خرید صحیح ہی اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائے گا قبض دین میں باعتبار
دلالت حال کو تو مدیون بری الذمہ ہوجائے گا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعینہ فلا یلزم
الآمر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہی اور اسی واسطے
مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین
کے کہ انکے نزدیک امر پر خرید لازم ہی مامور کے قبض کرنے سے کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی
الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہما اور اسی طرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد
سلم یا عقد صرف کرے بعوض اس دین کے جو اسپر ہی بنا بر خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالت میں امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات میں صاحبین
نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو توکیل صحیح ہی اور امر کو لازم ہی اسواسطے کہ تصرف
مامور کا امر کے تصرف کے مانند ہی اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات میں متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون
کو یہ تملیک دین ٹھہری بدون اسبات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجئے اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو امرہ ای امر رجل
مدیونہ بالتصدق بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر اسنے اسکو امر کیا یعنی ایک مرد نے اپنے مدیون کو اس دین کی خیرات کرنے کا
امر کیا جو اسکے ذمہ ہی ثابت ہو تو اسکا امر صحیح ہی بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہی نہ مجہول کہ توکیل لقبض دین بیع
نہ ہو ہم یعنی سبب مدیون سے کہا کہ دین کو اللہ تعالی کے واسطے صدقہ کردے تو گویا اسنے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب التصدق میں نائب ہی حق جل شانہ کما مر

او امر الآجر المستاجر بعمرہ مما استاجرہ مما علیہ من الاجرۃ وکذا الو امرہ بشراء عبد یسوق الدابۃ وینفق علیہا صح اتفاقا للضرورۃ لانہ لا یجد
الآجر کل وقت فجعل للوجہ کالموجر فی القبض جیسے صحیح ہی امر اُسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اُسکی مرمت کا جسکو اسنے اجارہ لیا اس اجرت سے
جو مستاجر پر ہی اور اسی طرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خریدکرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہی
بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہین پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت مین اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی ھ موجر بفتح جیم عبارت ہی عین مستاجرہ
سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب یجوز علی الخلاف
الآخرہ فراجعہ مین کہتا ہون اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہی تو جائز نہین اور بعد وجوب کے بعضون
کے نزدیک بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہی الخ تو اسکے طرف مراجعت کر ھ بیان خلاف یہ ہی کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح نہین بدون تعیین
مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین بیع مامور بہا نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بہر صورت امر بہا نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امرہ بشراء ثوب بالف ودفع الالف
فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اسکو امر کیا اسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور اسکے
ہزار دئے سو وکیل نے اسکو خرید کیا اور قیمت اسکی ہزار ہی ہی سو موکل نے کہا کہ تونے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی
تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہی وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین حمیدو ابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بعد الحلف
وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ تحریف صوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے جیسا کہ
صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہی صدر الشریعۃ کے تابع ہوکر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا ہی کہ موکل کی تصدیق ہوگی درصورت دفع اور عدم قیمت
دونون صورتون مین بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہی افاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہی کہ قول بعدم حلف تحریف ہی اور ٹھیک
بات یہ ہی کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی ھ طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت مین کوئی نص صریح بیان نہین کی تو ادعای تحریف در
حق افاضل بلا سند بدگمانی ہی اور تخطیہ بے محل ہی وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قالہ المصنف تبعا للدرر وکما قلت
لکن فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی اربع فبالبینۃ قنیۃ اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہین دئے اور حالانکہ قیمت اسکی پانسو ہی تو موکل کا قول معتبر
ہی بدون قسم کے ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے درر کا تابع ہوکر جیسا کچھ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون لیکن اشباہ مین ہی کہ وکیل کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ مگر چار صورتون
مین گواہی کیساتھ قول اسکا معتبر ہی تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ھ طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہین ماقبل پر کیونکہ وہ موکل مین ہی اور یہ وکیل مین
تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ مین تصدیق قول وکیل مذکور ہی تو نفی یمین اسکو لازم نہین انتہی ملخصا وان کان قیمتہ الفا تحالفا
ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم للبیع المامور اور اگر قیمت اسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونون قسم کھائین پھر دونون مین عقد فسخ کیا جاوے تو مبیع وکیل کو
لازم ہوگی وکذا الو امرہ بشراء معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر وقال الآمر بنصفہ تحالفا لوقوع
الاختلاف فی الثمن وہو موجب للتحالف اور اسی طرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ مین نے
اسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تونے اسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونون قسم کھائین بسبب
واقع ہونے اختلاف کے ثمن مین اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہی ھ تصدیق بائع کی تصحیح مین اختلاف ہی قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہی
اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہی کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الآمر
امرتک بشرائہ بمائۃ وقال المامور بالف فالقول للآمر بیمینہ فان برہنا فلبم برہان المامور لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے

اختلاف کیا مقدار ثمن مین یعنے تسمیہ مقدار ثمن مین تو موکل نے کہا کہ مینے تجھکو اسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو
موکل کا قول معتبر ہی اسکی قسم کے ساتھ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ بشراء اخیہ فاشتری
الوکیل فقال الامر لیس ھذا المشتری باخی فالقول له بیمینه ویکون الوکیل مشتریا لنفسه والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی
الامر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی
نہین تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل
پر نافذ ہوتی ہی بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیه ای علی الوکیل
لو عمه عتقه علی موکله فیو لحنفیه خانیه اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان
پر کذا فی الخانیه ولو امرہ عبد بشراء نفسه لاجل من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریته لنفسه فباعه علی ھذا الوجه
عتق علی المال وولاءہ لسیدہ وکان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا
سو وکیل نے اسکے مالک سے کہا کہ مینے اس غلام کو خرید کیا اسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہی
اور وکیل درمیانی ہی هم جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکے طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہی نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہی آنا داسواسطے ہوا کہ غلام
کا بیچنا غلام سے اعتاق ہی اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہی کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریته ولم یقل لنفسه فلم یعملہ للمشتری
والالف للسید فیهما لانه کسبه وعلی العبد الف اخری فی الصورة الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلها فی الثانیه
لان الاول مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مینے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا
تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہی اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہی اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت
مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہی مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی
نہین رکھتا وشراء العبد من سیدہ اعتاق فتلغوا احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسه الی العطاء صح الشراء بجوا اور خرید کرنا
غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہی نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جائینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا
عطا تک تو خرید صحیح ہی کذا فی البحر هم اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصته اذا اشتری
نفسه من مولاہ ومعه رجل اخر وبطل شراء فی حصة شریکه هم جیسے صحیح ہی خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنے ذات کو مول لیا
اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہی اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین هم مراد یہ ہی کہ غلام اور اسکے شریک
نے بصفقه واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہی بخلاف مالو شری الاب ولدہ مع رجل اخر فانه یصح فیهما بیوع الخانیه من بحث
الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی لا الاول لان الشرع جعله اعتاقا ولذا بطل فی حصة شریکه للزوم الجمع
بین الحقیقة والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور مرد کے ساتھ شریک ہوکر کہ یہ خریداری دونون شریکون
کے حق مین صحیح ہی چنانچہ خانیه کی کتاب البیوع مین ہی استحقاق کی بحث سے اور دونون صورتون مین وجہ فرق یہ ہی کہ بیع منعقد ہو جاتی ہی
دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہی
ولہذا بیع باطل ہی غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقة والمجاز کے هم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی

کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اسکے شریک حق مین مفید ملک ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے
ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنے اعتاق مین اور معنی حقیقی یعنے ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین قال العبد اشتر لی نفسی
من مولای فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان ففعل ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا خیار لان علم
الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک
سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اسنے کیا یعنے اسکے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا ملوک ہے سو اگر موکل نے اسمین کوئی عیب
پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا
تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختار ہم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہے
وان لم یقل لفلان عتق لانہ اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہما لزوال حجرہ بعقد باشرہ مقترنا باذن المولی اور اگر غلام
نے یہ نکہا کہ بیچ مجھکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یون کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ
وکالت کے سوا اسنے دوسرا تصرف کیا تو اسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون مین یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب
زائل ہونے منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا
تقریر اسکی یہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع نہون **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا الموکیل اذا خالف
ان خلافا الی خیر فی الجنس کبع بالف درہم فباعہ بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلاصۃ و درر وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت
کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے
اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدرر ہم یہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے
منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل

یہ فصل ہے بیع اور شرا وغیرہما کی وکالت کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ
وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہے بسبب تہمت کے
مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول و فروع کے متصل ہین تو گویا اسنے اپنی ذات سے
بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا
مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہوگیا کذا فی الطحطاوی وعن البحر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ
ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا
وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہین مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اسکا بیچنا
ان لوگون کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای ببیع لا شراء باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل
کا انکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق ہم شارح نے
بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید مین کما لو باعہم باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لہما

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کیے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فالسی اجیز لو صرح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعوض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ھم یعنے امام کے نزدیک بیع ہر صورت صحیح ہے اگرچہ بغبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ھم محل خلاف در صورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرھم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ شراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ھم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لھا وتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع ادھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ھم اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جسمیں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وھذا ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت میں ادھار سے بیچنا اس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسیکا فتوی ہے کذا صحح ابن ملک ومتی عین لہ شیئا تعین الا فی بع بالنسیئۃ بالف فباعہ بالنقد بالف جاز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ھم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اسکے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں وانھا تتقید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ قلت فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدھا فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواھر الجواھر قال بعہ بشھود او برای فلان او علمہ او معرفتہ ولم یرد وھم جاز بخلاف لا تبع الا بشھود او لا بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زینا بمعرفۃ فلان فذھب واشتری بلا معرفتہ فھلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہون کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

روپیہ دو کہ بدون انکے بیع جائز نہو گی اسی کا فتوے ہے مین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہو گیا اس واقعہ کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے
واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اسنے بدون معرفت اُس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہین
بخلاف اس قول کے کہ خرید نہ کرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم قہستانی عالمگیری مین ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو اصلا مفید نہین
بلکہ اسکو ضرر ہے تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہین خواہ اسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا لویان کہا کہ نہ بیچنا
مگر ادھار ہزار درم سے سو اسنے ہزار نقد سے بیچ دی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر
اسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اسکی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اسکو فلانی بازار مین بیچنا سو اسنے
دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اسنے تاکید نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہو گی کما فی الذخیرة اور قسم ثالث
چھوٹ رہی وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر انکی تصریحات سے اُس وقت مین تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وصح اخذہ رھنا وکفیلا
بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرھن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان الجواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن مین
رہن لینا اور ضامن لینا تو اسپر تاوان نہین اگر رہن ضائع ہو گیا اسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہے ھم
ہلاکی مال کی صورت یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اُس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہو جاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہو کر مرجاے لہذا البعض
نے کہا کہ کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہ ہو گی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہو کر مرجاے کذا فی
الطحطاوی عن الوانی عن شرح الھدایة ویتقید شراءہ بمثل القیمة وغبن یسیر وھو مایقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن
قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کار قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر وغبن یسیر کا واقعی ادنی اور غبن یسیر کی یہی تعریف
مذکور اصح ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل
وان قلت الزیادة ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایة اور یہ لیئے وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اُس وقت ہے جبکہ نرخ اسکا مشہور نہو اور اگر
نرخ اسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہو گی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی
پیسہ ہو اسی کا فتوے ہے کذا فی البحر والبنایة وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومة جاز
والا لا وھو استحسان ملتقی وھدایة وظاھرھا ترجیح قولھما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے
بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی و
الھدایة اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہے کذا فی البحر ھم امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت العیب ہے کہ قیمت کو کم کردیتا ہے تو اطلاق مراد ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد
ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقید ابن الکمال الخلاف فیما یتعیب بالشرکة
والا جاز اتفاقا فلیراجع اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جاے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق
جائز ہے تو اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ مین ھم بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اس سے جسکی تبعیض
مین ضرر نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومة
اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہے اسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے لئے اگر قبل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے لضف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہوا نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیله بالبیع ببینة او نکوله او اقراره فیما لا یحدث مثله فی
هذه المدة رده الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہون کے یا قسم نکھانے وکیل کے یا اقرار سے
وکیل کے اس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہین ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دیگا موکل پر ولو باقراره فیما یحدث لا یرده ولزم الوکیل اور اگر
رد مبیع ہوا وکیل کے اقرار سے اس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہی اتنی مدت مین تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو وہ لازم ہی الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی
المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہی اور مضاربت مین عموم ہی ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہین بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہی بخلاف
مضاربت ولہذا مضارب ابداع کا مالک ہی فرع علیہ بقوله فلو باع الوکیل نسیئة فقال امرتك بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف
نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی اودھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے
مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی اسواسطے کہ وکالت مین خصوص اصل ہی وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل
اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے اودھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے
کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہی لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا
ای کلتکما بکذا وحده ولو الآخر عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہین تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے
ساتھی وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہوگیا ہو
اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہین کہ موکل دونون وکیلون کی راے سے راضی ہوا ہی نہ فقط ایک کی راے سے اور یہ اس تصرف مین ہی جسمین
اجتماع سے کوئی مانع نہین اور اسمین راے کی حاجت ہی اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر لا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما
سیجئ فی بابه مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت مین نافذ ہی جبکہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھی بہ لفظ واحد بخلاف دو وصی
کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ ہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا وفی خصومة بشرط رأی الآخر لا
حضرته علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر خصومت مین نافذ ہی بشرط شرکت راے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرا
وکیل کا بنا بر قول صحیح کے خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہی کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا مین کذا
فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہی کہ خصومت مین وکیل ثانی کی راے مشروط ہی تو اگر بدون راے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہین لا
اذا انتہیا الی القبض فحتی یجمعا جو ہرہ خصومت مین احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہی مگر جب دونون وکیل منتہی ہون قبض کی طرف یعنے جب خصومت
منتہی بقبض ہو تو جائز نہین یہان تک کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینة لم یعوضا بخلاف معوض وغیر
معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہی بخلاف معوض اور غیر معین کے عتق
اور طلاق معینہ بلا عوض مین راے کی حاجت نہین لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہی بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے
کافی نہین وتعلیق بمشیتہما ای الوکیلین فانه یلزم اجتماعہما بالتعلیق قاله المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہی تعلیق
پر عمل کرنے سے ایسا ہی کہا ہی مصنف نے چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہی اسواسطے
کہ جو چیز دو شی کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہین ہوتی ایک شی کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہی عتق معلق کا قلت وظاہرہ عطفه علی لم یعوضا کما
یعلم من العینی والدرر فحق العبارۃ ولا علقا بمشیتہما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اعطف تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا

پر ہے چنانچہ عینی اور درر سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یون تھا ولا علقا بمشیتہما سو تامل کرو تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیل نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جنکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کئے گیے وفی تدبیر ورد عین کودیعۃ وعاریۃ ومغصوب ومبیع فاسد خلاصہ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ردِ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادھا فلو قبض احدھا ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شئ منفرد سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لیگا تو اسکے پورے کا تاوان دیگا یعنے درصورت ہلاکی شئ مسترد بسبب نہونے امر موکل کے انمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہ نکہا تھا کہ ایک وکیل تنہا بعض شئ پر قبضہ کرے کذا فی السراج ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شئ کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نتھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا وفی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولو الجیہ اور تسلیم ہبہ یعنے موہوب مین احد الوکیلین کافی ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ وقضاء دین بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی ہم عین اور قبض ہبہ اور اقتضاے دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفاظ دو شخصون کا ایک شخص کا حفظ کی برابر نہین وبخلاف الوصایۃ کالاثنین فکذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ھذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدھما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونے کے اور اسی طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر ہم اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ مین راے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کئے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہم ہو الا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ مین جبکہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وھو واقعۃ الفتوی کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور اداے دین کا وکیل خواہ اداے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نکیجائیگی اداے دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ کبھی فتوی طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین اور ملتقات مین علت اسکی یہ مذکور ہے کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وھبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعاً مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہو موکل کے اداے دین کے واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین بمثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل

افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہے یعنے افعال مذکورہ اسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او ببیع رهن شرط فیہ
او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی و غاب المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قاری الہدایۃ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ
موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا یا اس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہے یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح
مین یا اسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہرا دلالت
کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اسکی فقط متن کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے درصورت امر موکل بدفع دین و ثبوت مال
موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین متن مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت و ظاهر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ
یہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہے مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہے
کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو بیع گیا بدلا اسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول
نفع کذا فی الطحطاوی و لکنی مسئلۃ واقعۃ الفتوی ولا حول بتوفیق البصائر فلعلہ اوفی اور نہ جہولنا واقعۃ الفتوے کے مسئلے کو اور مراجعت
کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کی طرف کہ اسنے پورا اسکو بیان کیا ہے ہم واقعۃ الفتوے یہ ہے کہ جب وکیل ہوا کسی دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اسپر جبر ہوگا
تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اسپر جبر
نہین اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اسپر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا و فی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام
الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز
نہین امام کے نزدیک مگر جبکہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور
ہوچکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی
کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز نہوا کہ اسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رائے سے راضی ہوا اور لوگ راے
مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہ ہے کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل
دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضاے ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی
دفع زکوۃ فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ خانیہ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع
زکوۃ مین وکیل کیا سو اسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہے
اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیہ یعنے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے
خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی
و الا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جب کہ
وکیل کرے اسکو جو اسکی عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک و الا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ فیصح بلا اجازۃ
لحصول المقصود درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے
بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہان حاصل ہے بخلاف
اس صورت کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ

عرض موکل اجتماع رائے وکیلین ہو زیادت ثمن اور احتیاط خریدی مین کذا فی الہدایہ والتفویض الی رائہ کالعمل برائیک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما مما یحلف بہ فلا یقوم ہذہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہو وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ ان امور کے ہین کہ انکے قسم کھائی جاتی ہو تو غیر وکیل بجائے وکیل نہین ہوسکتا کذا فی القنیہ مصم یہ حکم بنظر تفویض کے ہو اور اگر وکیل کو صریحا اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہہ صحیح ہو کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتتعلق حقوقہ بالثانی علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہو اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہو سو یہان حاصل ہو الا فیما یصح بحقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف مین جو عقد نہین جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل با وجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کی لفظ سے نہ وکیل ثانی کی لفظ سے وابراء عن الدین قنیہ وحضوت وقضاء دین فلا یکفی الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیہ اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ اور خصومت اور ابرای دین مین تو کافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے مصم خلاف خانیہ فقط خصومت مین ہو اسمین یون ہو کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہو تو جائز ہو اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء فانہ ینفذ علیہ لا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہو مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الامر حینئذ فلا ینعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنے موکل اول کا وکیل ہو اور اس وقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب القضا مین وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیہ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل برائک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہو کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہو موکل کے اس قول مین کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہو بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رائے پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہو بدون اسبات کے کہ اسکو معزول کرنا صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہو واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوے ہو کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ بزازیہ کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس مین

ہے اگر اسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید ہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ و حینئذ فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی

او حربی عینی مال صغیرۃ الحر المسلم او شری او لحد منہم بہ او زوج صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص انمین سے بعوض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کی صغیرہ کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر

الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذ الوصی یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال مین اسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہے پھر اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور مان کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنیکی نہین مان کے متروکہ مین اور اسی طرح بھائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اسکے وصی کے یا اسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد مما ذکر فلوصی الام حفظ او اگر کوئی نہوا اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے مان کے وصی کو مان کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہے وا لبیع المنقول لا العقار اور مان کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ منقول کی بیع منقول اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا الشراء الا الطعام والکسوۃ لانہا من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ

اور مان کا وصی کوئی چیز خرید کرے سوائے طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی الاب الا اذا قید القاضی بنوع تقییدہ وفی الاب یعم الکل عمادیۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جبکہ قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیہ یعنے اگر چہ باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا ترجع حقوق عقد باشرہ للتسلیم الیہما بخلاف وکیل و وصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بیبلو بہ صح بخلاف ہم اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اسکے امین کی طرف اس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذات کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے وصی کے کہ اسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخہ پر مفتی ابو السعود نے حاشیہ لکھا ہے اسمین بجائے وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہے مجاز الوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سو اسنے اسکو وکیل اور کیا وکیل نے خرید کی تو وہ

خصن مامور سے پھر لے اور مامور اپنے امر سے اور وکیل آمر اول سے نہ لے گا کذا فی الطحطاوی من الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں مصنف نے انداز ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہاں یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہوچکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای لاخذ الدین لایملک القبض عند زفر وبہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا بمعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوے صغرے سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہے کہ تقاضا کرنے والا وہی قبض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے اسکی جسکے واسطے وہ وکیل ہے اور رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر اسلئے کہ رسولاً عن ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہنا کہ ارسلتک یعنی میں نے تجھکو پیام رسان کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولا لی یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھکو امر کیا اسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنی انہی لے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سو اسکو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر ووکیل قبض الدین یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے خصومت کا مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہے اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مانند رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا ہو ذو الیدنے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امر ہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز قبضہ المذکور علی الامر لمخالفتہ لہ فلم یجز وکیلا و الا امر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ ولذا لا یقبضہ الا درہما دون درہم بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درہم کے اسکا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بھر لینا دیون سے پورا اسی طرح نہ قبض کرے سوا ایک درہم سوائے ایک درہم کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین فقضاہ الوکیل فقضاء منہ برجع المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل انما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ پس جب نہ ہوئے گواہ مدیون کو ادا ہونے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادا ئے دین کا اور وکیل نے اسپر قبضہ کیا سو اسکے پاس تلف ہوگیا پھر اگر

مطلوب نے اسیطرح دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہین وکیل پر اور وہ تو موکل سے پھر لیگا جو اُسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف
موکل کے قبض کے مانند ہی کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لایجبر علیھا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ
دفی الاشباہ لایجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت
کرنے پر زبردستی نہوگی مگر اس صورت مین کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین جبکہ وہ باز
رہے اس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیھا
لالالتزام بخلاف ضامن کہ اسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے مع لیئے جو ضامن ہوا خصومت کا اسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی یون ممکن ہی کہ ضامن ہو کسی
شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہی تو ضامن سے خصومت کیجاویگی اس مال مین جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

وکلہ بخصوماتہ ولخذ حقوقہ من الناس علی ان لایکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ھذا التوکیل فلو اثبت الوکیل المال لہ ای لموکلہ
ثم اراد الخصم الدفع لایسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے حقوق کے لینے مین لوگون سے
اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اسمین جو موکل پر دعوے کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہی سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو
اسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اسمین وکیل نہین کذا فی الدرر تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہی کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ
کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرھا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہی خصومت
کے وکیل کا اقرار سوائے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی روسے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے
نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل الوکیل بہ ای بھذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برھن
بعدہ علی الوکالۃ للتناقض د ر ر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہی اگرچہ وکیل معزول ہو جاوے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا
اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر صورت اسکی یہ ہی کہ موکل نے اسکو وکیل کیا اسلئے کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے
دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اُسنے بیع کی ہی تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہین لیگا کذا فی الطحطاوی
وکذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیہ اور اسی طرح جب کہ
موکل نے اپنا اقرار مستثنے کر لیا اسطرح کہ مین نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہی قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ بحر الرائق مین کہا
خلاصہ یہ ہی کہ وکالت پانچ طرح ہی ایک یہ ہی کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنے کرے تو فقط انکار کا وکیل
ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار مین وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین
وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای بنفی کلا یصح وخرج بہ
عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ در ر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اقرار سے وکالت
سے نکل جائیگا تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار فلا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر صحیح ہی موکل کو اپنے
اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہو جائیگا کذا فی البحر طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہی کہ ممکن ہی کہ موکل اقرار
کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اسپر کچھ حق واجب نہو اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر دلیر نہین سو اگر
مخاصم اسپر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نکرے گا وبطل توکیل الکفیل بالمال

الا لا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہی مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہوجاے ھ صورت اسکی یہ ہی کہ اگر ایک شخص کا دوسرے
پر دین ہو اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہی
ہو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے مین تو رکن وکالت متعدم ہوگیا
پس وکالت باطل ہوگئی کذا فی العینی کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل
المدیون بابراء نفسہ فیصح و یصح عزلہ قبل ابرائہ نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہین توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے
یا اسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابرای ذات مدیون کا
وکیل کرے تو توکیل صحیح ہی اور صحیح ہی مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اسبات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ھ قولہ
اذا وکل المدین ضمیر فاعل ہی راجع دائن کے طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہی منیۃ المفتی مین ہی کہ اگر وکیل ابرای نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح
ہی اگرچہ وہ عامل ہوا اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہی صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت
کی شرط یہ ہی کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا انتہے جب یہ معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو
وکالت باطل بلا وجہ ہی مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ او وکل
المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا و مقتضیا قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے
یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا فی القنیہ ھ اگر کوئی کہے کہ محیل
کے ذمے سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہین اسکا جواب یہ ہی کہ محیل ساعی ہی اپنی براءت نفس مین اسواسطے
کہ اگر محال علیہ مفلس مرجاے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہی کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا
سو مدیون نے اسی وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا اسباب بیچ کر صاحب دین کا دین ادا کر سو اسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہوگیا تو مدیون کا
مال تلف ہوگیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہی اور ایک شخص صلاحیت نہین رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا مین کذا فی الطحطاوی
بخلاف الکفیل بالنفس والرسول و وکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لانہ منہم سفیر بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول القبض
دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہی اور تزویج کے وکیل کے کہ ان کا تاوان دینا صحیح ہی اسواسطے کہ ہر شخص انمین سے سفیر اور معبر محض
ہی یعنے حقوق عقود انکی طرف راجع نہین جو انکا ضمان صحیح ہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح و تبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی للزومہا فصلحت ناسخۃ
قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہوجاے مدیون کا تو صحیح ہی اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہی وکالت سے بسبب لازم ہونے
ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہی وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنے جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو
وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل نہوئی یہی مطلب ہی مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہی وکذا کل ما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض بطلت
وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسی طرح جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہوجائیگی خواہ ضمانت مقدم
ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اسی دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنے ضمانت قوی تر ہی وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن
المشتری لم یجز کما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہی یعنے اور شرط وکیل یہ ہی کہ عامل لغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

اور محال علیہ جو توالہ قبول کرے ۱۲

رجع لبطلانہ وبدونہ لا لتبرعہ پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھیر لے بسبب اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدق الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوے کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادائے دین کا حکم کیا جاویگا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفائے دین کا دعوے کریگا یعنے بمجرد دعوی ایفائے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدق الوکیل فیہا ونعمت والا امر الغریم بدفعہ الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اسنے اسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہو جانے ادائے اول کے اسکے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ ہم یعنے جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اسپر دوبارہ ادائے دین لازم ہوگا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصۃ اور مدیون وکیل سے دین پھیر لے اگر دین اسکے ہاتھ مین باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان ضاع لا لانہ بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہین لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب اسنے دین دیا اسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہین کر سکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع لفساد ما یأخذہ الدائن ثانیا لا ما اخذہ الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیر لے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت وہ ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اسکے جسکو دائن دوسرے بار لے نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ مثال ضامنی کی صورت یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی وقال لہ قبضت منک علی انی ابرئتک من الدین فہو کما لو قال الاب الخاتن عند اخذ مہر بنتہ اخذ منک علی انی ابرئتک من مہر بنتی فان اخذ تہ البنت ثانیا رجع الخاتن علی الاب فکذا ہذا بزازیۃ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ مین نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کر دیا دین سے تو وہ ایسا ہی جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس شرط پر تجھ سے لیتا ہون کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کر دیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لے گی تو داماد باپ سے پھیر لے گا سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیۃ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفعہ لہ ذلک علی زعم الوکالۃ فہذہ اسباب للرجوع عند الہلاک اور اسی طرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتون مین سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہین رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہو جاوے وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرای مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو در صورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوے کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ ہم تصدیق وکیل سوائے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل اولی اقرارہ بذلک او اراد استحلافہ لم یقبل لسعیہ فی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر مدیون گواہ لایا پھر کہ وہ شخص وکیل نہین دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اصل اقرار پر[1]

یعنے عدم وکالت کے اقرار پر یا اُسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اُس چیز کے توڑنے مین جسکو اُسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنے مال مدفوع حق ہی غائب کا اور دافع اُسکا پھیر لینا چاہتا ہی کذا فی الطحطاوی نعم لو برھن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منہ المال تقبل بحر ہان اگر مدیون گواہ لادے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کرچکا ہی اور وکیل نے مجھسے مال لیا ہی تو برہان مقبول ہی کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہی کہ نقض موکل کیجانب سے ہی کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل وورثہ غریمہ او وھبہ لہ اخذہ قائما ولو ھالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اُسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کردیا تو مدیون مال کو وکیل سے لیگا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اُس کا تاوان لے مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کرچکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکلہ عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائی کہ اُسکو معلوم نہین کہ دائن نے اُسکو وکیل کیا ہی کذا فی العینی قال انی وکیل بقبض الودیعۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون قبض امانت کا سو امانت دار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنۃ ہم چلپی نے کہا کہ ابن شحنۃ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہی اور بیان مذہب مذکور ہی تو کچھ معارضہ نہین ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا اور اگر امانت دار وکیل کو دیگا تو استرداد امانت کا مالک نہوگا کسی طرح خواہ اُسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءھا من المالک وصدقہ المودع لم یومر بالدفع لانہ اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہی اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکے دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر ہم یہ علت ہی دونون مسئلون کی ولو ادعی انتقالھا بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ امر بالدفع الیہ اتفاقا لتفاقھما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولا یعتبر المظنون فیہ الاحتمال فلھو سر وارث اخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو اُسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق نہو اور ضرور ہی انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یومر بہ مالم یبرھن اور اگر امانت دار نے اُسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جبتک وارث گواہ نلاوے موت پر ودعوی الایصاء کالوکالۃ فلیس للمودع ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہی تو میت کے امانت دار اور اُسکے مدیون کو جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اُسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہی میت کا یا وکیل ہو کو لا دفع فقد الی بعض الورثۃ یبرئ من حصتہ فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعض وارثون کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اُسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہوجائیگا یعنے باقی وارثون کا مواخذہ اُسپر باقی رہیگا وکیل بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرار بانہ ملکہ دفع الغریم المال والوکیل الیہ اذا وکیل لا تحلیف سلیم ما لم یبرھن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اُسکے موکل کے حق کو ساقط کردے چنانچہ اداء دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہی یعنے مدیون کی ملک ہی تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ نہین ہوا ثابت کہ مدیون کا جواب قبول کرلیا ہی دین اور وکالت کا جبتک گواہ نلاوے اپنے دعوے پر یعنے جب یون کہا دین کا دعوی کیا مثلا تو اُسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا سو اُسپر دینا لازم ہی سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہی جسکو فقہا نے ذکر کیا ہی کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائی دین کا جز

دعوی ثابت نہوا تو اسکے حق مین تاخیر نہوگی ولا تحلیف الموکل لان النیابة لاتجری فی الیمین خلافا لزفر اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا خلاف
اداے دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے ولو وکله بعیب فی امة وادعی البائع رضا المشتری
رضی بالعیب لم یرد علیه حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ھنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لھما اور اگر
ایکشخص کو خریدے لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہوگیا تھا تو وکیل بائع پر رد بیع نکرے جبتک مشتری
قسم کھاے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسائل سابقہ مین یہ ہے کہ قضا یہان وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہوچکا بخلاف مذہب صاحبین کے
انکے نزدیک رد مبیع ہوگا مصنف یعنی اگر رد عیب کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھہریگی کیونکہ رد عیب سے اور اسطرح کا فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ
جاری ہے صحت پاگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل
استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نکھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر مجرد تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ
مین نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردھا الوکیل علی البائع بالعیب بحضرة الموکل وصدق علی الرضی کانت له لا للبائع اتفاقا فی الاصلان
القضاء لا بشہادة دلیل بل بالجہل بالرضی ثم ظہر خلافه فلا ینفذ باطنا نہایہ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اسنے بائع
کی تصدیق کی اپنے راضی ہوجانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول صحیح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ ناواقفی
رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ ہوگا باطن مین کذا فی النہایة والمامور بالانفاق علی اھل او بناء او القضاء لدین او الشراء
او التصدق عن زکوۃ اذا امسک ماله فدفع الیه نقد من ماله ناویا الرجوع کذا قید الخامسة فی الاشباه حال قیامه لم یکن متبرعا بل یقع
التقاص استحسانا اذا لم یضف الی غیره اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بناے عمارت پر یا مامور ہو اسکی اداے دین کا یا خریداری
کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کرکے اسی طرح
نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہوجائیگا بطریق استحسان کے جبکہ مامور نے
اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نکیا ہو یعنی صرف کے وقت یون نکہا ہو کہ یہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کی طرف نسبت کیا ہو یا مطلق
دیا ہو مصنف رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرادے اس مال کا جو اسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ
زکوۃ کی قید ظاہر اتفاقی ہے فلو کانت وقت انفاقه مستہلکة ولو بصرفها الدین نفسه او اضاف العقد الی دراهم نفسه ضمن وصار
مشتریا لنفسه متبرعا بالانفاق لان الدراهم تتعین فی الوکالة نہایة وبزازیة پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون
اگرچہ انکا استہلاک مامور کے دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنی یون کہا ہو خریدنے
کے وقت مثلا کہ مین اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ
کرنے مین متبرع اور متطوع ہوجائیگا یعنی موکل کے مال سے پھر نہ لے سکیگا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت مین متعین ہوجاتے ہین کذا فی النہایة والبزازیة
مصنف انفاق کے مانند شرا اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین صحیح ہے جبکہ وکالت مین دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک ہوگئی
تو وکالت باطل ہوگئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی نعم فی الملتقط لو وکله ان
یقبض من مدیونه الفا ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا ان ملتقط مین ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون
سے ہزار درم لے اور صدقہ کرے سو اسنے ہزار صدقہ کئے اپنے مال سے تاکہ پھر لے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے مصنف بحر الرائق مین یہ روایت

منتفے بالنون کی طرف منسوب ہے اور اسی طرح در المختار کے بعضے نسخون مین ہے اور اسی طرح منح الغفار مین ہے بلا استدراک اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ جو دراہم کہ مدیون پر دین
ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع ہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کالاب متطوع
ان یشھد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن
لایقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہے
مگر یہہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرلے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان
کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ھ غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر
ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھہرے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لاتدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت
حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہے ھ درر مین صغرے سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ
کو حاضر کیا سو اُسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت ہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی
اسکو سماعت نکرے گا انتہے لفقد الضرورۃ وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے مین ھ صورت اسکی یہہ ہے کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے
تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول
کرنے مین ھ صورت اسکی یہ ہے کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام سے مین سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیئے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپے وکیل کے
موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرنے کے اسواسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریع قریتہ حصیرہ تو
وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ھ یعنے اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور اُسنے مسجد
کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا او توکیل بالسلم صحیح ہے
ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ یجعل امیناعلے القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویسلم ثمنہ علے ما قرر لہ باطنا لانہ وکیل الواقف والوکالۃ
امانۃ لایصح بیعھا وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اُس شخص کو جسکو اُسنے امین مقرر کیا ہے قریہ وقف پر کچھ مال
معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اُس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطن مین بعوض اُس وظیفے کے جو
ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا یہ اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح
وہبانیہ مین ہے ھ امین کو جو جیب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین
کہ ناظر واقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اُسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت
کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

باب عزل الوکیل

یہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلھا خیار شرط وکالت اُن عقود مین سے ہے جو لازم نہین جیسا کہ عاریت تو
وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ھ عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہے تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اسمین خیار شرط کی کچھ حاجت نہین
ولا یصح الحکم بھا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت
کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہے ھ قبل اسیا کے تقریب کذا درر کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو

وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہے کہ حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہے پھر مصنفؒ نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول
مین فللموکل العزل متی شاء ما لم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجئ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تا وقتیکہ
اسسے حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو معزول
نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اسکا حق فوت ہوجاوے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اسکے
معزول کرنیکا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وسیجئ عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین
اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنا براس قول کے جسکی تصحیح کی ہے بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آوے گا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوری
یہ کہ موکل کہدے وکیل سے کہ مین نے تجھکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما
الحکمی فیثبت وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہے بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنی عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی
چنانچہ موکل کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ قبل وجود
الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط لا یصح علی المفتی بہ شرح وہبانیہ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہے اسی
قول کا فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابتہ مکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا
حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنی معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی
کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین
یا تکذیب ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول
الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن الوکالۃ عزل ثابت ہوتا ہے جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ مین
تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہنچاؤن ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلابد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا
المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے
چاہیے اسکے مانند اور مسائل مین جو اول مذکور ہوچکے ہین اقول باب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہے ہم اخوات متقدمہ اخبار مولے بجنایت عبد اور شفیع
کو بیع کی خبر پہنچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شراکو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور
متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا
ابن ملک اور ہم نے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صحح ابن ملک وفرع علی عدم
لزومہا من الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ
وبشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ
خصومت کے وکیل اور شی معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع
اور شی غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم
السلطان بعزل القاضی والامام نفسہما والا لا کما بسطہ فی الفتح اھ اور اسی طرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی
معزول کرنیکی شرط ہے اور بدون اسکے معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکی مشرح بیان کیا ہے یعنی اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور

امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہین بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین ملا یعزلہ ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ
بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کما مر وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہی اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون
کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہین بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہوتی ہے
ہم تعلق حق مدیون یون ہی کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون مغرور یعنی فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت ادائے دین بوکیل لا اذا علم بہ بالعزل الذی
فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کرجائے تو اب اسوقت مین وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر
قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ یبرأ وبعدہ لا لانہ دفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا
دین وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب
اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دین ادا
نہین ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ
بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہی راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے
اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہی اور نہین تو صحیح نہین بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہی خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے
غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہی والا توکیل بیع رہن کی
عدالت پر موقوف نہین ولیس منہ توکیلہ بطلاق زوجتہ بطلبہا علی الصحیح لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی بعزلہ بکلما عزلتک
فانت معزول بحیث اور نہین ہی اس قسم سے جسمین حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا
حق اسمین کچھ نہین اور نہین ہی قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول
سے کہ ہر بار کہ مین تجھکو وکیل کرون تو تو معزول ہی کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہی کہ اسمین
حق وکیل متعلق نہین وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیت توکیلی او انا بریٔ من الوکالۃ لیس بعزل وجحود الموکل بقولہ لم اوکلک لیکون
عزلا الا ان یقول الموکل واللہ لا اوکلک بشیٔ فقد عرفت تہاونک فیہ اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے
کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہین ہی جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مینے تجھکو وکیل نہین کیا عزل نہوگا
مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجھکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سو البتہ مینے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی
لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل [illegible] الا اذا اتفق الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا
انکار عزل ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اختیار کیا ہی جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر یعنی انکار موکل اس صورت
مین عزل ہی جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ
ثم قال وفی روایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہی اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اسکو
مقدم ذکر کیا ہی اور وجہ اسکی یون بیان کی ہی کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہی پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا
انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہی چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر وصیت
سے انکار کیا تو وہ رجوع ہی اور جامع کبیر مین ہی کہ یہ رجوع نہین تو اسمین دو روایتین ہین اور اسی طرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود

شرکت اور تجود ودیعت اور تجود متابعین یا مستاجرین مین خلاف ہر اور صحیح یہ ہر کہ تجود رجوع ہر اسواسطے کہ تجود فسخ ہر انتہے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہر کہ تصحیح
خاص وصیت مین ہر یا سب مین انتہے اور ظاہر اصیغ کی تصحیح متبادر ہر چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی موید ہر کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلاعزل بنہایۃ
الشئ للموکل فیہ کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فتزوجہا الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہر وکیل بدون معزول کرنے کے
اُس چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اُسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اُسپر بذات خود قبضہ کر لیا یا اُسکو نکاح کا وکیل کیا سو موکل
نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل و الوکیل معًا و لم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد و عند ابی یوسف یشترکان
ویخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہر تو موکل کی بیع مقدم ہر محمد کے نزدیک
اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں مشتری مبیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت
احدھا وجنونہ مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرھا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہرا وبہ یفتی وکذا فی
القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہر
وکیل اور موکل دونوں مین سے ایک کے مرجانے سے اور اسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہ لیکن شرنبلالیہ مین ہر مضمرات سے کہ
مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہر اسیکا فتوے ہر اور اسی طرح قہستانی اور باقانی مین ہر اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات
کا مذکور ہر جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہر اور یہ کہ اسی قول پر فتوے ہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہر اور
بعضوں نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہر بحر الرائق مین مصباح سے منقول ہر کہ عوام مطبق بالفتح یا بولتے ہین و بالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا تعود بعودہ مسلما
علی المذھب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہر وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہو کر پھر وکالت عود نہین کرتی اسکی
پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہو کر اور نہ اسکے جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر ھم یعنی جبکہ مرتد ہو گیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب
مین جا کر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت
مرتد بھی موقوف ہر اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہر اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہر کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ
اذا کانت لازمۃ لا تبطل بھذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراھن العدل او المرتھن ببیع الرھن عند حلول الاجل
فلا ینعزل بالعزل ولا بموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہر کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہر تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے
مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلا جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آنے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے اور نہ
موکل کی موت اور اسکے جنون سے ھم مرتہن عطف ہر عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالامر
بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق بزازیۃ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول
نہین ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ھم یعنی وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہر لیکن وکیل اسمین موت
اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہر قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرھن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاھلیۃ
بجنون ورِدّۃ وفیما عداھا من اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی و بالخروج عن الاھلیۃ قلت فبطلان الولایۃ فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہر جیسا
بحر الرائق مین ہر کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب
جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہر عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون تو درر کے اطلاق مین بحث ہے ہم دربعین یون کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہے اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس
طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اسمین ایسا حکم نہین کذا فی البحر وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی
اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم
اطلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاوے قبل خرید کے تو وکالت ضمنیہ
بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہے کہ دونون یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا
وحجرہ ای موکلہ لو ماذونا کذلک ای بلا علم لما مر انہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے اداے بدل کتابت
سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے
کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ وقبض ودیعۃ
فلا ینعزل بالعجز والحجر اور یہ یعنے عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہے جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جب کہ وکیل ہو اداے دین اور طلب
دین اور قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام
ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ وکالا کما
لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل مین جسمین
وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ اگر
موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف
کے ساتھ وکیل تصرف نہین کرسکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل
نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار
طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج ولحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد
ہو گیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے
تو وکیل کی طلاق عورت پر بابقاے عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہے انتہے تو شارح کے کلام مین لحوق اس لحوق پر محمول ہے جسپر
قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی ونحو ذا الوکالۃ اذا عاد الیہ
ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جبکہ موکل کی طرف
اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم
قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہیگا اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے
یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف ما لو تجدد الملک
بخلاف اسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید لیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے
کہ یہان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی **فروع** مسائل شتی ذکرہا الشارح فی الملتقط عزل وکیلہ ینعزل ما لم یصلہ الکتاب
ملتقط مین ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہونچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اسمین علم

وکیل شرط ہی اور علم خط بھیجنے سے ہو وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے
تو صحیح ہو اور بعد قبول کے صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ
قمقمة لیدفعها الی انسان یصلحها فدفعها ونسیها لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اس آدمی کو دے جو اسکو درست کر دے
سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی
اسکی ثابت نہین ابرائه عما له علیہ بریء من الکل قضاء واما فی الآخرة فلا الا بقدر ما یتوهم ان له علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری
کر دیا اس دین سے جو اسپر ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم مین اور آخرت مین تو بری الذمہ ہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان
رکھتا ہی کہ اسکا اتنا ہی اسپر ہی یعنے مجملا اسنے دین معاف کر دیا لیکن اسکا گمان یہ ہی کہ میرا دس درہم دین مثلا اسپر ہی اور ظاہر ہوا کہ اسکے سو درہم ہین تو باعتبار
قضا سب سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برائت اور عند اللہ فقط دس درہم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال المدیون من جاءك بعلامة
کذا او من اخذ اصبعك او قال لك کذا فادفع الیہ لیس کلامه لانه توکیل مجهول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہی کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو میرے پاس آوے
فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھسے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہی تو مدیون بری الذمہ نہوگا اسکے دینے
وفی الوھبانیة ومن قال اعط المال قابض خنصری فاعطاه یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ مین ہی اور جسنے داین سے کہا کہ دے مال چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو
مدیون بری الذمہ ہوگا اور مال مین اسکو خسارہ ہوگا یعنے دوبارہ اسکو دینا پڑے گا وبعه بع بالنقد او بعه لخالد بمخالفه قالوا یجوز التغییر واوصی موکل نے
کہا بیچ اسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اسکے خلاف کیا یعنے ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علما نے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہی
هم بعه وبع بالنقد یہ ایک صورت ہی و بعه وبع لخالد یہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہی کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہی چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال لیو
مضاربت کے لیے اور اسکے گیہون خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہی کیونکہ یہ کلام مشورہ ہی اسکا بخلاف اس قول کے کہ بیع بالنقد یا یون کہا کہ بیع من فلان تو اب
اسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوھبانیہ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم و کذا قول رب الدین فی الخصم مقدم اور مال کے دینے مین
وکیل کا قول مقدم ہی اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہی اور خصم یعنے موکل پر جبر کیا جائیگا صورت اسکی یہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اسسے میرا دین ادا
کر سو وکیل نے کہا کہ مینے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اسنے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہی بری الذمہ ہونے مین یعنے وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل
کا قول مقدم ہی موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مینے کچھ نہین پایا لیکن یہ فقط درحق برائت ہی نہ درحق
سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لے گا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جائیگا
بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت ہوا اور اگر قسم نکھائی تو حق اسکا ساقط
ہو گیا اور اگر بالعکس ہو یعنے موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی ولو قبض الدلال مال البیع لیسلمه فضاع
ینتصفان اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہو گیا تو دلال اور بائع مین نصفا نصف کیا ہے یعنے مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال کے
اور بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہی کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہین اور نہین تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے
چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پھر لے تا وقتیکہ دلال اسکا فرستادہ نہو بائع کی طرف ثمن پہونچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہ کتاب ہی دعوے کے احکام مین لا یخفی مناسبتها بالوکالة بالخصومة مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین

م مناسبت یہ ہی کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کی طرف حاجت ہی بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوی کی طرف حاجت مند ہوتا ہی هي لغة قول يقصد به الانسان
ايجاب حق على غيره لنفسه لغت مین دعوی وہ قول ہی جسسے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت و مسالمت اور اسمین دفع عن حق
نفسه سے کچھ تعرض نہین والفها للتانيث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہی تو اسپر تنوین داخل نہین کیجاتی صح ١٢ وجمعها دعاوى بفتح الواو
كفتوى وفتاوى ش اور جمع دعوے کی دعاوی ہی بفتح واو مانند فتوی اور فتاوے کے كذا في الدرر لكن جزم في المصباح بكسرها ايضا فيهما محافظة
على الف التانيث لیکن مصباح العلوم مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونون مین یعنے دعاوی اور فتاوے مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے هم عبارت
مختلف ہی مصباح مین یون ہی کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہی اسواسطے کہ وہی اصل ہی اور بفتح واو ہی الف تانیث کی محافظت کے واسطے كذا في الطحطاوي ملخصاً
وشرعا قول مقبول عند القاضي يقصد به طلب حق قبل غيره خرج الشهادة والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہی اس قول سے
جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار هم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہی تو غیر ملزم خارج ہوگیا قاضی
کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ
قول مقبول ہی مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہی اور اسی طرح اقرار بھی او دفعه اي دفع الخصم عن حق نفسه دخل فيه دعوى التعرض فتسمع
به يفتى بزازيه دعوی عبارت ہی دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمین داخل ہوا التعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا
اسی قول کا فتوی ہی كذا في البزازيه هم دفع تعرض کی صورت یہ ہی کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہی اور مین اسکے دفع تعرض کا
مطالب ہون تو یہ دعوی مسموع ہی قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جبتک اسکے پاس حجت نہین ہی تو وہ تعرض سے روکا جاے اور جب اسکو حجت
ملے تو تعرض کرے كذا في الطحطاوي بخلاف دعوى قطع النزاع فلا تسمع سراجيه بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین كذا في السراجيه هم صورت
اسکی یہی کہ قاضی کے پاس جاے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوی مین اسواسطے
کہ وہ صاحب حق ہی كذا في الطحطاوي وهذا اذا اريد بالحق في التعريف الامر الوجودي اور یہ یعنے تعریف دعوی مین اور دفعه عن نفسه کا قول زیادہ کرنا
اسوقت ہی جبکہ تعریف مذکور مین حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے هم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا دفع کو تعریف شامل نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ
کرنے کی حاجت ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہی جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہین کیونکہ
دفع سے کف عن المنازعة مراد ہی فلو اريد ما يعم الوجودي والعدمي لم يحتج لهذا القيد سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونون کو
شامل ہو تو اس قید یعنے زیادت دفع کی حاجت نہی والمدعي من اذا ترك دعواه ترك اي لا يجبر عليها اور مدعی وہ شخص ہی کہ جبکہ وہ اپنا دعوی ترک
کرے تو چھوڑا جاے یعنے حاکم اسکے زبردستی دعوے نکرواوے والمدعى عليه بخلافه اي يجبر عليها اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک
خصومت سے چھوڑا نجاے بلکہ اسسے زبردستی خصومت کروائی جاے فلو في البلدة قاضيان كل في محلة فالخيار للمدعى عليه عند محمد وبه يفتى بزازيه
ولو القضاة في المذاهب الاربعة على الظاهر وبه افتيت مرارا بحر تو اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو علحدہ علحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہی جس قاضی کے پاس چاہے
حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہی كذا في البزازيه اگرچہ چارون مذہب کے قاضی ہون بنابر قول ظاہر کے اور اسیکا مین نے فتوی دیا ہی کئی بار كذا في البحر
هم علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہی یعنے مدعی کو اختیار ہی اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور
مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہی قال المصنف ولو الولاية لقاضيين فاكثر على السواء فالعبرة للمدعي لعموم لزوم السلطان باجابة المدعي عليه
لزم اعتباره لعدله بالنسبة اليهما هم اراد کہا مصنف نے اپنی شرح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر مین تو مدعی کا

اعتبار ہوگا ان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے پسند نہیں کیا اس دعوے

کی سمت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قید پذیر ہو کذا فی الطحطاوی قلت وھذا الخلاف فیما اذا کان کل قاضٍ علی محلۃ علی حدۃ

اما اذا کان فی المصر حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لانہ

صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ البزازیۃ فلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد اور ابو یوسف کا اس صورت مین ہے جبکہ ہر قاضی علحدہ علحدہ محلہ کا

حاکم ہو اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک یعنے حکومت عامہ ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہو

اسواسطے کہ بلا شک مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسی طرح لکھا ہے مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ عموم

ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا ورکنھا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا او الی من نابہ لو

الی من ناب المدعی منابہ کوکیل ووصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت

اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اسپر اتنا ہے یا نسبت کرنا حق کا اسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع

اضافت حق سے متعلق ہے واھلہا العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا لا اشباہ اور دعوے کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار باتمیز

ہو اگرچہ لڑکا ہو لیکن لڑکا اسکے ولی نے اسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوے نہیں کذا فی الاشباہ وشرطہا ای شرط جواز

الدعوی مجلس القضاء وحضور خصمہ فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنے جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا

اسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاوے مدعا علیہ غائب پر وھل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او قریبا بحیث یبیت بمنزلہ نعم والا فحتی یبرھن او یحلفہ

اور کیا قاضی مدعا علیہ کو مجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جوابدہی کرکے اپنے گھر رات کو جا پہونچے تو ہان مجرد

دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھائے کذا فی المنیۃ ھم مدعا علیہ بعید کے احضار مین دو قول ہین بعضون کے نزدیک

احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شبلی نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیون

کا عمل برخلاف ما تقدم ہے کہ مجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہیں کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی

ومعلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضی بمجہول اور دعوے کی شرط معلوم ہونا اس مال کا ہے جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا

ولا یقال مدعی فیہ او بہ الا ان تضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہیں کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا معنی اخبار کے متضمن ہو اب مدعا بہ بولنا درست ہے

ھم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہیں اگرچہ فقیہ بولتے ہین مگر یہ مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطہا الشیٔ کونہا ملزمۃ شیئا علی

الخصم بعد ثبوتہا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوے کے اور اگر ملزم نہو تو فائدے کی

ہوتا ھم جب ملزم ہونا دعوے کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی مما یحتمل الثبوت

فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا وعادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب اولمن لا یولد مثلہ لمثلہ

ھذا ابنی وظھورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی اخر انہ اقرضہا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبہا منہ فلا ظاہر

عدم سماعہا بحر وبہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جسکا دعوی کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہو تو اسکا

دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ یہ

میرا بیٹا ہے یا اسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ

مفلس مشہور کا دعوے اموال علمیہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اسنے اسکو مال قرض دیتے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہرا
یہ دعوی غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم وھو المدعی علیہ بلا او نعم حتے
وسکت کان انکارا فتسمع البینۃ الا ان یکون اخرس من اختیار و تحققہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہین یا ہان کرکے
تو اگر وہ چپ رہا نہ نہین بولا نہ ہان تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو
محقق بیان کرینگے یعنی قضی بنکول کی شرح مین وسببہا تعلق البقاء المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات
کے استعمال سے یعنے اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہے تو دعوے کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقاء عالم
مکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعوے نکیجے تو اکثر حقوق ضائع ہو جائین فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق
لاحتمال کونہ مرھونا فی یدہ او محبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہ بیان
کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ مین ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا یہ کہ محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اسکے پاس وطلب
احضارہ ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اسکے حاضر کرنے کا اگر لانا
اسکا ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر احضار اسکا واجب ہے تا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے دعوے اور شہادت اور استحلاف مین وذکر المدعی قیمتہ ان تعذر
احضار العین بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت بحمال معزیا للخزانۃ اور مدعی اسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اسطرح کہ اسکے
لے آنے مین مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت بخزانہ کرکے ہم کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ مین ہے نہ ہلاک عین مین تو شارح
کا بیان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی عجلا کبیرا وغنمہا لانہ مثلہ معنا قیمت بیان کرے اگر احضار اسکا متعذر ہو اسکے ہلاک ہو جانے سے
یا اسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اسکی مانند ہے اسکے باعتبار معنی کے یعنے قیمت اسکی مماثل معنوی ہے وان تعذر احضارھا مع بقائھا کرحی وصبرۃ
طعام و قطیع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اسکا متعذر ہو باوجود اسکے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گیہون کا ڈھیر
اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے والا تکن باقیۃ التقی فی الدعوی یذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نرہی
ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت کرے وقالوا لو ادعی انہ غصبہ منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان
درر و ابن ملک ولہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی اذ لا یشترط الاجمال علی الصحیح و تقبل بینتہ او یحلف
خصمہ علی الکل مسر ۸ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اسکی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوے
مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت انکار یا اسپر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر و ابن ملک اور اسی واسطے
یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجملا
بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار م
اعیان مختلف الجنس چنانچہ الخ اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جو اور مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علی حدۃ کا
لانہ لما صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح ببیان قیمۃ الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب
دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو جبکہ کل اشیا کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا
نصابا فاما فی غیرہا فلا یشترط ہدایۃ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعوے مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوا مین تو بیان قیمت شرط نہین

کذا فی العمادیۃ وھذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیٔ مستھلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشھادۃ لیعلم
بماذا یقضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت بدون کچھ دعوے مین ہو نہ دین کے دعوے مین تو اگر مدعی نے شئ مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہی دعوے
اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید
بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہی جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط
کیا ہی اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہی اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہی
وفی دعوی الایداع لابد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل اولا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا بیان کرنا
ضرور ہی خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ھم بیان مکان اسواسطے شرط ہی کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت
رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہی نہ اسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومونۃ فلابد لصحۃ الدعوی من
بیان مکانہ والا لا اور غصب کے دعوے مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہی اسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر
بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب مین
روز غصب کے اسکی قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار
مشہورا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہی جیسے اسکی گواہی مین تحدید شرط ہی اگرچہ غیر منقول مشہور
ہو بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہین ھم عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہی ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا
درخت اور کلہے متاع کو بھی عقار بولتے ہین انتہے اور مشائخ نے تصریح کی ہی کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہی اور اسمین شفعہ نہین جبکہ اسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی
الطحاوی عن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہی مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے
ہون تو اسکے حدود کے بیان کی حاجت نہین ھم اسمین گفتگو ہی اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہی اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحاوی
ولو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوے کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا
دعوی ہی نہ زمین کا کذا فی البحر فلابد من ذکر بلدۃ فیہا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص کما فی النسب اور ضرور ہی اس شہر
کے بیان سے جسمین وہ گھر ہی پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان کی تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین ھم یعنی یون کہے کہ وہ گھر فلانے
شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہی پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہی کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلا جعفر ہی تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر
اور نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو جاوے تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ
ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا لانہ یختلف بہ المدعی ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاھد فصولین
اور تین حدود کے ذکر مین کفایت ہی تو اگر چوتھی کو ترک کرے تو صحیح ہی اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مدعا اس
مختلف ہو جاتا ہی پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہی کذا فی الفصولین ھم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہی اسواسطے کہ تعریف پوری
نہین ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای
الحدود واسماء انسابہم ولابد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہی اہل حدود کے نام ذکر کرنا
اور انکے باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہی انمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہی بسبب

حاصل ہونے مقصود کے ھم ملتقط مین ہے کہ اگر دادا معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اسکے موالی کے ذکر سے یا اسکے پیشہ یا وطن یا اسکی دوکان یا اسکی حلیت تو تعریف
تمیز ہو خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انه ای العقار فی یده لیصیر خصما اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے تاکہ وہ مخاصم
ٹھہرے ھم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہان بیان تھا عقار کا کذا فی الطحطاوی ویزید علیه بغیر حق
ان کان المدعی منقولا لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ھم مذکور یہ ہو چکا کہ قید ناحق اسواسطے
ذکر کرے کہ شائد وہ چیز اسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یده فی العقار بتصادقهما بل لا بد من بینة او علم قاض لاحتمال تزویرهما
بخلاف المنقول لمعاینة یده اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی
علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اسمین تصادق متخاصمین مثبت قبض ہے بسبب معاینہ ہونے قبض منقول کے ھم احتمال تزویر یہ ہے کہ شائد
متخاصمین نے جیرا یا مال لینے کے واسطے اپنے آپکو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم هذا لیس علی اطلاقه بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا پھر یہ یعنی اشتراط بینہ یا علم
قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہین بلکہ جبتک ہے کہ زمین مین ملک مطلق کا دعوے کرے ھم ملک مطلق وہ ہے جسمین ملک کا سبب مذکور نہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ
اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر لبینة لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیره ایضا بزازیة اور غصب کے دعوے
اور قابض سے خرید کرنے کے دعوے مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ھم شارح نے
دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوی مین فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے وذکر انه یطالبه به لتوقفه علی طلبه لاحتمال رهنه
او حبسه بالثمن وبه استغنی عن زیادة بغیر حق فافهمه اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اسکی
طلب پر اور اسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نرہی سو اسکو سمجھ لے ھم شارح نے اشارہ کیا کہ
عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ اشتراط مطالبہ اس سے مغنی ہے ولو کان ما یدعیه دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیره ذکر وصفه لانه لا یعرف
الا به اور جبکہ مدعی دعوے کرتا ہے اگر دین ہو خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو یا سوا اسکے تو اسکے وصف کو مذکور کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون
دریافت نہین ہوتا مگر وصف کے بیان سے ھم وصف یہ کہ گیہون مثلا عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اسوقت حاجت ہے جبکہ شہر مین کئی قسم کے
روپے یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی ولا بد فی دعوی المثلیات من ذکر
الجنس والنوع والصفة والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیه ولم یذکر سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوے مین بیان کرنے
جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہون کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے
مسموع نہو گا ھم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سیخی گیہون یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب
جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر ففی السلم انما له المطالبة فی مکان عینه اور جبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین
اسکو مطالبہ جائز نہین مگر اسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستهلاک فی مکان القرض
ونحوه بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوے مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اسکے یعنی
غصب اور استہلاک کے مکان مین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل القاضی المدعی علیه عن الدعوی فیقول انه ادعی
علیک کذا فماذا تقول بعد صحتها والا لا لعدم وجوب جوابه اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی
کا پوچھے تو یون کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوے صادر نہین ہوا

تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب نہ واجب ہونے اسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو
تو قاضی بدون اسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیۃ فان اقر فیہا وان انکر فبرھن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی
کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر لینے اسکو ہراوے اور مدعی کو جتا دے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ
کہے کہ میں مدعی کے دعوے کو دفع کرسکتا ہون تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھپر
حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحاوی والا یبرھن حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی
فی اربع علی ما فی البزازیۃ اور اگر مدعی گواہون سے اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوے
مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسفؒ کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیۃ ہم مواضع اربعہ ایک رد بالعیب مشتری
خدا کی قسم کھاوے کہ مین راضی نہین ہوا عیب سے دو شفیع قسم کھائے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا سو عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون
قسم کھائے کہ زوج نے اسکو نفقہ نہین دیا اور نہ کچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا تہ مستحق قسم کھائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال والجمہور علی التحلیف
بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت ابن بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسفؒ بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت
تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی اسکو قسم دے اللہ کی کہ تونے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے تجھکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے اسپر
قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تونے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسی کا تونے اسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر
واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار
تو حاکم قسم نلے بلکہ اسکو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہ امامؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اسمین قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت
بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع انہ یستحلف
انہ انکار فیستحلف اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسفؒ کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ
بحر الرائق مین کہا اور اسی کا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے انتہے ما فی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا
کہ مشابہ تر صحیح یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجاویگی ہم متبادر یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا
نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبینؒ کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی لمصنفا قیدنا بتحلیف
الحاکم لانہما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین عند القاضی مع طلب الخصم
ولا عبرۃ لیمین ولا نکول عند غیر القاضی ہمنے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی
کے سوا کہین اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہوجاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم
اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلو برھن علیہ ای علی حقہ یقبل ولا یحلف ثانیا عند قاض بزازیہ الا اذا کان حلفہ الاول
عندہ فیکتفی بہ درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ ملایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے
قاضی کے پاس کذا فی البزازیۃ مگر جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لے گئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ
ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو
جبتک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہوگی معتبر نہوگی ہم یہ مسئلہ مغائر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ مین یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا

باطل ہو اور بیان مطلب یہ ہو کہ قاضی کے پاس قسم کھائی مدعی کیا استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف
فالخصم ضامن للمال فحلف المدعی لم یضمن الخصم لان فیہ تغییر الشرع اور اسی طرح اگر تخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھالے تو
مدعاعلیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھالی تو مدعاعلیہ ضمان نہ دے اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہے شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہو کہ قسم مدعاعلیہ پر ہے نہ مدعی پر طحطاوی
نے کہا کہ اگر مدعاعلیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمین لا ترد علی المدعی لحدیث البینة علی المدعی اور قسم پھیری
نہین جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ یعنے گواہ مدعی پر ہے ہم یہی حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباس رض
یون ہوا البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنے گواہی مدعی پر ہے اور قسم اسپر ہے جو انکار کرتا ہے طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تخاصمین مین قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہی اور دوسری وجہ یہ ہو کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہو اسواسطے کہ لام تعریف
استغراق پر محمول ہوتا ہی اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جبکہ وہان معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو
اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاهد والیمین ضعیف بل رده ابن معین بل انکره الراوی عینی اور حدیث شاہد و یمین
کی ضعیف ہی بلکہ اسکو یحیی بن معین نے رد کیا ہی بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہی کذا فی العینی ہم مسلم اور ابوداؤد مین ابن عباس سے روایت ہی
قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین وشاہد کذا فی التیسیر یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنے مدعی کی قسم اور ایک
شاہد پر کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہی سہیل بن صالح سے اور سہیل اسکی روایت کا منکر ہی تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی
بعد منکر ہونے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہوسکے گی انتہی برهن المدعی علی دعواه وطلب من القاضی ان یحلف
المدعی انه محق فی الدعوی او علی ان الشهود صادقون او محقون فی الشهادة لا یجیبه القاضی الی طلبه لان الخصم لا یحلف
مرتین تحلیف الشاهد لان لفظ اشهد عندنا یمین مع ذکر الیمین لانا امرنا باکرام الشهود ولذا لو علم الشاهد ان القاضی یحلف
ویعمل بالمنسوخ له الامتناع عن اداء الشهادة لانه لا یلزمه بزازیة گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعاعلیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی
قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوے مین حق پر ہی یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھا دین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی اسکی خواہش کو نمانے اسواسطے کہ
مدعاعلیہ مخاصم سے دوبار قسم نہین لیجاتی تو شاہد سے دوبار کیونکر قسم لی جائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہی اور دوبار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم
اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو ادائے شہادت سے باز رہنا جائز ہی اسواسطے کہ
اسکو ادائے شہادت لازم نہین کذا فی البزازیہ ہم اب ہندوستان مین نصاریٰ کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہی تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادائے شہادت
مین پہلوتہی کرین تو بموجب اس روایت کے عنداللہ گنہگار نہونگے واللہ اعلم وبینة الخارج فی الملک المطلق وهو الذی لم یذکر له سبب احق
من بینة ذی الید لان المدعی والبینة له بالحدیث اور اگر گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق مین اولے بالقبول ہین قابض کے گواہون سے
اسواسطے کہ خارج مدعی ہی اور گواہ اسیکے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ ہے جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شخص غیر
قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوے کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون نے
ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ مین ہے
کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوے کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوے کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی
ملخصا بخلاف الملک المقید بسبب کنتاج ونکاح والبینة لذی الید اجماعا کما سیجیء بخلاف دعوے اس ملک کے جو مقید بسبب ہو چنانچہ

میرے پاس گواہ نہین اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کر چکا اور محمدؒ کے نزدیک قبول ہین
اس احتمال سے کہ اسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہی اسمین خلاف تو مذکور ہی لیکن قسم کا اسمین اثر نہین مگر شیخ کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول
محمدؒ کی ترجیح مذکور ہی کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے
بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامۃ وھو الصحیح لقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ
ولان الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء حکم الاصل انتھی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا یعنی گواہ بعد الیمین
اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہی بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر ہی عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون
کے خلیفہ کے مانند ہی تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ویظھر کذبہ باقامتھا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف
ای المدعی علیہ ثم اقامھا حتی یحنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافا لاطلاق الصدر اور ظاہر ہوتا ہی
کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی
قسم مین حانث ہوگا اور اس قول پر فتوی ہی کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے درر مین کہا صواب یہ ہی کہ اسکا کذب ظاہر نہوگا
تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہی خواہ دعوے سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف
انہ لا دین علیہ ثم اقامھا المدعی علی السبب لا یظھر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی بزازیۃ
درر اور شمنی وغیرھما اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوے کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اسپر دین نہین ہی پھر مدعی نے سبب کا
قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہی کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل
پر فتوی ہی کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ھو او ھی ورجعۃ جحدھا ھو او ھی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ
احدھما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجھول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس
وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم
نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور استیلاد مین جسکا دعوے
لونڈی کرتی ہی اور اسکے بالعکس یعنی ادعای استیلاد دعوے حاصل نہین ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین
قسم نہین اسطرح کہ دعوے کیا شخص مجہول پر کہ وہ اسکا غلام ہی یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعوے کرے کہ وہ میرا مولے ہی یا بیٹا
اور وہ منکر ہو اور ولاے عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوے کیا شخص اعلے نے یا اسفل یعنی معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول
نے معروف پر اور حد اور لعان مین قسم نہین ھم اشیاء سبعہ مین امام کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کے اسواسطے
قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی
مدت مین ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ موافق خلاف کے ہی والفتوی علی انہ یحلف المنکر
فی الاشیاء السبعۃ ومن عدھا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق ومحل الخلاف اذا لم یقصد بالتحلیف فی الکل الا المال ه اور فتوی
اسپر ہی کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ مین اور جنھون نے انکو چھ شمار کیا ہی انھون نے ام ولد ہونے کو نسب مین ملایا ہی یا رق مین خلاصہ
یہ ہی کہ قول مفتی بہ تحلیف ہی کل امور مذکورہ مین سوائے حدود کے [illegible]

بان علق عتق عبده بزناه فللعبد تحلیفه فان نکل ثبت العتق لا الزنا اور من جملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہو تو اسمین قسم نہین باجماع ائمہ اور
صاحبین کے مگر جبکہ حد حق العبد کی متضمن ہو اسطرح پر کہ مولے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر
مولے قسم نکھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلا غلام یون کہے کہ مولے نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ نکلے کہ اسنے زناکاری کی تا اپنے
مولے کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحطاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر به قطع اور اسی طرح قسم لیجاوے
سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکھاوے تو تاوان دے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جاویگا وقالوا
یستحلف فی التعزیر کما بسطه فی الدرر اور علمانے کہا ہے قسم لیجاویگی تعزیر مین چنانچہ اسکو درر مین مشرح بیان کیا ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ تعزیر
حق العبد ہے ولہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہے معاف کر دینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحها فحیلة دفع یمینها ان تتزوج فلا تحلف فصول
مین ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اسسے اب قسم نلیجاویگی وفی الخانیة لا استحلاف فی احدے
وثلثین مسئلة اور خانیہ مین ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہو چکے الیمین تجری
فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقوله فالوکیل والوصی والمتولی وابو الصغیر یملک الاستحلاف فله طلبه من خصمه لا
نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے مین نہ قسم کھانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف
اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہے
اصیل کا یعنے وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احد منهم الا اذا
ادعی علیه العقد او صح اقراره علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقراره صحیح علی الموکل فکذا نکوله اور
وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نلیجاویگی مگر جبکہ اسپر عقد کا دعوے کیا جاوے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجاویگی
چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نکھانا بھی صحیح ہے وفی الخلاصة کل موضع لو اقر لزمه فاذا انکر یستحلف الا
فی ثلث ذکرها والصواب فی اربع وثلثین کما مر عن الخانیة وزاد ستة اخری فی البحر وزاد اربعة عشر فی تنویر البصائر حاشیة الاشباه
والنظائر لابن المصنف لو لا خشیة التطویل لسردتها کلها اور خلاصہ مین ہے کہ جس مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم
آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجاویگی سوائے تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چونتیس صورتون
مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا یعنے اکتیس صورتون خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین اور
بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف
نہوتا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم تو سب چونتیس صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور ان سبکو شارح کتاب الوقف مین مذکور
کر چکا ہے اب بیان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہے
چنانچہ شارح بارہا ذکر کر چکا ہے تو یہ خطا اغلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسه یکون علی البتات ای القطع بانه لیس کذلک
قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات لیعنے یقین پر اسطرح کہ دعوے مدعی کا ایسا نہین ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم
کھالے چنانچہ مدعی نے دعوے کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھاوے کہ واللہ مین نے اسکی
حویلی نہین چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلا شبہ بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیره یکون علی العلم ای

اى انه لا يعلم انه كذلك لعدم علمه بما فعل غيره ظاهرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہو علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کہائے کہ وہ نہین جانتا ہے کہ دعوے
مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہے کہ اسکو ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہم الا اذا كان فعل الغير شيئا يتصل به
اى بالحالف وفرع عليه بقوله فان ادعى مشترى العبد سرقة العبد او اباقه وثبت ذلك يحلف البائع على البتات مع
انه فعل الغير وانما صح باعتبار وجوب تسليمه سليما فرجع الى فعل نفسه فحلف على البتات لانها آكد ولذا تعتبر مطلقا
غرض الوالی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہوتا تہا یا مگر جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل و متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے
تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بہاگ جانے کا دعوے کیا اور یہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کہائے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہوا اور حلف اور
یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہائی اسواسطے کہ حلف
على القطع موکد تر ہے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہین کذا
فى الدرر عن الزيلعى ہم بحر الرائق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین على العلم واجب ہے پہر اسنے یقین پر قسم کہائی تو کافی ہے اور اس سے یمین ساقط ہوگئی اور بالعکس
اسکے نہین ہے یعنی بجای حلف على القطع حلف على العلم کافی نہین اور جو حلف اسپر واجب نہین اسکے نکول سے قاضی حکم نہ دے گا انتہى وفى شرح المجمع عنه مثلا
اذا قال المنكر لا علم لى بذلك ولو ادعى العلم حلف على البتات كمودع ادعى قبض ربها اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے یہ یعنی
یمین على العلم اسوقت ہے جبکہ منکر کہے کہ مجھکو اس دعوے کا علم نہین ہے اور اگر اسکی دانست کا دعوے کرے تب تو یقین پر قسم کہائے چنانچہ امانت دار نے
صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا ہم یعنی قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اسکے علم کا دعوے کیا تو اب اسپر یمین
على القطع لازم ہوگی وفرع على قوله وفعل غيره على العلم بقوله واذا ادعى بكر سبق الشراء له على شراء زيد ولا بينة يحلف خصمه وهو
بكر على العلم اى انه لا يعلم انه اشتراه قبله كما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیره على العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے
دعوے سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اسکا مخاصم یعنی بکر قسم کہائے علم پر یعنی وہ یون قسم کہائے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اسکو
خرید کیا قبل اسکے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے ہم اولی یہ تہا کہ شارح بجائے وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے
كذا فى الطحطاوى كذا اذا ادعى دينا او عينا على وارث اذا علم القاضى كونه ميراثا او اقر به المدعى او برهن الخصم عليه يحلف على
العلم اسی طرح جبکہ دعوے کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم
یعنی مدعا علیہ اسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہائے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث
سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اسواسطے شرط ہوا
کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے
کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اسکی یمین على القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ
نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اسنے یمین على العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کہائے گا
خلاصہ یہ ہے کہ دعوی عین مین تحلیف وارث على العلم کی یہ شرط ہے کہ امور ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاها اى الدين والعين
الوارث على غيره يحلف المدعى عليه على البتات كموهوب ومشرى درر اور دعوے کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے
غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے کہ اسمین مورث کا حق نہین چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر

ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اسنے اسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اسنے دعوی کیا کہ وہ اسکا غلام ہی اور اسکے
پاس گواہ نہین تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہاے نہ علم پر طحاوی نے کہا کہ والعین کا واو بمعنی او ہی کما لا یخفی ویحلف جاحد القود اجماعا اور قسم کہائی
قصاص کا منکر باتفاق ائمہ اور صاحبین کے ہم خانیہ مین ہی کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ حاصل پر قسم کہائے کہ واللہ
مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہی اس خون کا جسکا وہ مدعی ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ سبب پر قسم کہائے یعنی یون واللہ فلان
بن فلان کو عمدا قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کہائی یعنی نہ سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او
یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نکہائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے وفیما دونہ یقتص لان
الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہا الابتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول
قصاص لیا جاے اسواسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلا ہاتھ پانون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہین مال کے مانند تو اسمین ابتذال جاری ہی برخلاف
صاحبین کے ہم ایک نسخہ مین بذل ہی بجاے ابتذال کے اور بذل اوضح ہی ابتذال سے صاحبین نے کہا دونون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے
کہ نکول وہ اقرار ہی جسمین شبہ ہی تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ
لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہے تو وہ قسم نکہائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل
یہ ہی کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہی عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ یمین مدعی کا حق
ہی تو جب اسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک وقدر
المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نکہائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کہائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور
مجتبی مین غائب ہونیکو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہی یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہی گواہون کا وہان سے بلانا ضرور نہین ویاخذ
القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یؤمن ھروبہ بحیث یحفظ من حصمہ لو وجیھا والمال حقیرا فظاھرہ
عنہ بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس دعوی مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتمد
ضامن لے کہ اسکے بہاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح ہین اگرچہ
مدعا علیہ صاحب عتبار ہو اور مال بے حقیقت ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی المجلس الثانی وصحح اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ قاضی
کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بہی صحیح ہی فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل
لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اسکا اسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس
ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جاے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازم او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر
حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یسئل رفقاءہ لو انکر المدعی ذلک مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اسکے ساتھ
رہے یا حاضر ضامن لے تا انتہای مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اس وقت تک ضامن لے اور
مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکہے کہ مقیمانہ ہی یا مسافرانہ یا اسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اسکی مسافری
کا منکر ہو کذا فی البزازیہ ہم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بہی حکم غریب کے مانند ہی قال لا بینۃ لی وطلب
یمینہ فحلفہ القاضی ثم برھن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرھان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین

اور مدعا علیہ سے قسم چاہے سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کے جانب سے امام کے نزدیک مقبول
ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینۃ اٰتی بھا فھی شھود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال فحلف ثم برھن علی الحق قبل خانیۃ
وبہ جزم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا یوں کہا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہے
مال سے پھر اسنے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہو چکا وتقبل البینۃ لو اقامہا
بعد یمین کی شرح میں وقیل لا یقبل قائلہ محمد کما فی العمادیۃ وعکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل
اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور اسکو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کی طرف
وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بہ فتح او قال الشاہد لا شہادۃ لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر
واقرہ المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری
گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی
شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم
ثم استحلفنی لہ ذلک قنیہ مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم
کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر یعنی حاضر کر پھر مجھ سے قسم لے تو اسکو اسمیں اختیار ہے کذا فی القنیہ ھم طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد
واللہ اعلم منقد ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے کہ ختم بوزن منبر وہ آلہ ہے جس سے پرکھتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہے اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہو کہ میرا
حق تھیلی میں سر مہر کرکے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی اولیذر وھو قول وانلوا
خزانۃ وظاھرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم اراہ صریحا اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالے کے نام پاک سے جل وعلا بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم
کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالے کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور یمین باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانہ اور ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر غیر
اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہوگی اور میں نے اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تتارخانیہ
لان التحلیف بھما حرام خانیہ قسم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق
اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل ان مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضون کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق
اور عتاق کی قسم کی ضرورت آگئے تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاؤہ علی
قول الاکثر کذا فی خزانۃ المفتیین قلت وظاھرہ انہ مفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بھما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا فلا فائدۃ
واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اسنے قسم نکھائی تو اسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی
خزانۃ المفتیین اور ظاہر یہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں ھم علامہ مقدسی نے کہا کہ بے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے کہ خاطر مدعی مطمئن ہو جاوے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان
وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اسکی تصدیق کریگا انتہے تو تحلیف طلاق وعتاق باوجود عدم قضا
بنکول بے فائدہ نہوگی قلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برھن المدعی علی المال ان شھدوا علی السبب کالاقراض لا یفرق
وان شھدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی

اسپر مال نہین پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہدون نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نکیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق
کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب لازم نہین قیام دین کا هم اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کرچکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کردیا ہو یا ہبہ کردیا ہو اور یہی
تفصیل مفتی بہ ہے کما فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ للعلامہ عبد البر وقال محمد فی الشهادة علی قیام المال لایحنث لاحتمال صدقه خلافا لابی یوسف
کذا فی شرح الوهبانیة المشی بنا الامر قد تقدم اور محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف
کے کہ انکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہوچکا ویغلظ بذکر اوصافه تعالی اور سخت اور تشدید
ہوجاتی ہے قسم حق تعالے کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے هم از انجملہ ایک یہ مثال ہے کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہے اس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی
معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہین ہے وقید بعضهم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور
تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنے تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیه وفی صفته الی القاضی
اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنے تشدید مین قاضی کا اختیار ہے هم یعنے تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہے جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے
چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ کہے واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا تتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہوجاے
هم یعنے یون نکہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفه باللہ ونکل عن التغلیظ لایقضی
علیه به ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اسنے تغلیظ
یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ تو حاصل ہوچکا کذا فی الزیلعی لایستحب التغلیظ علی المسلم
بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاهره انه مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس
کلام کا یہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور
تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم دے ویستحلف الیهود باللہ الذی انزل التوراة علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی
والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقده فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لی یہودی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اللہ کی
جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اللہ کی جسنے عیسے علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم ہے
اس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے
کذا فی الاختیار هم مجوسی سے آگ کی قسم نلے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسی طرح ہندو سے گنگا کی قسم نلے بلکہ اللہ
کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانه یقر به وان عبد غیره اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا
اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے هم مصباح العلوم مین ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدهریة
لایعتقدونه تعالی قلت وعلیه فبماذا یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون تو جب
اسلئے تو یہ لوگ کسکی قسم کھاوین وبقی تحلیف الاخرس ان یقول له القاضی علیك عهد الله ومیثاقه ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسه
ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اسکا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب
وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہوجائیگا هم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوے ثابت ہوگا کذا فی القنیة اور قاضی
گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اسکا

اشارہ گویا یون ہو جائیگا کہ مین قسم کھاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن آتاقانی ولو صم ایضا کتب له لیجیب بخطه ان عرف الخط
وکلا فباشارته اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اُسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او
وصیه او من نصبه القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھاوے یا اسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی
شرح الوہبانیہ ہم شارح کو یون کہنا لازم تھا ثم من نصبه القاضی اسواسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اسکا وصی نہو چنانچہ شرح
وہبانیہ مین ہی اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہی بالقین پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پہر معلوم کر کہ قول ما تقدم کے مخالف ہی کہ نیابت استحلاف مین
جاری ہوتی ہی نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عباداتہم لکراهة دخولها المسلم اور یہود اور نصارے اور بت پرستون سے
قسم نہ لیجاوے انکے عبادت خانون مین وہان کے جانیکی کراہت سے کذا فی البحر ہم لیفے قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین
ہین اور ظاہر اکراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہی اور مینے فتوی دیا ہی اس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہی یہود کے ساتھ
کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی الصورة انکار المنکر اور اس سبب کے دعوے مین جو زائل اور مرتفع ہو
سکتا ہی قاضی قسم دے حاصل پر لیفے انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی یہ تفسیر بمعنی اصطلاحی ہی اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہی جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت
رہے اور ما سوا اسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہی انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوی کہ منکر یون کہتا ہی کہ ہمارے مابین مین بیع اور طلاق اور غصب
واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقوله ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیك ردہ لو قائما او بدله لو هالکا
وما هی بائن منك وقوله الان متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیه لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر
کی اپنے اس قول سے کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونونکے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اسکا پھیر دینا واجب نہین
اگر وہ قائم ہو یا اسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہین اسدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس
کلام مین لف ونشر مرتب ہی علامہ مسکین نے کہا کہ الان کا لفظ سب سے متعلق ہی لیفے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین لا علی السبب
ای باللہ ما نکحت وما بایعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیه لحتمال طلاق و اقالة نہ قسم سے سبب مرتفع پر اسطرح کہ تجھکو اللہ کی قسم
کہ تونے نکاح نہین کیا اور نہ تونے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے نظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور
بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیفای حق مدعی کے واسطے ہی تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہی اور دعوے
تو سبب کا ہی طرفین کی دلیل یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالہ
بیع واللہ ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی
الحاصل ترك النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورة دعوی المدعی کدعوی شفعة بالجوار ونفقة مبتوتة والخصم
لا یراها لکونه شافعیا لصدق حلفه علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے
ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے لیفے دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ
دونون کو واجب نہین دیکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اسکی قسم کے حاصل پر اسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا ہم شافعی مذہب
مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ مجھپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو یمین
صحیح مدعی کا ضرر ہی تو یہان سبب پر اسطرح قسم کھائے کہ واللہ مینے اس گھر کو نہین خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت مین نہین ہی

له فی نفقہ المبتوتہ ... طلاق بائن ... ۱۲

شفعہ جوار اور نفقہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ
واما مذہب المدعی ففیہ خلاف والاوجہ ان یسألہ القاضی ہل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمدہ المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد
ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہی علما کا اور قول موجہ تر یہ ہی کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ
جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین هم تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد
نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف علی السبب اجماعا اذا کان سببا لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر
الرق اور اسی طرح یعنے سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے
جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرتا ہی سبب نہ مکرر ہونے انکی رقیت کے واما فی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر الرق فیھما
باللحاق حلف مولاھما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق
دار الحرب سے قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر هم یعنے مولے کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے
اسکو آزاد نہین کیا اس احتمال سے کہ شاید اسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اسنے
عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع وسبب غیر
متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہی مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی وصح فداء الیمین والصلح منہ
لحدیث ذبوا عن اعراضکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو
بچاؤ هم فدیہ یمین ہوتا ہی بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہی اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھون نے مال دیکر قسم نہ کھائی تھی
اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین
قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے انتہے اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن
ہی عقلا وشرعا کذا فی الحموی ملخصا وقال الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا
اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہی یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے هم یعنے واجب سے واجب شرعی
مراد نہین کہ سچی قسم کھانا جائز نہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہی ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد
فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا یا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہا ای الیمین قصدا
بان قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البرأۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ
اور مصنف نے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کر دے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ
ہوگیا قسم سے یا مینے اسکو چھوڑ دیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف برارت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم
کے واسطے مخصوص ہی یعنے بطلب مدعی کذا فی البزازیہ هم برارت عن المال یعنے مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم وکذا اذا
اشتری یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم
ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر هم رکن بیع یہ ہی کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال
حلفتنی مرۃ ان عند الحاکم او غیرہ برہن قبل والا فلہ تحلیفہ درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سواسکے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہی

یہ ہے کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ہم بیع مقابلینا اور صرف یمین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ ویقتصر علی النفی فی الاصح اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل میں تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خریدکیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادت مین ہے کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدھا وطلبھما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدھما بل بفسخھما بحر. اور بیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنی درصورت فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہین ومن نکل منھما لزمہ دعوی الاخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ سلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینھا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نہ کھائے اسکو دوسری قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور عین مبیع ہو بہو موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور باہم رد بیع کرین وھذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیٔ کاختلافھما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہ سب یعنی تحالف اور فسخ اس شرط سے ہے جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے گھی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اسکو نوے ٹھہراتا ہے اور مشتری اسی کذا فی الحموی ولو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریۃ چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین نے یہ شرطین نہین کین تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریۃ ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقید باختلافھما فی ثمن و مبیع لانہ لا تحالف فی غیرھما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رھن او خیار او ضمان و قبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کرلی ہے کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنے قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا انمین بھی دونون قسم کھاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ھلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جبکہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہو جانے سے اسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتری الا اذا استھلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور قسم کھائے فقط مشتری مگر جبکہ مبیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوینگے اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہریگا اور تحالف نہیں جبکہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد والشافعی یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الہالک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوینگے اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر وھذا لو الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہما ویرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہ یعنے فقط مشتری پر قسم جب ہے کہ ثمن دین یعنے درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاوینگے بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک پھیر دیا جائے اگر ہالک مثلی ہو یا اسکی قیمت پھیری جائے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ھلاک السلعۃ بان قال احدھما دراہم والاخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اسطرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونوں قسم کھاوینگے اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ھلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین مات احدھما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک انمیں سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا فحینئذ یتحالفان ھذا علی تخریج الجمھور وصرف مشایخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہوجائے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آویگی یہ یعنے استثنا کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشایخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہے ہم اس استثنا میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہے اسواسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کی طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام میں کیونکہ تقدیر کلام یوں ہے کہ لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ تو اس صورت میں قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم نہونے کتابت کے و قدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد وللمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہیں اختلاف راس المال میں بعد اقالہ کر دینے عقد مسلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود نہوگا وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ و لا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھاوینگے اور بیع پھر ثابت ہوجائیگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا اور مشتری کا حق مبیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اسکو بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں برخلاف قول محمد وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المھر او جنسہ قضی لمن اقام البرھان وان برھنا فللمرأۃ اذا کان مھر المثل شاھدا للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاھدا لھا بان کان کمقالتہا او اکثر فبینتہ اولا لانہا خلاف الظاھر اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر

مقدار مین یا اُسکی جنس مین تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اولے ہین جبکہ اسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اسطرح
پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اسطرح پر کہ اسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولے بالقبول
ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر شاهد لکل منهما بان کان بینهما فالتهاتر للاستواء ووجب مهر المثل
علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسیکا شاہد نہو اسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونے کے
اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا القول صحیح ہم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہی
بلکہ مراد یہ ہی کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہو اور زوج کے دعوے سے اکثر ہی کذا فی الدرر والتحریر اهن البرهان فان عجزا تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیة المهر فیه بخلاف
البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع ہم یعنے ہر ایک کی قسم
نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہی نکاح مین بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہی کذا
فی الدرر ویبدأ بیمینه لان الاول التسلیمین علیه فیکون اول الیمینین علیه اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجاوے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے
پہلی تسلیم زوج پر ہی تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظهیریه ہم تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر زوجہ ہی اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہی اور یہ
یعنے تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہی خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک
مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہی کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہی قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اسکے موافق ہو یا اقل ہو
زوجہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی اگر مہر مثل اسکے موافق ہو یا اکثر اور شرح ہدایہ مین ترجیح قولین مین مختلف ہی کذا فی الطحطاوی ویحکم بالمهر بعد التحالف مهر
مثلها حکما لسقوط اعتبار التسمیة بالتحالف فیقضی بقوله لو کان کمقالته او اقل وبقولها لو کمقالتها او اکثر ولو بینهما ای بین
ما ادعیاه وبه عینا اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جاویگا بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اسکے قول کے موافق ہو
یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوے زوجہ اور دعوے زوج ہو ولو اختلفا ای
الموجر والمستاجر فی بدل الاجارة او فی قدر المدة قبل الاستیفاء للمنفعة تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل
والموجر لو فی المدة ولو برهنا فالبینة للموجر فی البدل وللمستاجر فی المدة اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت
حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجاوے اگر دونون بدل اجارہ مین مختلف ہون اور موجر کی قسم سے ابتدا کیجاوے
اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفاے منفعت سے مراد یہ ہی کہ
استیفاے منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفاء مراد ہی اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفاء بجاے استیفاء ہی وجوب
اجرت مین یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر وبعدہ لا والقول للمستاجر لانه منکر للزیادة ہم اور بعد استیفاے منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول
مقبول ہی اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہی ہم بعد استیفاے منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہی اور بعد استیفاے منافع
فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمانے یہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تھا کذا فی الطحطاوی
عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکن من استیفاء البعض من المنفعة تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر
لانعقادها ساعة فساعة فکل جزء کعقد مثل البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوین
اور عقد اجارہ فسخ کردیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہی بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جز اسکا مانند عقد ہی

یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جز منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو باقی گویا معقود
بالعقد ہے لہذا اسمین تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جز مبیع کا معقود بعقد مستقل نہین بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع
مین بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل بیع مین متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم
قائم النکاح او لا فی بیت لہما او لاحدہما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ فلید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب
یا صغیر ہون اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر مین ہوا ہو جو دونون کا
مملوک ہے یا ایک شخص کا انمین سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو ہنا ما کان فی البیت ولو ذہبا او فضۃ
فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اس متاع مین متاع سے مراد یہان وہ چیز ہے جو گھر مین ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی
تو زوجین مین سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا او ہتھیار اور کمر بند اور کتابین اور گھوڑا
اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اسکے اور چیزین ہین لغت مین متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ غلہ اور
کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام مین متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہ لتعارض
الظاہرین ح ر و غیرہما مگر جبکہ زوجین مین سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض کے
دونون ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا ہم مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتون کے بناتا ہے اور زیور مین اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر
صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونون ظاہر مین تعارض ہوا تو دونون ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار قبضہ
صحیح ٹھہر سکا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض مین ہے وہ زوج کے قبضہ و تصرف مین ہے لہذا اس متاع مین زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی ش والقول لہ
فی الصالح لہما لانہا وما فی یدہا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع مین جو دونون کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اسکے
ہاتھ مین ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف مین ہے اور قول مقبول صاحب قبضہ کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے جیسا کہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی
غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اقوی من ظاہرہ ید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ
مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمالی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے
یعنی جب دعاوی مین ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اسکے تصرف مین ہے وہ زوج کے تصرف مین ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ مین بھی زوج ہی کا
قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اسکا جواب یون دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی ببینتہا لانہا خارجۃ خانیۃ
والبیت للزوج الا ان یکون لہا بینۃ بحر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید
نہین کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہون اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وہذا الوجیز فان مات
احدہما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل الصالح لہما فالقول فیہ للحی ولو رقیقا وقال الشافعی و مالک الکل بینہما وقال
ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لہا ذکرہا اسبعۃ وعدّ فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت مین تھا جبکہ زوج
اور زوجہ دونون زندہ ہون اور اگر ایک انمین سے مر گیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل مین یعنی اس متاع مین جو دونون کے لائق ہے
اختلاف کیا تو اسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے کہا کل مال دونون کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال
زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے مین سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خانیہ مین نو قول شمار کیے ہین ہم اقوال

کہ میرا ہی تو وہ صاحب خانہ کا ہی ہم اسمین اور مسئلہ سابقہ مین فقہا نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد السفینۃ

وما فیہا واحدہما یعرف ببیع الدقیق والاخر انہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر دو مرد ہین ایک ناؤ

مین جسمین آٹا ہی سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعوے کرتا ہی اور ایک شخص ان مین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اسکا ہی جو آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور ناؤ اسکی ہی

جو ملاح مشہور ہی بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہا راکب واخر ممسک واخر یجذبہا واخر یمدہا وکلہم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا ولا شئ للماد

اور اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہی اور دوسرا شخص اسکو پکڑے ہی اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہی اور چوتھا اسکو بہاتا ہی اور سب اسکا دعوے کرتے ہین تو وہ کشتی

تین شخصون مین تین تہائی ہی اور بہانے والے کا اسمین کچھ نہین ہم شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہین کہ وہ مزدور ہی کذا فی الطحطاوی رجل یقود قطار ابل

واخر راکب ان علی الکل متاع للراکب فکلہا لہ والقائد اجیرہ وان لا شئ علیہا فللراکب ما ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم

وتمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار کھینچتا ہی اور دوسرا شخص سوار ہی اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہی تو سب اونٹ اسکے ہین اور قطار

کھینچنے والا اسکا مزدور ہی اور اگر اونٹون پر اسباب نہین تو سوار کا وہ اونٹ ہی جسپر وہ سوار ہی اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہین بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا

بیان اسکا خزانۃ الاکمل مین ہی ہم یعنے اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہی دعوون کے دفع کرنے مین یعنے مدعی علیہ کے اپنے اوپر دعوی مدعی کا نہ آنے دینا ہم جیسے دفع دعوے قبل برہان مدعی صحیح ہی ویسے ہی

بعد برہان بھی صحیح ہی اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہی جیسے بعد حکم صحیح ہی اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہی اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہین

اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہی اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر ملخصا لما قدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما جبکہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر

کیا اسکو جو خصم ہوتا ہی اب ذکر شروع کیا اسکا جو خصم نہین ہوتا قال ذو الید ہذا الشئ المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اجرنیہ

او رہننیہ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب وبرہن علیہ علی ما ذکر والعین قائمۃ لا ہالکۃ وقال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ

او بوجہہ او شرط معرفتہ بوجہہ ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وہو لا یعرفہ الا بوجہہ لا یحنث ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیہ عن

خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد انتہی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شی جسکا مدعی دعوی کرتا ہی خواہ وہ منقول ہو

یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا مجھکو عاریتہ دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہی زید نے جو غائب ہی یہان سے یا مین نے اسکو شخص غائب سے غصب لیا ہی اور امور مذکورہ

پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شی متنازع فیہ قائم ہی نہ ہالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اسکے نام اور نسب سے یا اسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد نے اسم اور

نسب کے ساتھ اسکی روشناسی بھی شرط کی ہی تو بموجب قول محمد اگر قسم کھائے کہ مین فلانے کو نہین پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہین پہچانتا مگر اسکی صورت سے

تو حانث نہوگا ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہی کہ ائمہ فقہ کا اعتماد محمد کے قول پر ہی انتہی تو اسکو یاد رکھنا

چاہیئے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہ لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اس مدعی

کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہم اور اگر ملک مقید کا دعوی

ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہوگی اور ذی الید

اسکے آزاد کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یؤخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف

نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہی ہم حیلہ گری

اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

پاس ودیعت رکھتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو مالک
کا حق باطل ہوجاوے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہو کہ لوگون کے حالات دیکھتا رہے اور انکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسفؒ قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی ہونے
او رلوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وھذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیھا اقوال خمسۃ علماء کما بسطہ
فی الدرر او لان صورھا خمس عینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع مخمسہ ہر کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ درر
مین مشرح ہی یا مخمسہ ہونیکی یہ وجہ ہی کہ اس مسئلے کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہم اقوال خمسہ مین سے پہلا
قول وہ ہی جو متن مین مذکور ہی دوسرا قول ابو یوسفؒ کا تیسرا قول محمدؒ کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضروری ہی چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے
مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہوجاتی ہی کہ اسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وقیدہ نظر
اذا الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیھا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او فصل منہ فوجدتہ بحرا وھی فی بیان
مزارعۃ بزازیۃ فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ او الودیعۃ فقال فلا یزاد علی
الخمس فی فحرزتہ فی شرح الملتقے مین کہتا ہون او رعینی کے قول مین گفتگو ہی اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہی اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو
وکیل کیا یا اس گھر مین مجھکو زید غائب نے رکھا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو نکال لیا یا اسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تھی سو مین نے اسکو پایا کذا فی البحر
یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہی تو اب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہی جو بزازیہ مین ہی کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت
کے ساتھ ملحق ہی بزازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہی والکان ھالکا او قال الشھود اودعہ من
لا نعرفہ او قرّ ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتھبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی
علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصبتہ منی او غصبہ منی فلان الغائب
لایندفع حیث تندفع اور اگر وہ چیز ہلاک ہوگئی ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہی اسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے
یون کہا کہ مین نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی
نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کرلیا مجھسے یا یون کہا چورالیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا
مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجھسے چورالیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجھسے یا اسکو غصب کرلیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب
اسکا ذکر آویگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہوجاویگی وھل تندفع بالملک المجہول لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ
مجہول غصب قول صحیح یہ ہی کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ ہم یعنے اگر مدعی نے یون کہا کہ یہ چیز میری ملک ہی اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہی اور
مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہی تو بقول صحیح دعوی مدعی کا دفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرھن علیہ
کالتنازع فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہی اور اسپر
گواہ لایا تو کل صورتہائے مذکورہ مین خصومت مندفع نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہین یعنے مالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوگی کہ دفع خصومت کے واسطے
قیام مین اور معرفت شہود کو شارح شرط کرچکا ہی اور دعوی خرید اور ہبہ مین اقرار قبضہ ملک ہی اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہی مدعا علیہ کے فعل کا
قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعتہ عندی او رھن من فلان تندفع مع البرھان علی ما ذکر کہا ذی الید نے
مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہی پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہی میرے پاس یا رہن ہی فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر یعنے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہوجائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول ہوگا مگر جبکہ مدعی اسکو گواہوں سے
ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہی ولو برھن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ فمنع الدفع بزازیہ
اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنے اسکے دعوے ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہی دفع
خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک ای نفسہ فلو برھن کما له
لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرھن لتوافقھما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مینے اسکو فلانے
شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اسکے دفع مین کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذی الید
گواہ نلاوے بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہی پھر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اسکو ودیعت رکھا ہی تو خصومت
مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرھن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ مینے اسکو غائب سے خرید کیا اور
اسنے مجھکو وکیل کیا ہی اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنے ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ مدعی
احق بالقبض ہی کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وھی عجیبۃ اور اگر ذی الید
نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے مین تو اسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہی یعنے انکار مین تو تسلیم
ہو اور تصدیق مین تسلیم نہین ھم طحطاوی نے کہا اسمین ہرگز کچھ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہی وہ غائب پر سرایت نہین کرسکتا اور اسیطرح
علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجب نہین اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ثم اقتصار الدرر وغیرھا علی دعوی الشراء فیہ اتفاقی فلذا قال ولو ادعی
انہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرھن علیہ وزعم ذو الید ان ھذا الغائب اودعہ اندفعت لتوافقھما ان الید
لذلک الرجل پھر اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہی سواسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہی اس سے
فلانے غائب نے غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی
بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہی ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ لا تندفع بزعم ذی الید
ایداع ذلک الغائب استحسانا بزازیہ اور اگر بجاے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے
کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہی از روے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوھبانیہ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید کل
یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اس سے
اجارہ لینے کا مدعی ہی تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح ھم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہی کیونکہ ہر واحد
ملک عین کا مدعی نہین اور یہی علت ہی مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رھنا وشراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شراکے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل
اور مشتری تو سب کا خصم ہی یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہی وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل
ملحقہ بشارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمھل الی المجلس الثانی صغری اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہی
تو اسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغری للمدعی تحلیف مدعیہ الایداع علی البتات در مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے
یقین پر جائز ہی کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہی اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہی لیکن اسکا
تمام ہونا یعنے قبول ایداع اس سے متعلق ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہی اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین

انتھے تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولا تحلیف للمدعی علی العلم و تمامہ فی البزازیۃ اور اسکو یعنے مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہے ھ جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع مین اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے تعلق نہین کذا فی البحر و کل بنقل امتہ فبرھنت انہ اعتقھا قبل الدفع لا للعتق ما لم یحضر المولی ابن ملک مولی نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو دعوے نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جبتک مولے نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہے دو مردونکے دعوی کرنے مین یعنے تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر لہ سبب کما علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہوچکا ھ خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقتا احدھما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ھ یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان نکرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسیکی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی و قال ابو یوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنے جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت مین و ثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ھذا العبد لی غائب عنی منذ شہر و قال ذو الید لی منذ سنۃ فیقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبۃ لا ملکہ فلم یوجد التاریخ من الطرفین فیقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام اور ابو یوسف اس صورت مین ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہین تو اسی واسطے حجت خارج محکم ہوگا و قال ابو یوسف یقضی للمؤرخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ھ منح الغفار مین جامع الفتاوے سے یون منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مؤرخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک حالت انفراد مین مؤرخ کی ترجیح ہے انتہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مؤرخ کے واسطے ہے خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمؤرخ کے کچھ معنے نہین اسواسطے کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہے بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی و ینبغی ان یفتی بقولہ لانہ اوفق و اظہر و کذا فی جامع الفصولین و اقرہ المصنف اور سزاوار یون ہے کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جاے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین مین ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ھ منح الغفار مین بجاے ینبغی یفتی ہے وھو الاظہر ولو برھن خارجان علی شیء قضی بہ لہما اور گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبضہ مین ہے تو دونون کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا ھ دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد مین ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصون نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ بینات حجج شرعیہ ہے مین تاحتی الامکان اسپر عمل واجب ہے اور یہان عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تبدل ایدی شی واحد پر اوقات مختلفہ مین ہوا کرتا ہے

باب دعوی الرجلین

تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اسپر اعتماد کرتا ہے جو اسنے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برهنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیة پھر اگر دو شخص گواہ
لائے نکاح کے دعوے مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہو ھم یعنے اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصون نے ساتھی دعوی کیا اور
ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہین معیت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اسکے واسطے حکم
ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا
فی الطحطاوی و لو میتة قضی بینهما و علی کل نصف المهر و یرثان میراث زوج واحد و لو ولدت یثبت النسب منهما و تمامه فی الخلاصة
اور اگر عورت میت ہو تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر
عورت جنی یعنے بعد اسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہے ھم خلاصہ مین باقی بیان یون ہے کہ ولد مذکور دونون شخصون
سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون ولد کے متروکہ سے اب واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر و هی لمن صدقته اذا لم تکن فی ید من کذبته و لم یکن دخل
من کذبته بها اور عورت اسکی زوجہ ہے جسکی مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اسکے پاس نہو جس مدعی کی اسنے تکذیب کی اور جسکی اسنے تکذیب کی اسنے
عورت کی وطی نکی ہو ھم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصون نے ایک عورت مین تنازع کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہ اولے ہے اور اگر تاریخ
بیان نکی یا دونون کی تاریخ برابر ہو تو اگر ایک کا قبضہ ثابت ہے چنانچہ وطی یا اپنے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولے ہے اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت
تاریخ راجح ہے سب سے پھر قبضہ پھر وطی پھر اقرار یعنے صاحب تاریخ مقدم ہے ظہیریہ مین ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر مین ہے تو صاحب خانہ اولی ہے
کذا فی الطحطاوی هذا اذا لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بها اور یہ یعنے اعتبار تصدیق عورت اسوقت ہے جبکہ دونون نے تاریخ بیان نکی سو اگر تاریخ
بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہے یعنے سبقت تاریخ کے ساتھ قبضہ اور دخول کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلو ارخ احدهما فهی لمن
صدقته او لذی الید بزازیة قلت و علی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدهما و لم ار من نبه علیه فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت
اسکی زوجہ ہے جسکی اسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور بموجب اس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہوچکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار
کرنا لائق ہے اور مینے نہین دیکھا اسکو جسنے اسپر آگاہ کردیا ہو تو غور کر اسمین ھم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر صریحاً آگاہ کردیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ
موجبات رجحان سے ہے و ان اقرت لمن لا حجة له فهی له و ان برهن الآخر قضی له اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ نہین
تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنے جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا اسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب
برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح و لو برهن احدهما و قضی له ثم برهن الآخر لم یقض له الا اذا ثبت سبقه
لان البرهان مع التاریخ اقوی منه بدونه اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اسکے واسطے حکم ہوگیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اسکے واسطے
حکم نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ھم ہرچند
بیان دونون دعوون مین تاریخ ثابت ہے اسواسطے کہ سبقت نہین ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول
کی تاریخ سے تو گویا اسنے اصلاً تاریخ مذکور نکی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرهان خارج علی ذی ید ظهر نکاحه
الا اذا ثبت سبقه ای ان نکاحه اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہوچکا
مگر اس صورت مین برہان خارج سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنے یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وادعی
سبب الملک بان برهنا علی شراء شیء من ذی الید فلکل نصفه بنصف الثمن ان شاء او ترکه انما خیر لتفریق الصفقة علیه

اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شی کا حکم ہوگا بعوض نصف
نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا یعنے نہ لینے میں کہ اسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنے پوری چیز اسکے واسطے باقی نرہی اور شاید
اسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادھوری پر وان ترک احدهما بعدما قضی لهما لم یاخذ الاخر کله لانفساخه بالقضاء فلو قبله فله اور اگر
ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے سو اگر
قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اسکو جائز ہے وهو ای ما ادعیا شراءه للسابق تاریخا فان ارخا فیرد البائع ما قبضه من الاخر الیه
سراج اور وہ یعنے جسکی خرید کا دونوں نے دعوے کیا اس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اسنے دوسرے سے
لیا کذا فی السراج ثم سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہے جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مورخ
کے واسطے کذا فی الطحطاوی وهو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدهما او استوی تاریخهما اور وہ یعنے متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں
مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے وهو للذی وقت ان وقت احدهما فقط والحال انه لا ید لهما
وان لم یوقتا فقد مر ان لکل نصفه بنصفه اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے توقیت کی اور (وقت بیان کیا ۱۲)
حالانکہ دونوں کا اسپر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت نہ کیا تو انکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من
هبة وصدقة ورهن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو ثم وجہ ترجیح خرید یہ ہے
کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک
بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن وهذا ان لم یورخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوته اور یہ یعنے تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر
اسوقت ہے جبکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اسکے قوی
ہونے کے سبب سے ولو ارخت احدهما فقط فالمورخ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ
والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنے اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر
مقدم نہیں وهذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنے برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح
فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری هبة الکافی وتصحیح علما مختلف ہے
اس چیز میں جو قابل قسمت ہے جیسا گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن
کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الهبة من الدرر یہ رد ہے عمادی پر کہ اسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہے اور اس مسئلے میں شیوع
طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمهر سواء فینصف ویرجع هی بنصف القیمة وهو بنصف الثمن
او یفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیر لے اور مدعی خرید نصف ثمن
پھیر لے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ھم یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے
میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکسان ہیں کیونکہ ہر ایک یعنے خرید اور مہر معاوضہ
مثبت ملک ہے مشتری کو فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب تفرق صفقہ کے کما مر هذا اذا لم یورخا وارخا واستوی تاریخهما فان سبق تاریخ احدهما
کان احق یہ یعنے استواء خرید اور مہر اسوقت ہے جبکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی

تاریخ سابق ہو تو وہی احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من هبة او رهن وصدقة عمادیة والمراد من النکاح المهر کما حرره فی البحر خلافا للجامع
مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام مین مہر ہے چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے ہم صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یون
سمجھا کہ دو شخصون نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ مین اسکا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ مین نے اسسے نکاح کیا اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد
نہین بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہے یعنے عقد چنانچہ لواحق کلام مجیدا اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی
ثم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامة من رجل واحد لا مرجح فتکون ملکا له منکوحة للآخر فتدبر یعنے برابر ہے نکاح اور خرید اگر
دو شخصون نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی مین اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اسکو ہم
وجہ استوا یہ ہے کہ خرید اور نکاح مین منافات نہین یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر ورهن مع قبض احق من هبة بلا عوض مع قبض استحسانا
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہین حالانکہ
عقد ضمان اولے ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہبہ اولے ہے رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بها فهو احق لانها بیع انتهاء والبیع ولو بوجه اقوی
من الرهن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولے ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العین معهما
استویا مالم یؤرخا واحدهما اسبق اور اگر شی متنازع فیہ دونون مدعیون کے قبضے مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دونون کی
تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق نہو یعنے درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہے وان برهن خارجان علے ملک مؤرخ او شراء مؤرخ
من واحد غیر ذی ید او برهن خارج علے ملک مؤرخ وذو ید علے ملک مؤرخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق
مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اس ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے
تو سابق احق اور اولے ہے ہم بائع مین غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم مین وان
برهنا علے شراء متفق تاریخهما او مختلف عینی وکل یدعی الشراء من رجل اخر ووقت احدهما فقط استویا ان تعدد البائع وان اتحد
فذو الوقت احق ثم لا بد من ذکر المدعی وشهوده ما یفید ملک بائعه ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شهدوا بید فقولان بزازیه
اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین یا مختلف ہین کذا فی العینی اور ہر مدعی کا دعوے کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی
مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور
اسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اسکے بائع کی درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبضہ کی یعنے درصورتیکہ
بالفعل بائع کا قبضہ نہین قبضہ سابق کی گواہی دی بلا ذکر اسکی ملک کے تو اسمین دو قول ہین کذا فی البزازیہ ہم بزازیہ مین ہے کہ گواہون نے اگر گواہی
دی خرید اور نقد بہا اور قبضہ کو ذکر کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبضہ بائع کی
گواہی دی نہ اسکی ملک کی تو اسمین فقہا مختلف ہین کذا فی الطحاوی فان برهن خارج علے الملک وذو الید علے الشراء منه او برهنا علے
سبب ملک لا یتکرر کالنتاج وما فی معناه کنسج لا یعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحوها ولو عند بائعه درر فذو الید
احق من الخارج اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنے پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو جیسا کپڑا بننا غیر معاد یعنے کپڑا جب

قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودھ کا دوھنا اور صوف کا تراشنا اور مانندان اسباب غیر مکرر کے اگرچہ اسباب مذکورہ اسکے بائع کے
(روئی کے کپڑے ۱۲)
پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق ھم نتاج سے مراد یہ ہی کہ مدعی کی ملک مین نتاج ہوا ہو یا اسکے بائع کی ملک مین یا اسکے مورث کی ملک مین
جامع الفصولین مین ہی کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی
اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہی تو گویا دونون کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب
او ودیعۃ او اجارۃ ونحوھا فی روایۃ درر وکان سببا یتکرر کبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوہ او اشکل علی اھل الخبرۃ
فھو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوی نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو جیسا کہ غصب
ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کے روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہوسکتا ہی جیسا کہ عمارت بنانا اور درخت
جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کھیت لونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید
کی اسواسطے کہ مدعی خارج میں بن اصل ہی اور ہمنے جو بیان عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ھم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام
ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہی مین نے اسسے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح
دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہی بسبب امکان تکرار اور گیہون کا لونا بھی مکرر ہوسکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہے اسکو ایک زمین مین لوتا ہی پھر اسکو چلنی سے چھان
لیتا ہی اور دوسرے کھیت مین لوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہون مین نے لوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہی اور حدیث
نتاج یہ ہی جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضہ مین اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اسکی ہی اسکے پاس جنی ہی اور
قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلا دی اور یہ حدیث مشہور ہی
لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا جیسا کہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی وان برھن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذو الید یعنی
علی الشراء من الاخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص
خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان
ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اسکے قبضے مین چھوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہو ھم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی
وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت انیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ
اور کہا محمد نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب مین کہتے ہین شیخین کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہی اسکی طرف سے دوسرے
کی ملک کا ھم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اسمین بالاجماع تساقط ہی بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترا اتفاقا
اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا ترجیح بزیادۃ عدد الشھود
فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی
دلیل کی قوت سے نہ اسکی کثرت سے ھم قوت دلیل کی یہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل تو
مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک
آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علی ھذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاھدین والاخر اربعۃ فھما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ

مذکورہ پر تفریع ہی کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونون برابر ہین اسمین لیئے اقامت شہادت ماخوذہ مین
اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین فلا الاکثر عدد اولا بزیادۃ العدالۃ لان للمعتبر اصل العدالۃ ولا حد للا عدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہین عدالت
کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہی اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہین ھم لیئے اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے
کے گواہ اعدل ہون تو ترجیح واقع نہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص انسے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہو سکے کا انکا حال
ہی کذا فی الطحطاوی دار فی ید اخر ادعی رجل نصفہا واخر کلہا وبرھنا فللاول ربعہا والباقی للاخر بطریق المنازعۃ وھو ان النصف
سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الاخر فینصف ایک گھر ایک شخص کے قبضہ مین ہو ایک مرد نے اسکے
نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے
بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا
ہو چکا اسکے اقرار سے پھر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنے تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین
ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث لہ والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلۃ کلا ونصفا فالمسئلۃ من اثنین وتعول الی ثلثۃ اور صاحبین
نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنے
اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کی طرف یعنے تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ھم عول یہ کہ
مخرج مین سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو سہم کم کر ڈالا جالے چنانچہ اسکا مفصل بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمۃ اربعۃ ما
بطریق العول اجماعا وھی ثمانیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراھم مرسلۃ وسعایۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر
کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہے جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور
وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ھم میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین انکے پورے ہونے
کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مر گئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہے اور بطریق
عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہو سکتے تو ارباب دیون مین بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً
ایک شخص کی میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت کے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت
کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مجموع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو
تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنے محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت
ہے وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاے سو دونون شخصون کے لیئے
تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے
کے واسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیمابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جاے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاے
اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اسکے حصے کے سعایت ساقط ہو جائیگی
اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین داخل کر دین ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی
صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دیے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونون

له اسلیے کہ زوج کے تین سہم ہیں اور سگی بہن کے تین سہم اور ایک سہم اخیافی بہن کا ۱۲ نسبت بہن کا ...

له ۲ بشرطیکہ میت کا مال اور کچھ نہو اور ورثہ وصیت کو جائز نہ رکھیں ۱۲

بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاے جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعة اجماعا وهي مسئلة الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امامؒ اور صاحبینؒ کے اور وہ دو فضولیون کا مسئلہ ہے ہم مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام پنجہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولے نے دونون بیعون کو جائز رکھا تو دونون مشتریون کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعة عنده والعول عندهما وهو ثلث مسائل مسئلة الکتاب اذا اوصی لرجل بکل ماله او بعبد بعینه والاخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبینؒ کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنے مسئلہ دار جو متن مین مذکور ہو چکا اور جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل و نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق مین ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اسکو کفایت کرے یا کفایت نکرے اور ورثہ جائز رکھین تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عنده والمنازعة عندهما وهي خمس کما بسطه الزیلعي والعیني وتمامه فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امامؒ کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبینؒ کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکون مین ایک مولے نے اسکو سو درم دیے یعنے کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو سو درم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امامؒ کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی مین بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ ادا ثبت ہوے اسکے شریک کے نصیب مین صحیح ہے نہ خود اسکے نصیب مین دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ارباع ہوگی یعنے سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے دو وارث ہین سوا ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد مین اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امامؒ کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبینؒ کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ مین اور مولے اسکی قیمت دے پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع مین سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عنده ان القسمة متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمة شائعا فعولیة او ممیزا او لاحدهما شائعا وللاخر فی الکل فمنازعة اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امامؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ مین بطور شیوع کے یعنے بلا امتیاز تو اس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہے اور دوسرے کا حق کل مین

۵۷ یعنے غلام کے دس ہزار کے عوض خواہ اسکا عوض غلام ... ہے ہو

تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہے ھم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ او عین شائعًا اسواسطے کہ ذمہ مین تجیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تھا شائعًا فی البعض
دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی فعندھما متی ثبتا معًا علی الشیوع فعولیۃ والا فمنازعۃ فلیحفظ اور صاحبین کے جب دو حق
ساتھ بطریق شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہے اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنے اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام و صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین ولو الدار فی ایدیھما فمعی
الثانی نصف لا بالقضاء ونصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنے ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی
ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ھم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو مدعی
ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوے اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول
کے قبض مین ہے اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنے مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنے مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی
ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدھا کلھا وآخر نصفھا وآخر ثلثھا وبرھنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندھما بالعول وبیانہ فی الکافی
اور اگر گھر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر
امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے ھم امام کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہے
پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک سو اناسی سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے
اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور مدعی ثالث کے چھبیس سہم اور اسکا بیان منحۃ الطحطاوی مین شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا
ولو برھنا علی نتاج دابۃ فی ایدیھما او احدھما او غیرھما وارخا قضی لمن وافق سنھا تاریخہ بشہادۃ الظاھر اور اگر دو مدعی گواہ لائے
ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنے جانور کی پیدائش
کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ھم یعنے جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق
ہے اسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یؤرخا قضی بھا لذی الید سو اگر دونون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی
تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولھما ان فی ایدیھما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے
پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقھما بان خالف او اشکل فلھما ان کانت فی ایدیھما او کانا خارجین فان فی ید احدھما
قضی بھا لہ ھو الاصح قلت وھذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتنبہ اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اسطرح پر
کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر انکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر
ایک مدعی کے قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہ یعنے مصنف کی یہ تعبیر وان لم یوافقھما بہتر ہے اس تعبیر سے
جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکھ لے ھم وجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال
دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت برھن احد الخارجین علی الغصب من زید والآخر علی الودیعۃ
منہ استویا لانھا بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے
پاس اسنے ودیعت رکھی تو دونون برابر ہین یعنے اس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے
غصب ہوجاتی ہے ھم اسواسطے کہ مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اسپر ضمان واجب

ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہے تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوے کیا لہذا دونون
متساوی ہوئے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف و فی نسخۃ العقل او
عیانۃ کالاشباہ والدیۃ لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور
قتل مین اسی طرح ہے مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجاے قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ مین ہے ھ وجہ حریت مسلمین یہ ہے کہ دارالاسلام
دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی
ظاہر حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جبکہ ایک
شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اسپر حد قذف ماری نجاویگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور
اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا
قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت ہو اور نسخ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا
ایک ہی مطلب ہے اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا انتہی وحینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال الحر ام لا انہ عبد فانکر و
قال انا حر الاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اسوقت یعنے جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اسیکا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب متمسک ہونے اس شخص کے اصل بات
سے یعنے حریت سے واللابس للثوب احق من اخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے ھ یہان سے وہ مسائل شروع
ہوئے جن مین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہے بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ اسکے
قبضہ مین ہے تو اسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کھالی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا
شخص جیتیگا انتہی لابس ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اسکا تصرف ظاہر تر ہے آخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور
آخذ خارج اور ذی الید اولے ہے خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل مین کذا فی
الطحطاوی والراکب احق من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے
اور دونون دعوے کرتے ہین کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہے بسبب ظاہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ احق
ہے اس شخص سے جو اسکے پیچھے بیٹھا ہے یعنے اسواسطے کہ تمکن اسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہے وذو حملہا ممن علق کوزہ بہا لانہ اکثر تصرفا
جسکا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اسپر لٹکا دیا ہے اسواسطے کہ اسکا تصرف یعنے لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے
دوسرے کے تصرف سے ھ حمل بکسر حا و سکون میم اس بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ
سواء کجالسی دار لکن سیجیء اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے دونون تصرف مین برابر ہین مانند ان دو شخصون کے جو گھر
پر بیٹھے ہین اور مالکیت مین برابر ہین ھ تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہے اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبضہ نہین بلکہ قبضہ اسوقت
ہوتا جب فرش اسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھا لیجاتا کذا فی الدرر کمن معہ ثوب وطرفہ مع الآخر لا ھدبتہ ای طرفہ الغیر منسوج
لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند ان شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا
دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جسکے ہاتھ مین کپڑے کا ہدبہ یعنے جھبر ہے ھ ہدبہ یعنے کپڑے کا طرہ بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہے

بخلاف جالسین فی دار تنازعا فیہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما عینی بخلاف ان
دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم انصافاً انصاف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین
اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصون کے سوا کسی اور کے قبضے مین ہو اور وہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہے کہ فرش دونون شخص کے
سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات
الاخر ولو من خشب فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انہما بنیا معاً فلذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی
مربعاً دیوار اس شخص کی ہے جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی
آدھی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین مرکب اور
پیچ ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اسپر کہ دونون دیوارین ساتھ ہی بنی ہین اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع
بنائی جاتی ہے ہم اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم
ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر
لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہے اور قول ظاہر کرخی کا
یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اسکی دیوار سے
بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جاوے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل تینے واحد کے حکم مین ہونگے انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال
او ہرادی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع اسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہے یعنی لگاؤ ہے بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب اور ادخال
ہے یعنی سوراخ کرکے لکڑی اسمین داخل کرنا یا اسکی دیوار نہین جسکے نیچے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہرادی جمع ہے ہردیہ کی کسر
منح الغفار اور درر مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین اور انپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند انکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا چھانپ بولتے ہین
خلاصہ یہ ہے کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ نیچے رکھنا بل یکون بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذع
الواحد احق منہ خانیہ بلکہ نیچے والی دیوار دونون پڑوسیون مین مشترک ہے اگر دونون اسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار نیچے والے کی مخصوص
نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ ترحق دار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدہما جذوع وللاخر اتصال فلذی الاتصال
وللاخر حق الوضع وقیل لذی الجذوع ملتقی وقدمنا فی العینی اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے
اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہے
کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے ہم محیط مین ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح ہے ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت و مجاورت اور وضع جذوع
و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے کذا فی الطحطاوی واما حق المطالبۃ
برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیان
ظلم سے رکھی گئین انکے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کر دینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط
لا یعود تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر دھنیون کا مالک الکار ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان
مین نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو

ف
یعنی اشباہ
مین اس مسئلہ
[illegible]
اگر ساقط
نہین ہوتی
۱۲

مطالبہ رفع کا حق ثابت ہی اور اگر صاحب یوز دھنیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وذو بیت من دار
فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا اسمین اس گھر کے جسمین بہت کوٹھریان
اور دالان ہین اس شخص کے مانند ہی جسکی بہت کوٹھریان اور دالان ہین اُس گھر مین اسکے صحن کے حق مین تو صحن گھر کا دونون مین نصفا نصف ہی راہ کے مانند ہی یعنی
صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پھرنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان پھیرنے مین وفی غیر ذلک جیسا کہ صاحب بیت اور صاحب
منزل اور صاحب اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ دونون برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف
پانی لینے کی باری کے جبکہ دو شخص اسمین جھگڑا کرین تو اسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اسکے سینچنے کے یعنی آب پاشی مین تھوڑی زمین والا بہت زمین
والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہی تو جتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اسکا اندازہ بقدر اراضی کے ہی برھنا
ای الخارجان علی ید لکل منہما فی ارض قضی بیدہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبض زمین مین تھا تو دونون
کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برھن علیہ ای علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن اوبنی قضی
بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسمین تصرف کرتا تھا اسطرح پر کہ اسنے اسمین اینٹین یا تھین
یا عمارت بنائی تو اسکے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے یعنی تمکن ایسے مذکورہ اسکے قبض کی دلیل ہی ادعی الملک فی الحال وشہد
الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقائہ ما لم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوے
کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہی یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی
ایک زمانے مین تو اسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہی جبتک وہ چیز پائی نجائے جو اسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر صبی یعبر عن نفسہ ای یعقل ما یقول
قال انا حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہی یعنی جو کہتا ہی اسکو سمجھتا ہی وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اسکا قول
مقبول ہی اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہی یعنی اگر اسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اسکے انکار کے بدون شہادت
معتبر نہین کذا فی الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید کمن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم ید نفسہ اگر صغیر عاقل نے
کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا جیسا کہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہین کہ اپنا
حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر یعنی جبکہ اسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسکی مملوکیت
ذی الید کے اس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہی معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہین کہسکتا کہ اقرار صغیر کے حق مین معتبر نہین
علی الخصوص کہ اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہی کذا فی الطحطاوی فلو بلغ وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما قررنا ان التناقض فی دعوے
الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ دعوی حریت مین
تناقض صحت دعوی کا مانع نہین ہی علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہ باب ہی نسب کے دعوی مین الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہی ایک استیلاد کی دعوت
وہ یہ ہی کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو وہم اکثر عرب طعام مین دعوت فتح دال پڑھتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ
دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہی یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نرہا ہو والاول اقوی لسبقہا واستنادہا

لوقت العلوق فلا قصاد دعوة التحرير على ما سنذكره اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہے بسبب اسکے سابق ہونے کے اور اسکے مستند ہونے کے وقت
علوق سے اور مقصود دوسرے یعنے دعوت تحریر کے بالفعل ہے اور عنقریب یہ بیان واقع ہوگا مبيعة ولدت لاقل من ستة اشهر منذ بيعت فادعاه البائع
ثبت نسبه منه استحسانا لاتصال العلوق بها في ملكه ومبنى النسب على الخفاء فيعفى فيه التناقض یعنی لونڈی جنی چھ مہینے سے کم مدت میں
جس وقت سے کہ اسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک مین
اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہوگا اور بیان قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا
یہ اقرار ہے اسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہین تو اب دعوی نسب کا صحیح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنا نسب پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہے
جبکہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہین رہا پھر ظاہر ہوتا ہے
کہ نطفہ اسیکا ہے تو یہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے اسقاط مین واذا صحت استتبعت فصارت ام ولد فيفسخ البيع ويرد الثمن اور جبکہ
دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اسکا مشتری کو پھیر
دیا جائیگا ولكن لو ادعاه المشتري قبله ثبت نسبه منه لوجود ملكه فيها وهي باقراره ويحمل على انه نكحها ثم استولدها ثم
اشتراها ولیکن جبکہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوے سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا
ام ولد ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک مین پھر استیلاد
کیا پھر اسکو خرید کر لیا ولو ادعاه معه اي مع ادعاء البائع او بعده لا لان دعوته تحرير والبائع استيلاد فكان اقوى كما مر اور اگر مشتری نے
بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اسکے دعوے کے دعوی کیا تو اسکا دعوی صحیح نہین اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد
ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب مین وكذا يثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد
لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے ہم یعنے حریت میں
اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے ويأخذه البائع بعد موت امه
ويسترد المشتري كل الثمن في الاصح اور بائع ولد کو لے لیگا اسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیرے
واعتاقهما اي اعتاق المشتري الام والولد كموتهما في الحكم اور دونون کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونون کی موت کے مانند
حکم مین ہے قوله والولد واو بمعنى او لتبيين جمع بين المعطوف والمعطوف عليه یعنی جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر
بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اسکا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہین حق ولد مین اسواسطے کہ اگر
صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہین رکھتا اور نہ ماں کے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل مین صحیح
نہوا تو تابع کے حق مین بالاولی صحیح نہوگا كذا في الخلاصة عن الفتح والتدبير كالاعتاق لانه ايضا لا يحتمل الابطال ويرد حصته اتفاقا [illegible]
لا كل الثمن على الصحيح من مذهب الامام كما في القهستاني والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر
بھی اعتاق کے مانند بطلان کا احتمال نہین رکھتا ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون
ولد کے كذا في الملتقى وغيره اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب پر چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہے ونقله في الدرر والمنح عن
الهداية على خلاف ما في الكافي من انه [illegible] اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی مین [illegible] نقل ہے

ہم در مین جو اسے یہ منقول ہے کہ جب مشتری مان کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیرے گا صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے
چنانچہ کچھ موت مین انتہی اور کافی و نہایہ وغیرہ مین مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیرے نہ اسکی مان کا حصہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین
اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاویگا اور اسی طرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر مین لکھا اسی طرح شمس الائمہ
بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اسنے اسکی تصحیح کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اسکو بیان کیا ہے
انتہی وعبارۃ المواہب فان ادعاہ بعد عتقہا وموتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفیا برد حصتہ وقیل یرد حصتہا
فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اسکی مان کے یا اسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب
بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مان کا حصہ ثمن اعتاق مین بالاتفاق پھیر دیجاوے
انتہی کلام تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت للمذکورۃ لاکثر
من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور اگر
لونڈی مذکور جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے
مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی معنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ہم ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی
اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی اسواسطے
وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنے مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے
تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنی گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو
ولدت فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت
حمل کے مابین مین یعنے سات مہینے سے تئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع
کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اسکی تکذیب
کی خواہ ولد کا دعوے کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم ہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ
عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور
ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہین ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح
گواہ بھی اسیکے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون
ستۃ اشہر والاخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے
پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونون لڑکون
کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھ مہینے
کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توامین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول مین دعوے بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے
مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت
نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اس ولد کو بیچا جو اسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے

میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصراً وهذا اذا صدقه الابن والابن ونده فلا لانه اذا عاد الابن الی التصدیق یبقی اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اس صورت مین ہی کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے تصدیق کرنیکے نسب ثابت ہوگا مگر اس صورت مین جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپکے اقرار کے ھم یہ تفصیل وہان جاری ہی جہان صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرهن علیه الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہی واما الاقرار بانه اخوه فلا یقبل لانه اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہی سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہی یعنی تو بلا تصدیق اسکے کیونکر مقبول ہو

فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست وارثه ثم ادعی انه وارثه وبین جهة الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اسکا وارث نہین ہون پھر اسنے دعوی کیا کہ مین اسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہی اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہی ھم جامع الفصولین مین ہی کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تلک جہت ارث بیان نکرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہی یا باپ ولو ادعی بنوة العم لم یصح ما لم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہی تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو برهن انه اقر انه ابنه تقبل لثبوت النسب باقراره ولا تسمع الا علی خصم هو وارث او دائن او مدیون او موصی له اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ مین اسکا بیٹا ہون تو مقبول ہی بسبب ثابت ہونے نسب کے اسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین مگر خصم پر یعنی وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیه حقا لابیه وهو مقر به او لا فله اثبات نسبه بالبینة عند القاضی بحضرة ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپکے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی انه ابن ابیه فلو اقر به امر بالدفع الیه ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یاخذه من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنی اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہین اسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برهن علی موت ابیک وانک وارثه ولا یمین والصحیح تحلیفه علی العلم بانه ابن فلان وانه مات فان نکل الابن البینة بذلک وتمامه فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اسکا بیٹا ہی اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہین اور قول صحیح یہ ہی کہ اسکی تحلیف ہی علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مر گیا یعنی مدعا علیہ یون قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مر گیا ہی پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے کے لیے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بینہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی ستائیسوین فصل سے ھم جامع الفصولین مین باقی بیان یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یعنی قسم لیجاویگی نہ علم کی انتہی ملخصاً اور یہ بیان اٹھائیسوین فصل مین ہی نہ ستائیسوین مین کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم هو عبدی وقال الکافر هو ابنی فهو حر ابن الکافر لینال الحریة حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہی کہ وہ میرا غلام ہی اور کافر کہتا ہی کہ وہ میرا بیٹا ہی تو وہ آزاد ہی کافر کا بیٹا بسبب اسکے حاصل کرنیکے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ھم یعنی دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہی اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اسکو آزادی حاصل نہوتی یحتمل م ابن الکمال بانه یکون مسلمان حکما

دارالاسلام و هذا هو للتحفة فليحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دارالاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفہ کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأة لصبي معهما هو ابني من غيرها فقالت هو ابني من غيره فهو ابنهما ان ادعيا معاً والا ففيه تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھ ہی دعوی کیا اور اگر ساتھ ہی دعوی نہیں کیا تو اسمین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال هو تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط التصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اسی سے اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصاً وهذا لو غير معبر فلو كان معبرا فهو لمن صدقه اور یہ یعنی دونوں کا دلد ہونا اسوقت ہے جبکہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قيام ايديهما وفراشهما يفيد انه منهما اسواسطے کہ زوجین کا قبضہ طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے هو طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فهو ابنهما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امة اشتراها فاستحقت غرم الاب قيمة الولد يوم الخصومة لا نه يوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق مالک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو ندیگا وهو حر لانه مغرور والمغرور من يطأ امرأة معتمدا على ملك يمين او نكاح فتلد منه ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال وكذا الحكم لو ملكها بسبب آخر اي سبب كان عيني كما لو تزوجها على انها حرة فولدت له ثم استحقت غرم قيمة ولده سوا اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سوا خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومة فلا شيء على ابيه لعدم المنع كما مر وارثه له لانه حر الاصل في حقه فيرثه سوا اگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اسکے باپ پر لازم نہین بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہوچکا اور میراث ولد کی اسکے والد کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق میں تو وہ اسکا وارث ہوگا فان قتله ابوه او غيره فقبض الاب من ديته قدر قيمته غرم الاب قيمته للمستحق كما لو كان حيا سوا اگر ولد کو اسکے باپ نے قتل کیا یا اسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا درصورت حیات ولد ولو لم يقبض شيئا لا شيء عليه وان قبض اقل لزمه بقدره عيني اور اگر باپ نے قاتل غیر سے کچھ خون بہا نلیا تو اسپر کچھ تاوان نہین اور اگر اسکا خون بہا اسکی قیمت سے کم لیا تو اسپر تاوان اسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بها اي بالقيمة في الصورتين كما يرجع بثمنها لو هالكة على بائعها اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیرے دونوں صورتوں میں یعنی ایک ملک اور تزوج میں جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے پھیرے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنی اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اسکے مستحق کو اسکی قیمت اور اسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اسکا ثمن اور ولد کی قیمت پھیرے وكذا لو استولدها المشتري الثاني لكن انما يرجع المشتري الاول على البائع الاول بالثمن فقط كما في المواهب

ولد المغرور

دفیرہا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی
المواہب وغیرہا لا بعقرہا الذی اخذ منہ المستحق للزوم باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض فی غایۃ البیان
مر فی متفرقات القضاء ویجیٔ فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے
منافع جماع کے حاصل کر لینے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کیساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات مین گذر گئے اور کتاب الاقرار
مین بھی انکا ذکر آویگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہے ہر منجملہ مواضع مخفیہ اقرار رضاع
ہی تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اسکے اسکا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہا
یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر اس نے طلب میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہے
میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ انکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجہت خفا بینونت کے ظاہر ہے اور از انجملہ ہے کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا کر ایک کو لیا پھر
جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ لا تسمع
الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم یعنے دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد
یہان دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا تسمع
علیہ لکونہ ذا ید مگر میت پر دعوی مسموع نہین مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کر دے اور اسکے قبض مین کر دے تو اسپر دعوی مسموع ہوگا
ثانیہ مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہ استثنا منقطع ہے بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے تہائی مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
ولا یحلف للمدعی علیہ لانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب ہم فیحلف علیہ وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ
کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہووے
پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوی وصی مین انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون
مسئلون مین ظاہر دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی
میت واستحقاق مبیع ودعوی آبق قسم نہین برہان کے ساتھ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوی
عبد آبق مین ہم تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہے کہ جسنے میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے
یون قسم لے کہ واللہ میرا دین نہین پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے
کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ میں نے اسکو معاف کر دیا کل نہ جز اور نہ مین نے کسی کو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق
ٹھیر نکلی گواہون سے تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ مین نے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری
ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے اسکا دعوی کیا اور گواہون سے
ثابت کیا کہ وہ اسکا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لیجائے کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک مین باقی ہے یا ہبہ سے اسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جب قسم کھائی
تو اسکو دیا جاوے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا کہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو غائب ہے اپنی بھلائی سے اسکی رعایت
حال ہو کذا فی الطحطاوی الاخرا لا یحلف مع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری
ودعوی الاباق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھ یعنے جب مدعا علیہ نے دعوی کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہین ثبوت دعوی مین مگر

اگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں اور بسبب استحقاق عین میں مشتری اور غلام آبق
کے دعوے میں ہم یہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جبکہ پھر
اوپر ہو تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر یہ بدون گواہوں کے اسکو دین دے گا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل
قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہ فلان بن فلان نے مجھکو وصی کیا اور وہ مر گیا اور اسکا اسپر اتنا ہے پھر
مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نکرے اُسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دے گا تو بری الذمہ
نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہوا اور اثبات دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوے کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا
تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ دلا دے تاکہ اسکا حق تمام ترکہ سے متعلق ہو جاوے اور
اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اسکے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے وارثوں کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے جبکہ استحقاق کا اقرار
کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیرے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار سے العلم
جائز ہے تاکہ مشتری رجوع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوے کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہے اور
اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب بینہ جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لَا تَحْلِيفَ عَلَى حَقٍّ مَجْهُولٍ اِلَّا فِي سِتٍّ اِذَا اتَّهَمَ الْقَاضِي وَصِيَّ يَتِيمٍ وَمُتَوَلِّي وَقْفٍ وَفِي رَهْنٍ مَجْهُولٍ وَدَعْوَى سَرِقَةٍ وَغَصْبٍ وَخِيَانَةِ
مُودَعٍ قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چھ صورتوں میں جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول میں اور دعوی سرقہ و غصب
اور خیانت مودع کے دعوی میں ہم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اُسنے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجھکو یاد نہیں کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ
قسم چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی استحلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں
کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق معلوم دونوں سے قسم لے بہ نیابت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوے کیا مثلاً
ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاوے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو ذکر کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل میں محل
دعوے مع الجہالۃ متفق علیہ ہے مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے میں بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً لَا يَحْلِفُ

الْمُدَّعِي اِذَا حَلَفَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ اِلَّا فِي مَسْئَلَةٍ فِي دَعْوَى الْبَحْرِ قَالَ وَهِيَ غَرِيبَةٌ يَجِبُ حِفْظُهَا اَشْبَاهٌ قُلْتُ وَهِيَ مَا لَوْ قَالَ الْمَغْصُوبُ
مِنْهُ كَانَتْ قِيمَةُ ثَوْبِي مِائَةً وَقَالَ الْغَاصِبُ لَا اَدْرِي وَلَكِنَّهَا لَا تَبْلُغُ مِائَةً صُدِّقَ بِيَمِينِهِ وَاُلْزِمَ بِبَيَانِهِ فَلَوْ لَمْ يُبَيِّنْ يَحْلِفُ عَلَى
الزِّيَادَةِ ثُمَّ يَحْلِفُ الْمَغْصُوبُ مِنْهُ اَيْضًا اَنَّ قِيمَتَهُ مِائَةٌ وَلَوْ ظَهَرَ خُيِّرَ الْغَاصِبُ بَيْنَ اَخْذِهِ اَوْ قِيمَتِهِ فَلْيُحْفَظْ مدعی قسم کھائے
جبکہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بحر الرائق کی کتاب الدعوے میں مذکور ہے قسم ہے مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے
کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکورہ یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھے اور غاصب نے کہا کہ میں اسکو نہیں جانتا و لیکن اسکی
قیمت سو تک نہیں پہنچتی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کھانے کے ساتھ اور پھر بیان قیمت لازم کیا جائیگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو
زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم نہ تھے پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجاوے کہ اسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے
ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مذکورہ چاہے اسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں اگر مدعی قسم کھائے کہ وہ اسکی قیمت
سو درم تھے تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب بعد قسم کھانے یا نکھانے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم کھائے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں ہم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالی وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ فرمایا حق تعالی نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ اِنَّ الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ اِمَّا مُنْکِرٌ اَوْ مُقِرٌّ وَهُوَ اَقْرَبُ لِغَلَبَةِ الصِّدْقِ اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہے یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق سے قریب تر بجانب مسلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوے میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں ضرر ہو یا اسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے هُوَ لُغَةً الْاِثْبَاتُ یُقَالُ قَرَّ الشَّیْءُ اِذَا ثَبَتَ وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قَرَّ الشَّیْءُ جبکہ شئی ثابت اور مستقر ہو وَشَرْعًا اِخْبَارٌ بِحَقٍّ عَلَیْهِ لِلْغَیْرِ مِنْ وَجْهٍ اِنْشَاءٌ مِنْ وَجْهٍ قَیَّدَ بِعَلَیْهِ لِاَنَّهُ لَوْ کَانَ لِنَفْسِهِ یَکُوْنُ دَعْوٰی لَا اِقْرَارًا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ مقید صرف مقر ہی مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی کُلٍّ مِنَ الشِّبْهَیْنِ بِقَوْلِهِ پھر مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا بعض جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فَلِلْوَجْهِ الْاَوَّلِ وَهُوَ الْاِخْبَارُ صَحَّ اِقْرَارُهُ بِمَالٍ مَمْلُوْکٍ لِلْغَیْرِ وَمَتٰی اَقَرَّ بِمِلْکِ الْغَیْرِ یَلْزَمُهُ تَسْلِیْمُهُ اِلَی الْمُقَرِّ لَهُ اِذَا مَلَکَهُ بَعْدَهَا مِنَ الزَّمَانِ لِنَفَاذِهِ عَلٰی نَفْسِهِ وَلَوْ کَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ لِعَدَمِ وُجُوْدِ الْمِلْکِ تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اس مال کا مالک ہو بعد کسی مدت کے بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب موجود نہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر جس مال کا مالک تھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت میں تو اسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص ایک چیز کا دعوے کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم الی المدعی کا حکم ہوگا وَفِی الْاَشْبَاهِ اَقَرَّ بِحُرِّیَّةِ عَبْدٍ ثُمَّ شَرَاهُ عَتَقَ عَلَیْهِ وَلَا یَرْجِعُ بِالثَّمَنِ اَوْ بِوَقْفِیَّةِ دَارٍ ثُمَّ شَرَاهَا اَوْ وَرِثَهَا صَارَتْ وَقْفًا مُؤَاخَذَةً لَهُ بِزَعْمِهِ اور اشباہ میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اسپر آزاد ہوجائے گا اور اسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہوجائے گا اسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہے غیر پر وَلَا یَصِحُّ اِقْرَارُهُ بِطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ مُکْرَهًا وَلَوْ کَانَ اِنْشَاءً لَصَحَّ لِعَدَمِ التَّخَلُّفِ اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بسبب عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا میں مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے وَصَحَّ اِقْرَارُ الْعَبْدِ الْمَاْذُوْنِ بِعَیْنٍ فِیْ یَدِهِ وَالْمُسْلِمِ بِخَمْرٍ وَبِنِصْفِ دَارِهِ مُشَاعًا وَالْمَرْاَةِ بِالزَّوْجِیَّةِ مِنْ غَیْرِ شُهُوْدٍ وَلَوْ کَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے غیر مقسوم اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہوتا ہم درصورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار تبرع ہوتا اسکی جانب سے اور عبد ماذون تبرع کا اہل نہیں اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکا حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا تو اقرار لازم نہ آتی

تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہی نہ غیر کو مالک کر سکتا ہی اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اسکے اخبار ہونے کے اور
اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسیطرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا اور
نہ بلا شہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواه علیه بانه اقر له بشیٔ معین بناءً علی الاقرار له بذلک به یفتی لانه اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا
لم یحل له لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمه برضاه کان ابتداءً هبة وهو الاوجه بزازیه اور مسموع نہیں دعوی مقر
اسطرح کہ اسنے اسکے واسطے شئی معین کا اقرار کیا بنا برآں اقرار کے اسی قول کا فتوی ہی اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہی یہانتک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر له کو وہ
چیز حلال نہیں یعنے اسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہیں ہان اگر مقر اپنی خوشی مقر له کو وہ چیز تسلیم کرے
تو اب یہ ابتداءً ہبہ ٹھہریگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہی کذا فی البزازیه الا ان یقول فی دعواه هو ملکی واقر لی به او یقول لی علیه کذا وهکذا
اقر به فتسمع اجماعا لانه لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے مین یون کہے وہ شئی میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار بھی
کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اسپر اتنا ہی اور اسیطرح اسنے اقرار بھی کیا ہی تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا
سبب نہیں ٹھہرایا ثم لو انکر الاقرار هل یحلف الفتوی انه لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی مالک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار
کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لیجائیگی یا نہیں فتوی یہ ہی کہ اس سے اقرار پر قسم نلیجائیگی بلکہ مال مدعا پر قسم لیجاوے واما دعوی الاقرار فی الدفع
فتسمع عند العامة اور اقرار کا دعوی تو دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہی
کہ اسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا یہ کہ مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہی تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہین وللوجه الثانی وهو الانشاء لو رد المقر له
اقراره ثم قبل لا یصح ولو کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے کے اگر مقر له نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح
نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہان صحیح نہیں جہان اقرار رد ہو جاتا ہی رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد
نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو انمین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنے کے مقر له اسکا دعوی کریگا تو مقبول ہی اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے
رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہی کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہو تو نکاح ثابت
ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے
ولو اعاد المقر اقراره فصدقه لزمه لانه اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقر له نے اسکی تصدیق کی تو اسکو لازم
ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہی جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود اور تصادق لو انکر اقراره الثانی لا یحلف ولا تقبل علیه بینة قال البزازی
وفی الاشباه قبولها واعتمده ابن الشحنة واقره الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم لیجائیگی اور مقر له کے گواہ
اسپر مقبول نہونگے قاضی بدیع اور استاد صاحب قنیہ نے کہا اور اشباہ میں قبول بینہ ہی اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہی اور شرنبلالی نے
اس قول کو ثابت رکھا ہی والملک الثابت به بالاقرار لا یظهر فی حق الزوائد المستهلکة فلا یملکها المقر له ولو اخبارا لملکها اور جو ملک
کہ اقرار سے ثابت ہو وہ ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق مین تو زوائد مذکورہ کا مقر له مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو انکا مالک ہوتا مثلا زید نے
کہا کہ یہ باغ خالد کا ہی اور پھل اس باغ کے لیا تھے سو اسنے توڑے اور اپنے تصرف مین لایا تو زید پر اسکا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت مین
اقرار انشا ہی گویا اسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوه ماذون لهما ان اقر بتجارة

کاقرار محجور بحد و قود الا فبعد عتق و مغمی علیہ کمجنون و سبحی السکران و من المکرہ بحق معلوم او مجہول صح معلوم یا
مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق سوداگری
ہو تو صحیح ہی جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص مین صحیح ہی اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اسکا
مواخذہ بعد اُسکے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہی جسکا اقرار صحیح نہین اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار
عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق مین بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہین ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال مین صحیح ہی اسواسطے کہ یہ
ضروریات تجارت سے ہی اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اُنسے معاملہ نکرے تو جو امر متعلق تجارت ہی وہ اذن مین داخل ہی چنانچہ دیون اور عواریۃ
اور ودائع اور غصوب اور جو امر متعلق تجارت نہین چنانچہ مہر اور جنایات اور ضمانات ہیں انکا اقرار صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لان جہالۃ
المقر بہ لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع و اجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مضرت نہین کرتی
مگر جبکہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت مضر کرتی ہی چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ کاہے مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہی
اسطرح کہ اُسنے کچھ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اُسکو معلوم نہین ہان بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہی مثلا اقرار کیا کہ اُسنے فلانے سے کوئی چیز بیع
کی یا اجارہ رکھی یا کوئی چیز خریدی کی تو اقرار صحیح نہین اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا و اما جہالۃ المقر فتضر کقولہ علی احدنا الف درہم جہالۃ المقضی
علیہ الا اذا جمع بین عبدہ و نفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہی چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص ہزار
درم تیرے ہین بسبب نہ معلوم ہونے اُس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جاے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہم مثلا
ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہین مجھپر یا میرے غلام پر تو صحیح ہی اسواسطے کہ ہر صورت مولی پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر و کذا لا تضر جہالۃ المقر
لہ ان فحشت کقولہ لواحد من الناس علی کذا اور اسیطرح مقر لہ جہالت مضر کرتی ہی اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کیا کہ لوگون میں سے ایک شخص کا
مجھپر اتنا مال ہی و الا لا کلاحد ہذین علی کذا فیصح و لا یجبر علی البیان جہالۃ المدعی بحر و نقلہ فی الدرر و لکن باختصار مخل کما بینہ
عزمی زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو تو ضرر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہی تو صحیح ہی اور مقر پر جبر کیا جائیگا
بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہی لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہم مثال مذکور مین اسواسطے
اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر بھول بھی جاتا ہی صاحب درر کی
نقل مین خلل یہ واقع ہوا کہ اُنسے جبر علی البیان ذکر کیا ہی اور عزمی زادے کا حاصل بیان یہ ہی کہ مقر پر جبر اُس صورت مین ہی جبکہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی
جہالت میں اسواسطے کہ جبر ہونا ہی صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان مجہول ہی کذا فی الطحطاوی و لزمہ بیان ما جہل کشیء و حق بذی قیمۃ
کفلس و جوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ و جلد میتۃ و صبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اُس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اُسنے
مجہول بیان کیا مانند شیء اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار
کی کھال اور صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہی اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جبکہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہی
یا حق تو اُسپر بیان لازم ہی قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہی کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ میری حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی
اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہ حق لائق اعتبار کے ہی و القول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ اکثر منہ
ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہی اُسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادت کا اگر مقر لہ اُسکے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوی کرے اور

اُسکے گواہ نہون ولا یصدق فی اقل من درهم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کم مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی سو اسطے
کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب الزکوة فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقة وصدق فی
مال عظیم لو بینه من الذهب والفضة اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوة سے کمتر کے
بیان مین اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہے تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
ہم نصاب زکوة کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرعًا لہذا اسکے صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی
اسکو غنی کہتے ہین ومن خمس وعشرین من الابل لانها ادنی نصاب یؤخذ من جنسه اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اسکی تصدیق نہوگی اگر یون
بولا کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر
نصاب پانچ اونٹ ہین جنمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوة ہم نصاب نہین لیجاتی ان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا
ہے تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمة فی غیر مال الزکوة اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر مین
تصدیق نہوگی غیر مال زکوة مین ہم یعنی جس مال مین زکوة واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو
یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اسنے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دوسو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہین تو اسکی
تصدیق نہوگی ومن ثلثة نصب فی اموال عظام ولو فسره بغیر مال زکوة اعتبر قیمتها کما مر اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق
نہوگی اس قول مین کہ علی اموال عظام یعنی مجھپر بہت سے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوة یعنی ثیاب وغیرہا سے کریگا تو تین نصابون کی
قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام مین تین نصابین اسواسطے معتبر ہوئین کہ تین ادنی جمع ہین وفی دراهم ثلثة اور
دراهم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنی اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین دراہم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراهم
او دنانیر او ثیاب کثیرة عشرة لانها نهایة اسم الجمع اور اگر اقرار کیا کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس
کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہا ہے اسم جمع ہے تو وہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر
شارح یون کہتا لانها اقل مدلول جمع الکثرة تو بہتر ہوتا اور یہ قول نہ ہی احد القولین ہے کذا فی الطحطاوی وکذا درهما درهم علی المعتمد اور
اس اقرار مین کہ علی کذا درہما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضه لزمه مائة درهم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کیا اسطرح کہ علی کذا درہم تو سو
درم لازم ہونگے وفی دریهم او درهم عظیم درهم والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجة زیلعی اور اس اقرار مین کہ علی درہیم بلفظ تصغیر یا یون کہا
کہ علی درہم عظیم ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر مین رائج اور مشہور ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی
ہم یعنی تصغیر اور تعظیم مین پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درهما احد عشر اور اس اقرار مین کہ علی کذا کذا درہما گیارہ درم
لازم ہین ہم اسواسطے دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے ذکر کئے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر عدد عشر ہے اور اکثر تسعة عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے
اور زیادتی اسکی بیان پر موقوف ہے کذا فی البحر وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیره بالواو احد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علی کذا وکذا
مقر پر اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر ہے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے ہم اگر شارح یون کہتا لانه اقل نظیره تو بہتر
ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر له فحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علی کذا
کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہین ہم عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا ومعها فمائة وواحد وعشرون اور اگر

کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہم اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے
ساتھ مائۃ واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربع مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر
الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اسطرح کہ الف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہون گے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر
ولو خمس زید عشرۃ آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہون گے اسطرح کہ عشرۃ آلاف والف
ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائۃ
الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہون گے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد
سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وھکذا یعتبر
نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علی او قبلی فھو اقرار بدین لان علی للایجاب
وقبلی للضمان غالبا اگر بولا کہ اعلی یعنی اسکا مجھپر یا یون بولا کہ قبلی یعنی اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہو اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہو اور لفظ قبلی
ضمان کیواسطے غالبا مستعمل ہو ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب مین مستعمل ہوتا ہو اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہو نہ عین اور قبلی کا
لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہو لیکن ایجاب مین اسکا استعمال غالب ہو اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہو کذا فی الاتقانی وصدق
ان وصل بہ ھو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازا ودیعت کا بھی
احتمال رکھتا ہو ہم اسواسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہو اور وجوب ودیعت مین بھی متحقق ہو اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہو اور قبلی کا استعمال معلوم
ہو چکا کہ امانت مین بھی ہوتا ہو وان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو علی یا قبلی سے جدا کہا تو اسکی تصدیق نہو گی بسبب ثابت
ہونے دین کے سکوت سے یا لکا مین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی
یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہو کہ وہ چیز امانت ہو عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہو یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میری تھیلی مین
یا میرے صندوق مین ہو جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراھمی کذا فھو ھبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہو یا جسکا
مین مالک ہون اسکا ہو اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکا اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہو نہ اقرار ولو عبر بفی مالی او فی دراھمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر
لفظ فی سے تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اسکا اتنا ہی تو یہ شرکت کا اقرار ہو فلا بد لصحۃ الھبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہو
ہبہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمیع مال مین بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین ہم پس جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس
قول کے اسنے اپنا سب مال اسکو دیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا فلا یصح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ھبۃ اور قاعدہ کلیہ یہا
یہ ہی کہ جب مقر نے مقربہ کو اپنی ملک کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنا اسکے منافی ہو کہ اسکو محمل خبر کیجئے اور
ہو کہ وہ اخبار ہو نہ انشا بسبب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو ہبہ مین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہو اگر اسکو اپنی ذات کیطرف مضاف نکیا مثلا یون کہا
کہ ہذا المال لفلان یعنی یہ مال فلانے شخص کا ہو تو یہ اقرار ہو نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانھا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض
وارد ہوگا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہو نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہ ہو کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کیطرف موجود ہو اور باوجود اسکے
یہ اقرار ہو نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہو کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہو چنانچہ لکھنؤ کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہو تو یہ
سکونت شہر کی اضافت ہو نہ ملک کی ولا الارض التی حدودھا کذا لطفلی فلان فانہ ھبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون

مما يحتمل القسمة فيشترط قبضه مفرزا انتهى للاضافة تقديرا بدليل قول المصنف اقر لآخر بعين ولم يضفه لكن من المعلوم
لكثير من الناس انه ملكه فهل يكون اقرارا او تمليكا ينبغي الثاني فيراعى فيه شرائط التمليك فراجعه ۔ اور یہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ
مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلانے طفل کی ہے اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہے اگرچہ طفل نے اسپر قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر
باپ کے پاس ہے تو باپکا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوب اس قسم سے ہو جسمیں قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپنے صغیر کو اسمیں سے بعض ہبہ کیے نہ سب تو
اسکا جداگانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد ہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کیطرف تقدیری ہے مصنف کے اس
قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شئ معین کا اقرار کیا اس شئ کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شئ مقر کی مالک ہے تو کیا
یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب ثانی ہے یعنی یہ قول تملیک ہوگا تو اسمین شرائط تملیک کی مرعی ہون گی سو اسکی طرف مراجعت کر ہم قاعدہ مذکور سے
یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت کرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم ارض اضافت اقرار ہوا ورحالانکہ وہ ہبہ ہے
خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہے لیکن اسمین اضافت تقدیری ہے گویا اسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ
میرے فلانے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ مالک اس زمین کی لوگون کو معلوم ہے الحاصل اضافت الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہے
خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہوتا کہ وہ متکلم کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قال لی علیک الف فقال اتزنہ

او انتقدہا او اجلنی بہ او قضیتکہ ایاہ او ابرأتنی منہ او تصدقت بہ علی او وہبتہ لی او احلتک بہ علی زید ونحو ذلک
فھو اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک مع زیادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار ہین سونیکے اسنے کہا تو
وزن کرلے یا انکو پرکھ لے یا انکی مجکو مہلت دے یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تونے مجکو وہ معاف کردیے ہین یا تونے مجکو وہ خیرات مین دیے ہین یا انکو تونے
مجکو ہبہ کردیا ہے یا مین نے تجکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے ہزار کی طرف
ان سب مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنی اثبات اسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل
الاستہزاء فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شئ اور یہ یعنی اقرار اسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور
خوش طبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دین تو مجیب کو کچھ لازم نہو گی اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب نے خوش طبعی کا دعوی کیا
بلا شہود تو اسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا اتحاسب فما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک
لا یکون اقرارا لعدم انصرافہ الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور ایسے ہی حساب کیجیو کہ
مین نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نپھرنے ضمیر کے ہزار مذکور کیطرف تو یہ کلام جداگانہ
ٹھہرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہما یجعل
ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ جو کلام کو صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتداے کلام ہونے کی
تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتداے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا
ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان
الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنی تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اسوقت ہے جبکہ مخاطب کا جواب
کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو

عوارض مین مقبول ہو یعنی مدت عارض ہو کیونکہ عقد ثابت نہین ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہو اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہو کذا فی الحموی

کاقرار الکفیل بدین موجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا اسواسطے کہ مدت مین ضامن

ہی کا قول مقبول ہو بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنے کے اسواسطے کہ ضمانت مین مدت لوازم ہو نہ عارض کہ شرط پر اسکا ثبوت

موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب والی لونڈی کا خریدنا [illegible] مالک بائع کا اقرار ہی جیسے

گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعۃ بحر والاعارۃ والاستیہاب والاستیجار

ولو من وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید و مول

چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور عاریۃ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ

جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہوگا بسبب

تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہو بخلاف طلبہ ابرائہ عن جمیع

الدعوی ثم الدعوی بہما لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار وصححہ فی جامع الفصولین وصحح فی الوہبانیۃ بخلاف

اسکا ابرا کرنیکے جمیع دعاوی سے پھر دعوی کرنیکے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ایک شخص کا اپنے مال

کے جمیع دعاوی سے اسکا مستغنی نہین کہ غیر کیطرف سے بھی اسپر دعوی نکرے ذکر کیا ہی اسکو درر مین [illegible] الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہی اسکو جامع صغیر

بر خلاف تصحیح وہبانیہ جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہی کہ استیام اور استیجار [illegible] اقرار ملک [illegible]

مین ہی کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین اسواسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو [illegible]

کی ملک ثابت ہوتی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی ووفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ہذا کان اقرارا وان

قال ابیع ہذا لا ویؤیدہ مسئلۃ کتابتہ وختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات

اسطرح توفیق کی ہی کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ بیچنا ثبوت ہی اسکی ملک کا اور طالب خریدار ہوا اور اگر یون بولا کہ کیا

اسکو بیچتا ہی تو اقرار نہوگا یعنی اس احتمال سے کہ [illegible] ہو کہ اپنی ملک [illegible] اسکی کتابت

اور بیعنامے پر مہر کرنیکا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہی تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے

یا غیر کے واسطے جائز ہی تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہی بطریق اولی عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی ولہ علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم

وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہی وہ تمام درم ہین یعنی سو درم اور ایک درم اور اسیطرح

مکیل اور موزون از روے استحسان کیونکہ قیاس ہی کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اسی سے کروائی جاوے کہ سو درم مراد ہی یا سو

کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ درم بیان ہی مائۃ کا عادت مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دو بار بولنا اور

کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہان ہی جو بکثرت مستعمل ہو مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین

بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمے پر اسطرح بکثرت نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب او مائۃ وثوبان

یفسر المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول مین کہ اسکا مجھ پر سو اور ایک کپڑا ہی اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا مقر سے کہ کیا اسکی

مراد ہی اسواسطے کہ وہ مبہم ہی غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف فانصرف التفسیر

الیھما لا ستوائھما فی حاجة الیہ اور اس قول مین کہ مجپر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے
برخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائیگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف
عطف مذکور نہین تو تفسیر مائة اور ثلثہ دونون کیطرف پہرگئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین ولا اقرار بدابة
فی اصطبل تلزمه الدابة فقط اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم آئیگا نہ اصطبل ہم یعنی یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل مین ہے سو فلانے
شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہوگا نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقله
لزماه والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقوله درهم فی درهم اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے
کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اُس چیز کا اوٹھالے جانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر نقل اُسکا متصور نہین
جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ اُنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونے کی صلاحیت
نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجپر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدر یعنی اس صورت مین درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی ہوگا
کہ اُسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کہجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور گیہون گون مین کذا فی الدر قلت ومفاده
انه لو قال دابة فی خیمة لزماه ولو قال ثوب فی درهم لزمه الثوب ولا عبرة فیهما مین کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے
کہ اگر کہا مجپر جانور ہے خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنی اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر یون کہا کپڑا درم مین مجپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا
اور اسکو مین نے صریح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدے سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے
وبخاتم تلزمه حلقته وفصه جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اُسکو اُسکا حلقہ اور اُسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ
اور نگین سے وبسیف جفنه وحمائله ونصله اور تلوار کے اقرار مین اُسکا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہے وبحجلة بحاء فجیم بیت مزین
بستور وسود العیدان والکسوة اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بحاے مہملہ پہر جیم عبارت ہے اُس کوٹھری سے جو آراستہ
پردون اور چارپائیون سے طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑے
بنایا جاے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور اب غنائط الفاظ ہی سے اُسکو مسہری بھی کہتے
ہین وتمر فی قوصرة او بطعام فی جوالق او فی سفینة او ثوب فی منديل او فی ثوب یلزمه الظرف کالمظروف فلما قدمناه
اور اس اقرار مین کہ مجپر کہجور ہے ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اُسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اُس
دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقول ہین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے ہین ومن قوصرة مثلا لا تلزمه القوصرة و
نحوها اور کہجور ٹوکری کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اُسکے کوئی ظرف لازم نہوگا اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار
ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرة وطعام فی بیت فیلزمه المظروف فقط لامتناع العشرة لا تکون ظرفا للواحد عادة
جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اُسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف
نہین ہوتے عادت مین وبخمسة فی خمسة وعنی معنی علی او الضرب خمسة لما مر والزمه زفر بخمسة وعشرین اور یون اقرار کیا
کہ اُسکے مجپر پانچ فی پانچ ہین اور لفظ فی کو بمعنے علے قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی اور زفر نے
مقر پر پچیس لازم کیے ہم چونکہ علی مقتضی الفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہو چکا ہے ضرب اجزا کو

زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمستہ فی خمستہ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جزء ہیں اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب
کہے کہ لہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم نہونگے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے
اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نکی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کیے گئے اس سے معلوم ہوا
کہ ایسی صورت میں خلاف ہے فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی بمعنی مع مراد رکھے گا چنانچہ
مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولیٰ ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف
الثانیۃ وما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھپر ایک درہم سے دس تک یا مابین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے
اسواسطے کہ مافوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درم کا وجود ہو نہیں سکتا بدون پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف مابین الحائطین کے کہ وہاں
دونوں حدیں داخل محدود نہیں امام کے نزدیک محدود میں حد داخل نہیں ہوتی اسواسطے کہ حد مغایر محدود ہے لیکن یہان پہلی حد کے داخل کرنے
میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہوسکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد بضرورت محدود میں داخل ہوئی اور دوسری
حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر فلذا قال وفی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ
سو اسی سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے ذمہ ایک کر گیہوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اسپر دونوں کر لازم
ہونگے سوا ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہے [illegible] قفیز [illegible] ہیں اور قفیز کر سے [illegible]
نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی [illegible] سے اور نہ نصف اسکی
لہذا قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دراہم الی عشرۃ دنانیر یلزمہ الدراہم وتسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر
نہایۃ اور اگر یوں کہا کہ اسکے مجھپر دس درم ہیں دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دینار لازم ہونگے امام ابوحنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنی اسواسطے
کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی لہ من داری ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا ہے
گھر میں سے ما بین اس دیوار کے اس دیوار تک تو مقرلہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی من درہم الی عشرۃ میں پہلی
حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہان کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل نہونگی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا وصح الاقرار
بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اذ صح
ہوا اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اسطرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر میں
اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے مدت مذکورہ میں یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اسطرح کہ میری اس
لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ ہے کہ کسی شخص نے مقرلہ کے واسطے حمل کی وصیت کی
ہوگی اور وہ مر گیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر [illegible] ولو الحمل غیر آدمی [illegible] ادنی مدۃ یتصور ذلک عند اہل
الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوہرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشہر واقلہا لبقیۃ الدواب ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا
حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بکری کی
اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں وصح لہ ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث
والوصیۃ کقولہ مات ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فیجوز الا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے

یعنی یون کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ مین ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکے واسطے
ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یون کہنا کہ اس جنین کا باپ مرگیا سو وہ اسکا وارث ہوا یا اس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے
وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہین چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدته حیا لاقل من نصف حول
مذ اقر فله ما اقر وان ولدت حیین فلهما نصفین ولو احدهما ذکرا والاخر انثی فکذلك فی الوصیة بخلاف المیراث ای فانه
یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اسکو زندہ نصف سال سے کم مین جس وقت کہ اقرار کیا تو وہ مال اسکا ہے جسکا اسنے اقرار کیا اگر دو زندہ
لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسیطرح نصف نصف مال دونون کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنی نر
مادہ کے دو حصے ملینگے ہم اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنے گی تو اسکو کچھ نملیگا مگر در صورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کم مین کذا فی الطحطاوی
وان ولدت میتا فیرد لورثة ذلك الموصی والمورث لعدم اهلیة الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی و مورث کے وارثون کو
پھیر دیا جاے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکھتا وان فسره بما لا یتصور کهبة او بیع او اقراض او ابهم
الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور
نہین چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمدؒ نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ
ثلثہ کا ہم چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہین حقیقۃً اور یہ تو صحیح ہے اور نہ حکماً اسلیے کہ اسکی طرف سے
کوئی اسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اسپر کسی کی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ یہ اور یہ فلانی عورت
حمل کی فلانی چیز ہے کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانه صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منه حقیقة کالاقراض او ثمن مبیع لان هذا
المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملة اشباه اور شیر خوار بچہ کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیر خوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقة
بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے
ومن اقر بشرط الخیار ثلثة ایام لزمه بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیة صدقة المقر له فی الخیار لتصدیقه
اقرار کیا بشرط تین روز کے اختیار رکھنے تو اسکو قرض لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقرلہ اسکی تصدیق کرے خیار مین بھی
اسکی تصدیق معتبر نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہے اور
جبکہ اقرار ہی اسوجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہے احتمال فسخ کا نہین لہذا اسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقربہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا اقر بعقد بیع وقع
بالخیار له فیصح باعتبار العقد اذا صدقه او برهن فلو قال الا ان یکذب به المقر له فلا یصح لانه منکر والقول له اقرار قابل خیار نہین مگر جبکہ
مقر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقرلہ اسکی تصدیق کرے یا مقر اسپر گواہ
لاوے سو اسواسطے مصنفؒ نے کہا کہ اگر مقرلہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقرلہ منکر ہے اور قول منکر کا مقبول ہے یعنی در صورت عدم
برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اسپر لازم آیا یعنی یون کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن بیع بالخیار کے ہین کاقرار کہ
بدین بسبب کفالة علی انه بالخیار فی مدة ولو المدة طویلة او قصیرة فانه یصح اذا صدقه لان الکفالة عقد ایضا بخلاف ما مر لانه
افعال لا تقبل الخیار نہ ملحے جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے
جبکہ مقرلہ اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین

کہ شرط ضیاء کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی الامر بکتابة الاقرار اقرار حکما فانه کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو کان للصکاک واکتب
خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشهد الا فی حد وقود دنہ تم مگر تا اقرار کے لکھنے کا
اقرار حکمی ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے
اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہی خواہ قبالہ نویس اسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال
ہی اسکی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار اخبار تو دونوں بہم متنافی
حقیقت میں بلکہ مراد یہ ہی کہ امر کتابت اقرار سبب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر وقدمنا فی الشهادة عدم اعتبار مشابهة الخطین اور
کتاب الشہادات میں بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا اقرار نامہ ظاہر کیا اور
مدعا علیہ منکر ہی اسکا سو اس سے کچھ لکھایا گیا اور اسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اسپر ثبوت دعوی کا بدون گواہوں کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح
ہی اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا از انجا قاری ہدایہ ہی کذا فی الطحطاوی تتمہ صدقت احد الورثة اقر بالدین المدعی به علی مورثه وجحد الباقون یلزمه
الدین کله یعنی ان وفی ما ورثه به برهان وشرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جسکا اسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثوں
نے اسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ خیال اسنے وراثت میں پایا ہی وہ ادائے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح مجمع
مثلا سو درم کا دعوی ہی اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث میں ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگرچہ دہ درم میراث میں
پاوے تو بھی اسپر سو درم لازم ہونگے وقیل حصته واختاره ابو اللیث دفعا للضرر اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اسکے حصے کے دین لازم ہوگا
اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اسنے اس دین کا اقرار کیا ہی جو کل ترکے سے متعلق ہی تو اسپر لازم نہوگا مگر بقدر
اسکے حصے کے ولو شهد هذا المقر مع اخر ان الدین کان علی المیت قبلت وبهذا علم انه لا یحل الدین فی نصیبه بمجرد اقراره بل
بقضاء القاضی علیه باقراره فلتحفظ هذه الزیادة درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین
تھا تو گواہی مقبول ہی اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے میں دین حلول نکرے گا بمجرد اسکے
اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اسکے اقرار سے سب دین اسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو
مقر پر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوتا تو اسکی گواہی میں اسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اسکی گواہی کا مقبول ہونا
دلیل ہی کہ اسکا اول اقرار معتبر نہیں اور بہ اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہ مشکل ہی اسواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہی اسکی ذات کے حق میں اور قاضی کا اسپر
حکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر متخرج ٹھہرے تو ظاہر ہی اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت
نہیں کی کذا فی الطحطاوی واشهد علی الف فی مجلس واشهد رجلین آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزمه المالان ان ادعاهما
کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدون بیان کیے سبب کے تو دونوں
مجلسوں کی دونوں مال یعنی دو ہزار اسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہونگے مثلا بیان سبب کی یہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجھپر
زید کے مثلا ہزار درم دین ہیں دونوں مجلسوں میں اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہی کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس میں
کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو اتحد السبب والشهود او اشهد علی صك واحد او اقر عند الشهود ثم عند القاضی

اور بعکس ابن ملک کے بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے
یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو
ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صحح ابن ملک ہم اتحاد سبب کی یہ صورت ہی کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت
ہی کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف والمنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا
فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ معرفہ یا نکرہ جب معرفہ ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا عین پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغایر ہوگا
اول و ثانی کی معرفہ ہونیکی صورت یہ ہی کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر اسی کو دوسری بار
اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونیکی یہ صورت ہی کہ اول ہزار کو مطلق کرے اسطرح کہ لہ علی الف پھر یہ کہتا ہی لہ علی الالف ثمن ہذا العبد
نکرہ کی صورت یہ ہی کہ پہلے لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہی کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الالف ثمن
ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف تمامہ فی الطحاوی ولو نسی الشہود فی موطن ام موطنین فہما مالان مالم یعلم اتحادہ
وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین
معلوم ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ ایک ہی مال لازم ہی اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہی اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر
لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی اقرار کیا پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہی اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے
اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الدرر اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا
وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہی اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنی مورث کے اقرار مین اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ
سے قسم لیجاوے اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار مین ان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ
اور اگر مقر یا اسکے وارث کا دعوی مذکور مقر لہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آوے گی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہی احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنی ہی اقرار کے بدل ڈالنے مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے
جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہی کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اس غلام کا ثمن جو میرے
قبضے مین نہین آیا ہو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل
لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم
بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء وہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہی باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ
و مستثنی کی حاصل کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہی باعتبار اجزاے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنیوالے کی
دو عبارتیں ہین عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہی کہ ابتدا ہی یون کہے کہ اسکے میرے اوپر
سات درم ہین اور یہی مطلب ہی فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہی بعد استثنا کرنیکے وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ
کتنفس او سعال او اخذ فم بہ یفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہی مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسنا
یا اسکا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا منہ بند کر لے اس قول پر فتوی ہی والنداء بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید

فلوس یا اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت مین قیمت مستثنے ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ
پر چاندی اور سونے کیطرح تو اشیائے مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئین اس واسطے ہم کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہین تو
باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت مین اجناس مختلفہ ہین سو اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہین تو انہین استثنا کرنا باعتبار معنی کے
تکلم بالباقی ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم
نہین کیونکہ متفاوت القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونون صحیح نہین کذا فی الاتقانی ملخصاً وان استغرقت
القیمۃ جمیع ما اقر بہ لاستغراقہ بغیر المساوے کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ غیر
مساوی کا استغراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف فلہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء
الکل بحر لکن فی الجوہرۃ وغیرہا علی مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شئ فحرر بخلاف اس قول کے کہ اسکا
میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہین ہے بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی
تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا مین ہے کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہین مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینارون کی سو درم
ہے یا زیادہ تو مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق المساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے حلبی نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے مین
دو قول ہین یعنی دو روایتین ہین کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہین یا دو جنس ہین واللہ تعالی اعلم واذا استثنی عددین بینہما حرف الشک کان
الاقل مخرجا کقولہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددونکو
استثنا کرے شک کے درمیان حرف شک و تردد کا واقع ہے تو عدد کثیر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول مین کہ میرے اوپر ہزار درم ہین مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو نوسو
اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمہ شک استثنا مین کثیر کا مثبت ہے واذا کان المستثنی مجہولا ثبت الاکثر نحو قولہ
علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنے
مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اسکے میرے اوپر سو درم ہین مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے بسبب
واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو سب کے نصف یعنی پچاس سے
ایکدرم گھٹایا تو اکاون باقی رہ گئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز یبطل
اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار
باطل ہوگا اور تعلیق شرط محقق یقینی کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجائے یا زندہ
رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیۃ ہل یصدق لوارہ وقدمناہ فی الطلاق انہ المعتمد
لا فلیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیت کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی
تصدیق ہوگی یا نہین مین نے اسکو صریح نہین دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعاے مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق
مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البیت من الدار
لا استثناء البناء منہا لدخولہ تبعا فکان وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا
عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین

ہم چنانچہ یہ قول صحیح نہیں کہ یہ اسکا غلام ہی مگر اسکی سیاہی مقر کی نہیں ہی وان قال بناء هذه الدار لی وعرصتها لك فكما قال لان العرصة هي البقعة لا البناء
حتى لو قال وارضها لك كان له البناء ايضا لدخوله تبعا الا اذا قال بناءها لزيد والارض لعمرو فكما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی
عمارت میری ہی اور اسکا عرصہ تیرا ہی تو ویسا ہوگا جیسا اُسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہی نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہی بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون
اقرار کریگا کہ گھر کی عمارت میری ہی اور اُسکی زمین تیری ہی تو عمارت بھی مقر لہ کی ٹھہرے گی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہی مگر جب یون کہے کہ گھر
کی عمارت زید کی ہی اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہی اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی مالک ہوگئی تو اب یہ زمین
کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدم اسواسطے
کہ عمارت مقر کی مملوک ہی پھر جب اُسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم ونخلة البستان و
طوق الجارية كالبناء فيما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہی امر مذکور مین ہم اسواسطے
کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہی تو استثنا صحیح نہوگا بنا بریہ مین ہی درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہی اور اگر جڑ سمیت
کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہی اسواسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصدًا واجب ہی نہ تبعًا وان قال مكلف له علي الف من ثمن عبد ما قبضته
الجملة صفة عبد وقوله موصولا باقراره حال منهما ذكره في الحاوي فليحفظ وعينه اي عين العبد وهو في يد المقر له فان
سلمه الى المقر لزمه الالف والا لا عملا بالصفة اور اگر یون اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اُس غلام کا ثمن جسپر مین نے ہنوز قبضہ نہین کیا
عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہی تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم
ہون گے اور نہین تو لازم نہون گے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضته کا جملہ صفت ہی غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہی جملہ
مذکورہ سے یہ مذکور ہی حاوی قدسی مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم يعين العبد لزمه الالف مطلقا وصل ام فصل
وقوله ما قبضته لغو لانه رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اُسکو ہزار لازم ہون گے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اُسکو
جدا کر کے کہے اور اُسکا یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہی اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہین كقوله من
ثمن خمر او خنزير او مال قمار او حر او ميتة او دم فيلزمه مطلقا وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقه او اقام بينة فلا يلزمه
چنانچہ اس قول مین کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اسپر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار
کے ساتھ ملا کر کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہی مگر جبکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے امور مذکورہ مین یا مقر گواہ قائم کرے تو اسپر ہزار اُسکو لازم ہون گے ولو
قال له علي الف درهم حرام او ربوا فهي لازمة مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حله عند غيره اور اگر یون اقرار کیا کہ اُسکے میرے اوپر
ہزار درم حرام یا بیاج کے ہین تو درہم مذکورہ مقر پر لازم ہون گے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اُسکے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہی شاید اور کے مذہب مین حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا اور اُسکو بائع مذکور کے
ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہی اور زیادت احد الثمنین اُنکے نزدیک حرام نہین
اور نہ بیاج ہی اور یہ تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہی کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو قال علي زور
او باطل لزمه ان كذبه المقر له والا بان صدقه لا يلزمه اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلا ہزار درم ہین بطریق زور یا بطلان تو اسپر لازم
ہون گے اگر مقر لہ اُسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اُسکی تصدیق کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ولا قرار بالبيع تلجئة هي ان يلجئك ان

تاقی امرا باطنه علی خلاف ظاهره فانه علیٰ هذا التفصیل ان کذبه لزمه البیع والا لا اور بیع تلجیه کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر له
تکذیب کرے تو بیع لازم ہوگی اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیه یہ ہے کہ کسی مضطر کرے کسی امر کے کرنے پر جسکا باطن اُسکے ظاہر کے مخالف ہو جیسے
صورت اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اُس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر میں بیع اور باطن میں تو حقیقت
یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال له علی الف درهم زیوف ولم یذکر السبب فکما قال علی الاصح اور اگر بولا کہ اسکے مجھپر ہزار
درم زیوف ہیں اور اسکا سبب مذکور کیا کہ ثمن مبیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اسنے کہا زیوف ہی لازم ہوں گے بنابر قول اصح کے درہم زیوف جمع ہے
زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نہیں چلتے ہیں ولو قال له علی الف من ثمن متاع او قرض وهی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا
لانه رجوع اور اگر بولا کہ اسکے مجھپر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلا تو اسکی مطلقا تصدیق نہ ہوگی
کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصب او ودیعة الا انها زیوف او نبهرجة صدق مطلقا وصل او فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار
درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبهرجہ تو اسکی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت
مقتضی سلامت از عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور اسیطرح مودع نبهرجہ وہ درہم ہیں جنکو سوداگر لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان
قال ستوقة او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانها دراهم مجازا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہیں مگر درہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں
تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہیں
جنکی دونوں طرف چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق بیمینه فی غصبته او اودعتنی ثوبا اذا جاء بمعیب لا بلینة اور اسکی تصدیق
ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑے کو عیب دار لاوے اور بلا گواہ تصدیق کی جاوے یا
گواہ نہیں یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کو مقتضی نہیں وصدق فی له علی الف او من ثمن متاع مثلا الا انه ینقص
کذا ای الدراهم وزن خمسة لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے
ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ہم یعنی ان ہزار درم ست ہر دو ان پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہوں
ساتھ مثقال کے کذا فی الطحطاوی ومتصلا وان فصل بلا ضرورة لا یصدق لصحة استثناء القدر لا الوصف الا یا مقر مذکور کی تصدیق ہوگی
اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہیگا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کی نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ
کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منك الفا ودیعة فهلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتها منی غصبا ضمن المقر لاقراره
بالاخذ وهو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری
تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھسے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اُسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب
ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برات کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی
الطحطاوی وفی قوله انت اعطیتنیه ودیعة وقال الآخر بل غصبته منی لا یضمن لان الاول ما انکر الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو
درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھسے تو مقر پر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسواسطے کہ
اسنے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اُسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر له کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب
ضمان کا مقر نہوا اور مقر له سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اسکا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی هذا کان ودیعة او قرضا لی عند فلان

فاخذته منك فقال المقرله بل هو لي اخذه المقرله قائما والا فقيمته لاقراره باليد له ثم بالاخذ ومنه هو سبب الضمان اور اس
قول مین کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اسکو تجھ سے لیا سو مقرلہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقرلہ قرضے لے اگر وہ چیز
موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقرلہ کے قبضہ اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہوتا ہے ادا کی اینی سبب
ضمان ہے کسی وکی الیہ ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اسکی تصدیق نہوگی وصدق في من قال اجرت فلانا فرسي هذه او ثوبي
هذا فركبه او لبسه او اعرته ثوبي او اسكنته بيتي فرده او خاط فلان ثوبي هذا بكذا فقبضته منه وقال فلان بل ذلك
لي فالقول للمقر استحسانا لان اليد في الاجارة ضرورية بخلاف ما مر مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا
سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اسکو مین نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اسکو مین نے اپنے گھر مین رکھا اور فلانے شخص نے اسبات کو ... یا یون اقرار کیا کہ فلانے
شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو مین نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے
کہ قبض اور تصرف اجارے مین ضروری ہے بخلاف ودیعت کے کہ اجارے مین قبض اقتضاے معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے یعنی استعمال منافع کے
واسطے تو مستاجر کے قبضہ کا اقرار اسکی ملک کی دلیل نہین ہوسکتی بخلاف ودیعت اور قرض کے هذا الالف وديعة فلان لا بل وديعة فلان فالالف
للاول وعلى المقر الف مثله للثاني بخلاف هي لفلان لا بل لفلان بلا ذكر ايداع حيث لا يجب عليه للثاني شيء لانه لم يقر بالايداع
یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہین بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقرلہ کے ہین اور مقر پر اسیقدر اسکے دو ہزار درم ثانی مقرلہ کے لازم ہونگے بخلاف
اس قول کے کہ وہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کہ اس صورت مین مقر پر مقرلہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اسکی
ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وهذا ان كانت معينة وان كانت غير معينة لزمه ايضا اور یہ اسوقت ہے جبکہ دراہم معین ہون
اور اگر غیر معین ہون تو مقرلہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے كقوله غصبت فلانا مائة درهم ومائة دينار وكر حنطة
لا بل فلانا لزمه لكل واحد منهما كله وان كانت بعينها فهي للاول وعليه للثاني مثلها مانند اس قول مقر کے کہ مین نے فلانے
سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہون غصب کیے نہین بلکہ فلانے سے چھینے ہین تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے اشیاء مذکورہ کے برابر لازم
ہونگے ولو كان المقرله واحدا يلزمه اكثرهما قدرا او افضلهما وصفا كقوله الف درهم لا بل الفان والف درهم جياد لا بل
زيوف او عكسه اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونون اقرارون مین مقدار
مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین نہین بلکہ دو ہزار ہین یا یون اقرار کیا کہ اسکے ہزار کھرے درم ہین نہین
بلکہ کھوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درمون کا اقرار کیا پھر کھرون کا ولو قال الدين الذي لي على
فلان لفلان او الوديعة التي عند فلان هي لفلان فهو اقرار له وحق القبض للمقر ولكن لو سلم الى المقرله برئ خلاصه اور اگر کہا
کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت
کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقرلہ کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور رد ودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ
لكنه مخالف لما مر انه ان اضاف لنفسه كان هبة فيلزم التسليم ولذا قال في الحاوي القدسي ولو لم يسلطه على القبض فان
قال واسمي في كتاب الدين عارية صح وان لم يقله لم يصح قال المصنف وهو المذكور في عامة المعتبرات خلافا للخلاصة
فتامل عند الفقير لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ مذکور ہوچکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا

تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر مقر لہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتابلہ دین مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی اور اگر یہ نکہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو پس مسئلے میز فتوی دینے کے وقت ہم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقر لہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق قبض اول کے واسطے ہی نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہوجائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر اسمین تصادق کے دین مقر لہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اسکو قبض پر مسلط نکرے تو بھی تصادق مالک مقر لہ مفید ہی اور گر حاوی کا قول اسپر محمول کیجئے کہ مقر ساکت تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہی تصدیق مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحده مرفی طلاق المریض وسیجئی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہی اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقراره بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ یا تو عمر مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہی اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہم فاروق سے مروی ہی اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہی اسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر بجاے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمین قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارح علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اسکے مرض مین معلوم ہو یعنی قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری مین تو تملیک مفید ثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب معین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جو کہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہی عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتداء کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی کہ اسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتداءً تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکایۃ سے تو حقیقی اقرار ہی کذا فی الطحطاوی یا نعم واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادائے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پر تا اسپر آخرت کا مواخذہ باقی نرہے ودین الصحۃ مطلقا وما لزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقر بہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اسکو مرض لازم ہو سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معاینہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقر بہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسبب المعروف ما لیس بتبرع کنکاح مشاہد ان بمہر المثل ما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنا اور دین کا سبب معروف وہ ہی جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہی اگرچہ نکاح جائز ہی کذا فی العنایہ ہم زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاہد او اتلاف کذلک ای مشاہد اور جنانچہ بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر و ایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سواے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر یا
اجرت کا ادا کرنا ہو ہم اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہی تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہو مریض کی قید سے معلوم ہوا
کہ جو غیر مجبور کو اصلاح کی تخصیص ممنوع نہین فلا یسلم لہما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نرہیگا مگر دو مسئلون
مین ادا ے بعض دین جائز ہی اذا قضی ما استقرض فی مرضه او نقد ثمن ما اشتری فیه لو بمثل القیمة کما فی البرهان وقد علم ذلک
ای ثبت کل منهما بالبرهان لا باقراره للتهمة دونون مسئلے یہ ہین جبکہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اسنے اپنی بیماری مین لیا یا ادا کرے اس
چیز کا ثمن جو اسنے مرض مین خریدی کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہی اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہی قرض اور خرید گواہون سے نہ اسکے
اقرار سے بسبب تہمت کے ہم تہمت یہ ہی کہ شاید اسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہو بخلاف اعطاء المهر ونحوه وما اذا اداه
حتی مات فان البائع اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم تكن العین المبیعة فی یده ای ید البائع فان كانت كان اولی بخلاف اعطاء مہر
وغیرہ کے اور بخلاف اشترا مرض کے جبکہ مریض نے اسکا ثمن ادا نکیا یہان تک کہ مر گیا تو اسکا بائع اور دین والون کے برابر ہی ثمن پانے مین جبکہ شی مبیع بائع
کے ہاتھ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھ مین ہو تو وہی مقدم ہی ہم تو مبیع مذکور بیچی جاوے اور اسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اسکے دین سے
ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ مین لائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا
اقر المریض بدین ثم اقر بدین متعاقبا وصلا وفصلا استویا ہم اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ اپنا حصہ
پاوینگے خواہ دونون اقرار کو اسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے ولو اقر بدین ثم بودیعة تحاصا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا
پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوین وبعکسه الودیعة اولی اور اسکے بعکس مین ودیعت اولی و مقدم ہی یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر
دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہی اسواسطے کہ جب اسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اسکا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی
وابراءه مدیونه وهو مدیون غیر جائز ای لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا
للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہی یعنی ابرا جائز نہوگا اگر اسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث
مریض کا تو ابرا مطلقا جائز نہین برابر ہی کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلة صحته ان یقول لا حق لی علیه کما افاده بقوله وقوله
لم یکن لی علی هذا المطلوب شیء یشمل الوارث وغیره صحیح قضاء لا دیانة فیرتفع به مطالبة الدنیا لا مطالبة الاخرة حاوی
الا المهر فلا یصح علی الصحیح بزازیة ای لظهور انه علیه غالبا اور صحت ابرا کا حیلہ یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرا اسپر کچھ حق نہین چنانچہ اسکو
مصنف نے بیان کیا ہی اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہین صحیح ہی قضا کی راہ سے نہ دیانت کی
راہ سے تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سواے دین مہر کے کہ اسکا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح
کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اسبات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہی ہم یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہین زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا
بخلاف اقرار البنت فی مرضها بان الشیء الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیه او انه کان عندی عاریة فانه یصح ولا تسمع
دعوی زوجها فیه کما بسطه فی الاشباه ہم بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا ماں کی ملک ہی میرا اسمین
کچھ حق نہین یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور اسکے زوج کا دعوی اسمین مسموع نہوگا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی اشباہ مین یہ
کہکر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہی ہم اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی و شیخ صالح وغیرہما نے

مسلم نہین رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہی عین کا وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہی وہ مفروض ہی دین مین نہ عین مین خلاصہ کہ ابرا بلفظ نفی البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہی وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیة لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی وصیت جائز نہین وارث کے واسطے دین کا اقرار ہم اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیة الورثة وارث کے واسطے اقرار باطل ہی مگر اُس صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ھی لہ صحت الوصیة واما غیرھا فیرث الکل فرضا وردا فلا یحتاج لوصیة شرنبلالیة تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیة وفی شرح الوھبانیة اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہة عامة صح بتصدیق السلطان او نائبہ وکذا لو وقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اُسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہو جیسا کہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہی بادشاہ یا اُسکے نائب کی تصدیق اور سیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب کوئی وارث نہو تو اُسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی سمجھا ہی وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رھنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لانہ لو قوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اُسکے مولی کے واسطے واقع ہوگا ہم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اسکو مین نے اُس سے پا لیا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اُسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برء ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح وسالم ہوگیا بعد اُسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہوجائے گا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض وورثة المقر لہ من ورثة المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی جوہرة فیصح عن الصیرفیة اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مرگیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اُس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی الجوہرہ اور آگے آوے گا صیرفیہ سے ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اُس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑ کر مرگیا تو یہ اقرار جائز ہی صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعة مستھلکة فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعة لھذا الوارث فاستھلکتھا جوہرة بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلک کا اقرار کرے سو وہ جائز ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ والحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورة فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی کلا حق لی قبل ابی وامی وھذہ الحیلة فی ابراء المریض وارثہ ومنہ

هذا المتاع لفلانی ملك ابی وامی كان عندی عاریة وهذا حیث لا قرینة وتمامه فیها فلیحفظ فانه مهم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے
واسطے باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث اور از انجملہ
نفی ہو جانا چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ اور ماں کی جانب ورثہ ہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض یہ قول ہے کہ یہ چیز
فلانی میرے باپ اور میری ماں کی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہے
ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہین رہی
اقر فیه ای فی مرض موته لوارثه یؤمر فی الحال بتسلیمه الی الوارث فاذا مات یرده بزازیه وفی القنیة تصرفات المریض نافذة وانما
تنتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کو دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاے تو وارث مقر لہ
کو پھیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین والعبرة لكونه وارثا وقت
الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیه مثلا ثم ولد له صح الاقرار لعدم ارثه اور اعتبار اسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر
مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب وارث نہونے اسکے بھائی کے یعنی اگرچہ اقرار کے وقت بھائی وارث تھا
لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزویج وعقد الموالاة فیجوز کما ذکره
بقوله مگر جبکہ مقر لہ وارث ہو گیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو
اپنے آیندہ قول مین ذکر کیا فلو اقر لها ای لاجنبیة ثم تزوجها صح بخلاف اقراره لاخیه المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبه باسلامه او بموت
الابن فلا یصح لان ارثه بسبب قدیم لا حادث تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلاف اسکے
اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند
کی موت تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہے نہ جدید سبب سے وبخلاف الهبة لها فی مرضه والوصیة لها ثم تزوجها
فلا تصح لان الوصیة تملیك بعد الموت وهی حینئذ وارثة اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت مین اور اسکے واسطے وصیت
کرنے کے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارثہ ہے مقر کی اقر فیه انه كان
له علی ابنته المیتة عشرة دراهم قد استوفیتها وله ای المقر ابن ینكر ذلك صح اقراره لان المیت لیس بوارثه مرض الموت مین اقرار کیا کہ میرے
بیٹی مردہ پر اسکے درم تھے سو مین انکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت وارث نہین کما
لو اقر لامراته فی مرض موته بدین ثم ماتت قبله وترکت منها وارثا صح الاقرار وقیل لا قائله بدیع الدین صیرفیه چنانچہ اپنے
مرض الموت مین اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مر گئی قبل زوج مقر کے اور مقر سے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار
صحیح ہے اور قول ضعیف ہے کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیه لوارثه ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیه
اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی مجهول نسبه
ثم اقر ببنوته وصدقه وهو من اهل التصدیق ثبت نسبه مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقراره لما مر اور اگر اس اجنبی کے
واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہین پھر مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے
یعنی حال بیان کر سکتا ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتداے پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ

یعنی جو وارث ہو موت کے وقت تدیم سبب سے تو اُسکے واسطے اقرار صحیح نہین ولم تثبت بانْ کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب
شرنبلالیۃ معزیا للینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا سطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اُسکا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب
نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہو ینابیع سے ولو اقر لمن طلقہا ثلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلہا الاقل من الارث فالدَّ
وین فم لہا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیۃ اور اگر اُس عورت کے واسطے اقرار کیا کہ
تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت مین تو جو کم ہوگا میراث اور دین مین وہ اُسکو ملیگا اور کم اُسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے
تو وہ شریک نٹھہرے گی متروکہ کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہو کہ
اثنائے عدت مین مقر مر جاے اور اگر بعد عدت مریگا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا بسؤالہا فاذا مضت العدۃ
جاز لعدم التہمۃ عن میہ اور یہ حکم مذکور موقوف ہو جبکہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اُسکو طلاق دی اُسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار
جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی الغرمیہ تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اُسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ اُسکو میراث سے زیادہ ملے
پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نرہی وان طلقہا بلا سؤالہا فلہا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا وارثۃ اذ
ہو فار واہملہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اُسکو طلاق دی بدون اُسکی طلب کے تو اُسکو میراث ملے گی جس مقدار کو کہ وہ پہنچی ہو
اور اُسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہی اسواسطے کہ زوج اُسکا فار ہی اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہان مذکور نہین کیا بسبب اُسکے ظاہر
ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجہول النسب فی مولدہ او فی بلد ہو فیہما وہما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ
ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ
اور اگر اُس صغیر نابالغ کے واسطے جسکا نسب معلوم نہین اُسکے وطن مین یا اُس شہر مین جسمین وہ وارد ہو اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اس عمر مین واقع ہین کہ ویسی
عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہو یہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اُسکا بیٹا ہو اور لڑکے نے اُسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اُسکی تصدیق کی
کچھ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اُسوقت مین یعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اُسکا نسب ثابت
ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر
عن الینابیع کذا فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے
بھائی ہونے کا اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نپائی جاوے نسب نپائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہ جو شارح نے کہا
کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہو نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مین ہو یعنی
جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اُسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اُسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ
مین ینابیع سے یہ عبارت منقول ہو ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت رکیک ہو
تو اگر یون کہتا فلو انتفی احدی ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یؤاخذ بہ المقر لما ابتدہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی پھر جب
نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہو گیا اور یہی تقریر بیچ محل مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا والرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین قال
فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد وابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشرائط الثلثۃ

المتقدمة فی الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہی اُن تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہوچکین جنز زمین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہی اگرچہ والدین اونچے ہون یعنی دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہی بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کیے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس اقرار غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہی یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصح بالزوجة بشرط خلوها عن زوج وعدة وخلوه ای المقر عن اختها مثلا واربع سواها اور یون اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہی صحیح ہی بشرط خالی ہونے اُس عورت کے زوج اور اُسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اُس عورت کی بہن سے مثلا اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اُس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اُسوقت صحیح ہی جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور نہ کسیکی عدت مین ہو اور جبکہ اُس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوائے اُس عورت کے چار عورتین اُسکے پاس نہون حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہی کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیۂ زیلعی مین ہی بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جهة العتاقة ان لم یکن ولاءه ثابتا من جهة غیره ای غیر المقر اور صحیح ہی مولی کا اقرار یعنی یون کہنا کہ یہ شخص میرا مولی ہی آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اُسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأة صح اقرارها بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہی عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہین یا یہ میرا زوج اور مولی ہی الاصل ان اقرار الانسان علی نفسه حجة لا علی غیره اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر قلت وما ذکره من صحة الاقرار بالام کالاب هو المشهور الذی علیه الجمهور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضه ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للاباء لا الامهات وفیه حمل الزوجیة علی الغیر فلا یصح انتهی ولکن الحق صحته بجامع الاصالة فکانت کالاب فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ جو مصنف نے ماکے اقرار کی صحت مذکور کی ہی مانند باپ کے یہی قول مشہور ہی جسپر اکثر علما ہین اور امام عتابی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہی کہ ما کا اقرار صحیح نہین اور اسیطرح ضوء السراج مین ہی اسواسطے کہ نسب باپون سے ہوتا ہی نہ ماؤن سے اور اسمین حمل زوجیت بھی ہی غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہی بسبب جامعیت اصالت کے یعنی اصل ہونے مین ما اور باپ دونون برابر ہین تو ما باپ کی مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا صح بالولد ان شهدت امرأة ولو قابلة بتعیین الولد اما النسب فبالفراش تثبت اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہی کہ یہ میرا لڑکا ہی اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الشمنی عورت کی گواہی اُسوقت شرط ہی جبکہ تجاحد ہوا اور شہادت قابلہ تعیین ولد مین اُسوقت شرط ہی جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد مین اختلاف ہو التوضیح فی الطحطاوی ولو معتدة جحدت ولادتها فحجة تامة کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت نسب کے باب مین مذکور ہوچکا او صدقها الزوج ان کان لها زوج او کانت معتدة منه یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہی اگر زوج اسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اُسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجة ولا معتدة او کانت مزوجة وادعت انه من غیره فصار کما لو ادعاه منها لم یصدق فی حقها الا بتصدیقها اور صحیح ہی اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اُسکے سوا اور مرد کا ہی تو یہ اقرار ویسا ہو جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہی اس عورت سے تو عورت کے حق مین اُسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعلم لها زوج غیره لم اره فیه مین کہتا ہون باقی رہگئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت مین ظاہر وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب ... [illegible]

تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط
ماں کا وارث ہوتا ہے تو اسمیں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولابد من تصدیق ھؤلاء اور صحت اقرار میں اُن اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے
ام یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے یا عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہے عتاقت سے
تو ان لوگوں کی تصدیق ضرور ہے اسواسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا اقرار انکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن
نفسه لما مر انه حینئذ کالمتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جبکہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی تو جسکے پاس ہوگا اُسیکا ٹھہریگا ولو کان المقر له عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان
الحق له اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اُسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق اُسی کا ہے وصح التصدیق من المقر له بعد موت
المقر لبقاء النسب والعدة بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے لا تصدیق
الزوج بعد موتها مقرة لانقطاع النکاح بموتها ولهذا لیس له غسلها بخلاف عکسه مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے
کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا بھی دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے
عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی
رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر رجل بنسب فیه تحمیل علی غیره لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لفساده بالجد
لابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیره الا ببرهان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا ایسے نسب کا جس میں
غیر پر نسب ڈالنا ہو جیسا کہ یوں کہتا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں
غیر اولاد کی قید نہ لگائی جیسا کہ درر میں ہے بسبب فاسد ہونے اُس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنه اقرار انسان کما مر فی باب ثبوت النسب
فلیحفظ اور ان جملہ ہے اقرار دو شخصوں کا جیسا کہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی غیر کے حق میں ایسا اقرار نسب صحیح نہیں مگر برہان
سے سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے دو شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا تو
فقط اسی پر حکم اقرار منحصر رہیگا اور مقر لہ کے وارثوں کا اقرار مثبت نسب نہیں جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدق
المقر علیه والوارثة وهم من اهل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اُسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے
کی لیاقت رکھتے ہوں ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہرچند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں
یوں تفرقہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار مثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق
مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسه حتی یلزمه ای المقر
الاحکام من النفقة والحضانة والارث اذا تصادقا علیه ای علی ذلک الاقرار لان اقرارهما حجة علیهما اور نسب کا اقرار مقر کی
ذات کے حق میں صحیح ہے تو مقر کو لازم ہوں گے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونوں اُس اقرار پر باہم تصادق کریں اسواسطے
کہ دونوں کا اقرار دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اُسوقت ہے جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر
کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اُسکی بے عزتی کا خوف ہو کذا فی
الطحطاوی فان لم یکن له ای لهذا المقر وارث غیره مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کمولی الموالاة علیه وغیره ورثه سو اگر اس مقر کا

سوائے مقرلہ کے کوئی وارث مطلقاً نہو نہ وارث قریب جیسا کہ ذوی الارحام اور نہ بعید جیسا کہ مولائے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اسکا وارث ہوگا ثم میراث
فقط مقرلہ کے نفس و رہیگا تو اسکی اصل و فرع کیطرف میراث منتقل نہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی الطحطاوی والا لان نسبه لم یثبت فلا
یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودهما غیر مانع قاله ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقرلہ کا
وارث نہوگا اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت نہیں یعنی وہ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور جس وارث سے مانع ارث مقرلہ ہو وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا
وجود غیر مانع ہے مقرلہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرارہ لانه وصیة من وجه زیلعی ای وان صدقه المقر
کما فی البدائع لکن نقل المصنف عن شروح السراجیة ان بالتصدیق یثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوی پھر روا ہے
کہ مقر کو اپنے اقرار سے پھر جانا جائز ہو اسواسطے کہ یہ اقرار ایکطرح سے وصیت ہے کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقرلہ تصدیق بھی کرے کذا فی
البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقرلہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہوجاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اسکی تحریر اور
تنقیح چاہیے فتوی دینے کے وقت ہم ظاہر زیلعی کا کلام حق ہے جیسا کہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تعلیل میں اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر مقام
یہ ہے کہ نسب کے اقرار میں اگر غیر پر تحمیل نسب نہیں اور تصدیق مقرلہ کی پائی جاوے تو اس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقرلہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے
غرضکہ یہاں کلام ہے دو مقاموں میں فتدبر کذا فی الطحطاوی ملخصاً ومن مات ابوه فاقر باخ شارکه فی الارث فیستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت
نسبه کما تقرر ان اقراره مقبول فی حق نفسه فقط اور جس شخص کا باپ مر گیا سو اسنے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقرلہ اسکا شریک ہوگا ارث میں
تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اسکا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اسکا اقرار فقط اسیکے حق میں مقبول ہے قلت بقی لو اقر لاخ
بابن هل یصح قال الشافعیة لا لان ما ادی وجوده الی نفیه انتفی من اصله ولم اره لائمتنا صریحاً وظاهر کلامهم نعم فلیراجع
میں کہتا ہوں باقی رہی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمائے شافعیہ نے
کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہو اسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہوجاتا ہے یعنی شافعیہ
نزدیک صحت اقرار کی یہ شرط ہے کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس امر سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجئے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آتا ہے کیونکہ بھائی وارث
نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام میں صریح نہیں دیکھا اور انکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہے تو اسکی تلاش
چاہیے کتب مذہب میں ہم وجہ صحت یہ ہے کہ مقتضائے کلام حنفیہ یہاں یہ ہے کہ اگر مقرین بنصاب شہادت موجود ہوں تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے
ہو اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی وان ترک شخص ابنین وله علی آخر مائة فاقر
احدهما بقبض ابیه خمسین منها فلا شیء للمقر لان اقراره ینصرف الی نصیبه وللآخر خمسون بعد حلفه انه لا یعلم ان اباه
قبض شطر المائة قاله الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباه قبض کل الدین لکنه هنا یحلف لحق الغرماء زیلعی اور اگر ایک شخص
دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اسکے دوسرے شخص پر سو درم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اسکا باپ پچاس درم ان میں سے لے چکا ہے تو فرزند مقر کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے
کہ اسکا اقرار اسکے حصے کیطرف پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یوں قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اسکو معلوم نہیں کہ اسکے باپ نے
سو درم سے نصف پائے یہ قول ہے اکمل کا میں کہتا ہوں اور اسیطرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اسکے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں
مدیون کے حق کے واسطے قسم لی جائے گی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہے خصم کے واسطے اسواسطے کہ اسپر کسی
زیادہ مطالبہ نہیں جسپر وہ جبراً لایا ہو اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم میں اسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بھائی قسم کھاوے

تو یہ یون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھانے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہین لیا تو اسکا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی یہ فصل ہے چند مسائل کا بیان متفرقہ — اقرار کے چند مسائل متفرقہ. ین اقرت الحرة المکلفة بدین لاٰخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفة فتحبس المقرة وتلازم وان تضرر الزوج وھذہ احدی المسائل الست الخارجة من قاعدة الاقرار حجة قاصرة علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وھی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو اسکا اقرار اسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو مقرہ دین کے ابت حبس کیجائے گی اور اسکا ساتھ نچھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ستہ شتگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن مین مذکور ہو چکا ۲ اگر موجر نے اس بات کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹھکانہ نہین مگر عین موجرہ کے ثمن سے تو اسکو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی کی زندگی مین تو دعوی صحیح ہوگا اور میراث اسکے واسطے ہوگی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اسکی تصدیق کی تو مشتری کو ردبیع اسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارة غیرہ فاقر لاٰخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وھی واقعة الفتوی ولم نرھا صریحة اور لائق یون ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری میں ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اسکا حبس کرنا جائز ہو اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوی طلب ہوا تھا اور مین نے اسکو صحیح کسی کتاب نقہ مین نہین دیکھا وعندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم در قلت وینبغی ان یعول علی قولہما افتاء او قضاء لان الغالب ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوصل بذلک الی منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبینؒ کے نزدیک اس وجہ سے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدر مین کہتا ہون اور لائق یون ہے کہ صاحبینؒ کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اسکو روک رکھے اپنے پاس اسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جبکہ مین مبتلائے قضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکور ظاہر نہین علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حبس یون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے کسیکی کی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجھولة النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہ ولہا زوج وا ولاد منہ ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصة فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمدؒ کہ ولد مذکور بھی قیق نہوگا لا فی حقہ یرد علیہ انتقاص طلاقہا کما حققہ فی الشرنبلالیہ شوہر کے حق مین اسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر نقصان

یا یہ ادا نہیں یا یہ ریوانی ہی کہ اس صورت مین اُسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہی اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے
ہوتا ہی ہم یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید لے پھر اخبار کا اُسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہی وبخلاف یا طالق او ہذہ المطلقة
فقلت لکذا حیث تطلق امرأة لتمکنه من اثباته شرعا فجعل انشاء بالیکون صادقا بخلاف الاول ح رہا اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے
کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق ہوجائے گی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب
ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر ہم یعنی مولے قادر نہین حسن وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی مین اقرار السکران بطریق
محظور ای ممنوع ہم صحیح فی کل حق اُس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہی صحیح ہی ہر حق مین ہم حق تعالی نے فرمایا ولا تقربوا
الصلوة وانتم سکاری ہم یعنی نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور اُنکو عین مستی کی حالت مین کذا فی الاشباہ
تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہین فیحد بہ فلو اقر بقود اقتص علیه الحد فی سکرہ وفی السرقه یضمن المسروق کما بسطه سعدی
افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اُسپر حد قائم ہوگی اُسکی مستی کی حالت مین اور اگر اقرار کیا چوری مین تو اُسپر مسروق
کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہی سعدی افندی نے حد شرب کے باب مین الا فی مایقبل الرجوع کالردة وحد الزنے وشرب الخمر
مگر مست مذکور کا اقرار صحیح نہین اُن چیزون مین جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ اُسنے شراب
پی ہی تو اُسکا اقرار صحیح نہین تو اُسپر حد قائم نہوگی بلکہ سب احکام گواہی پر مثلاً موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشرب مکرہ لا یعتبر
بل ہو کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامه فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پلانا
تو اسکا اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اُسکی مثل بیہوشی کے ہی مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے میں اغماء کے مانند نہین اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکامات
مین ہی ہم یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہی اور مستی سے قضا نماز ساقط نہین والمقر له اذا کذب
المقر بطل اقراره لما تقرر انه یرتد بالرد مقر لہ جب مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ اقرار رد سے رد ہوجاتا ہی
ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو اُسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آئندہ مین تصدیق بعد تکذیب پر عمل
ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فی ست علی ما هنا تبعا للاشباہ تکذیب مقر لہ سے باطل اقرار ہی مگر چھ صورتون مین جیسا کہ اسکے حسب کو مصنف نے بیان اشباہ
کی پیروی سے ذکر کیا ہی الاقرار بالحریة والنسب وولاء العتاقة والوقف سے جو اُسکے سبب سے آزاد کا اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہی
ہم اقرار حریت کی یہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی تو اُسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اُسکی تکذیب کرے دعوی
نسب کے باب مین پہلے مذکور ہوچکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہی صحت اقرار مین اور تصدیق ولاء عتاقت بھی شرط ہی اور یہان اُسکے خلاف ہی
مگر یہ کہ اسپر محمول کیجیے کہ جب مقر لہ تصدیق کیطرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کرچکے ہین اور اس حمل پر تفریقات
بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ بنایہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقر لہ نے اُسکو رد کیا پھر اُسنے اُسکی تصدیق کی
تو وہ اُسکا غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہین ہوتا بخلاف دین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے
سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط مین فقط اسقاطات ساقط ہوجاتے ہین انتہی اشباہ مین ہو اسی صفت سے
منقول ہی کہ جب مقر لہ رقیت کو رد کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی انتہی تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تصدیق مثل اسکے ہوگی سوائے طلاق اور
عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وزید فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبله ثم رده لم یرتد وان رده قبل القبول ارتد

اسعاف مین ہی کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سوا اُسکے وقف کو قبول کیا پھر اُسکو رد کیا تو وقف مردود ہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائیگا
والطلاق والرق فلہا لا یرتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو یہ سب مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقرلہ رد کرنے سے و زیاد المیراث زیادۃ
اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اُس میراث کو جو مورث سے حاصل ہی رد کرے تو مردود ہوگی والنکاح کما فی متفرقات
قضاء البحر و تمامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحرالرائق کی کتاب القضا کی متفرقات مین مذکور ہی اور پورا اُسکا بیان وہین ہی ہم یعنی اگر احد الزوجین
نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحرالرائق کے متفرقات مین یہ عبارت ہی واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے اب تک
نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحرالرائق کو نکاح مین توقف ہی کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب تھا واستثنی مسئلتین
من الابراء وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابرأہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے
ابراء سے مستثنی کیے ہین اور وہ دونون یہ ہین کہ ضامن کا ابرا کرنا مقبول ہے رد نہین ہوتا اور مدیون کا ابرا کرنا اُسکے یون کہنے کے بعد کہ مجکو بری الذمہ کردے دین
سے دائن نے اسکو بری الذمہ کردیا نہین پھرتا تو مستثنی دس مسئلے ہین سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے بجائے مسائل عشرہ چھ صورتین متن مین مذکور ہین اور چار صورتین
شارح نے بڑھائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہی تو درحقیقت نو صورتین مستثنی ٹھہرین کہ رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین وفی
وکالۃ الوہبانیۃ ومتی صدقہ فیہا ثم ردہ لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالہ مین ہی اور جبکہ اُسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر
اسکو رد کیا تو اُسکے رد کرنے سے رد نہین ہوتا طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع شیر یعنی دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہی کما مرعبد البر
کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہی تو رد کرنے سے کیونکر پھر سکیگی مگر تصویر وکالت یون کیجے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت
قبول کی پھر بمثل ثمن معین خریدکی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہین انتہی وہل یشترط لصحۃ الرد مجلس الابراء
خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہی یا نہین اسمین مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک شرط ہی اور بعضون کے نزدیک شرط نہین
والضابط ان مافیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط جید
فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہی کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہی کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہی اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل
رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کردینا رد کو قبول نہین کرتا اور یہ قاعدہ جید ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابرأ
ابراء عاما او قال لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید الوصی من الترکۃ شیء لم یکن
وقت الصلح وتحققہ تسمع دعوی حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیۃ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی
ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وسنحققہ فی الصلح
مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اسکو ابراء عام کردیا یا یون بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہین ہی یا یون کہا کہ مین نے اپنا
سب حصہ پا لیا اسکے کچھ اور لفظ بولا پھر اُسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جسکا صلح کے وقت تحقق یعنی اُسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث
نے اُس چیز کو ثابت کردیا برہان سے تو اُسکے حصے کا دعوی اُس چیز سے مسموع ہوگا بر قول صحیح کذا فی صلح البزازیہ اور کچھ تناقض نہین اُسکا
بعد الابرا بسبب محمول کرنے اُسکے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنی اُس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جسکو مین نے قبضے مین کیا اور وہ یہ ہی کہ اعیان
سے ابرا کرنا یعنی وارث کا وصی سے باطل ہی بلکہ ابرا مخصوص دیون ہی اور اس وقت مین عدم صحت براءت کی توجیہ وجہ حق ہی دعوی مسموع ہونے کی
چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہی اور شرنبلالی نے اسکا معتمد جانا ہی اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ہم سب حصہ پانے کی بحث

ہو کہ ما بقیتہ اقرار کیا کہ جو پیسہ والد کا مشترک لوگون پر تھا اسکو مین نے پا لیا پھر ایک مسرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اسکا مسموع ہوگا کذا فی المنح عن الخانیہ

طحطاوی مینکہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونونکو شامل ہی تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا تو بہت اچھا

اسکے پھر یون کہتا اقر انّہ ای بالوصی قبضہ او قال قبضت ما لی من ترکۃ والدی او دین علی الرجل وغیرہ لم تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب ہوتا اقر رجل بمال فی صک و

اشہد علیہ بہ شہودا ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ تقبل وان کان متناقضا

لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیۃ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ لا عذر لمن اقر غایتہ

ان یقال بانہ یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فتدبر اقرار کیا ایک مرد نے

اس مال کا جو دستاویز مین مرقوم ہی اور اسپر گواہ کر دیا پھر اسنے دعوی کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہی اور بعض بیاج ہی مجھپر پھر اگر گواہی قایم کریگا اسپر تو مقبول

ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین مضطر ہی کذا فی شرح الوہبانیہ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے

تحریر کی ہی کہ اس مسئلے پر فتوی ندیا جاوے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھہ عذر صحیح نہین بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہی کہ کہا جاوے یعنی اسکا فتوی دیا جاوے

کہ مقر سے اسکی قسم لیجاوے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلے مین اور مانند مین مختار ہی مین کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے

اسمین جو مذکور ہوچکا تو سمجھ لے اقر بعد الدخول من ہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقہا قبل الدخول

لزمہ مہر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا اسنے اسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے

اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہی اقر المشروط لہ الریع او بعضہ

انہ ای ریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہین

اسنے اقرار کیا کہ ریع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ مین تو اقرار صحیح ہی اور اسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس

اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق

تو اقرار صحیح نہین ہم جعل سے مراد انشاء جعل ہی یا اسقاط تا مقابلہ اسقاطات سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہی کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط

لہ النظر علی ہذا المار فی الوقف وذکر فی الاشباہ ثمہ وہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت

مشروط ہی اسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہی چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہوچکا اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنی کتاب الاقرار مین اس

قاعدے مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اسکو ذکر کیا ہی تو اشباہ کیطرف مراجعت کر القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما کان فیہا

من اقرار وتناقض لما مر فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات لکھکر قاضی کیطرف پیش ہون تو انکا پیش

کرنے والا ماخوذ نہوگا اس مضمون سے جو انمین مندرج ہی اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین ذکر کر چکے ہین کہ انکے مضامین مندرجہ کا

مواخذہ نہین مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیہ

خلافا للثانی فی الاول قلنا ہی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین

یا یجاے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اسپر کچھہ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول مین یعنی فی علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہون گے ہم

جواب مین کہتے ہین طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہے یعنی مین معلوم

کر چکا کہ اسکے مجھپر ہزار درم ہین تو اسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین و ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس

مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابه وادعی الطالب لما عبر به فی المجمع وقال
شارحه ای المغصوب منه انه هو وحده غصبها لزمه الالف کلها ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درہم فلانے شخص سے غصب کیے
پھر مقر لہ یا کہ دس شخص غاصب تھے مثلا اور جن سے غصب کیے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر ہی نے ہزار درہم غصب کیے ہین تو سب ہزار درہم مقر ہی کو لازم ہونگے شارح نے کہا
متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب صحیح ہے چنانچہ
مجمع کی تعبیر یہی اور مجمع کے شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہے والزمه زفر بعشرها اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہے اسواسطے
کہ مقر نے ہزار درہم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کیطرف کی ہے تو اسپر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا هذا الضمير يستعمل في الواحد
والظاهر انه يخبر بفعله دون غيره فيكون قوله كنا عشرة رجوعا فلا يصح نعم لو قال غصبناه كلنا صح اتفاقا لانه لا يستعمل في الواحد
ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہے کہا قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ
غیر کے فعل کی تو اسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر کہتا کہ ہم سب نے ہزار درہم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق
اسواسطے کہ یہ لفظ واحد مین مستعمل نہین قال رجل اوصى ابي بثلث ماله لزيد بل لعمرو بل لبكر فالثلث للاول وليس لغيره شيء وقال
زفر لكل ثلثه وليس للابن شيء ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کیواسطے وصیت کی بلکہ بکر کیواسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث
مال ہے اور اسکے سوائے کسیکو کچھ نہین اور زفر نے کہا تینون شخصونکو تہائی تہائی ملے گا اور فرزند کو کچھ نہین ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ
دین یہ ہے کہ اسیطرح تین شخصون کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصية في الثلث وقد اقر به للاول فاستحقه
فلم يصح رجوعه بعد ذلك للثاني بها بخلاف الدين لنفاذه من الكل الكل من المجمع والله اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا
جاری ہونا فقط ثلث مال مین ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اسکے رجوع اقرار دوسرے
شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم
فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقر بشيء ثم ادعى الخطأ لم يقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء على افتاء المفتي ثم تبين عدم الوقوع لم يقع ديانة
قنية کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر
ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ مع اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کریگا
تو خطائے مذکور مین اسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المكره باطل الا اذا اقر السارق مكرها فافتى بعضهم بصحته ظهيرية
اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریہ مع تجنیس اور قہستانی مین ہے
کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشيء محال وبالدين بعد الابراء منه باطل شی محال کا اقرار اور دین کا
بعد اسکے معاف کر دینے کے باطل ہے ہم شی محال کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجکو زید نے فلانے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مر چکا
اور از انجملہ یہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علی الحلوانی کذا فی الطحطاوی ولو
له مهرها بعد هبتها له لا على الاشبه اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ صورت اسکی یہ ہے کہ زوجہ
نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح نہین اور یہ اسکے مخالف نہین جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور صغری سے نقل کیا کہ ایک
مرد نے اپنی عورت کے ہزار درہم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات مین تو گواہی

مقبول نہیں اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانه اقر به یلزمه ذکره المصنف فی فتاواه قلت ومفاده انه لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمه کالاول وهی واقعة الفتوی فتامل ہان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراے عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اسکا اقرار کیا ہے تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے میں ذکر کیا ہے مین کہتا ہون اور مفاد اسکا یعنی سبب حادث کے تقیید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جسکا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی عبارت میں یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجھ پر اتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھ پر باقی ہے اور دونون میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی والفعل فی المرض احط من فعل الصحة مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت میں کمتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلہ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحة تتمہ وتمامه فی الاشباه فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے میں یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ وقف کے تفویض نظارت کی اسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تفویض مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے وفی الوهبانية

شعر اقر بمهر المثل فی ضعف موته * فبینة الایهاب من قبل تهدر + اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے ہم اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا **شعر** واسناد بیع فیه للصحة اقبلن * وفی القبض من ثلث التراث یقدر + بیع صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے کلام منتقی میں ہے کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلانے سے حالت صحت میں اور اسکے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اسکی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن معاینہ مشہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوهبانية **شعر** ولیس بلا تشهد مقرا لعدة * ولو قال لا تخبر مخالف یسطر + اور اس قول میں مقر نہوگا گواہی نہ دیجیو ہم اسکو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین اختلاف مسطور ہے ہم اگر یون بولا کہ اسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہے وجوب بالزام کی اثبات سبب سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہے یعنی تم اسکے گواہ نہیں ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے تنبیہ میں کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی **شعر** ومن قال ملکی ذا الذی کان منشیا * ومن قال هذا ملك ذا فهو مظهر + اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنی اسنے بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر ہونگی نہیں **شعر** ومن قال لا دعوی لی الیوم عند ذا * فما یدعی من بعد منها فمنکر + اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اسکے بعد دعوی کرے گا آج کے دن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو یہ شرع کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں ہم اور اگر دعوی کسی سبب حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر یون بولا کہ میں نے فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح متخاصمین کے احکام مین ہم مصالح علیہ اسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہی جسسے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی
کیا خالد نے کہا کہ مجھسے سو درم لے اور حویلی کا دعوی ترک تو یہان سو درم مصالح علیہ ہی اور حویلی مصالح عنہ ہی مناسبتہ ان انکار المقر سبب للخصومة المستدعیة
للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہی کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہی اور جھگڑا مستدعی ہی صلح کا هو لغة اسم من المصالحة وہ یعنی صلح
اسم ہی مصالحہ ایسے یعنی مصالحہ کا اسم ہی و شرعا عقد یرفع النزاع و یقطع الخصومة اور شرع مین صلح عبارت ہی اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت
کرے یعنی وہ عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہی و رکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہی مطلقاً یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب کا ضرور ہی صلح
کیواسطے فالقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایة و بیجی اور رکن صلح کا قبول کرنا ہی مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین
چنانچہ دراہم مین تو صلح تمام ہو جاتی ہی بدون قبول کے بھی کذا فی العنایہ اور آگے اسکا بیان آویگا صلح بلا قبول اسوقت تمام ہوگی جبکہ خود مطلوب طلب صلح شروع
کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ مین نے اسپر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا
قبول کرنا شرط نہین سواسطے کہ یہ اسقاط ہی مدعی کی جانب سے اور وہ فقط اسقاط سے تمام ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی و شرطہ العقل لا البلوغ والحریة اور صلح کی
شرط عقل ہی نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کیجانب سے اگر اسکی صلح خالی ہو نقصان
صریح سے ہم عدم نقصان صریح مین طرح سے صادق آتا ہی ایک کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نفع ہو اسمین ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے
ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اسنے بعض حق پر صلح کی اگر دعوی کے گواہ نہون تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانے
کے کچھ حاصل نہین اور مال نافع تر ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہین اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہی اور صغیر تبرع کا مالک نہین
اور جسمین ضرر ہو نہ نفع اسکی مثال یہ ہی کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اسکی مثال یہ ہی کہ دین مین تاخیر کرے کہ
یہ جائز ہی اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہی و صح من عبد ماذون و مکاتب لو فیہ نفع اور صلح صحیح ہی عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح مین نفع ہو
طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اسکو شامل رہتا جسمین نفع ہی نہ ضرر یا جسمین ضرر ہی مگر غیر صریح و شرطہ ایضا کون المصالح
علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی
حاجت ہو ورنہ اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہین چنانچہ ایک گھر مین اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان مین اپنے حق کا
دعوی کیا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت
باعث نزاع نہین کذا فی الدرر و کون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہی کہ مصالح عنہ
ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہ ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر مع حق سے مراد یہ ہی کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا
حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہی وہ اسکا ہی زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی
ترک کرے تو یہ صلح باطل ہوا اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہی نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہین اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد
ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو اسمین صلح جائز نہین اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہی
کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا خواہ مصالح عنہ معلوم یا مجہول ہم مجہول ہونے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا
دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہی لا یصح لو المصالح عنہ مما لا یجوز الاعتیاض عنہ و بینہ بقولہ کحق شفعة و حد قذف
و کفالة بنفس صلح صحیح نہین اگر مصالح عنہ اس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہین اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا

چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کہ اسکی بدلائی صحیح نہیں ہم اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بعوض اس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی
کسی شے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی
کچھ قیمت نہین تو بمقابلہ اسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے
صلح کرے تو جائز ہی اور یہ عبارت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہی اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال
دیکر صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہ صلح بھی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہی لیکن حق اللہ اسمین غالب ہی اور ملحق بالمعدوم ہی اور اسیطرح
حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اسکو حاکم کے پاس نہ لیجائے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہی اور
اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ویبطل به الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہی
صلح سے اول و ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہی صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو کا حد زنی
و شرب مطلقا صلح صحیح نہین حد زنا اور شرب خواری سے مطلقا خواہ حاکم کے پاس اسکی نالش کی ہو یا نکی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی
عورت سے زنا کیا اور اسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کردے تو یہ باطل ہی اور عفو کرنا اسکا باطل ہی اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے
کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہین اور اسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول من
المدعی علیه ان کان المدعی به مما لا یتعین بالتعیین کالدراهم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانه اسقاط للبعض وهو یتم بالمسقط
اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہی مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم
اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہی مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب
الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہی انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اسکا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعین بالتعیین
فلا بد من قبول المدعی علیه لانه کالبیع مجرا اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح ضروری
ہی اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کے مانند ہی ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضروری ہی اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ
مین نے بیچا تو قول مشتری کافی نہین قبول سے وحکمه وقوع البراءة عن الدعوی ووقوع الملك فی مصالح علیه وعنه لو مقرا اور حکم
اسکا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہی دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہی مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہی مصالح عنہ مین اگر
مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہی اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہی وهو صحیح مع اقرار او سکوت
او انکار اور صلح صحیح ہی مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہی بدلیل قول حق تعالی والصلح خیر اور حدیث مین وارد ہی
کہ ہر صلح جائز ہی فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرا دے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہی اور دفع ظلم کی رشوت
وہ صلح نہین جو حرام کو حلال کرے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمه کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیه احکام البیع
کالشفعة والرد بعیب وخیار رؤیة وشرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو
صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب و خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھر مین
شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اسمین مدعی عیب پاوے تو اسکو پھیر دینا جائز ہی اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکھا
تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہی اور یہی حکم ہی مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہی

ویفسد بجہالۃ البدل المصالح علیہ لا بجہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہی غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح
عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہی یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرۃ علی تسلیم البدل اور شرط ہی قادر ہونا
مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ہم جانتے ہیں کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہی اسکا عطف لیسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہی کہ تسلیم بدل کی
قدرت شرط ہی اور قدرت درصورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل ان کلا فکلا
او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق بلکہ غیر نکلے بقدر اسکے حصے کے مدعی عوض میں سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام
پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ وھذا حکمہا
اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق بلکہ غیر نکلے بقدر اسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے
تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی وحکمہ کالاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی
دار فشرط التوقیت ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ
خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگانے کے مانند ہم توقیت شرط ہی اجیر خاص میں چنانچہ
خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابۃ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل
بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہی صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی
قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح ہی اور اگر بعض منفعت حاصل ہو گئی تو باقی میں صلح باطل ہو گی اور یہ قول ہی محمد کا صاحب متون نے اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی
وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور یہی حکم ہی اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض
مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہی اجارے کا ہم درصورت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اجارہ منفعت کا متحد
الجنس منفعت سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین
وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہو مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہی دوسرے
یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہی اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا
اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا رہتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای مع سکوت او انکار
اور اسوقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ
ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہی کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح
سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کر کے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع
ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ
تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل فتثبت بنکولہ لیکن بصورت مذکورہ شفیع دار کو یہ اختیار ہی
کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعوی میں اور اپنے مطلب کا وسیلہ لائے مدعی کی حجت سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں تو شفیع قائم کرے مدعا علیہ
اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ یہ صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسی سے شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہوں

اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم کھائے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرار لان المدعی یاخذہا عوضا عن المال
فیؤاخذہ بزعمہ اور شفعہ واجب ہو اس صلح میں واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہو بعوض مال کے تو شفیع اس سے
مواخذہ کرے بموجب اسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کرلی تو اس میں شفعہ واجب ہوگا
بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت
یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں
خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی دفع ہوا اور
مصالح عنہ اسکے ہاتھ میں باقی رہے لا خصومت احد سے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بیجا تھی
تو وہ مدعی سے عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی
کیطرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے ہذا
اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہ یعنی رجوع
الی الدعوی درصورت استحقاق بدل جبھی ہے جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیر لے رجوع
الی الدعوی کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ اکثر منکر کی بیع تدعی مبایعت یا ملکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے وہلاک البدل
کلا او بعضا قبل التسلیم لہ ای المدعی کاستحقاقہ کذلک فی الفصلین ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے
استحقاق بدل کے مانند ہے اسیطرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم
تو مدعی مصالح عنہ کو پھیر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کیطرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہوگی اور باقی
میں رہیگی کذا فی المنح وہذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہے جبکہ
بدل اس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو جیسا کہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیر لے مدعا علیہ سے
کذا فی العینی صالح عن کذا فی نسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیجیء فلو ادعی علیہ
دارا فصالحہ علی بیت معلوم منہا فلو من غیرہا صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا پر تو صحیح
نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اسکا حق ہی یعنی بعض حق ہے عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا
تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا دوسرے مکان
پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں صالح عن بعض ما یدعیہ ہے اور حق عبارت یہ تھی کہ صالح علی بعض ما یدعیہ وہ
حیلۃ صحتہ ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شیء آخر کثوب ودرہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا
پر کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز جیسا کہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنے سے
تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلا گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے
کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اسکے عوض میں درم یا کپڑا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی ای یلحق بالصلح بعض ما یدعیہ
ابراء الحق کیا جائے باقی کے دعوی سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوی میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے

ابرا کرے لیکن ظاہر الروایة الصحة مطلقا شرنبلالیة ومشی علیه فی الاختیار وعزاہ فی العزمیة للبزازیة وفی الجلالیة لشیخ الاسلام وجعل
ما فی المتن روایة ابن سماعة لیکن ظاہر الروایة یہی ہے کہ بعض عین مدعا بہا سے صلح صحیح ہے مطلقا خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیة اور یہی پر چلا ہے صاحب
اختیار اور منسوب کیا ہے اس قول کو عزمیہ میں بزازیہ کیطرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہے ہم ظاہر الروایة پر یہ سوال
وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اس سے لازم آتی ہے براءت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہے کہ ابرا اعیان سے باطل ہے تو یہ
اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسیطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول میں دیا ف
قولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوی الاعیان ولم تصر ملکا للمدعی علیه ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل له اخذہا
لکن لا تسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اُسکا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان ان براءت سے
مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے پا جاے تو اُسکو اُنکا لینا جائز ہے لیکن اُسکا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہوگا
مع بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل الابرا عن الاعیان اور دعوی الاعیان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے
کہ بطلان براءت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ براءت سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں تو مدعی کو اُنکا لینا حلال ہے اگر پا جاے اور بطلان مذکور
کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد الابرا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأ عن دعوی الباقی ای
قضاء لا دیانة فلو ظفر به اخذہ قہستانی وتمامه فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققته فی شرحها الملتقی اور بعض دین پر
جو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا دیانةً نہیں اسواسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جائے تو اسکو لے لیگا اور پورا
بیان اسکا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اسکو ہم نے شرح ملتقی میں تحقیق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا متعلق اعیان یا دعوی اعیان سے
ہے اور وہ ہر حالت مطلقا صحیح ہے متعلق نفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوبہ ہالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں
تو براءت عن الاعیان کا مطلب ہے کہ اسکا تاوان سے براءت صحیح ہے اگر ہالک ہو جائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگے کہ ان پر ضمان نہیں الا بالتعدی
ہے اور اگر اعیان امانت ہوں تو براءت صحیح نہیں یہانتک کہ جب مالک انکو پا جاے تو انکو لے مگر قضاءً براءت صحیح ہے تو قاضی مدعی کا دعوی بعد براءت کے نہ سنیگا
اور اسکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعة اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی
سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت کے ہو یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر کی ہو جسے کہ جو اجارے کا یا مدت
یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعة ولو بمنفعة عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت کے ہو
کالمهر وعن دعوی المهر اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے [illegible] دعوی کیا کہ میرا غلام ہے اور اُسنے کچھ مال دیکر
صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینة درر اور صلح کو آزادی بعوض مال ٹھہرے گی اور
مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ بسکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہ سے
کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینة رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینة بعد الصلح لا یستحق المدعی لانه باخذ البدل باختیاره نزل
بائعا فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جائے گا اور اسیطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا حقدار
نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہر گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر منکوحة اور صلح
صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور عورت نے کچھ دیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اسکا زوج

ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا فلا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق مین بدل صلح بدل خلع ٹھہرے گا
اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح مین کاذب ہوگا مع عدم حلت بدل اس مسئلے مین مخصوص نہین بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح مین یہ حکم جاری ہو کذا فی
الطحطاوی ویحل لہا التزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعتہ المرأۃ فصالحہا لم یصح وقایہ
ونقایہ ودرر وملتقی وصححہ فی المجتبی والاختیار وصحح الصحۃ فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال
دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہی عدم صحت کو مجتبی اور اختیار مین اور صحت صلح کی تصحیح کی ہی درر البحار مین
وان قتل العبد الماذون لہ رجلا عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویواخذ بالبدل
بعد عتقہ اور اگر عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہین اسواسطے کہ
صلح مذکور تجارت کے باب سے نہین تو صلح اسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے
ہوگا بعد اسکے آزاد ہونے کے وان قتل عبد لہ ای للماذون رجلا عمدا وصالحہ الماذون عنہ جاز لانہ من تجارتہ اور اگر عبد ماذون کے
غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کیطرف سے صلح کرلی اولیاے مقتول سے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ اسکے تجارت کے باب سے ہی یعنی
اسواسطے کہ استخلاص اسکا اسکی خریداری کے مانند ہو تو جیسے ماذون کو غلام کا خریدنا جائز ہو ویسے ہی صلح کرکے اسکی جان بچانا بھی جائز ہو والمکاتب کالحر
اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہی جو اسکو صلح مین اپنی ذات سے ہو اسواسطے کہ وہ اپنے تصرف مین آزاد ہی والصلح عن المغصوب الہالک علی اکثر من قیمتہ
قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہی جیسے مغصوب کی
صلح بعوض اسباب کے صحیح ہی مثلاً ایک شخص نے دوسرے غلام کا جسکی قیمت ہزار روپیہ غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اسکی قیمت دینے کا حکم
نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اسکے مالک سے صلح کرلی تو یہ جائز ہی امام کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہی خواہ اسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل
بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ اقل مما صالح علیہ جب مغصوب مالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب
کے گواہ اس پر کہ قیمت مغصوب کی کم ہی مصالح علیہ سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیء کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل
اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اس پر کہ قیمت کمتر ہی مصالح علیہ سے
کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالحہ الموسر الشریک علی اکثر من نصف قیمتہ لایجوز لانہ مقدر شرعا فبطل الفضل
اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہی اسواسطے کہ عتق مین قیمت شرعاً
مقدر اور منصوص علیہ ہو تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہی کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمتہ المغصوب بعد القضاء
بالقیمۃ فانہ لایجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا بعد حکم قیمت جائز نہین اسلئے
قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہی یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراے احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہو واللہ تعالی اعلم ولذا لو صالحہ بعرض صح
وان کانت قیمۃ اکثر من قیمۃ مغصوب تلف لعدم الربا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہو اگرچہ اسباب کی قیمت
مغصوب ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا کے اسواسطے کہ ربوا متحقق ہوتی تا ہی درصورت اختلاف جنس والصلح فی الجنایۃ العمد مطلقا ولو فی نفس
مع اقرار بالکثر من الدیۃ والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہی جنایات عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت
اور ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا عمد مین مطلقاً صلح درست ہی خواہ عمد نفس مین ہو خواہ ماذون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت

اسمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطا کذلک لا تصح الزیادة
لان الدیة فی الخطاء مقدرة حتی لو صالح بغیر مقادیرها صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا مین اسطرح یعنی اگر خطا
نفس مین ہوا اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعا معین و مقرر ہی تو اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہی
جسطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور ثانی سے مصالح علیہ م خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار
دینار یا دس ہزار درم مقرر ہی تو اسپر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلا دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین جنس دین
اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وتعیین
القاضی احدها یصیر غیره کجنس آخر اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اسکے سوا اور مقدار دوسری جنس کی مانند
ہو جاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلا دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلا دو سو دینار پر
یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ اونٹ مین بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اسکے مغایر ٹھہرے دوسری جنس کی مانند تو حمل علی
المعاوضہ ممکن ہو گیا کذا فی البحر ولو صالح علی خمر فسد فتلزم الدیة فی الخطاء ویسقط القود لعدم ما یرجع الیه اختیار اور اگر صلح کی شراب
پر تو صلح فاسد ہی تو اب اسپر خطا کی دیت لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا یعنی عمد مین بسبب نہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے کذا فی الاختیار وکل زیدا
عمروا بالصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیه علی آخر من مکیل و موزون لزم بدله الموکل لا انه اسقاط فکان الوکیل سفیرا
وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہی دوسرے شخص پر مکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا
موکل کو لازم ہو گا اسواسطے کہ وہ اسقاط ہی یعنی اسقاط قصاص ہی قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہی مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا مانند ... اس
صورت مین ہی جبکہ توکیل قاتل کیطرف سے ہو ... کیطرف سے کیونکہ وہ ... تو اسکو یون نہین کہہ سکتے کہ بدل صلح اسکو دینا لازم ہی اور
اسطرح مسئلہ دین مین مدعی کیطرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہی تو بدل صلح اسکو کیونکر لازم ہو گا اور ان کو یون کہنا بہتر تھا او علی
بعض دین مدعیه علیه آخر کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنه الوکیل فیواخذ بضمانه کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار
فیلزم الوکیل لانه حینئذ کبیع مگر یہ کہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہو گا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح
واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہو گا اسواسطے کہ صلح اس وقت مین بیع کے مانند ہی یعنی وہ بیع میں
وکیل کیطرف حقوق راجع ہوتے ہین اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح ہوا انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو
مطلقا لازم نہین کذا فی البحر والدرر مطلقا وکیل کو لازم نہین چاہو صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ انکے غیر مین کذا فی الطحطاوی وصالح عنه فضولی
بلا امر صح ان ضمن المال او اضاف الصلح الی ماله او قال علی هذا او کذا او سلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن
بامره فیرجع زاد کا مصالح کیا فضولی نے مدعا علیہ کیجانب سے بدون اسکے امر کے تو صلح صحیح ہی اگر فضولی مال کا ضامن ہوا صلح یعنی بدل صلح کا اپنے اوپر الزام
نسبت کر کے یا یون کہہ کہ نقد یا جنس کیطرف اشارہ کر کے کہ صلح کرتا ہون اسپر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلا ہزار پر یا اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہی اور فضولی
متبرع ہو جاویگا سب صورتون مین مگر جبکہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو ... کذا فی شرح زاده ... اضافت الی المال کی یہ صورت ہی کہ فضولی یون کہے
کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درم پر اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہی والا یسلم فی الصورة الرابعة فهو موقوف
فان اجازه المدعی علیه جاز ولزمه البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نکرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہی سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو جائز ہی

اور اسکو بدل صلح لازم ہو اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہی والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین احکام خمسہ سے
صلح کے مانند ہی یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کیطرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اسکو اپنے مال کیطرف نسبت کرے
یا اشارہ کرے تو صحیح ہی اور فضولی کو بدل لازم ہو اور وہ متبرع ہی اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہی اور نہین تو عورت کی اجازت پر موقوف
ہی ادعی وقفیۃ دار ولا بینۃ لہ فصالحہ المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقا فی دعواہ وقیل قائلہ صاحب الاجناس
لا یطیب لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہین پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت
کے واسطے اس سے صلح کر لی تو جائز ہی اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہی مگر وہ اپنے دعوی مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس
ہی کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت مین بیع ہی اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو
تو دوسری صلح باطل ہی صلح ثانی اسوقت باطل ہی کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جبکہ عوض صلح ہو پھر دوسری عوض صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہی اور اول صلح
فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور اسیطرح نکاح بعد نکاح
اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خریدنے کے باطل ہی مسئلہ نکاح خلافی ہی جامع الفصولین مین ہی ایک عورت سے نکاح کیا مہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے
مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور قنیہ مین ہی کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ
ثابت ہین قول اصح مین کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شراء کے یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گھر میری
ملک ہی بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہی بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خریدنے پر ملک بائع کی دلیل ہی پھر دعوی اور صلح بعد اسکے صریح
متناقض ہی جامع الفصولین مین ہی کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہی اور صلح باطل ہی کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید
فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلیراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہی کہ جو عقد
دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہی مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ
تو انکی طرف رجوع کرنا چاہیے پس اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ ہوگا جیسا کہ
خانیہ مین ہی اور شرا بعد شرا جبکہ ثمن اول کے مغایر ہو مطلقا کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی منعقد ہوگا اور اگر عقد ثانی بمثل ثمن اول کے برابر ہو
تو اول فسخ نہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ قبل الصلح لیس
لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ لیا
کچھ حق نہین فلانے کی جانب تو صلح جاری و نافذ ہی صحت پر گواہ ہوا اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ ما اختم
سے کہ اسمین مدعی کا یہ اقرار ہی کہ وہ مبطل ہی اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح بحر قال المصنف
وھو مفید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہین تو صلح باطل ہو گی کذا فی البحر مصنف نے اپنی
شرح مین کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہی وعمادیہ کی عبارت یہ ہی ادعی کذا فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لا شی علیہ بطل الصلح
انتہی یعنی کسی نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اسپر کچھ حق نہین تو صلح باطل ہی تو ظہور عدم حق بعد الصلح مین یہ قید
ہی کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالحے کے اقرار سے مراد ہی مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن شرحہ سے
البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تھی اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہی کہ بطلان صلح اس وقت
ہی جبکہ مالک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعوی کرے
کہ میرا حق ہی بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کما تحریر کی مجھے حاجت نہیں کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہی تو
ہمیں کچھ اشکال نہیں وا الصلح عن الدعوی الفاسدة یصح وعن الباطلة لا والفاسدة ما یمکن تصحیحها بحر اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے
صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر دعوی فاسدہ وہ ہی جسمیں تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی برفع تناقض
ہو مثلا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جسکی تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعوی باطلہ ہو دعوی حد سے اور دعوی اجرت
نائحہ یا مغنیہ التصویر مجرم ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدة فاسد الا فی دعوی مجهول فجائز فلیحفظ
اور اشباہ میں تحریر کیا ہو کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا متن
تحریر یہی ہی جو ابن نے تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ میں مذکور ہی کہ علماے خوارزم کا فتوی اسپر ٹھہر گیا ہی
کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہو چنانچہ صد مذکور ہوا کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہو انتہی وقیل اشتراط
صحة الدعوی لصحة الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمده صدر الشریعة آخر الباب واقره
ابن کمال وغیره فی باب الاستحقاق کما مر فراجعه اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہی مطلقا خواہ اسکی
تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو ابن کمال
وغیرہ نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اسکی طرف مراجعت کر ہم طحطاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو اسکی دلیل
بیان کی ہی کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہی سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول میں صحیح ہی
اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کا معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہی وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعة وحق وضع
الجذوع علی الاصح اور صحیح ہی صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیاں رکھنے کے حق سے بقول اصح ہم شرب بکسر اول عبارت ہی پانی
لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہی کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہیں جسکا
معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہو کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہی دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت عدم بینہ مدعی قسم کھانی پڑے
الاصل انه متی توجهت الیمین نحو شخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراهم جاز حتی فی دعوی التعزیر مجتبی بخلاف
دعوی حد ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہی کہ جب قسم متوجہ ہو کسی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اسنے یمین کے
بدلے درم دیے تو جائز ہی یہاں تک کہ دعوی تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہی کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد اور نسب کے کذا فی الدرر ہم دعوی تعزیر کی صورت ہی کہ
ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری تکفیر یا تفسیق کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عاید ہوئی سو اسنے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح
جائز ہوا اور دعوی نسب کی یہ صورت ہو کہ مثلا عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہی اس مرد کا میرے پیٹ سے ہم پھر شک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہیں
والصلح ان کان بمعنی المعاوضة بان کان دینا بعین ینتقض بنقضهما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو بطور مذکور ہو دین کا
معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہی دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کر دینے سے وان کان لا بمعناها ای المعاوضة بل بمعنی
استیفاء البعض واسقاط البعض فلا تصح اقالته ولا نقضه لان الساقط لا یعود قنیة وصیرفیة فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ

بلکہ بمعنی استیفائے بعض حق اور اسقاط البعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں ورنہ اسکا اقالہ اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیۃ تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منها ابدا او صالح علی دراهم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی
الهلاك لم یجز الصلح فی الصور الثلث سراجیة اور اگر گھر کے دعوی سے صلح کی اسمین سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درمونکے دینے
پر کھیتون کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہین تینون صورتون مین کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعوی
الهلاك لانه لو ادعاه وصالحه قبل الیمین صح به یفتی خانیة مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ
اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہو اور مصالحہ کرے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ ویصح الصلح بعد حلف المدعی
علیه دفعا للنزاع باقامة البینة اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اسواسطے
جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم نکرے ولو برهن المدعی بعده علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار
اذا صالح علی بعضه ثم وجد البینة فانها تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول نہین مگر وصی کے دعوی مین یتیم
کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر کہ جبکہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ
الصبی فاقامها تقبل ولو طلب یمینه لا یحلف اشباه اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول
ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجائے تو قسم لی جائے گی کذا فی الاشباہ ہم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے
یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم لی جائیگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباه وقیل لا جزم بالاول فی الاشباه وبالثانی فی السراجیة
وحکاهما فی القنیة مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہین یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول
ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کر کے تم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول
ہے چنانچہ معین المفتی مین ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا
بالدعوی عند المتقدمین وخالفهم المتاخرون والاول اصح بزازیة درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے دعوی یعنی مدعا
کا اقرار نہین متقدمین کے نزدیک اور علمائے متاخرین انکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء
عن المال فانه اقرار اشباه بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ صلح
عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح
عن عیب او دین وظهر عدمه او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذه اشباه ودرر صلح کی بائع نے مبیع کے عیب سے یا مدیون نے
دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہوگیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھیرے جسکو اسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین

یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض جنس ماله علیه من دین وغصب
اخذ لبعض حقه وحط لباقیه لا معاوضة للربوا صلح کہ واقع ہوا اس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے
اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہین ہے بیاج کے سبب سے یعنی اسکو معاوضہ قرار نہینگے کیونکہ اور ربوا یعنی عوضین سے بیاج نہ لازم آئے اور وہ
صحیح نہین اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وحینئذ فیصح الصلح بلا اشتراط قبض بدله عن الف حال علی مائة حالة
ہین یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بالا مدت سے سو

بلا مدت پھر بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہی جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہی اور یہ مثال فقط اسقاط
بعض حق کی ہی او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے ہزار موجل پر پھر اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہی وعن الف جیاد علی مائة
زیوف اور صلح صحیح ہی ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہی ولا یصح عن دراهم علی
دنانیر موجلة لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئة اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطور
نسیئہ جائز نہوگا ہم یعنی دینا حق کی جنس نہین ہی کہ اخذ بعض حق ٹھہرکے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہی عقد صرف کا تو دست بدست صحیح نہوگی او الف موجل
علی نصفه حالا الا فی صلح المولی مکاتبه فیجوز نہ بلکہ یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح مین اپنے مکاتب
جائز ہی کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہی بخلاف صلح
مولی اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر تر ہی معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفه بیضاء والاصل ان الاحسان
ان وجد من الدائن فاسقاط وان منهما فمعاوضة یا صلح صحیح نہین ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ احسان
اگر دائن کیطرف سے پایا جاے تو اسقاط حق ہی اور اگر دائن اور مدیون دونون کیطرف سے پایا جاے تو وہ معاوضہ ہی ہم دائن کا احسان یہ کہ جو
صلح کرے جو اسکے حق سے کمتر ہی مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہین
سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اسمین جاری ہوگا اگر
بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا ورنہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمه اد الی خمس مائة غدا من الف لی علیک علی
انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیه بری وان لم یوده ذلک فی الغد عاد دینه کما کان لفوات التقیید بالشرط
دائن نے اپنے مدیون سے کہا کہ آ میرے پاس پانسو کل اس ہزار سے جو میرے تجھپر ہین اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہوجائے گا نصف باقی سے سو مدیون
نے قبول کیا اور اسیدن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اسکا دین پورا پھر آویگا چنانچہ پہلے شرط کے تھا
بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور مین شرط صریح نہین بلکہ شرط معنوی ہی بلفظ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی برات
مین تو درصورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی ووجوهها خمسة احدها هذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانه ابراء مطلق
اور اس مسئلے کی پانچ صورتین ہین ایک انمین سے یہی صورت ہی جو مذکور ہوچکی دوسری صورت یہ ہی کہ اگر دائن نے کل کی قید
نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نکرے گا اسواسطے کہ وہ مطلق ابرا ہی ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھکو پانسو دے ہزار مین سے
کہ تو بری ہی باقی سے تو اگر مدیون ادا نکرے گا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابراے مطلق ہی یہ ابراے مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین
نکیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو برات مقید باد انرہی والثالث ولذا لو صالحه من دینه علی نصفه
یدفعه الیه غدا وهو بری مما فضل علی انه ان لم یدفعه غدا فالکل علیه کان الامر کالوجه الاول کما قال لانه صرح
بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہی اور اسیطرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد
از نصف سے بری ہی اس شرط پر کہ اگر اسکو کل نہ دے تو تمام اسپر ثابت ہی تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس
قول مین برات کی صریحا تقیید ہی ہم تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نکرے گا تو سب دین
اسپر قائم ہی بالاجماع کذا فی شرح الوقایه والرابع فان ابراه عن نصفه علی ان یعطیه ما بقی غدا فهو بری ادی الباقی فی الغد

او کالعلانیة بلا ابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کردیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی از نصف
کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بصریح الشرط کان
ادیت الی کذا او اذا او متی لا یصح الابراء لما قدمنا ان تعلیقه بالشرط صریحا باطل لانه تملیك من وجه اور پانچویں صورت یہ کہ اگر دائن ابرا
کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یوں کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح
شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے
کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونوں معنوں کی
رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحرف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا
صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ تصحیح وان قال المدیون لاخر سرا لا اقر لك بمالك حتی تؤخره عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر
او الحط صح لانه لیس بمکره علیه اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نکرونگا جبتک تو مجھکو تاخیر نہ دے
مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نکر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے یہ صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی
کرنے والا نہیں ہے صلح جائز ہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کرسکتا اور بعد کم کرڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قاله
سرا اخذ منه الكل للحال به اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لیگا اعلان سے مراد یہ ہے کہ جو
تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے بعد اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں بلکہ اعلان
میں پورا دین جو وقت فی الحال لیگا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کمی کردیگا علانیہ یا اقرار کریگا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولی ہے اخفا سے ولو
ادعی الفا فجحد فقال اقرر لی بها علی ان احط منها مائة جاز بخلاف علی ان اعطیك مائة لانه رشوة اور اگر دائن نے ہزار کا
دعوی کیا اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں ہزار سے سو کم کرڈالونگا تو کم کرڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول
کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ میں تجھکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت لی حططت لك منها مائة فاقر صح الاقرار
لا الحط یعنی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے اوپر سے منجملہ ہزار کے سو کم کرڈالوں پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح
ہے نہ کم کرڈالنا کذا فی المجتبی ہے اسواسطے کہ ابرا بشرط صریح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمیں تعلیق معنوی ہے صح الدین المشترک بسبب متحد
کثمن مبیع بیع صفقة واحدة او دین موروث او قیمة مستهلك مشترك اذا قبض احدهما شیئا منه شارکه الآخر فیه
ان شاء او اتبع الغریم بحصته یا تو جو دین کہ مشترک ہے دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونوں کا
موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لیگا تو دوسرا شریک اسمیں شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے
یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ ہمکا ذکر آویگا ثمن مبیع شامل ہے اس صورت کو جبکہ دونوں شریک مبیع میں شریک ہوں اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک
نہوں اسطرح کہ وہ چیزیں ہوں ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے
نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی
مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے مقبوضہ میں شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف
ہوا اور مشارکت میں یہ ضرور ہے کہ دونوں مقدار ثمن اور صفقہ میں برابر ہوں اسواسطے کہ اگر دونوں شخص بیع بصفقہ واحدہ کریں اسپر کہ ثمن سے فلانا حصہ

سو درم ہیں اور فلانے کا حصہ پانسو درم ہے پھر ایک شخص ثمن میں سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اسمین مشارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بایعین کے حق میں
تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فلو صالح احدهما عن نصيبه على ثوب اي على خلاف جنس الدين اخذ الشريك
الآخر نصفه الا ان يضمن له ربع اصل الدين فلا حق له في الثوب۔ اور صورت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر تو دوسرا شریک اس کپڑے کا آدھا لے لیگا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اب اسکا حق
اس کپڑے مین نہ ہے مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک
نصف کپڑا لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے مین حق باقی نہ رہے گا ولو لم يصالح بل اشترى بنصفه شيئا
ضمنه الشريك الربع لقبضه النصف بالمقاصة او اتبع غريمه في جميع ما مر لبقاء حقه في ذمته اور اگر ایک شریک نے مصالحت نکیا
بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین
پر بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن مین یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنی مسئلہ صلح اور
مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرا احد الشريكين الغريم عن نصيبه لا يرجع لانه اتلاف لا قبض
اور جب ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور
مواخذہ شریک کا قبض مین ہے نہ اتلاف مین وكذا الحكم ان كان للمديون على احدهما دين قبل وجوب دينهما عليه حتى وقعت
المقاصة بدينه السابق لانه قاض لا قابض اور اسیطرح عدم رجوع کا حکم ہے اگر مدیون کا ایک شریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون
شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض ہے
اور مشارکت مقبوض مین ثابت ہوتی ہے نہ ادائے دین مین دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر
حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرا الشريك المديون عن البعض قسم الباقي على
سهامه اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کرے بعض دین سے تو باقی دین اسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم
ہون اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے گا اور شریک ساکت کو دس درم کا وكذا
المقاصة اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین شرکت سے پہلے اور پانچ درم مجرا
ہو گئے اسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم لیگا اور دوسرا شریک دس درم ولو اجل نصيبه
صح عند الثاني اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے امام کے نزدیک تاجیل احد الشریکین
اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتین ہین معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول
ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستيجار بنصيبه قبض لا التزوج والصلح عن جناية عمد اور ایک شریک کا غصب
اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے
اور وہ اسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک
شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قابض نہ ٹھہرے گا اسواسطے کہ ظاہر الروایت مین یہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمین رجوع نہین کر سکتا
اور جنایت عمد کی صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ مقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک کا نہ تھا اتلاف جنایت تھا کہ وہ درحکم

اسمال ہے تو جنایت خطا کی صلح مین قابض ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یھبہ الغریم قدرہ ثم یبرئہ اور
مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اُسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کرے مثلاً ایک شریک
کا دین مدیون پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کرے تو اُن چالیس درم مین شریک ثانی کی شرکت نہوگی
کیونکہ مقبوض ہبہ ہے دین نہیں او یبیعہ بہ کفا من تمر مثلاً ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کوئی احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً
مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اُسکا حصہ اُتنا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کرے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ
مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ مین یعنی اگر اُسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کرے تو اب جو مدیون دس درم اسکو
دیگا وہ ثمن مبیع ٹھہرے گا نہ اُسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ
الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے
حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر شریک
رد کر دیگا تو صلح مردود ہو جائے گی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے یعنی
جبکہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک دس من
گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اُس سے لیے تو یہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی کے
سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین شریک ہونگے اور جو سلم باقی رہے گی وہ بھی دونون مین شریک ہوگی و اگر اجازت نہ دیگا
تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضا ے شریک ثانی صلح صحیح نہین ہو سکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے مین جائز کیجیے تو لازم
آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اُسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدر بتصرف و توضیح نعم
لو کانا شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا
بحر الرائق مین یون ہے کہ جاز ولو فی الجمیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنی جواز مخصوص نصیب مصالح نہین بلکہ جملہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہے

فصل فی التخارج

یہ فصل ہے تخارج کے احکام مین تخارج خروج سے ہے اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہے کہ وارث اسپر
اتفاق کرین کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدھم عن الترکۃ وھی عرض او ھی
عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ھی ذھب بفضۃ دفعوھا لہ او علی العکس او عن نقدین بھما صح فی الکل صرفا
للجنس بخلاف جنسہ خارج کر دیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض اُس مال کے جو اُنھون نے اسکو
دیا یا وارثون نے اسکو نکالا اُس ترکہ سے جو سونا ہے بعوض چاندی کے کہ اُنھون نے اسکو دیا یا بالعکس اسطرح کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی
سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر بطور صرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہے تخارج
عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ھو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت
تخارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اُس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہو چاندی سونے سے تو مجلس مین قبض
کرنا شرط صحت کی تا کہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرھا باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ
اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہا سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہیں ہے کہ جو سونا یا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اُسکے حصے سے اُس جنس میں سے تاکہ سود بچا رہے یعنی اگر ترکہ میں درم اور
اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوض اُسکا دس درم سے زیادہ ہو جب ہی تاکہ دس درم عوض اُسکے حصے کے برابر ہو جاویں
اور باقی درم باقی متروکہ مغائر درم کے مقابلہ میں پڑیں اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہوں یا کم یا اُس وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی سود
احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح وعلمه بقدر نصيبه شرنبلالية وجلالية اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت
اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز
ہی سود کے نہونے سے وكذا لو انكروا ارثه لانه حينئذ ليس ببدل بل لقطع المنازعة اور اسیطرح مطلقاً صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہوں
اُسکی میراث کے اسواسطے کہ اُسوقت میں جو دیا وہ بدلا نہیں بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثة وفي التركة ديون
بشرط ان تكون الديون لبقيتهم لان تمليك الدين من غير من عليه الدين باطل اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکے سے خارج
کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو
دین کا مالک کرنا باطل ہی جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک
دین کی باطل ہی مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہیں جسپر دین ہی ثم ذكر لصحته حيلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منه اى من حصته لانه
تمليك الدين ممن عليه الدين فيسقط قدر نصيبه عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدبیر ذکر کیں سو مصنف نے کہا اور صلح
صحیح ہی اگر وارث شرط کریں صلح میں بری کرنا مدیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہی مصالح کا دین میں اُسکو وہ معاف کرے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ابرا میں مالک کرنا
ہی دین کا اُسکو جسپر دین ہی اور یہ صحیح ہی تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونوں سے ہم اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہی کہ وارث مصالح کا حق
باقی نرہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہوگیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصيب المصالح منه اى الدين تبرعا منهم
واحالهم بحصته یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے اُسکی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں
پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلادے مدیونوں سے ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہی اسواسطے کہ نقد بہتر ہی نسیئہ سے کذا فی الصدر الشریعۃ او اقرضوه
قدر حصته منه وصالحوه عن غيره بما يصلح بدلا واحالهم بالقرض على الغرماء وقبلوا الحوالة وهذا احسن الحيل ابن كمال
یا باقی وارث مصالح کو قرض دیں بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کریں مصالح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بعوض اُس چیز کے جو بدل کی لیاقت
رکھتا ہی اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کرلیں اور یہ حیلہ بہتر ہی اور حیلوں سے
کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے میں مصالح کا ضرر ہی ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہی احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی
والاوجه ان يبيعوه كفا من تمر ونحوه بقدر الدين ثم يحيلهم على الغرماء ابن ملك اور اوجہ حیلہ یعنی احسن تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے
واسطے یہ ہی کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچیں بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر
حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہی لیکن مصالح کا نقصان ہی صریح وفي صحة صلح عن تركة مجهولة اعيانها
ولا دين فيها على مكيل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحيح الصحة زيلعي لعدم اعتبار شبهة الشبهة اور جس ترکے کے اعیان
معلوم نہیں اور اُسمیں دین نہیں اُسکی صلح کے صحیح ہونے میں کیل اور موزون پر اختلاف ہی اور قول صحیح صحت صلح کا ہی کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر
ہونے شبہۃ الشبہہ کے شارع نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہی یعنی جب ترکہ میں دین نہو اور اعیان اُسکے معلوم نہوں اور کیل یا موزون

پر صلح کا ارادہ ہو تو اسکی صحت مین اختلاف ہی فقیہ ابوجعفر صحت صلح کا قائل ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہی
بعلت شبہہ ربوا وجہ صحت یہ ہی کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ ترکے مین کیلی یا موزون ہو بر تقدیر اسکے ہونے کے پھر یہ احتمال ہی کہ بدل
صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہی اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہی نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس
بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے مین بدل صلح کا ہم جنس ہی تو صلح جائز نہین اور اگر ہم جنس نہین
تو صلح جائز ہی اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو تو اس صورت مین اختلاف ہی ولو الترکۃ مجھولۃ وھی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ من
الورثۃ صح فی الاصح لانھا لا تفضی الی المنازعۃ لبقائھا فی یدھم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضھا لم یجز ما لم یعلم
جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور ترکۂ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے
کہ جہالت اسکی موجب نزاع نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکۂ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جب تک
کہ تمام مقبوضہ اسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک خلاصہ یہ ہی کہ اگر ترکۂ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہی تو تسلیم کی حاجت
نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہی تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان
تسلیم کی حاجت ہی اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہی صلح ایک
وارث کسے اسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہی قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو
تو ورثہ ترکے کے مالک نہین جو اسمین صلح یا قسمت جاری کرین سواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہی الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت
مین صلح اور قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکے سے نہ لین سواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول
ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمنہ اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمۂ میت و تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع
ہوگیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوائے
ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالح ولا یقسم قبل القضاء
للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکے مین جسکو دین محیط نہین
ہم اسواسطے کہ میت کی گلوخلاصی اول بہتر ہی طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعل الصلح والقسمۃ صح لان
الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لئلا یحتاجوا الی نقض القسمۃ بحر
اور اگر صلح اور قسمت کیجائے ترکۂ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکے کی صلح یا قسمت موقوف
رہے تو وارثون کا ضرر ہی تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر
ہم استحسان متعلق ہی صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہی استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس ہی کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکے
کا ہر جز مشغول بدین ہی بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم
بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالھم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از راہ صلح کے
تو اسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انھون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا وان کان
المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثھم یقسم بینھم اور اگر دیا مال انہین سے ہو جسکو انھون نے میراث مین پایا تو بقدر انکی میراث کے

اُنہیں خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیدہ الخصاف بکونہ عن انکار فلو عن اقرار بطل الصلح اسواء ع اور خصاف نے اس تفصیل مذکور میں صلح انکاری
کی قید لگائی ہے یعنی جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہوں اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کریں تب یہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی
اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقاً خواہ ترکے سے مال صلح دیا ہو یا غیر ترکے سے اسواسطے کہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثوں نے اسکو خرید کیا
اور یہ تساوی ظاہر نہیں مگر جبکہ مال مدفوع ورثہ میں برابر ہو فتأمل کذا فی الطحطاوی وصح اخراجہم من بعض الاعیان صحیحہ اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض
اعیان ترکہ سے صحیح ہے یعنی صلح میں کل اور بعض دونوں برابر ہیں ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکة دین ام لا فالصلح صحیح وکذا لو
لم یذکره فی الفتوی فیفتے بالصحة ویحمل علے وجود شرائطها مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز میں یہ مذکور نہو کہ ترکے میں دین
تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوی میں یعنی استفتاء اور سوال میں تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور عدم ذکر وجود شرائط
صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنی مفتی پر اسکی بحث واجب نہیں کذا فی الطحطاوی والموصى له بمبلغ من الترکة کوارث فیما
قدمناه من مسألة التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہے اُن احکاموں میں جنکو ہم مقدم ذکر
کر چکے ہیں تخارج کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہے اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہے صالحوا احد الورثة احدهم
وخرج من بینهم ثم ظهر للمیت دین او عین لم یعلموها هل یکون ذلك داخلا فی الصلح المذکورة قولان اشهرهما لا بل بین الکل
والقولان حکاهما فی الخانیة مقدما لعدم الدخول وقد ذکر فی اول فتاواه انه یقدم ما هو الاشهر فکان هو المعتمد کذا فی البحر قلت
وفی البزازیة انه الاصح ولا یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثوں سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر
ہوا جو وارثوں کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور میں داخل ہوگا یا نہوگا اسمیں دو قول ہیں دخول اور عدم دخول کے دونوں قولوں میں مشہور تر
قول عدم دخول کا ہے بلکہ وہ دین یا عین سب وارثوں میں مشترک ہے اور دونوں قولوں کو خانیہ میں حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان
نے اپنے فتاوے کے اول میں ذکر یہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اصح
وہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہوگی وفی الوهبانیة شعر وفی طفل بالشهود فلم یجز * وما یدعی خصم ولا یتنور *
اور وہبانیہ میں ہے اور صلح طفل کے اُس مال میں جو گواہوں سے ثابت ہے جائز نہیں اور صلح جائز نہیں ہے جبکہ مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی
گواہوں سے روشن نکرے ھ اور اگر طفل کا مال گواہوں سے ثابت ہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت میں اسواسطے صلح جائز نہیں کہ مدعی مستحق نہیں
اگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہے نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہوں تو صلح جائز ہے کذا فی الطحطاوی مصـ ع
وصح علی الابراء من کل غائب اور صحیح ہے صلح ابرا پر ہر عیب سے ھ یعنی مشتری اگر برأت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے
طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہے تو اسیطرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہے کیونکہ یہ اسقاط حق ہے ع ولو زال عیب عنہ صالحہ بطل *
اور اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہے ھ یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح
باطل ہے تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی مصـ ع ومن قال ان حلف فبرأ فلم یجز
اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ ابری کی تعلیق
شرط صحیح پر جائز نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے
دوسری بار قسم لی جائے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی الطحطاوی مصـ ع

ولو ثمہ کالاجنبی یعنی اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے
کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی
صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وھو السیر فیھا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب
فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین کے چلنے پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت سو واسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل
کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں سو واسطے کہ قرض معنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے
کذا فی الفتح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی المنفعۃ کا
عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلا حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اس سے
تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے وکنھا
الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب و قبول ہے ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجکو بطریق مضاربہ یا مقارضہ
یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو اس میں
تیرا اتنا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن
الحموی وحکمھا انواع لانھا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر مترتب چند نوع ہے لیکن باعتبار مختلفہ سو واسطے کہ مضاربت امانت لفظا ہے شرع
میں ہم مضاربت ابتداء میں ایداع سو واسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالک بر وجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بر وجہ مبادلہ اور
بخلاف رہن کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں ومن حیل الضمان
ان یقرضہ المال الا درھما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرھم وبما اقرضہ علے ان یعملا والربح بینھما ثم یعمل المستقرض فقط
فان ھلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوا ایک درم کے پھر شرکت
عنان منعقد کرے اس باقی درم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور نفع دونوں
میں برابر ہو پھر لیا اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہےگا ہم شرکت عنان کو سو واسطے خاص
کیا کہ ہم نفع برابر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل سو واسطے شرط کیا اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جاوے گی اور مفسد شرط العمل
وارد ہے یہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نہ رہی بلکہ راس المال میں شرکت ہو گئی وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ اور مضاربت
توکیل ہے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے بیت المال کے امر سے ہم جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدرر
وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو سو واسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اس میں شریک ہونگے وغصب ان
خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ
رب المال اپنے اس خلاف کے اسکو جائز بھی رکھے سو سبب جانے مضارب کے غاصب سبب مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خرید
کی اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب سو واسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح او لا بلا زیادة علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثة اور
مضاربت اجارہ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب ہر وقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اسکے واسطے اُسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت
مین نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ نہی جاوے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلاثہ کے ہم اجارہ فاسدہ کا بھی حکم ہو کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ
نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربة فاسدة کشرطه لنفسه عشرة دراهم فلا شئ له فی مال الیتیم اذا عمل
اشباه فهو استثناء من اجر عمله مضاربت فاسدہ مین اجرت عمل ہی مگر اُس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا
اپنے واسطے دس درم کا شرط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نملے گی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہی اجرت
عمل سے ہم بیان محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے رفع ابہام کر دیا تھا اس قول فلا شئ سے
لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدة لا ضمان فیها ایضا کصحیحة لانه امین اور مضاربت فاسدہ مین بھی
مالک مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہی اور امین ضامن نہین ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط الربح کله للمالک
بضاعة فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنی یہ عقد مضاربت
نہین بلکہ عقد بضاعت ہی تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہین کیا ومع شرطه للعامل
قرض لقلة ضرره اور تمام نفع عامل کیواسطے مشروط ہونے کے ساتھہ مال دینا قرض ہی بواسطہ قلت ضرر قرض ہم یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور
دونون مین یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے کے نصاحب مال تو یہ مضاربت نہین ہی قرض ہی اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہین ہو سکتا مگر
جبکہ راس المال کا مالک ٹھہرا اور مالک مشہور نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا سراسر نقصان ہی اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہی عین اور اُسکے
بدل دونون سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہی نہ اُسکے عوض مین تو بنظر قلت ضرر قرض ہی عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی
مختصر تحریرت وشروطها اربعة اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین ایک شرط راس المال کا بیچا اثمان کے ہونا دوسرا اُسکا معلوم ہونا سوم راس
المال کا عین ہونا دین نہ ہو مضارب کو راس المال تسلیم کرنا اور شیوع منفعت بالتعیین مقدار کا مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا مضارب کا حصہ
منفعت سے ہونا راس المال سے او تفصیل شرطون کی اور تفصیل جسکے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما فی الشرکة
شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے جیسا کہ ذکر ہو چکا کتاب الشرکہ مین تو مضاربت صحیح نہین مگر اُس مال سے شرکت صحیح ہوتی
ہی اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو جس مال سے شرکت صحیح ہوتی ہی یعنی دراہم اور دنانیر اور جائز ہی ہونا غیر مسکوک
اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی شرط ہی کہ عاقد عقد مضاربت کرین مقدار معین راس المال
پر مثلا ہزار یا دو ہزار درم پر وکفت فیه الاشارة اور راس المال کے معلوم ہونے مین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہم صورت اشارہ بھی کے بطریق
مضاربت ایک شخص کو دئیے اور انکی مقدار معلوم نہین اسکو تو جائز ہی کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بیمینه والبینة
للمالک اور درصورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف مین مضارب کا قول معتبر ہی اُسکی قسم کے ساتھہ اور گواہ لانا مالک
کے واسطے ہو وان المضاربة بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین سے کرنا ہو اگر
مضارب پر دین ہو تو جائز نہین اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہی اور مکروہ ولو قال اشتری عبدا نسیئة ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز
اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اُسکے ثمن سے مضاربت کر تو اُسنے ایسا ہی کیا

تو جائز ہی ہم اسواسطے کہ مضاربت غلام کیطرف مضاف نہین جو جائز ہو بلکہ اسکے ثمن کیطرف مضاف ہی اور ثمن سے مضاربت صحیح ہی کذا فی الدرر
اور یہ حیلہ ہی جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کیطرف مضاربت کو مضاف کرے کقولہ لغاصب و مستودع و مستبضع
اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز جیسے چنانچہ یون کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو تیرے پاس ہی بطریق جیسے امانت یا ودیعت ہی
مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہی کذا فی المجتبی ہم مستبضع وہ ہی جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت کی
صورتین جائز ہوگی جب غاصب غیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جسمین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا لا دینا
کما بسط فی الدرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر مین واضح بیان کیا ہی ہم درر مین ہی عین ہونا
شرط ہی نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہی شرع مین اور جسپر دین ہی اسکا امین ہونا متصور نہین تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین مین
جو تیرے ذمے ہی بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہین بلکہ مراد ہی مسلما الی المضارب
لیمکنہ التصرف ورا تخالیہ رب المال بتسلیم کرے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کی
جانب سے ہی اور وہ ممکن نہین بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال نے شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب
المال ہو مضارب راس المال سے خرید و فروخت کرے تو نفع مین دونون شریک ہون گے بموجب شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہی عمل مین نہ نقض مضاربت پر
بخلاف اشتراط عمل رب المال جبکہ عقد مین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیہا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے
کہ اسمین دونون جانب سے عمل ہی وکون الربح بینہما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا مابین دونون کے
شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت شائع ہو مثلا دونون مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ
اسمین منفعت کی شراکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور درہم معین کرنا چنانچہ سو درہم یا نصف منفعت کے ساتھ دس درہم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے
کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر درہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نرہی تو مضاربت باقی نرہی وکون نصیب کل منہما معلوما عند العقد
مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول ہی مثلا مالک کہے مضارب سے
کہ تجکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کیواسطے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطہا
کون نصیب المضارب من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال او منہ ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہی ہونا حصہ مضارب
کا نفع سے تو اگر مضارب کیواسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو
عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط وصح
العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین تو شرط مفسد مضاربت ہی اور نہین تو شرط باطل
ہو جاتی ہی اور عقد صحیح ہوتا ہی بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہین ہی تاہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید
کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کیواسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہین از انجملہ یہ ہی کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا
شرط کیا جاوے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادہا فالقول لرب المال وبعکسہ فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت
دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہی اسواسطے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی لان الاصل ان القول للمدعی الصحۃ فی
العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الربح الا عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فیہ فسادہا لانہ منکر زیادۃ یدعیہا

المضارب جناية اور قاعدہ کلیہ ہے کہ شروط میں ہی صحت مقصد کا قول مقبول ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ مضارب سے کہیں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا تھا
سوائے دس درم کے اور مضارب کہے کہ ثلث نفع شرط تھا تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد ہے مضارب کا قول مقبول اسواسطے ہے کہ صاحب مال اُس
زیادتی کا منکر ہے جسکا مضارب دعویٰ کرتا ہے کذا فی الخانیہ وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافهم اور جو قول اشباہ میں ہے اسمیں اشتباہ ہے سو اسکو سمجھ لے اشباہ کی
عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحة الا اذا قال رب المال شرطت لك الثلث وزيادة عشرة وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی
صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادتی شرط کی اور مضارب کہے کہ ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہے انتہی اور حمو
مصنف نے اپنی شرح میں اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب اس صورت میں صحت عقد کا یعنی بطلان کا مدعی ہے اور صاحب مال
کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ واقع ہوا کہ اُسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اسمیں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحطاوی ویملك المضارب
المطلقة التي لم تقيد بمكان او زمان او نوع البيع ولو فاسدا بنقد ونسيئة متعارفة اور مضارب مالک ہے مضاربت مطلقہ یعنی
اُس مضاربت میں جسمیں مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن بیع کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھ ہو مراد یہ نہیں کہ
مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اُسکے ہاتھ میں امانت باقی رہے مدت میں متعارفہ کی
قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوكيل بهما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کیواسطے دوسرے شخص کو وکیل
کرنے کا مالک ہے والسفر برا وبحرا ولو دفع له المال في بلده على الظاهر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے
مضارب کو مال اپنے شہر میں دیا ہو مسافرت میں بنابر قول ظاہر کے ہے اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے امام سے کہ اگر اپنے شہر میں مال دے تو مضارب کو سفر جائز
نہیں اور اگر سفر میں دے تو اسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو مقتضائے لفظ مسافرت کا
مضارب مالک ہے والابضاع اي دفع المال بضاعة اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے
مشروط ہو ولو لرب المال ولا تفسد به المضاربة كما يجئ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اسکو اختیار ہے اور
اس دینے سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان ہوگا آگے ویملك الايداع والرهن والارتهان والاجارة والاستيجار فلو استاجر ارضا
بيضاء ليزرعها او يغرسها جاز ظهيرية اور مضارب مالک ہے کسیکے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ
دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر کرایہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اسمیں کھیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظهيرية والاحتيال اي قبول
الحوالة بالثمن مطلقا على الايسر والاعسر لان كل ذلك من صنيع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا آسانی اور
تنگدستی پر اسواسطے کہ یہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور بضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگروں کے دستور
سے ہیں لا يملك المضاربة والشركة والخلط بمال نفسه الا باذن او اعمل برأيك اذ الشيء لا يتضمن مثله مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص
کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اُس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اُسکے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور
عقل کے موافق ہو اسواسطے مالک نہیں کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے وهم عدم تضمن مثله عدم ملك مضاربت کی علت ہے نفی
شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یوں کہتا اذ الشيء لا يتضمن مثله والاعلى منه تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط اعلیٰ تر ہے مضاربت سے خلط مال اُس صورت میں جائز نہیں جبکہ اُس شہر میں اُنکا
اور اگر رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا في الطحطاوي ولا الاقراض والاستدانة وان قيل له ذلك اي اعمل برأيك لانهما ليسا من صنيع
التجار فلم يدخلا في التعميم ما لم ينص المالك عليهما فيملكهما اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور ادھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اُس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ

صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ دونوں تجارت کے دستور سے نہیں ہیں تو وہ تعمیم قول مذکور میں داخل نہوگی جب تک کہ مالک ان دونوں پر تصریح نکر دے پھر قرض لینے کے بعد اُسکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہا کہ تجکو قرض دینے اور ادھار لینے میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں در میں ہے کہ استدانت ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ ثمن پر خرید کرے وان استدان کانت شرکۃ

وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فھو متطوع لانہ لا یملک الاستدانۃ بھذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ محقق ہوگی اور اسوقت میں تو اگر مضارب نے مال کپڑا خرید کیا اور اُسکو پانی سے دھولایا اپنے مال سے اسباب مضاربت کو لادا یا اپنے مال سے اور حالانکہ اُس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے پھر نہیں لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنیکا مالک نہیں ہے مراجیہ میں ہے صورت استدانت یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر سے خریدے بعد خرید کرچکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی شخص سو درہم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کا مال سے درہم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو خرید مضاربت پر ہوگی تو استدانت نہوگی در بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خریدے پھر اُنکی باربرداری یا شستہ یا سپیدی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو تفصیل ضرور ہے استدانت پر اور دھلانا کو یا ٹھہرا تو جائز ہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب علیٰ قدر نفسہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی فی انما قال بالماء لانہ لو قصر بالنشا فحکمہ کصبغ اور مصنف نے کپڑے کو شوبہ میں تقطع پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھولا دیگا تو اسکا حکم رنگ لگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ وحصتہ فی الربح کالخلط اور اگر مضارب کپڑے پر سرخ رنگ دیگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اسقدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگ سے اور نشاستے کے لگنے سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق فاذا بیع کان لہ حصۃ الصبغ وحصۃ الثوب فی مال المضاربۃ اور ہوگا مضارب کیواسطے اُس رنگ کی قیمت کا حصہ بیچے جانے کے بعد جیسے کہ پانچ سو مضاربت کے مال میں مثلاً سفید تھان خریدا پانچ روپیہ کو پھر راس المال سے اور اسپر اُسکا ثمن دو روپیہ رنگ کے سات روپیہ ہوگیا اور بیچنے سے کچھ نفع ہوا تو مضارب بہ حصہ رنگ پائیگا اور صاحب مال اکو پیسہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگیا اور اگر مضارب نے رنگ کی قیمت میں ہا ہوا جو نفع نہ اعمل برائک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یوں کہا کہ عمل کر جیسا تجھے سوجھے اور بدیکے تو مضارب شریک نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت نہ رہا مضارب کے پاس تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما قال احمر لما مران السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برائک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر مذکرہ ہوچکا کہ یہ قول فقہا کا اختلاف زمان پر ہے اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول میں یہ رنگین کرنا کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما مر اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی تجاوز کا اور اسباب یا وقت یا اُس شخص کا جسکو مالک نے معین کیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت اسباب اور اسباب تجارت نہیں ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا ہم نے الف مر مذکور میں ہو اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی اسیطرح سے تفویض کی تخصیص بھی خالی فائدے سے نہیں ہے اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور اسعار اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قید با لمفید لان

غير المفيد لا يعتبر اصلاً كنهيه عن بيع الحال قيد اتفاقی ہے تقييد مفيد کی اسواسطے کہ تخصيص غير مفيدہ ہر گز معتبر نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال یعنی
بیع معجل سے وَامّا المفيد في الجملة كتسوق من مصر فانّ صحّ بالنهي صحّ والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب
مال نے تصریح کر دی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود دیار اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی
صریح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور تجارت کرنا اسکے سوا اور بازار میں تو اب تقیید صحیح ہوگی کذا فی الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفة وكان
ذالك الشرى له پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکلکر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور
موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالفت امر مالک مضارب کی ہوگی
یعنی تو اسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اسنے غیر کے مال پر بدون اسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم يتصرف فيه حتّى عاد للوفاق عادت
المضاربة اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف نکیا یہانتک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہوجائیگی ہم یہ متعلق تعیین شہر ہے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا
اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہوگیا لیکن یہ خروج موقوف ہو اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہوگیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ
مضاربت ہنوز اسکے ہاتھ میں قائم ہے بعقد سابق کذا فی الطحطاوی وكذا لو عاد في البعض اعتبارًا للجزء بالكل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے
بعض مال مضاربت میں عود کیا جز کو کل کے ساتھ قیاس کر کے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا يملك
تزويج قنّ من مال المضاربة اور مضارب مالک نہیں نکاح کر دینے اس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من يعتق على رب المال بقرابة او يمين
اور مضارب مالک نہیں اس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہوجاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے ہم قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لونڈی یا غلام کو
کہا ہو کہ اگر میں اسکا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوكيل بالشراء فانّه يملك ذلك عند عدم القرينة المقيدة للوكالة كالشراء للعمل او للبيع
او للتسرّي فهو او جارية للوطئ ها بر خلاف خرید کرنے کے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اس مملوک کے خرید کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر آزاد ہوجاوے جبکہ قرینہ مخصص وکالت نہو
چنانچہ یوں کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جسکو میں بیچوں یا اس سے خدمت لوں یا جاریہ خرید کر جس سے میں قربت کروں ہم موجب اور استخدام
اور وطی جاریہ قرینہ ہو کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہئے کہ موکل پر آزاد ہوجاوے ولا من يعتق عليه اى المضارب اذا كان في المال ربح
هو هنا ان تكون قيمة هذا العبد اكثر من كل رأس المال كما بسطه العيني فليحفظ اور مضارب اس غلام کے خرید کرنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہوجاوے
بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت میں نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد
رکھنا چاہئے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا
صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہی ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے
برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہریگا راس المال سے تو اگر راس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہوگیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام
مول لیا جو مضارب پر آزاد ہوجاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اسپر آزاد نہوگا انتہی مختصرا کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من يعتق على واحد منهما وقع
الشراء لنفسه ہو اگر مضارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کیواسطے نہ مضاربت کے واسطے ہم اور مضارب تاوان دے
دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اسپر ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن
ابی السعود فان لم يكن ربح كما ذكرنا صحّ المضاربة اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہمنے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کیواسطے خرید صحیح ہوگی ہم متعلق ہے اس صورت کے
ساتھ جبکہ مضارب اسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہوجاوے کذا فی الحلبی فان ظهر الربح بزيادة قيمته بعد الشراء عتق حظه ولم يضمن نصيب

المالکِ لعتقہ لا بصنعہ وسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا
اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ میں بہ سبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام اور قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام سواسطے
آزاد ہوگا کہ مضارب نے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب
کذا فی الدر ولو اشتری الشریکُ من یعتق علی شریکہ اوالاب والوصیُّ من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد اذ لا نظر فیہ للصغیر اور اگر ایک
شریک اُس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمیں منفعت ہی صغیر
کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہی تعلیل شارح کی قاصر ہی اور شریک میں وہ علت ہی جو مضارب میں مذکور ہو چکی یعنی عدم حصول نفع شریک الماذون
اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لہما زیلعی اور عبد ماذون نے جبکہ اس غلام کو خرید کیا جو
مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہی اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہیں تو آزاد نہوگا برخلاف صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا
کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اُسکی گردن اور کسب کو محیط ہی یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضاربٌ معہ
الفٌ بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا فصارت قیمتہ ای الولد وحدہ کما ذکرنا الفا
ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب ہی جسکے پاس ہزار درم ہیں نصفا نصف منفعت پر اُسنے
ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنی بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درم کے برابر ہی پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی
حالت میں پھر قیمت اُسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہو گئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع
مذکور سے تو ولد اسکا آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنے بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب
مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بہ سبب ملک و نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی
الزیلعی مختصرا سعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی ساڑھے
بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کر دے ہم ہزار راس المال کی بابت اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے ولرب المال
بعد قبضہ الفہ من الولد تضمین المدعی ولو معسرا لان ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو
جائز ہی بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہی مالک ہونے کا یعنے اور تاوان
مذکور برابر ہی مالداری اور مفلسی میں بہ سبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تا کہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے
اسواسطے کہ لونڈی مشغول براس المال ہی پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لئے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہو گئی اور بالکل منفعت میں داخل ہو گئی تو اب اس میں مضارب
کی ملک ظاہر ہو گئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحطاوی ویحمل علی انہا تزوجہا ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اسپر
محمول ہو گئی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہی تا کہ مضارب ناکارہ نہ ٹھہرے ولو صارت
قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تاماً بحر اور اگر
لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جاویگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر
سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہی ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہی اور موضوع اسکا یہ ہی کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور ضمین
مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہی لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہی مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہی اور قرینہ اسپر یہ ہی کہ ام ولد پر سعایت

باب المضارب الذی یضارب

نہیں پھر حق مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہوا اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو راس المال نہ ملے گا تب تک یہ دقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الکافی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اُس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے لما قدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفرد کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع ما لم یعمل الثانی او ربح الثانی اولاً علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت اسمیں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو آپس میں اور مالک میں مشروط ہے ہم درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اُس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر کے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح ولا یضمن لیس لہ ذلک بحر پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اسکو وہ جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹھہر گیا اور مالک کو مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملاً بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہے تو مالک کیواسطے نصف نفع ہے موجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کیواسطے ششم حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب والمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسیطرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کیواسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا ہم مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہیں ملا سواے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز میں تجھکو نفع ہو اور مانند اسکے ہم

چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھے خدا فضل و کرم کرے یا جو تجھکو بہرہ ہوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہے وکذا لو شرط للثانی اکثر
من الثلث او اقل فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک
اور مضارب اول مین آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رزقت بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانه
الذی یوجب سویا ہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو
نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی مین برابر ہین اسواسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف
باقی کے کچھ فائدہ نہین پایا ولو قیل ما رزق الله فلی نصفه او ما کان من فضل الله فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف وللثانی
کذلک ولا شیء للاول کجعله ماله للثانی اور اگر مضارب اول سے یون کہا گیا کہ جو تجھکو اللہ تعالے روزی دے تو اُسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو
سو ہمارے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسیطرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور
مضارب اول کو کچھ نہین بسبب اُسکے کردینے کے اپنے حصے کو ثانی کیواسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اُسنے مضارب ثانی کیواسطے مقرر کردیا ولو شرط الاول
للثانی ثلثیه فالمسئلة بحالها ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیة لانه التزم سلامة الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کیواسطے دو تہائیان
شرط کین اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کردینے کے سبب سے اسواسطے کہ اُسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے
توضیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجھ مین اور تجھ مین نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیان منفعت کی
تیری ہین تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصے کے کم ہے دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کیواسطے ثلثین کاملین کی شرط
ہوگئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثه ولعبد المالک ثلثه وقوله علی ان یعمل معه عادی ولیس بقید ولنفسه ثلثه صح
وصار کانه شرط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامة الکتب فی نسخ المتن والشرح ھنا خلط فاجتنبه اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا
اور مالک کے غلام کیواسطے تہائی اُسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہین مسئلے کی یعنی
اشتراط اور عدم اشتراط حکم مین برابر ہین اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہوگیا کہ گویا مضارب نے مولی کیواسطے دو تہائیان
شرط کین اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ مین اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح مین یہان خلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو متن کے ایک نسخہ مین
یون دیکھا ولو شرط للثانی ثلثیه ولعبد المالک ثلثه علی ان یعمل معه ولنفسه ثلثه صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہے کیونکہ چار تہائیان مجتمع نہین ہوتی ہین اور مسئلے مین مضارب
ثانی کا وجود بھی نہین اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معه عادی ولیس بقید لصحة الشرط وکون لسیده وان لم یشترط لا یجوز انتہے حق یہ ہے کہ
لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہوچکا کہ عمل قید نہین کذا فی الطحطاوی ولو عقدھا الماذون مع اجنبی وشرط الماذون
عمل مولاه لم یصح ان لم یکن الماذون علیه دین لانه اشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی کسی شخص اجنبی کے
ساتھ اور ماذون نے اپنے مولی کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہین اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ یہ مالک کا عمل کرنا شرط کرنا ہے والاصح لانه حینئذ کالاجنبی
کسبه واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانه یمنع التخلیة فیمنع الصحة اور اگر دین ہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے اسواسطے
کہ اسوقت مین مولی اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہین اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا
مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا ہم یعنی مضاربت مین عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہین اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور
ثالثہ مین وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربه او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاه کما لو ضارب مولاه

اور اسیطرح مانع صحت عقد ہی عمل کرنا صاحب مال کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اسنے اپنے مولی کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہی چنانچہ صحیح ہی اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ ہم وجہ صحت یہ ہی کہ مکاتب اپنے کسبات مین احرار کے مانند ہی پھر اگر عاجز ہوجاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساكين او للحج او فی الرقاب او لامرأة المضارب او مكاتبه صح العقد ولم يصح الشرط ويكون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجون کے واسطے یا حج کیواسطے یا گردنون کو چھڑانے کیواسطے یا مضارب کی عورت کیواسطے یا اسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہی اور شرط صحیح نہین اور نفع مشروط صاحب مال کا ہی نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجہ مضارب یا مکاتب کیواسطے اشتراط نفع اس صورت مین غیر صحیح ہی جبکہ انکا عمل شرط نہو اور اگر انکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہی اور مشروط انہین کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئے بسبب عمل شرط کرنے سے اور درصورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ یہ موعود ہی جسکا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہی اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہی کذا فی الطحطاوی الحاصل ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء لنفسه او لرب المال صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا يصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لئے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کیواسطے چاہے تو شرط صحیح ہی اور اگر اپنے اور مالک کیواسطے نچاہے اسطرح پر کہ اجنبی شخص کیواسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہین کیا ومتى شرط البعض لاجنبی ان شرط عليه عمله صح الشرط والا لا اور جبکہ بعض منفعت اجنبی کیواسطے شرط ہوئی تو اگر اسپر اسکا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہی اور نہین تو شرط صحیح نہین یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لكن فی القهستانی انه يصح مطلقا والمشروط للاجنبی ان شرط عمله والا فللمالك ايضا وعزاه للذخيرة خلافا للبرجندی وغيره فتنبه [illegible] لیکن قہستانی مین ہی کہ عقد مضاربت صحیح ہی مطلقا یعنے خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل مشروط ہو اور اگر اسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہی اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کیطرف نسبت کیا ہی برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو ہم جب یہ ثابت ہوچکا اول کہ عقد مضاربت ہر صورت صحیح ہی تو نفع اجنبی کیواسطے بشرط اسکے عمل کے صحیح ہی تو اس استدراک کی کیا وجہ ہی اور برجندی کا کلام عام مین ہی نہ اجنبی مین چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دين المضارب او دين المالك جاز ويكون المشروط له فقضاء دينه ولا يلزم بدفعه لغرمائه بحر اور اگر بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کیواسطے شرط ہوا تو جائز ہی اور مشروط کو بیچنے دین کا ادا کرنا اسی نفع سے جائز ہی اور ہر ایک مضارب و مالک پر لازم نکیا جائیگا دینا نفع مذکور کا اسکے دین والونکو کذا فی البحر وتبطل المضاربة بموت احدهما لكونها وكالة اور باطل ہوجاتی ہی مضاربت مالک یا مضارب کی موت سے بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی وکالت باطل ہوجاتی ہی موکل یا وکیل کی موت سے وكذا بقتله ويحجر يطرأ على احدهما وبجنون احدهما مطبقا یعنے اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہی مالک کے قتل ہوجانے سے اور مالک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق پہنچنے سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہوجاتا ہی جنون سے یا سفاہت سے یا عبد ماذون ہونیکے حجر سے حجر جنون منع تصرف مین داخل تھا لیکن شارح نے پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسمین الاطباق کی قید لگاوے وفی البزازية مات المضارب والمال عروض باعها وصيه اور بزازیہ مین ہی کہ مضارب مرگیا اور مال عروض اور قماش ہی یعنے اسباب ہی نقد نہین تو اسکو مضارب کا وصی بیع کرے ہم اور قول بیع یہ ہی کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونونکو بیع مین اختیار ہی اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو فقط مالک مختار ہی یا حاکم مضارب کیطرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع مین دخل کرے جب مال نقد ہوجاوے تو مالک پاوے اصل مال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اسکے دین مین کذا فی الطحطاوی ولو مات رب المال والمال نقد تبطل فی حق التصرف ولو عروضا تبطل فی حق المسافرة لا التصرف فله بيعه بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد ہی تو مضاربت باطل ہی حق تصرف مین یعنی مضارب اس مال سے بیع اور شرا نہین کرسکتا اور اگر مال عروض ہی نہ نقد تو مضاربت باطل ہی حق مسافرت مین یعنے مضارب اس اسباب کو سفر مین نہین لیجاسکتا تو اسکو وطن مین اسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہی ہم اور اگر مضارب کسی شہر مین گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہان خرید کی پھر صاحب مال مرگیا اور اسکو خبر نہین موت کی پھر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا اور سفر کا

فرع اسکے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہوگیا ہو تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحاوی و بالحکم بلحوق المالک مرتدا
اور مضاربت باطل ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق دار الحرب
موت کے مانند ہے ولہذا اسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اسکے ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد بعد لحوقہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا
بلحاقہ ام لا عینیہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہوکر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا نہو کذا فی العنایۃ
بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اسکے لحوق کا حکم کیا
تو وکالت باطل ہوجاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہوکر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہیں کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد
ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہم امام رحمہ کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف ہیں اسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت کے مال
میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ وعہدتہ علی المالک عند
الامام بحر پھر اگر مضارب مرتد ہوگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے موقوف اور اسکی
بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام رحمہ کے نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط
یعنے اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ہم یعنے اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں وردۃ المرأۃ
غیر موثرۃ اور مرتد ہونا عورت کا غیر موثر ہے بطلان مضاربت میں ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دار الحرب میں ملحق ہوجاوے اور اسکے
لحاق کا حکم ہو اسواسطے کہ اسکا ارتداد اسکی املاک میں موثر نہیں تو اسیطرح اسکے تصرف میں موثر نہیں کذا فی المنح عن الجوہرۃ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بعزلہ
مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے مردوں کی خبر
مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا ایلچی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب نے عزل کو نجانے تو معزول نہوگا فان علم
بالعزل ولو حکما لموت المالک ولو حکما والمال عروض ہو ہہنا ما کان خلاف جنس راس المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعہا
ولو نسیئۃ وان نہاہ عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو لیکن حکمی ہو چنانچہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ ارتداد مالک مع الحکم باللحاق
یا اسکا مجنون ہونا مجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہاں وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر میں دو جنس ہیں تو مضارب
عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اور اگر مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے
تو اگر راس المال دراہم ہوں اور مضارب نے دنانیر خرید کئے ہوں تو اسکو بیچکر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح بالعکس درر میں ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب
معزول ہوگا اسواسطے کہ اسکا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہوسکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہوجاوے ثم لا یتصرف فی ثمنہا
ولا فی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن میں اور نہ اس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحسانا
لوجوب رد جنسہ ولیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے اور
تاکہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہی ہے کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر سے نہ بدلے کذا اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب
پر واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہوسکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلے کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں
ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنے جب کہ
مال عروض ہو بلکہ تخصیص اذن کا اختیار نہیں اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک وجہ سے عزل ہے کذا فی النہایۃ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ ومالہما

امتنعہ صح بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نقد تو فسخ صحیح ہے وافترقا وفی المال دیون و ربح یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہو گئی مالک و مضارب مین اور مضارب کے مال مین دیون اور نفع ہے تو مضارب پر جبر ہو گا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہو گا ہم دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہین کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے ٹھرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہو گا اگر دین اسی شہر مین ہو اور اگر دوسرے شہر مین ہو تو خرچ مضاربت کے مال مین ہو گا کذا فی الطحطاوی والا ربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہو تو مضارب پر تقاضائے دیون مین جبر نہین اسواسطے کہ مضارب اسوقت مین متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہین ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہو گا کہ مالک کو تقاضائے دیون پر تعین اور مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنے اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کیطرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہو گا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یجبران بالتوکیل اور اسوقت مین جبکہ متبرع پر جبر علی الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونون کو توکیل مالک کا حکم ہو گا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضائے دین مین اور اسی طرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونون اجرت پر کام کرتے ہین ہم سمسار بکسرول وہ ہے جسکے پاس جنس و اسباب لوگون کے جمع ہون تاوہ اجرت لیکر بیچے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلہ محتہ شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کیواسطے اجرت ٹھرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہین بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لگا دے اور نوکر رکھ لے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید و فروخت تمام نہین ہو سکتی مگر غیر کی ساعدت سے یعنے بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ھلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہو گیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کیطرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الھالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنے امین ضمین نہین ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ھلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض تلف ہو جاوے تو دونون شخص نفع پھیر دین تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونون مین مشروط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہو گا بدلیل گذشتہ یعنے امین پر تاوان نہین ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقداھا فھلک المال لم یترادا وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وھی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہو گئی اور مال مضارب کے ہاتھ مین ہے پھر دونون نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونون نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور مضاربت تامہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضارب کیواسطے ہم یعنے اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کر لے اور اگر مال مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع مسترد نہو گا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ مین سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی

فصل فی متفرقات

یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت مین المضاربۃ لا تفسد بالشروط الفاسدۃ

بحق المال او بعضه تقييد الهداية بالبعض اتفاقي عناية الى المالك بضاعة لا مضاربة لما مر مضاربت فاسد نہین ہوتی مالک کو تمام مال
یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید دفع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایہ ہم بضاعت سے یہان استعانت
مراد ہے اسواسطے کہ بضاعت حقیقی یہان متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقی مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہان ایسا نہین اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربت
کے دیگا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولے وجہ بطلان یہ ہے کہ شی اپنے مانند کو متضمن نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذه اى المال المالك
بغير امر المضارب باع واشترى بطلت ان كان رأس المال نقدا لانه عامل لنفسه اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لے لیا
اور بیع اور شراکی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہوا اسواسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا ہے مبسوط مین خلاصہ یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب
مستحق ہوا اسطرح پر کہ صاحب مال اسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اُس تصرف مین مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر اور جس
تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اُس تصرف مین لنفسہ ہے مگر یہ کہ تصرف باذن مضارب ہو تو اسوقت مین معین ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی وان
صار عرضا لا لان النقض الصريح حينئذ لا يعمل فهذا اولى عناية اور اگر مال مضاربت عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے کہ اسوقت مین
مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو یہ نقض غیر صحیح بطریق اولے عمل نکریگا کذا فی العنایہ ثم ان باع بعرض بقيت وان بنقد بطلت لما مر
پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنے وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر
ولو يوما فطعامه وشرابه وكسوته وركوبه بفتح الراء ما يركب ولو بكراء وكل ما يحتاجه عادة اى فى عادة التجار بالمعروف فى مالها اور جبکہ
مضارب نے سفر کیا یعنے تجارت کیواسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اسکا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت
مین دستور کے موافق مضاربت کے مال مین ہے شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہے اس سے جس پر سواری کیجائے علم سفر سے یہان تین دن کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اتنا شہر سے
باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا اسو محتاج الیہا جیسے کپڑون کی دھولائی اور چراغ کا تیل و لکڑی اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت
اسواسطے کہ آدمی طویل السفر میلے کچیلے کپڑے والا اسفلسون مین شمار کیا جاتا ہے تو خرید و فروخت کا سامان اسکے کم ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ فضول خرچی کریگا
تو قدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوئے کہ اسنے اپنی ذات کو تجارت مین مصروف کیا اور کہیں آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض
اس احتباس کے اسکا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر بعلت احتباس کے لو صحيحة لا فاسدة لانه اجير فلا نفقة
له كمستبضع ووكيل وشريك كافي وفي الاخير خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب
مزدور کے مانند ہے تو اسکا نفقہ نہین مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر مین اختلاف ہے ہم کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور ہدایہ مین وجوب
مصرح ہے اور ابن مالک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد رح سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فى المصر
سواء ولد فيه او اتخذه دارا فنفقته فى ماله كدوائه على الظاهر اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اس شہر مین مضارب پیدا ہوا یا اسکو گھر بنایا
تو اسکا خرچ اسکے مال مین ہے چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اسکے مال مین ہے بنابر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین اسواسطے کہ مرض عارضی
امر کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہین مبسوط مین ہے کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج مین داخل ہے اما اذا نوى الاقامة بالمصر ولم يتخذه دارا فله النفقة
ابن ملك ما لم يأخذ مالا لانه لم يحتبس بمالها اور جب مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہین قرار دیا تو اسکا نفقہ مضاربت کے مال مین ہے کذا ذکرہ
ابن ملک جب تک کہ اُسنے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہین ہوا ہم شہر مذکور مین نفقہ اُسوقت تک ہے جب تک اُسکو وہان مال نہ دیا گیا
اور اُسنے اُس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط مین ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک و مضارب کوفے مین ہین اور کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی ذات پر مال

مضاربت سے صرف نکرے اسواسطے کہ اسکی اقامت کوفے میں مضاربت کے سبب سے نہیں ہے تو جب تک وہاں سے باہر نجاوے سو اگر کوفے سے نکلا اور اپنے وطن میں گیا اور پھر کوفے میں
تجارت کے واسطے آیا تو اب کوفہ میں مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اسکا کوفے میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی دور ہو گیا انتہیٰ مختصراً اور یہ
جو شارح نے کہا کہ اسکا نفقہ ہے جبتک کہ مال نہیں لیا اھ تو یہ نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفے میں رہیگا تو اسکو نفقہ ملیگا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شاید کہ شارح یہ سمجھا ہے منح الغفار
کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وھو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافراً فلا نفقۃ لہ انتہیٰ اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہم نے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو
سافر بمالہ ومالہا او خلط باذنہ او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ [illegible] ویضمن الزائد [illegible] اگر مضارب اپنا مال اور
مضاربت کا مال سفر میں لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو
جو باقی رہ گیا طعام اور لباس ہے اسکو پھیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا ہو وہ تاوان دے [illegible] بلا اذن سے مضارب [illegible] اپنی ذات پر
صرف نہیں کرتا بقول راجح اس اعتراض کو میں نے بعض حواشی میں دیکھا ہے کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو ھلک لم یرجع
علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ مجرا کرے مضاربت کے مال میں تو یہ اسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہو گیا تو اس صرف کو مالک سے نہیں
لے سکتا ویاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی
الشرط لان ما انفقہ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع سے لے جتنا مضارب خرچ کر چکا ہے راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو سو اگر مالک نے
راس المال پورا کر لیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونوں شرط کے موافق بانٹ لیں اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھہر جاتا ہے اور
راس المال ہالک نفع کیطرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے
کم ہو جانے سے اسپر تاوان نہیں وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہا مما
ضمہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحہ کے بیچے تو اسکو حساب کرے جو اسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت کے
اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملا لینے کی سوداگروں میں عادت ہے اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھکو اتنے میں پڑی ہے یعنی اسقدر کی خرید نہ بتاوے تاکہ دروغ نہو وکذا یضم
الی راس المال ما یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ھذا ھو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال
کیطرف وہ چیز جو راس المال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکماً یا اسکے ملانے کی سوداگروں میں عادت ہے جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا
فی النہایہ اور زیادت کی حقیقی مثال جیسے رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے راس المال کے
ساتھ بیع المرابحہ میں جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحہ میں ذکر کر چکے کہ ملانے میں عادت تجار کا اعتبار ہے تو اگر مصارف مضارب کے ملانیکی
عادت ہو تو ملاوے اور نہیں تو نہیں مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدہما للبائع
العبد غرم المضارب نصف الربح وغرم المالک الباقی نصف نفع کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خریدے اور انکو دو ہزار درم میں بیچا اور انہیں دو ہزار سے
ایک غلام خریدا سو دونوں ہزار مضارب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے
تین ربع کا تاوان دے جبکہ مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو مضارب کو اسمیں سے پانسو پہنچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید
کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے قبل ادا ثمن غلام کے تو دونوں پر بقدر ملکوں کے
غلام تاوان لازم آیا اسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب
خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہما اور چوتھائی غلام کا مملوک مضارب کا خارج ہو جائیگا

مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں منافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں ہم
خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی
کذا فی الدرر وراس المال جمیعہ ما دفع المالک وھو الفان وخمسمائۃ اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم
دئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دئے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایۃ ولکن رابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط
لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار پر بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہے یعنی یوں نہ کہے کہ غلام
ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نملا دے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد
بضعفہما باربعۃ الاف فحصتہا ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت
حصہ تین ہزار ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا بضعف الالف بینہما لان راس المال الفان وخمسمائۃ اور نفع ان تین ہزار کے
پانسو ہیں جنکے مالک اور مضارب میں تقسیم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ٹھہرا
سو دونوں میں بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ
وفیہ شبہۃ العدم لجواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانسو کو کرے اور
اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا
مضاربت کے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے
کہ وہ اسکا وکیل ہے تو خرید بیع مذکورہ جائز ہے لیکن اسکا شبہہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو قول امین کو اعتبار کرنا چاہئے کذا فی الدرر وشرح الوقایہ
ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطاء فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکیہما اور اگر مضاربت کے
ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدا ے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اسکی
مضارب پر ہے دونوں کی ملک کے بموجب ہم اس صورت میں ہے جبکہ مالک اور مضارب نے غلام قاتل کا دینا اولیاے مقتول کو قبول نکریں اور خون بہا دینا قبول کریں مضارب کی
ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنے پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم المالک
ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن بسبب
خارج ہونے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام
فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت ختم ہو جاتی ہے تقسیم سے کذا فی الشرنبلالیۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ
اور اگر مالک نے غلام کا دینا اختیار کیا اور مضارب نے فدیہ دینا اختیار کرے تو اسکو جائز ہے بسبب وہم منفعت کے اسوقت میں ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمیں غلام کی قیمت ہزار ہو اور
یہاں تو دو ہزار قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وھلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین
بل دفع المالک للمضارب الفا اخری ثم وثم الی ما ھلک ثم اخری الی نہایۃ ہم مضارب نے مضاربت کے مال سے ایکہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اسکا تلف ہوگیا
قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنے جتنے بار ثمن تلف ہو جاے
اور ہزار دیا جاے بلا تعیین عدد وراس المال جمیع ما دفع ہم اور راس المال کل مال ہے جو دیا ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار راس
المال ہے تو مضارب کو نفع ملیگا جبتک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ نہ کرے مگر فقط ہزار پر کہ نقد ہم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا ید

استیفاء لا امانۃ بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہی نہ قبضہ امانت کا ہم حاصل مقام یہ ہی کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہوگیا
تو رجوع نہیں یعنے مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہی اسواسطے کہ دفع قبل شرا امانت ہی اسکے ہاتھ
مین تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہی پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول اُس صورت پر محمول ہی جبکہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا کے دینے مین تو اصلا رجوع
نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالک دفعت الی الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب
لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہین سو اُسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجھکو ہزار دیے اور مین نے
نفع مین ایکہزار حاصل کئے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجھکو دو ہزار دیئے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض مین قابض کا قول مقبول ہی خواہ قابض امین ہو یا ضمین
چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط
لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اسکے ساتھ یعنے راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار مین اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہی فقط منفعت کی مقدار مین
اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہی مالک کی جہت سے یعنی اسکے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہی نصف یا ثلث اور وہ منکر ہی زیادت کا تو اسیکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار
راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے مین نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے
واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال مین مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ مالک کا وایہما اقام البینۃ تقبل اور مالک و مضارب
مین سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاماہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی
دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونون نے گواہ قائم کئے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہی زیادت راس المال کے دعوی مین اور مضارب کی گواہی مقبول ہی زیادت نفع کے دعوی
مین یعنے اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کیواسطے ہی قید بالاختلاف بکونہ فی القدر لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلو قال ہو الف فقال ہو مضاربۃ
بالنصف فقد ربحت الفا وقال المالک بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت مین ہوگا
تو وہان مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسیواسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہین سو اُسنے کہا کہ وہ میرے پاس نصفا نصف مضاربت کے طور پر ہین اور مضارب نے ہزار منفعت
مین حاصل کیے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہین نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال
المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ
التملیک والمالک ینکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہین اور مالک نے کہا کہ بضاعت ہین یا ودیعت ہین یا مضاربت ہین تو صاحب
مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہی اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہی اور مالک تملیک کا منکر ہی ہم جب اُسنے قرض کا دعوی کیا تو
وہ مال کا مالک ٹھیرا مالک کی تملیکسے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھیریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت مین اسکا انکار ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر مضارب نے ضیاع پر
کہا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت مین مالک اور مدعی پر دونون عدم مضاربت پر متفق ہین وان ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ
فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہی اسواسطے
کہ منکر ہی تاوان کا اور دونون مین سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت مین ضمان کا انکار ہی اسواسطے کہ بارہا مذکور ہوچکا کہ مضارب امین ہی نہ ضمین اور مالک نے ضمان کا
اور قول تو منکر کا قول ہی وان اقاماہا فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے گواہ قائم کئے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ انمین زیادہ
اثبات ہی ہم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہی کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہی واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم
او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف مین تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

...ے تو مضارب کا قول مقبول ہے بسبب پائے جانے مضاربت کے اصل کو عموم اطلاق کی یہ صورت ہے کہ مضارب کہے مالک نے کہا کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونون سفر کی اجازت دی تھی اور
... کا دعوی کرے اسطرح کہ مین نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت مین عموم اور اطلاق اسواسطے
... ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکے مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص وَلَوِ ادَّعٰی کُلٌّ نَوْعًا فَالْقَوْلُ لِلْمَالِكِ وَالْبَيِّنَةُ لِلْمُضَارِبِ
... نِعْمَ مَا عَلَى صِحَّتِهِ بِشَرَائِطِهِ وَبِلُزُومِهِ نَفْيُ الضَّمَانِ اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے
... کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم ہے جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ایضاح ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کیواسطے ہوتے ہین نہ نفی کے
واسطے عنایہ مین جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اُسپر تاوان لازم نہ آیا وَلَوْ وَقَّتَتِ الْبَيِّنَاتُ
... بِالْمُتَأَخِّرَةِ وَإِلَّا فَبَيِّنَةُ الْمَالِكِ اور اگر بینات نے تعین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہین تو بینہ مالک پر ... متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط
آخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم تعیین کے تحت مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کرین **فروع**
مسائل ملحقہ شارح کے دَفْعُ الْوَصِيِّ مَالَ الصَّغِيرِ إِلَى نَفْسِهِ مُضَارَبَةً جَازَ وَقَيَّدَهُ الطَّرَسُوسِيُّ بِأَنْ لَا يَجْعَلَ الْوَصِيُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الرِّبْحِ
أَكْثَرَ مِمَّا يَجْعَلُ لِأَمْثَالِهِ وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس
جواز مین یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اُس سے زیادہ نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے جیسے اورون کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح مین ہے وَفِيهَا
مَاتَ الْمُضَارِبُ وَلَمْ يُوجَدْ مَالُ الْمُضَارَبَةِ فِيمَا خَلَّفَ عَادَ دَيْنًا فِي تَرِكَتِهِ اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا
اُس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہریگا اسکے ترکے مین ہم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے
قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اُسپر دین ثابت ہوگا اسکے ترکے مین اسواسطے کہ وہ مجہل یعنے بیان نکردینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اُسکے وارث
ہلاکی مال کا دعوے کرین یا کہین کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کرچکا ہے تو اُنکی تصدیق نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ
مین آویگا وَفِي الْاخْتِيَارِ دَفَعَ الْمُضَارِبُ شَيْئًا لِلْعَاشِرِ لِيَكُفَّ عَنْهُ ضَمِنَ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أُمُورِ التِّجَارَةِ لَكِنْ صَحَّحَ فِي مَجْمَعِ الْفَتَاوَى عَدَمَ
الضَّمَانِ فِي زَمَانِنَا قَالَ وَكَذَا الْوَصِيُّ لِأَنَّهُمَا يَقْصِدَانِ الْإِصْلَاحَ وَسَيَجِيءُ آخِرَ الْوَدِيعَةِ اور اختیار مین ہے کہ مضارب نے کچھ مال بطریق رشوت کے عاشر کو یعنے
پرمٹ والے کو دیا وہ اُس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اسطرح کا دینا تجارت کے امور سے نہین ہے لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان
صحیح ہے ہمارے زمانے مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہین اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو صلاح مال کا ارادہ کرتے ہین
اور عنقریب آویگا کتاب الودیعہ کے آخر مین وَفِيهِ لَوِ اشْتَرَى بِمَالِهَا مَتَاعًا فَقَالَ أَنَا أُمْسِكُهُ حَتَّى أَجِدَ رِبْحًا كَثِيرًا وَأَرَادَ الْمَالِكُ بَيْعَهُ فَإِنْ فِي الْمَالِ
رِبْحٌ أُجْبِرَ عَلَى بَيْعِهِ لِعَمَلِهِ بِأَجْرٍ كَمَا مَرَّ إِلَّا أَنْ يَقُولَ لِلْمَالِكِ أُعْطِيكَ رَأْسَ الْمَالِ وَحِصَّتَكَ مِنَ الرِّبْحِ فَيُجْبَرُ الْمَالِكُ عَلَى قَبُولِ ذٰلِكَ در مجمع الفتاوی
مین ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خریدا پس مضارب بولا کہ مین اُسکو رکھ چھوڑونگا یہان تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اسکی بیع کا
ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اُسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم او معین ہے چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہ کہ مضارب
مالک سے کہے کہ مین تجھکو راس المال اور نفع سے حصے کی منفعت دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اُسکے قبول کرنے پر وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ دَفَعَ إِلَيْهِ أَلْفًا نِصْفُهَا هِبَةٌ
وَنِصْفُهَا مُضَارَبَةٌ فَهَلَكَتْ يَضْمَنُ حِصَّةَ الْهِبَةِ انتہی اور بزازیہ مین ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دئے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف
ہوئے ہزار درم تو مضارب ہبہ کے حصے کا تاوان لازم آویگا انتہی کلام البزازیہ ہم حصہ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہے اور حصہ ہبہ مین اسواسطے تاوان ہے کہ ہبہ
فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ مین تو موہوب لہ اُسکا مالک نہ ٹھہرا تو اُسپر تاوان لازم ہوا قُلْتُ وَالْمُفْتٰى بِهِ أَنَّهُ لَا ضَمَانَ مُطْلَقًا

ودیعۃ بخلاف الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وھو متیقن فیصار الیہ کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریح ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے
تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجھکو دے سو اسنے کہا کہ مین نے تجھکو دیئے تو یہ ودیعت ہے کذا فی البحر اسواسطے
کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کنایہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا ھم کنایہ سے یہان یہ مراد نہین کہ لازم سے انتقال ہو کر ملزوم
کیطرف بلکہ بیان کنایہ سے یہ مراد ہے جو ایک شے اور غیر شے دونون کا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا فی الطحطاوی ولو فعلاً کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل شیئاً
فھو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھ نہ کہا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے ھم خلاصہ مین ہے کہ اپنی کتاب ایک
قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا اور صورت تلف ہو جانے کے اور اگر ایک وہی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کیواسطے
متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا انتہی تو یہ ایجاب و قبول دونون فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحاً کقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع
کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام بمرأی
من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال ھناک ایداع اخانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اسکے رکھنے کیوقت تو یہ قبول کرنا
ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام مین کپڑون کی نگہبانی کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک ومہتمم سے کہ کہان اپنا گھوڑا
یا اونٹ باندھون سو اسنے کہا وہان یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ ھم اس صورت مین ایجاب و قبول دونون دلالت ہین وھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق
الامانۃ فتتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال الغاصب اودعتک المغصوب برئ عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب و قبول کا رکن ہونا
وجوب حفاظت کے حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب ہی تمام ہو جاتی ہے تو اگر غاصب نے مغصوب منہ سے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے
بری ہو گیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نکرے کذا فی الاختیار ھم حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور یہ حکم قبول صاحب سکوت اور رد دونون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وشرطہا
کون المال قابلاً لاثبات الید علیہ فلو اودع الابق والطیر فی الھواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط یہ ہے مال کا دست قدرت کے لائق ہونا تو اگر
غلام گریختہ کو یا پرند کو جو ہوا مین ہو ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ ایداع صحیح نہین اور اسی طرح حکم ہے یا قوتا فی البحر وکون المودع مکلفاً شرط
لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیاً فاستھلکھا لم یضمن ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا شرط ہے
نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت کسی صغیر کے پاس سو اسنے وہ چیز تلف کردی تو اسپر تاوان نہین اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان
اویگا اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اسکے بالغ ہونیکے وھی امانۃ ھذا حکمہا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولہا
اور ودیعت امانت ہے یہ حکم ہے ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادائے ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ھم
ادائے ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت ندینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی مین ہے فلا
تضمن بالھلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیاً للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہو جانے سے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت
سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہے زیلعی سے منقول ھم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا
فی الطحطاوی مطلقاً سواء امکن التحرز عنہ ام لا ھلک معہا شئ اولا لحدیث الدار قطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان
ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہین خواہ ہلاک سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہوا ہو یا نہ بدلیل حدیث دار قطنی کہ ودیعت قبول کرنیوالے غیر
خائن پر تاوان نہین واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کرلینا امانت
دار پر چنانچہ حمامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظہا بنفسہ وعیالہ کما لہ اودع قبول کرنیوالے

جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کیطرح وَهُمْ مَنْ يَسْكُنُ مَعَهُ حَقِيقَةً اَوْ حُكْمًا لَا مَنْ يَمُونُهُ اور وہ یعنی مستودع کے عیال
وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃً یا حکماً نہ وہ لوگ اُسکے عیال ہین جنکو وہ نفقہ دیتا ہو ہم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون
یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اُسکے ساتھ رہتا ہے تو اسپر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین ہے کہ
مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اُسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے ہاتھ مین گھر کو نہین کرگیا
کذا فی الطحطاوی فلو دفعها لولده المميز او زوجته ولا يسكن معهما ولا ينفق عليهما لم يضمن خلاصة تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور
اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص ان دونون کے ساتھ نہین رہتا اور انکو نفقہ نہین دیتا تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ہم یہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد
صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن والدین مین شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو
کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعتها لزوجها لان العبرة للمساكنة لا للنفقة وقيل يعتبران معاً قهستانی اور اسی طرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو
ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی
وشرط كونه اى من فى عياله اميناً فلو علم خيانته ضمن خلاصة اور اُسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع ودیعت مین تو اگر انمین سے کسیکی خیانت
اور دغابازی معلوم ہو اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اُسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ہلاکی کذا فی الخلاصہ ہم دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانت داری
معلوم ہو اور جبکہ مطلق اُسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فى عياله الذى هو فى عياله اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہے اُسکو جائز ہے دینا ودیعت کا
اپنی عیال کو ولو نهاه عن الدفع الى بعض من فى عياله فدفع ان وجد بداً منه بان كان له عيال غيره ابن ملك ضمن والا لا اور اگر
مالک نے مستودع کو اُسکی بعض عیال کے دینے سے منع کردیا پھر اُسنے اُسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اُسکو اُسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرحپر کہ اُسکی عیال مین سوائے
اُس شخص کے اور شخص بھی ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو اُسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اُسکے سوا دوسرا شخص اُسکی عیال مین نہو تو اُسکے دینے سے تاوان نہ آویگا
وان حفظها بغيرهم ضمن وعن محمد ان حفظها بمن يحفظ ماله كوكيله ومأذونه وشريكه مفاوضة وعناناً جاز وعليه الفتوى
ابن ملك واعتمده ابن الكمال وغيره واقره المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوائے عیال کے تو اُسپر تاوان آویگا
اور محمد سے روایت یہ ہے کہ اگر حفاظت کروائی اُن لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے جیسا کہ اُسکا وکیل اور غلام ماذون اور اُسکا شریک مفاوض اور شریک
عنان تو جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اسپر ابن کمال نے ایضاح واصلاح مین اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور
مصنف رح نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہے ہم نہایہ مین یہ فتوی امام تمرتاشی کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوانی کیطرف کی ہے ولہذا تحفہ مین حفظ ودیعت مین
عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وكان
غالباً محيطاً فلو غير محيط ضمن فسلمها الى جاره او الى فلك آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہے مگر جبکہ مستودع آگ کے جلنے سے یا پانی کے
غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون تو اس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والونکو ودیعت
سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دیدینے سے تاوان اُسپر آویگا ہم حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ
منزل سے مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امكنه دفعها لمن فى عياله او القاها فوقعت فى البحر ابتداء او
بالتدحرج ضمن یعنی حرق یا غرق مین تاوان نہین مگر جبکہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اُسنے
ناو پر سے پھینکدیا ہو سو وہ پہلے دریا مین گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اُسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنی اسواسطے کہ اُسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا

فان ادعاه ای الدفع بعارة او فلب اخر صدق ان علیه دفوعه ای الحرق ببینة ای بیان الموقع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا
اسپر یعنی کو یا دوسری کشتی مین رکھدینے کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق دریافت
ہو الا انہ لم یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینة فیحصل بین کلامی الخلاصة والہدایة التوفیق وباللہ التوفیق و اگر اسکے گھر مین وقوع
آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہوگئی یعنے اختلاف زائل ہوگیا
اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے مترجم کہتا ہے خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر مین معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہے اور نہین تو
مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونون عبارتونکا
اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہے انتہی سے ولو منعه الودیعة ظلما بعد طلبه لو دو دیعته فلو تحملها الیه لم یضمن
ابن ملک بنفسه ولو حکما کوکیله بخلاف رسوله ولو بعلامة منه علی الظاہر قادرا علی تسلیمها ضمن اور اگر مستودع نے
مالک کو ودیعت ندی اور اظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع
تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھالیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک
بخلاف پیامرسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اسکے نہ دینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر
ظاہر الروایہ کے ولا بان کان عاجزا او خاف علی نفسه او ماله بان کان مدفونا معها ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم
اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اسطرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک
تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری مالک جفاکار کے نہ دینے مین تاوان نہین ہم محیط مین ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد مین ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ مین
اسوقت مین اسپر قادر نہین ہون اسواسطے کہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر
تاوان نہین اور اسکا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے مین تاوان نہین یعنے
اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہین اور اسی طرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہین اس احتمال سے
کہ شاید وہ مال غیر مولی کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعة سیفا اراد صاحبه ان یاخذہ لیضرب به رجلا فله المنع من الدفع الی ان
یعلم انه ترك الرای الاول وانه ینتفع به علی وجه مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل
کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہانتک کہ اسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق
مباح کے کذا فی الجواہر کما لو اودعت امراة کتابا فیه اقرار منها للزوج بمال او بقبض مہرها منه فله منعها لما فیه من ذهاب حق الزوج خانیه
چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمین عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق
نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنه من المنع ظلما موته ای موت المودع مجهلا فانه یضمن بتصیرها دینا فی ترکته و منجملہ منع ناحق کے یہ ہے کہ مرجائے مستودع کا بلا بیان
ودیعت تو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اسکے متروکہ مین ہم جب بیان نکرو یا کہ میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ مستہلک ٹھہرا
اس تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثه یعلمها فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو
جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال الوارث انا علمتها وانکر الطالب ان فسرها وقال هی کذا وانا عرفتها وہ ہلکت صدق اور اگر
مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے

اور یہ ہی اسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو وارث کی تصدیق ہو گی یعنی مورث پر تاوان نہ آویگا ھذا وما لو کانت عندہ سواء الا فی مسئلۃ وھی ان الوارث
اذا دل السارق علی الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم
ضمان میں دونوں صورت عدم تعدی مگر ایک مسئلے میں برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتا دے تو اسپر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو
بتا دیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ کہ جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اسنے
ودیعت سارق کو بتا دی پھر سارق جب لینے آیا تو اسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اسپر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر
الامانات فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہو جاتی ہیں یعنے انکا تاوان لازم
ہو جاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند ہے عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر الا فی ثلث عشر علی ما فی
الاشباہ مگر تیرہ مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا ضمان منجملہ مسائل
عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اسپر تاوان نہیں قید بالغلۃ لان الناظر
لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ اشباہ ای ثمن الارض المستبدل بہ قلت فلیس الوقف بالاولی کالدراہم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف
وافاد ابنہ فی الزواہر تقییدہ موتہ مجہلا بالفجاۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فحیث ما بینہا فکانہا استہلکہا ضمن ولمنلا فی انفع الوسائل تتمۃ
مصنف رحمہ نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاوے بلا بیان بدل وقف کے تو اسپر اسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا
ثمن میں کہتا ہوں تو عین وقت کی تجہیل سے بطریق اولی اسپر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر البیانیہ کہا ہے مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں اور
ثابت کیا ہے اسکو مصنف رحمہ کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لگائی ہے بحث کی راہ سے ..... اب یعنی جب اگر
ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب ولرنہ
اسکو دکھا ہے جسکی انفع الوسائل میں طرطوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہو وہم مصنف رحمہ کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی
تجہیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تجہیل میں تاوان ہے اور طرطوسی نے غلات مستحقین میں من حیث البحث تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور
اسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اسپر تاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان
مرگیا تو ظالم مقصر دار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اسپر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جسپر مشائخ اعلام ہیں
کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی ای فی الاشباہ عند من اودعہا ولا یدری من لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ
مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا
اشباہ میں اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اسنے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر میں رکھے اور بلا بیان
مرجاوے تو اسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اسنے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے یہ قول معتمد ہے کذا
فی التنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض
مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہیں ہے اور از انجملہ وصی ہے جبکہ بلا بیان مرجاوے اور از انجملہ باپ ہے جبکہ بلا بیان مال صغیر مرجاوے
اور از انجملہ وارث ہے جبکہ بلا بیان مرجاوے کہ اسنے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور از انجملہ اس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گھر میں اندھی سے او ٹر کر کوئی چیز
گر پڑی اور از انجملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اسکے مولے نے اسکے گھر میں کون چیز ہوا سے اڑکے رکھی اور از انجملہ موت صغیر ہے بلا بیان ودیعت غیر کے سو ضمان تاوان نہیں

امین ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ھنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ
یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجھلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوھا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہیں ہے مسئلہ
احد المتفاوضین کا یہ قول معتمد اسواسطے کہ مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں یہاں یعنی کتاب الودیعۃ میں اور کتاب الشرکۃ میں خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک
مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصے کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہے میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے تو مستثنے
نو مسئلے باقی رہ گئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کیے تھے یعنی امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض
بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو بعد نو مسئلے مستثنے باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ
ووصی القاضی وستۃ من المحجورین لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں
مسائل عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کئے ہیں یعنی دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف سات شخصوں کو شامل ہے
کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے چونکہ صغیر اشباہ میں مذکور ہے تو محجورین سے چھ شخص باقی رہ گئے
والمعتوہ کصبی فان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہد وانہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وھو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل
صغیر کے مانند ہے اور اگر صغیر بالغ ہو پھر بلا بیان مرجاوے تو اسپر ضمان نہیں مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ ودیعت اسکے پاس تھی بعد اسکے بالغ ہوجانے کے بسبب دور ہوجانے مانع
ضمان کے یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما فماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح
تنامیر الوھبانیۃ سو اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہوں یعنی ماذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہوں قبول ودیعت میں کما فی الوجیز کبیر دونوں مرجاوین
قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو انپر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر مراد ہے اور وجیز نام ہے اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ ستۃ عشر
ونظمتہا فقلت بینی الوھبانیۃ بیت یعنی شرنبلالی نے کہا تو مستثنے مسئلے انیس کو پہونچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتوں
کے ضمن کرکے وھی ھذہ اشعار وکل امین مات والعین تحصر + وما وجدت عینا فدینا تصیر + سوی متولی الوقف ثم مفاوض
ومودع مال الغنم وھو المؤمر اور وہ چاروں بیتیں یہ ہیں کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی
تو وہ امانت دین ہوجاتی ہے اسکے متروکہ میں سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر
ہے ہم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہے اشعار وصاحب دار الضرب ثم مقاسم + لو القاہ ملقاہ بالیس یشعر
کذا والاب جد وقاضی وصیہم + جمیعا محجور ثوابت تسیطر اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر میں ہوا نے کچھ ڈال دیا مانند اس صورت کے کہ مالکان
مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں اسی طرح باپ اور دادا اور قاضی اور ان سبھوں کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر ایک وارث تو
یہ ہم محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہ سب انیس امین ہوئے جنکی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا ولو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال
آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط
اور اسی طرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہم جنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا
اسطرح کہ ودیعت جدا نہیں ہوسکتی مگر مشقت سے جیسا کہ گیہوں کا ملانا جَو کے ساتھ اور کھرے درہموں کا ملانا کھوٹے درہموں کے ساتھ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا
تاوان دیگا بسبب تلف کردینے ودیعت کے اور یہ سب ہم امام رحمہ کے نزدیک خلط استہلاک ہے پس اسپر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو جیسا کہ گیہوں کا
خلط گیہوں کے ساتھ خواہ خلط بطور ممازجت کے ہو جیسا کہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکہ کا سرکہ سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان

لیکن ودیعت مخلوطہ کا تناول اور استعمال جائز نہین قبل اگر تاوان کے دے پس اگر اُس نے تاوان ادا کر دیا اور صحیح یہ ہے کہ معاف کر دینا بھی اگر مالک ودیعت نے معاف کر دیا تو بھی صحیح ہے اور اسکا حق عین اور دین سے ساقط ہوگا اسی طرح کذا فی البحر ولو خلطه بردی ضمنه لانه عیبه وبعکسه شریک لعدمه مجتبی اور اگر اسکے ساتھ ردی کو ملا یا تو جید کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے اسکو عیب دار کر دیا اور اُسکے بالعکس مین یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہ ہونے عیب کے کذا فی المجتبی

وان باذنه اشترکا شرکة املاک کما لو اختلطت بغیر صنعه کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملایا ودیعت کو ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت ملجائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے درمون کے ساتھ

مل گئے تو دونون شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم ہوگا عدم تعدی کے سبب ولو خلطها غیر المودع ضمنی الخالط ولو صغیرا ولا یضمن ابوه

خلاصه اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان ادا ہوگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ ہوگا کذا فی الخلاصه ولو

انفق بعضها فرد مثله فخلطه بالباقی خلطا لا یتمیز ضمن الکل لخلطه ماله بها اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر اسکے پھر

پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملا دیا کہ باقی علیحدہ نہین ہوسکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت

کے ساتھ ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہوا اتفاق سے اور جو اُسنے پھیر دیا وہ اسکی ملک

باقی رہا کذا فی البحر فلو تاتی التمییز او انفق ولم یرد او اودع دراهمین فانفق احدهما ضمن ما انفق فقط عینیا اور اگر باقی ودیعت کی تمیز

اور جدائی ہوسکتی ہو یا اُسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اُس مین داخل نہین کی یا اُسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اُسنے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط

اسیقدر تاوان دے جتنا اُسنے خرچ کیا ہو الا کذا فی المجتبی وهذا اذا لم یضره التبعیض اور یہ یعنی ضمان بقدر انفاق اُسوقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا

ودیعت کو ضرر نکرتا ہو ہم نے صرف انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین یہ دوشل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نکریگا تو فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اُسنے خرچ

کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہی اور اس مین کچھ عیب نہین لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہین اسواسطے کہ گفتگو اس مین ہی جبکہ ودیعت

درہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو انتہی اور مین نے صریح نہین دیکھا کہ جب اُس ودیعت کو خرچ کرے جسکا تبعیض مضر ہے کہ اُسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان باقی کا

تو اُسکی پھر ترا جانا چاہئے کذا فی الطحاوی واذا تعدی علیها فلبس ثوبا ورکب دابتها او اخذ بعضها ثم ردعینه الی یده حتی زال التعدی زال

ما یؤدی الی الضمان اور جبکہ اُسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اُسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی

اپنے قبضہ اور حفظ میں یہانتک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کیطرف موڈی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی الا اذا کان

لکن مین نیته العود الیه اشباه من شرط النیة و ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اُسکی نیت مین اسکی طرف عود کرنیکا ارادہ ہو چنانچہ اشباہ مین ہے شرط

نیت کے بیان مین ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتار رکھا اور اسکا ارادہ یہ ہے کہ اُسکو دن مین پھر پہنیگا پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری ہوگا کذا فی

الطحاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالا لا یبرأ العملیها لانفسهما بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارة او استیجار

ومضارب مستبضع وشریک عنان او مفاوضة ومستعیر رهن اشباه بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کردین تو بھی تاوان سے بری نہ

ہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کیواسطے ہے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک

عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اُس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کیواسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک

پھر وہان سے آگے بڑھگیا پھر اسی مکان مین پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی یہ صورت ہے کہ جس

کپڑے کی بیع کا وہ وکیل ہوا اُسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہوگیا تو اُسپر تاوان نہین اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو درم دیئے کہ ایک گھر اسکو کرایہ

لیے تھے سو وکیل نے دکان کے کرایہ میں دراہم دیئے پھر چھپرکے تھیلے بعینہا سو وہ تلف ہوگئے تو تاوان نہیں اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہے کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اسکو
گرو رکھے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اُسکو اُتنے مال پر جو اُسکی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اُسنے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو
نہ چھوڑا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہیں اور اس مسئلے میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے تو اگر تعدی کرے بعد
رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے میں جو متن میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ مستعیر سے جو متن میں مذکور ہے
چنانچہ مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وَالْحَاصِلُ اَنَّ الْاَمِیْنَ اِذَا تَعَدّٰی ثُمَّ زَالَ لَا یَزُوْلُ الضَّمَانُ اِلَّا فِیْ هٰذِهِ الْعَشَرَةِ
اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر تعدی کرے تو اسپر تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہوجاتا ہے کیونکہ یَدُهٗ کَیَدِ الْمَالِکِ
مودع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مسئلہ ودیعت کی جو متن
میں مذکور ہے انتہے اور ایک نسخے میں یوں ہے لانّ یدہم کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہیں کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہے اور یہی
معنیہ مناسب مقام ہے واللہ اعلم وَلَوْ کَذَّبَهٗ فِیْ عَوْدِهٖ لِلْوِفَاقِ فَالْقَوْلُ لَهٗ وَقِیْلَ لِلْمُوْدَعِ عِمَادِیَّه اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی
میں تو اُسیکا قول یعنے مالک ہی کا قول معتبر ہے اور بعضوں نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیۃ وَبِخِلَافِ اِقْرَارِهٖ بَعْدَ جُحُوْدِهٖ اَیْ جُحُوْدِ
الْاِیْدَاعِ اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد ہم یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک نے کہا کہ تونے میرے پاس ودیعت
نہیں رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حَتّٰی لَوِ ادَّعٰی هِبَةً اَوْ بَیْعًا لَمْ یَضْمَنْ
خُلَاصَه تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اُسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوی سے
وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ بَعْدَ طَلَبِ رَبِّهَا رَدَّهَا فَلَوْ سَاَلَهٗ عَنْ حَالِهَا فَجَحَدَهَا فَهَلَکَتْ لَمْ یَضْمَنْ بَحْر مصنف رح نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر
دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کسطرح ہے سو اُسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو اُسپے
تاوان نہیں کذا فی البحر وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ وَنَقَلَهَا مِنْ مَکَانِهَا وَقْتَ الْاِنْکَارِ اَیْ حَالَ جُحُوْدِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ لَمْ یَنْقُلْهَا وَقْتَهٗ فَهَلَکَتْ لَمْ یَضْمَنْ خُلَاصَه
اور مصنف رح نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اُسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اُٹھا لیجانے کا
پھر وہ تلف ہوگی تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اسپر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے
کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اُسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت
نادر الوجود ہے وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ وَکَانَتِ الْوَدِیْعَةُ مَنْقُوْلًا لِاَنَّ الْعَقَارَ لَا یُضْمَنُ بِالْجُحُوْدِ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ فِی الْاَصَحِّ غَصْبُ الزَّیْلَعِیِّ اور مصنف نے
قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمہ کے قول اصح
میں کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نتھی وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ وَلَمْ یَکُنْ هُنَالِکَ
مَنْ یَخَافُ مِنْهُ عَلَیْهَا فَلَوْ کَانَ لَمْ یَضْمَنْ لِاَنَّهٗ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ اور قید لگائی کہ وہاں یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جس کا خوف ہو ودیعت کے
تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور
نگہبانی کے ہے وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ وَلَمْ یُحْضِرْهَا بَعْدَ جُحُوْدِهَا لِاَنَّهٗ لَوْ جَحَدَهَا ثُمَّ اَحْضَرَهَا فَقَالَ لَهٗ رَبُّهَا دَعْهَا وَدِیْعَةً فَاِنْ اَمْکَنَهٗ
اَخْذُهَا لَمْ یَضْمَنْ لِاَنَّهٗ اِیْدَاعٌ جَدِیْدٌ وَاِلَّا ضَمِنَهَا لِاَنَّهٗ لَمْ یَتِمَّ الرَّدُّ اِخْتِیَار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اُسکے انکار کے
مودع حاضر نکرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اُسکو حاضر کرے سو اُسکا مالک اُس سے کہے کہ اُسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ لِمَالِکِهَا لِاَنَّهٗ لَوْ جَحَدَهَا لِغَیْرِهٖ لَمْ یَضْمَنْ لِاَنَّهٗ مِنَ الْحِفْظِ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اسپر تاوان نہوگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے هم حاصل یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے تاوان لازم آتا ہے ۱ شرط یہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت نقل کرسکتا ہو ۳ یہ کہ نسا نہ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فَاِذَا تَمَّتْ هٰذِهِ الشُّرُوْطُ لَمْ یَبْرَأْ بِاِقْرَارِهٖ اِلَّا بِعَقْدٍ جَدِیْدٍ وَلَمْ یُوْجَدْ پھر جبکہ یہ شرطیں پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ ہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین وَلَوْ جَحَدَهَا ثُمَّ ادَّعٰی رَدَّهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَبَرْهَنَ عَلَیْهِ قُبِلَ وَبَرِئَ اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر دعوی کیا کہ اُسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کَمَا لَوْ بَرْهَنَ اَنَّهٗ رَدَّهَا قَبْلَ الْجُحُوْدِ وَقَالَ غَلِطْتُ فِی الْجُحُوْدِ اَوْ نَسِیْتُ اَوْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ دَفَعْتُهَا قُبِلَ بُرْهَانُهٗ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجھکو یہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو دیچکا ہون تو برہان اسکی مقبول ہوگی وَلَوِ ادَّعٰی هَلَاکَهَا قَبْلَ جُحُوْدِهَا حَلَفَ الْمَالِكُ مَا یَعْلَمُ ذٰلِكَ فَاِنْ حَلَفَ ضَمَّنَهٗ وَاِنْ نَکَلَ بَرِئَ کذا فی الدرایة منح اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاے کہ وہ اسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو اگر مالک قسم کھالے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نکھاوے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنهاج هم قاضی مالک سے اسوقت قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہونے پر گواہ نہ رکھے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوی کیا قبل از انکار کے تو قاضی مستعیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی وَیَضْمَنُ قِیْمَتَهَا یَوْمَ الْجُحُوْدِ اِنْ عُلِمَ وَاِلَّا فَیَوْمَ الْاِیْدَاعِ عمادیہ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اسکا تاوان لیا جاویگا اگر اُس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بِخِلَافِ مُضَارِبٍ جَحَدَ ثُمَّ اشْتَرٰی لَمْ یَضْمَنْ خَانِیَه بخلاف اُس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو اسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ هم منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجھکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے مجھکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہو اور استحسان مین جبکہ اسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اسکی ہوگی انتہے تو اگر شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی وَلِلْمُوْدَعِ لَهُ السَّفَرُ بِهَا وَلَوْ لَهَا حِمْلٌ عِنْدَ عَدَمِ نَهْیِ الْمَالِكِ وَعَدَمِ الْخَوْفِ عَلَیْهَا بِالْاِخْرَاجِ اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا در صورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر هم بوجھ کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فَلَوْ نَهَاهُ اَوْ خَافَ فَاِنْ لَهٗ بُدٌّ مِنَ السَّفَرِ ضَمِنَ وَاِلَّا فَاِنْ سَافَرَ بِنَفْسِهٖ ضَمِنَ وَبِاَهْلِهٖ لَا اختیار تو اگر مالک نے سفر مین لیجانے سے منع کر دیا ہو یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر مین لیجاوے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر مین لے گیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار وَلَوْ اَوْدَعَا شَیْئًا مِثْلِیًّا اَوْ قِیْمِیًّا لَمْ یَجُزْ اَنْ یَدْفَعَ الْمُوْدَعُ اِلٰی اَحَدِهِمَا حِصَّتَهٗ فِیْ غَیْبَةِ صَاحِبِهٖ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسا کہ جو وغیرہ یا قیمت والی ہو جیسا کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین ہے کہ ان مین سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے هم قیمت والی کا عدم جواز وفاقی ہے اور مثلی مین صاحبین کا اختلاف ہے یعنی انکے نزدیک اُسکا

حصہ دینا جائز ہو تو دفع قبل تمضمن فی الدر رنص عدم فی البحر لا استحسانا لانکان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اسپر تاوان آویگا یا نہیں اور درر مین ہے کہ ہان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہے کہ استحسان مین اسپر تاوان نہین پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو یہ تاوان ہی مختار ہوگا اور طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین فَاِنْ اَوْدَعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَیْنِ مَا یُقْسَمُ اِقْتَسَمَاہُ وَحَفِظَ کُلٌّ نِصْفَہٗ کَمُرْتَھِنَیْنِ وَمُسْتَبْضَعَیْنِ وَوَصِیَّیْنِ وَعَدْلَیْ رَھْنٍ وَوَکِیْلَیْ شِرَاءٍ سوا اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہو تو دونون مرد اسکو بانٹ لین اور ہر مرد اسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خریدکے دو وکیلون کے ہم قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار نہو جاے تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہ صورت ہے کہ انکو مثلاً ہزار درم دئیے غلام کے خرید کرنیکو تو دونون ہزار کو قسمت کرلین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اسپر تاوان لازم آویگا یعنے درصورت ہلاکی اور اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وَلَوْ دَفَعَہٗ اَحَدُھُمَا اِلٰی صَاحِبِہٖ ضَمِنَ الدَّافِعُ اور اگر ایک مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا بِخِلَافِ مَا لَا یُقْسَمُ لِجَوَازِ حِفْظِ اَحَدِھِمَا بِاِذْنِ الْاٰخَرِ بخلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اسمین دینے پر تاوان نہین بسبب جائز ہوجانے ایک شخص کی محافظت کے دوسرے کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز جو تقسیم سے معیوب ہوجاے کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَالَ لَا تَدْفَعْ اِلٰی عِیَالِکَ اَوِ احْفَظْ فِیْ ھٰذَا الْبَیْتِ فَدَفَعَھَا اِلٰی مَنْ لَا بُدَّ مِنْہُ اَوْ حَفِظَھَا فِیْ بَیْتٍ اٰخَرَ مِنَ الدَّارِ فَاِنْ کَانَتْ بُیُوْتُ الدَّارِ مُسْتَوِیَۃً فِی الْحِفْظِ اَوْ لَمْ یَضْمَنْ اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت مت دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت اس شخص کو اپنے عیال مین سے دی جس سے اسکو چارہ نہین یا ودیعت کی محافظت کی اس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اس گھر کی کوٹھریان محفوظ ہونے مین برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا یعنے درصورت تلف ہوجانے ودیعت کے اسلیے کہ شرط مذکور مفید نہین لہذا معتبر نہوئی ہم عیال لابدی جیسے جورو سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی محافظت کے لائق ہو اسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا ہے اس صورت مین ظاہر یہ ہے کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کردیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا دَاِلَّا ضَمِنَ لِاَنَّ التَّقْیِیْدَ مُفِیْدٌ اور اگر ویسا نہین تو تاوان نہین اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے ہم یعنے اگر مودع عیال لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جسکے دینے سے مالک نے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری مین محافظت قابل ہو اسطرح پر کہ اسکی پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بہت متفاوت ہوتے ہین بدائع مین ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہوا اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی وَلَا یَضْمَنُ مُوْدِعُ الْمُوْدِعِ فَیَضْمَنُ الْاَوَّلُ فَقَطْ اِنْ ھَلَکَتْ بَعْدَ مُفَارَقَتِہٖ وَاِنْ قَبْلَھَا لَا ضَمَانَ اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہ امام کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے وَلَوْ قَالَ الْمَالِکُ ھَلَکَتْ عِنْدَ الثَّانِیْ وَقَالَ بَلْ رَدَّھَا وَھَلَکَتْ عِنْدِیْ لَمْ یُصَدَّقْ اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اسنے مجھکو پھیردی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وَفِی الْغَصْبِ مِنْہُ یُصَدَّقُ لِاَنَّہٗ اَمِیْنٌ سِرَاجِیَّۃٌ اور مودع کے پاس سے غصب ہوجانے مین اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ ہم یعنے اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیردی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وَفِی الْمُجْتَبٰی الْقَضَاءُ

اذا اختلط فدفع ثوب رجل لغیرہ فقطعہ فکل واحد منهما ضامن اور مجتبیٰ میں ہے کہ جب دھوبی چوک جاوے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کرڈالے تو دونوں شخص یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہیں انتہی یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھیر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نلے قواعد فقہیہ سے کہ مستفصی ہیں کذا فی البحر الراوی یعنے یہ تفصیل بحث ہی ذروایت مذہب وعنہ مجتبی اصاب الودیعۃ شئ فامر المودع رجلا فعالجها فعطبت من ذلک فلربها تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انها ودیعۃ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے پھیر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہی اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکریگا انتہی ما فی المجتبی بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب خواہ اسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب وان علم علی الظاہر بحر فالمانقله القهستانی والباقانی والبرجندی وغیرهم فتدبر اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھیر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ چیز مغصوب ہی بقول ظاہر کذا فی البحر بخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ وہ جبکہ علم کے رجوع نہیں تو غور وار یسو اس اختلاف کے [illegible] معه الف ادعی رجلان کل منهما انه له اودعه ایاه فنکل عن الحلف لهما فهو لهما وعلیه الف اخری بینهما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اسپر دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہی کہ وہ ہزار اسکے ہیں اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہی یعنے دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا اسواسطے دونوں کیواسطے قسم نکھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے مملوک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوں ہم قسم نکھانا اقرار ہی دونوں مدعیوں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدهما ونکل للآخر فالالف لمن نکل له اور اگر مودع نے ایک مدعی کیواسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے اسنے قسم نکھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعها الیوم الی فلان فلم یدفعها حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمه ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم سونپے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچا دے سو اسنے اسکو نہیں پہونچائے یہاں تک کہ وہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان نلیا جاویگا اسواسطے کہ یہ فعل اسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال له احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وهلکت لم یضمن لان الواجب علیه التخلیۃ جیسا کہ یہ بنا بیجا اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ میں یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھالایا یہاں تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیۃ یعنی فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھالانا اسپر واجب نہیں ہی جسکے نکرنے سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اسپر واجب ہی قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبه فلان وقد ضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینه لانه امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دیدے سو اسنے کہا میں اسکو دیدی اور فلانے شخص نے اسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیۃ قال المودع انا لا ادری کیف ذهبت لا یضمن فی الاصح کما لو قال ذهبت ولا ادری کیف ذهبت فالقول قوله مودع نے شرع سے کہا میں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہیں بقول صحیح جیسا کہ اگر یوں کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قوله لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتها او دفنتها فی داری ام موضع آخر فانه یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا دفن

کردی اپنے گھر میں رکھی اور جگہ میں تو تاوان آویگا کما فی فتاوی عالمگیری اور عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر یوں کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں
ہوئی تو تاوان نہیں وَلَوْ لَمْ یُبَیِّنْ مَکَانَ الدَّفْنِ لٰکِنَّہٗ قَالَ سُرِقَتْ مِنَ الْمَکَانِ الَّذِیْ دَفَنْتُہَا فِیْہِ لَا یَضْمَنُ کَمَا فِی الْعِمَادِیَّۃِ اور اگر مودع نے دفن و دیعت کا
مکان بیان نہ کیا لیکن اسنے کہا کہ وہ چوری ہو گئی اس مکان سے جس میں دفن کی تھی تو تاوان نہیں اور اسکا بیان عمادیہ میں ہے **فرع** مسائل متفرقہ کے
هُدِّدَ الْمُوْدَعُ اَوِ الْوَصِیُّ عَلٰی دَفْعِ بَعْضِ الْمَالِ اِنْ خَافَ تَلَفَ نَفْسِہٖ اَوْ عُضْوِہٖ فَدَفَعَ لَمْ یَضْمَنْ مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر
تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اسنے بعض مال دیا تو تاوان نہیں وَاِنْ خَافَ الْحَبْسَ وَالْقَیْدَ ضَمِنَ اور اگر حبس
وقید یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اسنے مال دیدیا تو تاوان ہوگا قَالَ خَشِیَ اَخْذَ مَا لَہٗ کُلِّہٖ فَہُوَ عُذْرٌ تو اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جانے سے
ڈرا تو وہ عذر ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا کہ اسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو تاوان آویگا اگر اسکے پاس مال بقدر
کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور تاوان نہیں کَمَا لَوْ کَانَ الْجَابِرُ ہُوَ الْاٰخِذُ بِنَفْسِہٖ فَلَا ضَمَانَ عِمَادِیَّۃٌ چنانچہ اگر ظالم جابر
وہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ علامہ طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور نہیں ہے
خِیْفَ عَلَی الْوَدِیْعَۃِ الْفَسَادُ رَفَعَ الْاَمْرَ لِلْحَاکِمِ لِیَبِیْعَہٗ وَلَوْ لَمْ یَرْفَعْ حَتّٰی فَسَدَتْ لَا ضَمَانَ اگر ودیعت پر خوف ہو سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال
حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوی عالمگیری میں
ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے وَلَوْ اَنْفَقَ عَلَیْہَا بِلَا اَمْرِہٖ فَہُوَ مُتَبَرِّعٌ اور اگر مودع نے ودیعت پر
کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بَلَا اَمْرِ حَاکِمٍ فَاَمِیْنٌ مُتَعَدٍّ فِی الْوَدِیْعَۃِ وَالرَّہْنِ فَہَلَکَتْ حَالَۃَ
التَّعَدِّیْ لَا ضَمَانَ کَانَ لَہٗ وَلَایَۃُ التَّعَدِّیْ پھر مودع نے ودیعت یا رہن سے کچھ تھوڑا سا تلف ہو گیا پھر تعدی کی حالت میں تو تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ
مودع کو اس تصرف کی یعنی پھینکنے کی ولایت ہے کذا فی البحر ہم کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کتب علمیہ میں نظر کرنا جائز ہے اگرچہ ان کے پڑھنے اور ان کے فساد کا خوف نہو اور یہ
اسطرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا اور چراغ سے روشنی لینا بلا اجازت مالک اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طشت یا ودیعت رکھا
سو وہ شخص بیٹھنے کے سر پر رکھا سو تلف ہو گیا اور اگر رکھنا بوجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں ہے اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوٹھے میں
پانی یا کچھ ہو تو رکھنا طشت کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قَالَ وَکَذَا لَوْ وَضَعَ السِّرَاجَ عَلَی الْمَنَارَۃِ یعنی اسیطرح کہا اور اسیطرح
اگر ودیعت کا چراغ منارہ پر رکھے تو تاوان نہیں وہ صورت تلف ہوئی کہ منارہ سے گر پڑا ہو وَدِیْعَۃٌ اَوْدَعَ تُعْرَفُ اَدَاءُ بَعْضِ الْحَقِّ وَ مَاتَ الطَّالِبُ
وَاَنْکَرَ الْوَارِثُ الْاَدَاءَ حَبَسَ الْمُوْدَعُ الصَّکَّ اَبَدًا اور بحر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور اداء بعض حق معلوم ہے اور طالب مر گیا اور طالب کا
وارث منکر ادا ہے بعض حق کا تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند کر رکھے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درہم تھے سو محمود نے زید کو سو درہم کا تمسک لکھ دیا اور زید نے وہ تمسک
حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درہم مثلاً زید کو ادا کئے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مر گیا اور اسکا وارث پچیس درہم کے دینے کا انکار کرتا ہے تو حامد کو چاہئے کہ
تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمیں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھکر و الا تو بغیر ثبوت حق نہیں
وَفِی الْاَشْبَاہِ لَا یُؤْخَذُ مِنَ الْمَیِّتِ دَیْنٌ اِلَّا الْوَارِثُ عَلَی الْغَرِیْمِ اور اشباہ میں ہے کہ میت کا دین بری الذمہ نہو گا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر
دین ہے اور لوگوں کا ہم ظاہر عدم برات اس صورت میں ہے جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث مومن نہو چنانچہ ودیعت میں ہے بشرطیکہ مودع وارث کو ودیعت دیگا کذا
فی الطحطاوی عن الحموی لَیْسَ لِلصَّبِیِّ حِفْظُ وَدِیْعَۃِ الْمَغْصُوْبِ بیان کہ جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو جبکہ سوائے گواہ لانے
کے پیر لال ہے الْعَامِلُ لِغَیْرِہٖ اَمَانَۃً لَا اَجْرَ لَہٗ اِلَّا الْوَصِیُّ وَالنَّاظِرُ اِذَا عَمِلَ جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہیں مگر

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہے جبکہ دونون عمل کرین ہم وصی سے وہ وصی مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین کما فی
الاشباہ قُلْتُ فَيُعْلَمُ مِنْهُ اَنْ لَا اَجْرَ لِلنَّاظِرِ فِي الْمُسَقَّفِ اِذَا اُحِيلَ عَلَيْهِ الْمُسْتَحِقُّونَ فليحفظ مین کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط
عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہین ہے چھتے ہوئے مکانون مین جبکہ مستحقین وقف کو اُسکے بانٹنے کا حوالہ کردیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کیطرف سے
اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملیگی وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ شعر وَدَافِعُ اَلْفٍ مِنْ قَرْضًا وَمُضَارَبَةً + وَنِصْفُ الْقِرَاضِ الشَّرْطُ جَائِزٌ وَيُحْظَرُ اور وہبانیہ مین ہے اور
ہزار درم قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دئے اور کہا کہ نصف قرض ہین اور نصف بطور مضاربت
اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھیریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب
مال کیواسطے تو مضاربت منقلب بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونیکی یہ ہے کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونون کیواسطے ہے اور ٹوٹا بھی
دونون پر ہے اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی شعر وَاِنْ يَدَّعِي ذُو الْمَالِ قَرْضًا وَخَصْمُهُ + قِرَاضًا فَرَبُّ الْمَالِ قَدْ قِيلَ اَجْدَرُ اور اگر
صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اُسکا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر مقبول ہے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف
قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے شعر وَفِي الْعَكْسِ بَعْدَ الرِّبْحِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ + كَذَلِكَ فِي الْاِبْضَاعِ مَا يَتَغَيَّرُ + اور اسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے
تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت ہونیکے اختلاف مین حکم متغیر نہین ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور وہ
صاحب مال کہتا ہے کہ مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہے اور ابضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ مین نے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا
اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی شعر وَاِنْ قَالَ قَدْ ضَاعَتْ صَبَاحًا وَدِيعَةٌ + يُصَدَّقُ وَيُسْتَحْلَفُ فَقَدْ يُتَصَوَّرُ +
اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کوٹھری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول ترجیح سے قسم لیجائے اسواسطے کہ یہ صورت ہوسکتی ہے ہم یعنے سوائے ودیعت کے مکان اور کسی چیز کا ضائع ہونا
متصور ہے اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرانے نہ پایا یا وہی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی شعر وَتَارِكٌ فِي قَوْمٍ لَا مِ صَحِيفَةً +
فَاَخَّرُوا وَرَاحَتْ يَضْمَنُ الْمُتَاَخِّرُ + اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنے والا بواسطہ مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جاوے اوّل
دیر مین شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اُسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ ہی اٹھ گئے تو سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی
شعر وَنَادِيكَ نَشْرًا لِلصُّوفِ صَيْفًا فَعَتْ لَهُ + يُضَمَّنُ وَقَرْضُ الْفَارِ بِالْعَكْسِ يُوثَرُ + اِذَا الرِّيحُ نُقْبِ مِنْ بَعْدُ عِلْمِهِ + وَلَمْ يُعْلِمِ الْمَالِكُ مَا فِي يَتَعَرَّ
اور گرمی کے موسم مین صوف پھیلانیکا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان لیا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے ودیعت کی حفاظت کی اسطرح کہ
اسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلے کے مروی ہے جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اسکے دریافت ہونیکے یا مالک ودیعت
خبر نکرے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ہم یعنے جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اس مکان مین رکھی جسمین سوراخ نہین پھر اسکو چوہے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ
جل گئی تو اسپر تاوان نہین اور اگر اس مکان مین سوراخ ہے اور مودع اسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود
دانست سوراخ بند نکیا تو اسپر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ بصورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے
کہ مالک راضی ہوگیا اُس مکان مین رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ یہ قولہ ولم یعلم کا معنے ہے کذا فی الطحطاوی قلت بقی لو سد ها مرة ففتحه الفار
وَاَمْسَدَّ هَا لَدَيْهِ كَيْفَ يَنْبَغِي تَفْصِيلُهُ كَمَا هُوَ مُتَّجِهٌ مین کہتا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کردیا سو چوہے نے اسکو کھول دیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اسکا
حکم مذکور نہین اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کرو ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طرطوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے
تو تاوان اُسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنے علامہ عبد البر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ مین ہے کہ ودیعت پھیر دینے کی مؤنت مالک پر ہے نہ مودع پر

انتہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہی عاریت کے احکام مین ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی حقتعالی نے فرمایا (وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین ماعون اُس چیز سے عبارت ہی جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا ابو طلحہ سے عاریت لیا تھا اور اسمین اختلاف ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہی کذا ذکرہ ابو السعود وَاَخَّرَهَا عَنِ الْوَدِيْعَةِ لِاَنَّ فِيْهَا تَمْلِيْكًا وَاِنْ اشْتَرَكَا فِي الْاَمَانَةِ مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہی اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ہم یعنی عاریت مین تملیک ہی اور ایداع بھی ہی تو عاریت ودیعت کے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب ہے اور مرکب موخر ہی مفرد سے وَمَحَاسِنُهَا النِّيَابَةُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اِجَابَةِ الْمُضْطَرِّ لِاَنَّهَا لَا تَكُوْنُ اِلَّا لِمُحْتَاجٍ كَالْقَرْضِ اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حقتعالی کی نیابت ہی عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہی بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ) اور معیر نے مستعیر کی فریاد رسی کی تو گویا حق تعالی کا وہ نایب ہوا فریاد رسی مین تو عاریت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریاد رسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنے اے مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فَلِذَا كَانَتِ الصَّدَقَةُ بِعَشْرَةٍ وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ سو اسواسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی ثواب مین اور قرض کا ایکدرم اٹھارہ درم کے برابر ہی ہم یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہی صدقے کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشر امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن چونکہ صدقہ کرنے والے کیطرف کچھ عود نہین کرتا اور قرض کا درم مقرض کیطرف عود کرتا ہی تو مقابل اُسکے دو درم ساقط ہو گئے تو اٹھارہ باقی رہ گئے واسطے اگر مقرض مستقرض کو معاف کر دے تو بیس درم کا ثواب ہوگا هِيَ لُغَةً مُشَدَّدَةٌ وَتُخَفَّفُ اِعَارَةُ الشَّيْءِ قاموس عاریت لغت عرب مین عبارت ہی چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا سے تحتانیہ مشددہ ہی اور یا کی تخفیف بھی جائز ہی کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وَشَرْعًا تَمْلِيْكُ الْمَنَافِعِ مَجَّانًا اور شرع مین عاریت عبارت ہی منافع کے مالک کر دینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ نکل جاے اسواسطے کہ اجارہ مین بھی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہی اَفَادَ بِالتَّمْلِيْكِ لُزُوْمَ الْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ وَلَوْ فِعْلًا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت مین ظاہر کر دیا اگر قبول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہی واسطے فتاوی عالمگیری مین کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کی جانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہی کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام اور وہ مستعیر کی خدمت کرا تو یہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہین ہوتا ہان قبول کا بھی فعلی ہوتا ہی چنانچہ بعضے نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی وَحُكْمُهَا كَوْنُهَا اَمَانَةً اور عاریت کا حکم یعنے اثر مترتب تو اسمی عاریت کا امانت ہی یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جاے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہی وَشَرْطُهَا قَابِلِيَّةُ الْمُسْتَعَارِ لِلْاِنْتِفَاعِ وَخُلُوُّهَا عَنْ شَرْطِ الْعِوَضِ لِاَنَّهَا تَصِيْرُ اِجَارَةً اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کی شرط سے اسواسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہو جاتی ہی ہم قابلیت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق مین نکل گیا اور یہ ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روٹی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ پیسا کسی چیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لے تو یہ قرض نہین بلکہ عاریت ہی لیکن اسکو سوا وجہ مذکور کے اسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان

تسمہ میں نہیں لیتا سوا اُس لونڈی کے تو اُس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھوڑانے تک اور یوں ہی بیان اسکا اشباہ میں ہے وفیہا عن القنیۃ
تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدارا غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری دفعہا وقیل نعم الا اذا شرطہ وقت
البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہما واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف فکانہ ارتضاہ فلیحفظ
اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہوجاتی ہے اس صورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کیواسطے پھر دھنیاں اُسپر رکھدیں پھر
معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کرلے بیع کیوقت میں کہتا ہوں اور قول
ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہیں کیا
تو گویا اُسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہوجانے سے تاوان اُسکا لازم نہیں آتا
یعنی اسواسطےکہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک
ہوگیا یا مستعیر مسجد میں گیا اور اُسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہوگیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا سو اُسکو بند کر رکھا یا پانی پلانے کیواسطے اسکو غیر جہت معینہ پیلیگیا
سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُسکو اور بیل کے ساتھ ملایا اُسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہے اور اگر
اسکو چراگاہ میں چرانے کیواسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہاں اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترکہ ہو تو تاوان ہے اور اگر
جنگل میں گیا اور باگ اُس جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چرایا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقا
نہیں جبکہ مستعار چیز اُسکے سرتلے ہو یا آگے رکھی ہو یا آس پاس ہو اسطرح کہ عادت میں اُسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وشرط الضمان باطل کشرط عدمہ
فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ کے جوہرہ میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان
لازم ہوتا ہے ولا توجر ولا ترہن لان الشئ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ شی متضمن نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن
عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالودیعۃ فانہا لا توجر ولا ترہن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں
ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو
عاریت دینا جائز نہیں مگر اُس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی واما المستاجر فیواجر ویودع ویعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی
جس چیز کو اجارہ لیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہے یعنی اسکا اجارہ
اور رہن و ایداع اور اعارہ جائز نہیں فی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا تملیکا لغیرہ بدون اذن سواء قبض او لا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کئے ہیں جنمیں یعنی غیر کو
مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال شعر وما لک امر لا یملکہ بدون امر وکیل مستعیر و موجر
زکوٰۃ ولقمانیہا ومضارب + ومرتہن ایضا وقاض یؤمر + سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک کی
وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص مثلا پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی مامور ہم مالک کا لفظ مبتدا ہے اور
جملہ لا یملک کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اسکی خبریں ہیں وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جبکہ
عاریت مختلف ہوجاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہوجاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کیواسطے جانور کرایہ لیا
یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہننا جائز نہیں اور اسی طرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کریگا اور مرتہن دوسرے کے پاس رہن
رکھیگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحطاوی شعر ومستودع مستبضع ومزارع + اذا لم یکن من عند العبد بید

اور مستودع نفع والی ہیں کا اور مستفع دوسرے کو بضاعت دیگا اور جسنے زمین بقصد زراعت لی جبکہ مزارع کے پاس بیج نہو کھیت مین بیج ڈالا جاوے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے
نہین دیسکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہے تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے دیدے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشرۃ شعر وما للمساقی ان یساقی بغیر
آن اذن المولی کہ لیس یثبکہ میں کتابوں اور دسوان مسئلہ ہدایہ کی مساقات و مزارعت کی فصل میں یون مذکور ہے اور جانتا نہیں عقد مساقات البالکہ غیر کو
زمین بطور مساقات کے اور اگر مولی یعنی مالک نے اذن دیا ہو تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر المستعیر او رھن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت کو اجارہ میں دے
یا اسکو رہن رکھے پھر وہ تلف ہوجاوے تو معیر اُس سے تاوان لے بسبب اُسکی تعدی کے ولا رجوع لہ للمستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ اجر ملک نفسہ ویتصدق
بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہیں اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کردے برخلاف
ابو یوسف کے اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہی اجرت کا اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال
غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا معیر تاوان مستاجر سے لے سکت عن المودع وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتہن ان
یرہن فیضمن وللمالک الخیار و یرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح میں ہے اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان
مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہین ہے مرہون کے رہن رکھنے کا تو اُسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی
تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھیر لے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا للضرر اور جب معیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر
سے تاوان پھیر لے جبکہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اُسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب لہ ان یعیر ان اختلف
استعمالہ اولا ان لم یعین المعیر منتفعا و مستعیر کو جائز ہے عاریت کو عاریت دینا خواہ اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو بشرطیکہ معیر نفع لینے
والے کو معین نکردیا ہو اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کردیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال
جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ ویعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وعزاہ فی
الجواھر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کردیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے
اور اس قول کو جواہر میں اختیار کیطرف نسبت کیا ہے ومثلہ ای کالمعار المؤجر وھذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا خلاصہ
خلاصہ اور عاریت کی چیز کی اسی اجارہ کی چیز جیسے مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور بصورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا
جائز نہیں یہ تفصیل مذکور صورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو مستعیر نے دی پھر عاریت تلف ہوگئی تو ہر طرح سے تاوان اُسپر آویگا کذا فی الخلاصہ
یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرھا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیرہ للحمل ویرکب ای بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت جانور
مطلق لیوے کہ مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اُسپر جو چاہے اور لادنے کیواسطے عاریت دے اور اُسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی معین ہوجاویگا
مراد مین ہم اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر و مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اُسپر بوجھ لاد نہیں سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے
ساتھ ہو تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی ویضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعد کما ھو الصحیح کافی اور تاوان دے
سکا غیر میں اگر جانور ہلاک ہوجاوے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر والموجر الانتفاع
فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء اور اگر معیر و موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع مین مطلق بلا قید کیا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی
بنا بر اطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بھما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثلہ وخیر اور اگر انتفاع مین وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے
برخلاف کرنے میں بدتر کیطرف یا بہتر خلاف میں ہم خلاف ہے کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا اسلئے کہ دس گیہوں لادیگا واسطے پھر اُسپر اسیقدر جو لادا تو تاوان آویگا اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ

بھیجا ہو جانور کی پیٹھ پر گیہوں کے اور خلاف مثل کے مثال یہ کہ مثلاً گیہوں کے عوض جو یا گیہوں سقدر لادا اپنے گیہوں کے عوض جو کے گیہوں آلادی اور بہتر خلاف کی صورت یہ کہ جو لادنے کے واسطے عاریت لے اور گیہوں لادے
ولکن التقیید لا فائدۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت کے مانند عاریۃ الثمنین والمکیل والموزون
والمعدود المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استہلاک عینہا یعنی روپیہ اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ
ہم یعنی عاریت جب ہے اذن فی الانتفاع ہے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت یعنی قرض ٹھہری معدود متقارب جیسے اخروٹ و انڈا
اور اسی طرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عددیات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر بہلاکہا قبل الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعارہا
لیعیّر المیزان او یزین الدکان عاریۃ تو تاوان ہے عاریت مذکورہ و الاشیاء مذکورہ کے تلف ہو جانے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپیہ اشرفی کو عاریت لیا تاکہ اسے
تول کر ترازو کی درستی جانچے یا انکو رکھ کے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی اسواسطے کہ یہاں استہلاک عین نہیں ولو اعارۃ قصعۃ ثرید فقرض
ولو بینہما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت یا تو یہ قرض ہے اور اگر معیر و مستعیر میں کشادہ جبینی اور بے تکلفی ہے تو یہ اباحت ہے ثرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی تر کرنے سے تیار
ہوتا ہے جب قرض ہوا تو مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت میں تاوان نہیں و تصح عاریۃ السیف المحلی لا یضمن کلات الذہب یجری مجری الملک صیرفیۃ اور تلوار کی عاریت
صحیح ہے اور تلف ہو جانے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کان سے تلوار نا قائم مقام ملک کے ہے کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اس میں تاوان نہیں ولو اعار ارضا
للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے وله ان یرجع متی شاء لما تقرر انہا غیر لازمۃ
اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین
لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر عمارت اور درخت کو اکھڑوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودی عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دیکر دونوں چیزیں قائم رکھی جاوینگی تاکہ اسکی
زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیگا ولو وقت العاریۃ فرجع قبلہ کرہ قلعہما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما
الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت کے پہلے تو مستعیر عمارت و درخت کو اکھڑوا ڈالے اور معیر مستعیر کو اتنا تاوان
دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اس طرح کہ مدت معین تک عمارت و درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجائے اور پھیر لینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثلاً
درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارہا لیزرعہا لم تؤخذ منہ
قبل ان یحصد الزرع وقتہا اولا فتترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاوے خواہ عاریت
کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجرت مثل چھوڑدی جاویگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر و نفقتک ان کان لم
ینبت لم یجز لان بیع الزرع قبل نباتہ باطل و بعد نباتہ فیہ کلام اشار الی الجواز فی المصنف پھر اگر معیر کہا مستعیر سے کہ میں تجھکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں اگر
کھیت نجما ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اسکے جمنے کے بہین گفتگو ہے یعنی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ قول مفتی یہی مختار ہے کذا
فی الطحاوی عن الغایۃ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کے واسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا اسپر واجب ہے فلو کانت موقتۃ
فامسکہا بعدہ فہلکت ضمنہا لان مؤنۃ الرد علیہ نہایۃ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت کو رکھ چھوڑا بعد اس وقت کے پھر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر پر تاوان ہے
اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایہ یعنی تو نہ پھیرنے سے وہ متعدی ٹھہرا اور اس مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہے اور عدم ضمان کافی اور مجتبی میں ہے کذا
فی الطحاوی الا اذا استعارہا لیرہنہا فتکون کالاجارۃ کرہن الخانیۃ عاریت پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کے واسطے عاریت لی تو اب
عاریت اجارہ کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیۃ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت
مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے وکذا المؤجر والغاصب والمرتہن مؤنۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسی طرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر

پھیر دینے کا خرچ ہے بسبب حاصل ہونے منفعت کے انہیں کیواسطے ھٰذا اذا الاخراج باذن رب المال والا فمؤنۃ ردہ مستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ
یہ یعنے موجر پر خرچ لازم ہوتا اسوقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت کی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے جسنے
اسکو اخراج کیا یعنے مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ و ھبۃ فضی بالرجوع مجتبیٰ بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبیٰ یعنے
یعنے شرکت میں رو راس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر اور ہبہ میں واہب پر کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاھرۃ لا مسانھۃ
او مع عبد ربھا مطلقا یقوم علیھا اولا فی الاصح او اجیرہ ای مشاھرۃ کما مر فھلکت قبل ضمنھا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر
مستعیر نے جانور پھیرا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ بومیہ اجیر کے ساتھ یا جانور بھیجا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا
مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہوگیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہوگیا اوان اسپر نہیں اسواسطے کہ تسلیم مشہور اور اگر چاکر بومیہ ہے اگر
اسواسطے کہ مالک کے عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کجوھرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جواہر یعنے اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک پاس بھیجے اور تلف
ہو جاوے تو وہ بری الذمہ ہوگا و بخلاف رد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتھا ثم بعثھا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ
اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اسطرحپر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ ہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد
مدت کے رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بدفعہ زیلعی فتعین حمل کلامہ علیٰ ھٰذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے
دینے میں انقضا مدت کی قید نہ لگائے بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہو جیسے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جسمیں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا فتوی ہے
کذا فی الزیلعی تو مصنف کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہوگیا یعنے اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسصورت پر ہے جبکہ بعد انقضا مدت ہو نہ مطلقاً و بخلاف رد ودیعۃ
ومغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہونچا دینے ودیعت و مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ تسلیم نہیں یعنی جب خود مالک کو پہونچا دیگا تو تسلیم ثابت ہوگی
واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعھا فیختص لئلا یعم البناء ونحوہ اور جبکہ خالی زمین زراعت کے واسطے
عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھ دے اسطرحپر کہ تو نے اپنی زمین مجھکو کھانے کو دی تا اسمیں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ رہے ھم
عاریت یا اسکا لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہی ہے کہ تا ادل مستعیر عاریت لینے کا انکار نہ کرے العبد الماذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہے یعنی
اسواسطے کہ عاریت دینا اسوداگروں کا دستور ہے کذا فی المنح والمحجور اذا استعار واستھلکھا یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دے
آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد محجور بعبد محجور مثلہ فاستھلکہ ضمن الثانی للحال اور اگر غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دے سو وہ اسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنے
مستعیر فی الحال تاوان دیگا ولو استعار ذھبا فقلدہ صبیا فسرق الذھب ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن
لانہ اعارۃ والمستعیر یملکھا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہوگیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو اسکے بدن پر
ہو لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہے یعنے اسواسطے
کہ اسنے مال برباد اور ضائع کیا تاوان کو دیکر و صنعھا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لا مضطجعا لا عاریت کر اپنے سامنے رکھا پھر وہ سو گیا
سو عاریت ضائع ہوئی تو اسپر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترکہ الحفظ اور تاوان دے
اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑ دینے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں اپنے صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہونے عوض کے
اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ھم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں بمع طحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے
کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذھب الطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ

خانیہ عن ابراھیم بن یوسف لکن فی المجتبیٰ وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے سے بیل عاریت مانگا سو اسنے کہا میں کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو اسکا بیل لیا بدون اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مرگیا تو اسپر تاوان نہیں کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبیٰ وغیرہ میں یہ ہے کہ وہ تاوان دیگا ھم تو امین دقول ثابت مجھکو

بنتہ بما یجھز بہ مثلھا ثم قال کنت اعرتھا الامتعۃ ان العرف مستمر ابین الناس ان الاب یدفع ذلک الجھاز ملکا لا اعارۃ لا یقبل قولہ انہ اعارہ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجھز بہ مثلھا فان القول لہ اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کا ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ مالک کی طور پر اگر لوگوں میں یہ رواج دائمی ہو کہ باپ ایسی جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اسطرح کا رواج نہوگا ہے بطور ملک دیا جاتا ہو اور کا بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے ولام ودلی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور میں ھم یعنی اگر ماں یا ولی صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور ولی میں ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المھر اور جس میں اجنبی دعویٰ کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ میں نے اسکو فلانی چیز عاریت دی تو اسکا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہوچکا

وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقھا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیھم یعنی من الاولاد والفقراء وامثالھما اور اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کیطرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل و ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہو اور محتاجین ہیں یعنی علماء و اشراف کذا فی الطحطاوی وامّا اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقد مر فی الوقف عن مولی ابی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ میں نے روزی لینے والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر انکو دوبارہ دے وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں مشرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو السعود سے اور مصنف رحمہ نے اسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے اسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقھا او بعدہ موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعاے ایصال میں مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اسکی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کو دیعۃ قال قبضتھا فی حیاتہ وھلکت او دفعتھا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنے وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو مالتا ہو یہ اسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت وھو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیۃ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان مقبوض کے برابر ہو تو اسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ ھم ایصال دین کے دعوی میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ بقضاے دیون استیفا دیون سے ہوتا ہے تو ادعاے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

مختصر قلت والظاهر انه لا يصدق لا في حق نفسه ولا في حق الموكل وقد افتى بعضهم انه يصدق في حق نفسه لا في حق الموكل
ويحمل عليه كلام الولوالجية فليتامل عند الفتوى میں کہتا ہوں اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہ اپنی ذات کے
حق میں نہ موکل کے حق میں اور البتہ بعض فقہاء نے فتوی دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اُسکی ذات کے حق میں ہوگی نہ موکل کے حق میں اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے
تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کیوقت ہم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اُسکی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق
نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علے المیت تو افتاء بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے
اوصى بالعارية ليس للورثة الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہیں پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے ہم یہ اُس صورت میں ہے جبکہ
رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحطاوی العارية
كالاجارة تنفسخ بموت احدهما عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہوجاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعليه دين وعنده وديعة بغير عينها
فالتركة بينهم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اُسپر دین ہے اور اُسکے پاس ودیعت ہے غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون میں مقسوم ہوگا بقدر اُنکے
حصوں کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مرگیا اور یہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہے تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکے میں برابر ہیں بقدر اپنے
حصص کے بشرطیکہ ترکہ اوسکے کل دیون میں کفایت نکرے استاجر بعيرا الى مكة فعلى الذهاب وفي العارية على الذهاب والمجيء لان ردها عليه
اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے اور عاریت میں جانے اور آنے دونوں پر ہے اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنے اور پہونچانا بدون
آنے کے نہیں ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ آنے کا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعار دابة للذهاب فامسكها في بيته فهلكت ضمن لانه
اعارها للذهاب لا للامساك جانور عاریت لیا جانے کیواسطے پھر اُسکو باندھ رکھا اپنے گھر میں سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اُسنے
اُسکو جانے کیواسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کیواسطے استقرض ثورا فاعاد عليه الا تراك لم يضمن لانه عارية عرفا بیل قرض لیا سو اُسپر
ترکوں نے مثلاً نہاری تگری کی تو اُسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ عاریت ہے رواج میں یعنے اور بلاتعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا ليبني ويسكن
واذا اخرج فالبناء للمالك فللمالك اجر مثلها مقدار السكنى والبناء للمستعير لان الاعارة تمليك بلا عوض فكانت اجارة
معنى وفسدت بجهالة المدة زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کیواسطے اور جب وہ اُس مکان سے نکلجائے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملیگا اُس
زمین کا بقدر اُسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہے تملیک منافع بلاعوض سے تو یہاں اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنے تقریر عوض سے مدت کے
مجہول ہونے سے ہم عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی
اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کیوقت وكذا لو شرط الخراج على المستعير لجهالة البدل
اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہریگی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج تھا معیر پر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی
حقیقت ہے اجارہ کی اسواسطے کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحيلة ان يؤجرها الارض سنين معلومة ببدل
معلوم ثم يامره باداء الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادائے خراج کا
عوض معلوم سے امر کرے استعار كتابا فوجد فيه خطأ اصلحه ان علم رضى صاحبه قلت ولا تسعه تركه الا في القران لان اصلاحه
واجب بخطه مناسب ایک کتاب عاریت لی سو اُسمین غلطی پائی تو اُسکی اصلاح کردی اگر مالک کی رضامندی جانتے ہیں کہتا ہوں اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر
قرآن مجید میں ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہے بخط مناسب آن ہم اصلاح میں رضا مالک اسواسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے

ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اسکو باقیمین خطا معلوم ہو تو بشرط رضا صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک کاغذ میں غلطی صحیح
لکھکر وہان رکھدے اور محل خطا پر نشان کردے تا مالک اسکا مطلع ہو کر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ
شعر ویفتیٰ بای اصلاح ما مستعیرہ یجوز اذا ما کان غیر مغیر ۔ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اسکے مستعیر نے اصلاح کردی معلوم کیا تو جائز ہے
اصلاح جبکہ اسکا مالک آزردہ ہو وفی مقابلتہ اور وہبانیہ کی روایتین الگی بیت ہے ہم روایتہ کا اسم ہے کہ نہو اور جواب مین محاط علیہ ہے جیسے لفظ وہبان اور پہلی
شعر وای معیر لیس تملیک آخذا ۔ اجارۃ وفی غیر الدھقان لتقریر ۔ اور وہ کون ہے جو اپنی عاریت کی چیز کی لینے کا مالک نہین اور بتائے سوا
مین یہ مسئلہ منصوص ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کا اسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہین مصرع وہل واہب لا یرجع
جو یعد ۔ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اسکو پھیر لینا جائز ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک
نہین ہوسکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کیواسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا مصرع وہل مودع ما ضیع المال یحسن ۔
اور ایسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہین کیا اسپر تاوان پڑتا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصیت کرنیوالے نے ایک شخص پاس ہزار درہم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درہم
میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاھرۃ وجہ مناسبت کے درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک
منافع بلاعوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ھو لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبہ لغت مین عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے
غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو وشرعا تملیک العین مجانا ای بلا عوض لان عدم العوض شرط فیہ اور شرع مین ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کردینے سے مفت یعنی بدون
عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں ہم تملیک عین سے اباحت اور عاریت بسبب خارج ہوگئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن تعریف وصیت کی مانع نہین لہذا ابن کمال نے
تملیک حالی کی قید لگائی بہتر تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہو کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہین کہ عدم عوض
شرط ہے تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جاوے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعھا الی ھبۃ العین اور دین کی تملیک
غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اسکو دین قبض کرنیکا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کیطرف ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف مین تملیک عین داخل ہے
تو چاہئے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نکہیے اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہوگیا تو تملیک عین متحقق
ہوگئی وسببہا ارادۃ الخیر للواھب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی ۔ اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسے عوض
اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو جیسے ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ
ان یعلمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھاوے
جس طرح اسپر یہ واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان بتادے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہوجاوے اور
وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وھی مندوبۃ
وقبولہا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم
دوستی ہو جاوے ہم اور کہا ہے مجتبیٰ مین کہ ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہوجاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتہا
فی الواھب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ھبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنیوالے مین عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

موہوب لہ کی مملوک ہو اور اسکے وارثون کی ہو بعد اسکے کذا فی الزیلعی وَحَمَلْتُكَ عَلٰى هٰذِهِ الدَّابَّةِ ناویا بالحمل الھبۃ کہا تو اور مین نے تجھکو اس جانور پر محمول کردیا حمل ہبہ کی
نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہوچکا ہم حمل کا ہے بمعنی ہبہ اور کا ہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وَكَسَوْتُكَ هٰذَا
الثَّوْبَ اور مین نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا ہم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہی بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اسکو کپڑے کا مالک کردیا اور عاریت مین اس طرح
نہین بولتے وَدَارِي لَكَ هِبَةً اور میرا گھر تیرا ہی موہوب ہوکر ہم لفظ ہبۃ منصوب ہی حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر او عمری تسکنہا
لان قولہ تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیرا للاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل
یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور عمری کے کہ تو اسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہی اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ دہی واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونے کی
لیاقت نہین رکھتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اسکی ملک مین اسطرح کہ اسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے
نہ قبول کرے کالو قال ہبۃ سکنی وسکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہی موہوب ہوکر سکونت کی راہ سے یا سکونت
کی راہ سے موہوب ہوکر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبۃ حال ہی اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہی کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا
خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل
اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل کلام یہ ہی کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنی دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور عاریت
دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہی کذا فی النوازل وفی البحر اغرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو بوتا ہون
اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہی ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے بعینہ جزئیہ مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ
نہین ہی تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی
لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل بر وبعکسہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے
حق مین ہبہ صحیح ہوجاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اسنے اسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا
تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس مین حانث ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اسنے ہبہ کیا اور اسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا برخلاف بیع کے
ہم یعنے اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اسنے بیع کا ایجاب کیا اور اسنے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تمام نہین ہوتا مگر
ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نہ پایا جائے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس
اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کے قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنے ہبہ مین قبول کرنے کے مانند ہی لہذا مخصوص بہ مجلس عقد ہوا
ہم قبض بجائے قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے
تو قبض مقید بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی وبعدہ
بہ ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضائے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ
لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط مین ہی کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بہ مجلس نہوگا
اور جائز ہوگا بعد اسکے بھی والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم
تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اسکی طرف بلند کیا یعنے سامنے کیا تو یہ
قبض نہوگا بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو

قبض ثابت ہوگا سامنے کرنے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہی بیع میں وَفِي الدُّرَرِ وَالْمُخْتَارُ صِحَّتُهُ بِالتَّخْلِيَةِ
فِي صَحِيحِ الْهِبَةِ لَا فَاسِدِهَا اور دُرر میں ہی اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہی تخلیہ سے ہبہ صحیح میں نہ فاسد میں یعنی اگر واہب نے موہوب و موہوب لہ میں تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا
بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وَفِي النُّتَفِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ عَقْدًا لَا تَصِحُّ بِلَا قَبْضٍ اور نتف میں ہی کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے وہ عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ
۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد اور اسی وابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنے عطاء ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جبکہ
بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درموں کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا کہ گیہوں
کی بیع جو سے تو اسمیں تفاضل جائز ہی نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اسمیں بھی تفاضل جائز ہی نہ نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المنح
وَلَوْ نَهَاهُ عَنِ الْقَبْضِ لَمْ يَصِحَّ قَبْضُهُ مُطْلَقًا وَلَوْ فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّ الصَّرِيحَ أَقْوَى مِنَ الدَّلَالَةِ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا
مطلقا صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہی دلالت سے حاصل یہ ہی کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہی مجلس میں اور بعد
مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں ہی مجلس میں نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہی دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب باعتبار دلالت کے
اور نہی عن القبض صریح ہی اور حالانکہ صریح قوی تر ہی دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہی نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہی اور
موہوب لہ نے وہاں جاکر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہی تو صحیح ہی اور نہیں تو نہیں وَتَتِمُّ الْهِبَةُ بِالْقَبْضِ الْكَامِلِ اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے
اور قبض کامل منقول میں وہ ہی جو منقول کے مناسب ہی اور عقار میں وہ ہی جو عقار کے مناسب ہی تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہی اور محتمل القسمہ میں قبض کامل قسمت کرنے سے
ہوتا ہی تو موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو نہ بتبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمہ میں قبض کامل بتبعیت کل ہوتا ہی کذا فی الدرر وَلَوِ الْمَوْهُوبُ شَاغِلًا لِمِلْكِ الْوَاهِبِ
لَا مَشْغُولًا بِهِ ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہی اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمَوْهُوبَ إِنْ مَشْغُولًا بِمِلْكِ
الْوَاهِبِ مُنِعَ تَمَامُهَا وَإِنْ شَاغِلًا لَا اور قاعدہ یہ ہی کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل
بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب کے تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو
ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فَلَوْ وَهَبَ جِرَابًا فِيهِ طَعَامُ الْوَاهِبِ أَوْ دَارًا فِيهَا مَتَاعُهُ أَوْ دَابَّةً عَلَيْهَا سَرْجُهُ وَسَلَّمَهَا كَذَلِكَ لَا تَصِحُّ
تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا طعام ہی یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہی یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہی اور انہوں چیزوں کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا
اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہی کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہی اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر وَبِعَكْسِهِ تَصِحُّ فِي الطَّعَامِ وَالْمَتَاعِ
وَالسَّرْجِ فَقَطْ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهَا شَاغِلٌ لِمِلْكِ الْوَاهِبِ لَا مَشْغُولٌ بِهِ اور اسکے بالعکس میں ہبہ صحیح ہی طعام اور متاع اور زین میں فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے
ملک واہب کے شاغل ہی نہ مشغول حاصل یہ ہی کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف کے صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہی کیونکہ اول مشغول ہی اور ثانی شاغل لِأَنَّ شَغْلَهُ
بِغَيْرِ مِلْكِ وَاهِبِهِ لَا يَمْنَعُ تَمَامَهَا عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں ہی
منجملہ اسکی صورتوں کے ایک صورت یہ ہی کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہی اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ
پورا ہی گھر میں اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃ تو انکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور صرف واہب کی
ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی كَرَهْنٍ وَصَدَقَةٍ لِأَنَّ الْقَبْضَ شَرْطُ تَمَامِهَا وَتَمَامُهُ فِي الْعَارِيَةِ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہی رہن اور صدقہ کے مانند
اسواسطے کہ قبض شرط ہی رہن اور صدقے کے تمام ہونے کی اور پورا ہونا اسکا عاریہ میں ہی ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا
بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہی اور دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ اسی امر سے ہی کذا فی الطحطاوی وَفِي الْأَشْبَاهِ هِبَةُ الْمَشْغُولِ لَا تَجُوزُ

الا اذا وهب الاب لطفله اور اشباہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہی قلت وکذا الدار المعارۃ مین کہتا ہون اور
اسیطرح عاریت کا گھر بھی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر مین رکھا پھر مستعیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ
کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہی اسواسطیکہ ظاہر ہوگیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی والتی وهبتها لزوجها علی المذهب لان المرأۃ ومتاعها
فی ید الزوج فصح التسلیم اور ہبہ مشغول اُس گھر مین جائز ہی جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنابر ظاہر مذہب کے اسواسطیکہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے ہاتھ مین ہی
تو تسلیم موہوب صحیح ہوگئی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمین رہتی ہی اور اسکا اسباب اسمین ہی اور زوج بھی اسکے ساتھ اسکے گھر مین رہتا ہی
تو یہ ہبہ صحیح ہی اسواسطیکہ زوجہ گھر اور اسباب زوج کے ہاتھ مین ہی اور مقابل مذہب ابو یوسف رح کا قول ہی کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت
الوهبانیۃ فقلت شعر ومن وهبت للزوج دارا لها بها متاع وهم فیها تصح المحرر اور مفسرین نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مین نے یون کہا اور جس
زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہی اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہی یہی قول محرر معتمد علیہ ہی ہم وہبانیہ کی اصل بیت یون تھی شعر
ومن وهبت للزوج دار الها بها متاع وهم فیها فقولان یذبر یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو دو قول
اسمین مرقوم ہین یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تہا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوهرۃ وحیلۃ هبۃ المشغول ان یودع
الشاغل اولا عند الموهوب له ثم یسلمه الدار مثلا فتصح لشغلها بمتاع فی یده اور جوہرہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے
پاس ودیعت رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ مین یعنے جب شاغل بطریق
ودیعت موہوب لہ کے قبض مین آیا پھر مشغول تسلیم واہب اسکے پاس آیا تو دونون مین قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا فی متعلق بلتم محوز مفرغ
ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے موہوب مفرغ مین ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق مالک سے تو احتراز ہو گیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے
غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین مین مقسوم وہ موہوب جس کی قسمت ہوگئی اور مشاع باقی نرہا ومشاع لایبقی منتفعا به بعد ان یقسم کبیت
وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے اُس مشاع یعنے غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنیکے بعد جیسا کہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر ہم
مشاع لایقسم یعنے جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا یعنے کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع نہین رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابۃ واحدۃ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہین رہتا
اُس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانها لاتتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی
قید اسواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنے سے اُس مشاع مین جو قسمت پذیر ہی ہم قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اسکے کذا فی الدرر فسنائی
کہا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہین اور زمین تو قسمت پذیر ہی انتہی البحر الرائق مین ہی کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ مین یہ ہی کہ جو چیز
دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت سے انکار کرے تو اگر قاضی مدعی قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہی چنانچہ گھر اور
بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نکر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہین چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وهبه لشریکه او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل
کما فی عامۃ الکتب فکان هو المذهب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بسبب عدم تصور
قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ مین ہی تو وہی یعنے شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز نہونا مذہب ٹھہرا ہم در سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین
ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریکه وهو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہی اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہی اور
وہ مختار قول ہی ہم فقہا کی ظاہر عبارت سے عدم جواز مستفاد ہی یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کی طرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے
اہل مذہب کے کذا فی الطحطاوی فان قسمه وسلمه صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر دیا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع یعنے مانع

قبض کامل اشاعت تھی سو قسمت و تسلیم سے زائل ہو گئی ولو سلمه شائعا لا یملکه فلا ینفذ تصرفه فیه فیضمنه وینفذ تصرف الواهب اور اگر
مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اسطرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اسکا تصرف اسمیں نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دیگا درصورت
تصرف اور واہب کا تصرف اسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیما بعد عن الفصول الهبة الفاسدة تفید الملك بالقبض وبه یفتی ومثله فی البزازیة علی خلاف
ما صححه فی العمادیة لکن لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح کما بسطه المصنف مع بقیة احکام المشاع لیکن درر مین ہی فصول سے کہ ہبۂ فاسدہ ملک کا مفید
ہو جاتا ہی قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے بزازیہ مین ہی برخلاف اس قول کے جسکو صحیح ہی کہا عمادیہ مین لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے
مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح مین مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ھ ظاہر عبارت شارح دال ہی کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہی حالانکہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ حلبی مین اتفاقی سے مذکور
ہی اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہی بیع مشاع کی جائز ہی قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر مین اور اجارہ اسکا جائز ہی شریک سے نہ اجنبی سے وعلیه الفتوی اور اجارہ
مذکورہ فاسد ہی تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعادہ مستانفہ ہی والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا
فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم مین اور شریک اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی نہ محمد کے نزدیک درخلاف محتمل القسمة مین اور غیر محتمل القسمة مین بالاتفاق
جائز نہیں ہی ایداع مشاع شریک سے جائز ہی اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہی کذا فی الطحطاوی وهل للقریب الرجوع فی الهبة الفاسدة قال فی الدرر نعم وتعقبه
فی الشرنبلالیة بانه غیر ظاهر علی المفتی به من افادتها الملك بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہی قرابت دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ مین درر مین کہا کہ ہاں جائز ہی
اور شرنبلالیہ مین ہی اسپر اعتراض کیا ہی کہ رجوع غیر ظاہر ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہی قبض کرنے سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع
من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طارئ کان یرجع فی بعضها شائعا فانه لا یفسدها اتفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہی جو عقد
کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ
نہیں بالاتفاق ھم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع مین
ہبہ کو باطل کر دے والاستحقاق شیوع مقارن لا طارئ فیفسد الکل حتی لو وهب ارضا وزرعا وسلمهما فاستحق الزرع بطلت فی الارض
لاستحقاق البعض الشائع فیما یحتمل القسمة اور استحقاق شیوع مقارن ہی نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور
دونون کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمة مین ھم زراعت کے بعض شائع ہونے مین کلام ہی اور
صاحب درر نے یون وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شئ واحد کے مانند ہی پھر جب ایک حصہ مستحق ٹھہرا تو یون ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمة مین تو
ہبہ باطل ہوگا باقی مین اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنی لانه کمشاع بھی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظهر بالبینة کان مستندا
الی ما قبل الهبة فیکون مقارنا لها لا طارئا کما زعمه صدر الشریعة وان تبعه ابن الکمال فتنبه اور استحقاق جبکہ گواہون سے ثابت ہو تو استحقاق
ما قبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعة نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعة کا اتباع کیا ہی اس قول مین سو آگاہ
رہو ھم استحقاق زرع کو ظہیریہ مین شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی مین اسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ مین دو روایتین ہین اس نقل سے
معلوم ہوا کہ صدر الشریعة اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح هبة لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل فی ارض وتمر
فی نخل لانه کمشاع اور صحیح نہین ہبہ دودھ کا تھن مین اور روئین کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین مین اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت مین اسلیے کہ یہ ہبہ
مشاع کے مانند ہی ولو فصله وسلمه جاز لزوال المانع اور اگر واہب نے موہوب کو جدا کر ڈالے یعنی مثلا دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کر دے تو
جائز ہی بسبب ہو جانے مانع قبض کامل کے وهل یکفی فصل الموهوب له باذن الواهب ظاهر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

اذن سے وُہ کا ظاہر یہ ہی کہ ہان کفایت کرتا ہی بخلاف دقیق فی بُرٍّ ودُهنٍ فی سِمسِمٍ وسَمْنٍ فی لَبَنٍ حیث لا یصح اصلاً لانہ معدوم ولذا لم یملک الا بعقدٍ جدیدٍ برخلاف اُس آٹے کے جو گیہون مین بالقوۃ ہی اور اُس تیل کے جو تلون مین ہی اور اُس گھی کے جو دودھ مین ہی کیونکہ ہبہ اصلاً صحیح نہین اسواسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہی تو مملوک نہوگا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا بھید یہ ہی کہ گیہون مستحیل ہوکر آٹا ہوجاتے ہین اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہوجاتی ہین کذا فی الدرر

وملکٌ بالقبول بلا قبضٍ جدیدٍ لو الموهوب فی یدِ الموهوب لہ ولو بغصبٍ او امانۃٍ لانہ حینئذٍ عاملٌ لنفسہ اور موہوب مملوک ہوجاتا ہی قبول کرلینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ مین ہو ہبہ کیوقت اگرچہ اُسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے جبکہ موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرنے والا ہی یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل انّ القبضین اذا تجانسا ناب احدُهما عن الاخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی جبکہ دو قبض ہمجنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہوجاتا ہی چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف واذا تغایرا ناب الاعلیٰ عن الادنیٰ لا عکسہ اور جبکہ دونون قبض ہمجنس نہون متغایر ہون تو قبض اعلےٰ قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنےٰ کے اور ادنیٰ اعلیٰ کا نائب نہین ہوتا ہم نیابت اعلیٰ کی مثال یہ ہی کہ غصب کیساتھ قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کردیا تو صحیح ہی اور قبض جدید کی حاجت نہین اور قبض ادنیٰ کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالی وهبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وهو کلّ من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہ ثم اور ہبہ اُس شخص کا جسکی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہی اور ولی فی الجملہ وہ ہی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ مین داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر اُنکی عیال مین ہو ہم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہی کہ وہ صغیر کے مال مین تصرف نکرسکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال مین تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموهوب معلوماً وکان فی یدہ او یدِ مودَعِہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہوجاتا ہی عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ مین ہو یا اُسکے مودع کے ہاتھ مین اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہی کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہی والاصل انّ کل عقدٍ یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہی کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہوسکے تو اُس مین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہی بلا اشتراط قبول وان وهب لہ اجنبیٌّ تتم بقبض ولیّہ وهو احد اربعۃ الاب ثم وصیّہ ثم الجدّ ثم وصیّہ وان لم یکن فی حجرهم وعند عدمهم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہی اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصون مین سے ایک شخص ہی اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر اُنکی گود یعنے اُنکی پرورش اور حمایت مین نہو اور اُنکے نہونے کے وقت ہبہ تمام ہوتا ہی اُس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش مین صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامّہ واجنبیٍّ ولو ملتقطاً لو فی حجرهما والا لا لفوات الولایۃ اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہی اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش مین ہو اور اگر پرورش مین نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہین بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزاً یعقل التحصیل اور ہبہ تمام ہوتا ہی خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبیٰ لانہ فی النافع المحض کالبالغ حتی لو وهب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہی صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبیٰ اسواسطے کہ نابالغ نافع محض مین بالغ کے برابر ہی تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہین ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اُسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہین کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضرٌ فقیل لا یجوز والصحیح هو الجواز انتهیٰ مین کہتا ہون لیکن برجندی مین ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ اُس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہی اور باپ اُسکا

باپ مرجاوے یا غائب ہو جاوے کہا فی الفیض کہ اگر قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہو انتہی اھ یہ استدراک ہے عدم کے قول پر وظاھر القہستانی ترجیحہ وعزاہ

لفخر الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی اسکو فخر الاسلام کیطرف منسوب کیا ہے برخلاف

اُس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کیطرف منسوب کیا ہے ہم قہستانی نے جواز قبض مربی طفل با وجود حاضر ہونے باپ کے

مضمرات سے نقل کیا ہے مضمرات نے اختیار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی متنہ

حیث قال بوصول ذلک بامہ وللاجنبی ایضا فتامل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے قول مع وجود ابیہ کے امہ اور الاجنبی کے ساتھ بھی سو ہمیں تامل کرنا

لازم ہے جس طرح مصنف کا قول مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے وقبضہ ولو ممیزا اسی طرح اگر اسکو امہ والاجنبی سے وصل کیجئے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے بھی

با وجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا لقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ کو رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اُسکا صحیح ہے کذا فی السراجیۃ فیملک الصبی

الصبی لہ ولا یثاب لہ اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ میں ہے صغیر کی نیکیاں اسکے واسطے ہیں یعنی اُسکو ثواب ہے اُنکا اور اُسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بعضوں کے

نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب اُسکے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اُسکا کفارہ ہوں لہذا اُسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی

کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وھب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اُس

مال کا کھانا مباح ہے جو اُسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی ای السراجیۃ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ سوا ماکول کے اور چیز والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت چنانچہ

اتخذ الوالدین وضعوا ھدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح لہ کثیاب الصبیان فالھدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ

فللاب او من معارف الام فللام قال ھذا للصبی او لا لوگون نے ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے جیسا کہ لڑکون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہے

اور اگر ایسا نہیں جیسا کہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریہ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت داروں یا اُسکے دوستوں سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب یا دوستوں سے ہے تو تحفہ

اُسکی ماں کیواسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کیواسطے ہے یا نکہا ہو ولو قال اھدیت للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے

تو اسیکا قول مقبول ہوگا وکذا الزفاف البنت خلاصۃ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد

دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو اُسکو جائز نہیں جبتک

کپڑے بنانے کیوقت یوں بیان نکرے کہ کپڑے عاریت ہیں ہم ولد صغیر کے حق میں اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کہ اُسکے حق میں اتخاذ کو

تسلیم پر محمول کیجئے بزازیہ میں ہے کہ شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کیوقت بیان کر دے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی

تو افادہ عاریت صحت تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ اور

مبتغی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے اُنکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بالاتفاق

تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اُس صورت میں مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا کذا فی الطحطاوی

وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت

کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اُسمیں اختیار نہیں اور

اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو اُن میں برابری رکھے یعنی بیٹی کو بیٹے کے

برابر ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا میں کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں جیسا کہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو کسب

میں تو اگر اسکو زیادہ دیگا تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اُسکو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہے

اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال اسو خیر میں صرف کر ڈالون تو یہ بہتر ہے اُسکے واسطے چھوڑ جانیسے انتہے اور محمد کا قول غیر مختار ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز و اثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا ھم یعنے ایک لڑکے کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنے ہبہ بعد موت کے منقوض ہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہے تو نکرنا چاہیئے اور بعضے مذاہب میں ہبہ کو منقوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب وارث اسمین میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث تا بمورث قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیہا لا یجوز ان یھب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانھا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدل لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا میں احسان ہے یعنے اگرچہ آخر کا معاوضہ ہے وفیہا یبیع القاضی ما وھب للصغیر حتی لا یرجع الواھب فی ھبتہ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تا کہ واہب اپنا ہبہ پھیرلے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لھا بعد الزفاف ما وھب لھا صح قبضہ ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ فصح قبض الاب کقبضھا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اُسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بسبب نائب ہونے زوج کے اُسکے باپ کیطرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اُسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ھم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد وقبلہ ای الزفاف لا یصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہیں بسبب نہونے ولایت کے وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع دو شخصون یعنی دو شریکون نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع ھم اسواسطے کہ دونون شخصون نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب لہ نے تمام قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الدرر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور بالعکس اُسکے یعنے ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک یہ ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ میں ھم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ میں اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما ما لا یحتملھا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو جیسا بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے قید بکبیرین لانہ لو وھب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا یعنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اُس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ھم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وھب لکبیر وصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون میں محیط سے تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کیوقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کیطرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالھبۃ لجواز الرھن والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور عدم جواز میں ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنے اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے واذا تصدق بعشرۃ دراھم او وھبھا لفقیرین صح لان الھبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بھا وجہ اللہ تعالی وھو واحد فلا شیوع اور جبکہ دس درم دو فقیرون کو خیرات دئے یا ہبہ کئے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضائے ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا ھم زیلعی میں ہے اور فقیر نائب ہے خدائے تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ھبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمھا وسلمھا صح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصون کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنے مملوک نہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونون کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ھم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے

فرع مسائل المنح شارح کے وھب لرجلین درھما صحیحا صح ایک شخص نے دو مردون کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنے جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانہ مما ینقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے

کہ وہ در حکم اسباب کے ہے مَعَه درهمان فقال لرجل وهبت لك احدهما او نصفهما ان استويا المنح ایک شخص کے پاس دو درم ہیں سو اُسنے دوسرے مرد کو کہا کہ میں نے اُن
دو درموں سے ایک درم تجھکو ہبہ کیا یا اُنکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہوئے تو مشاع
ٹھہرا محتمل القسمۃ میں کیونکہ اسمیں جبر علی القسمۃ جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانه مشاع لا يقسم ولذا لو وهب ثلثهما جاز مطلقًا اور اگر
دونوں درم مختلف ہوں اسطرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسیواسطے اگر دونوں
درموں کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقًا خواہ دونوں مستوی ہوں یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز هبة حائط بين داره ودار جاره وهبة
البيت من الدار فهذا يدل على كون سقف الواحد على الحائط واختلاط البيت بحيطان الدار لا يمنع صحة الهبة مجتبى جائز ہے ہبہ کرنا اپنے
پڑوسی کو اُس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اُسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کے
ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیواروں سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اُسکی
صراحت نہیں کلام میں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہے اسی طرح ہے
ہبہ بیت کا مع تمیع حدود وحقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک تیسرا ہمیں اور دوسرے میں جائز ہے انتہے

بابُ الرجوع فی الهبة

یہ باب ہے رجوع فی الہبۃ میں یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنے پھیر لینا اعیان میں ہوتا ہے نہ اقوال میں کذا فی الطحطاوی وصح الرجوع فيها
بعد القبض اما قبله فلم تتم الهبة ہبہ کرکے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو دیدیا تو موہوب
واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہیں کہتے مع انتفاء مانعه الآتي وان كره الرجوع تحريمًا وقيل تنزيهًا نهاية موہوب کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ
نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایۃ ہم حدیث میں وارد ہے اسکے مثل جو دیتا ہے پھیر لیتا ہے اُس
کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ تر حقدار ہے جبتک کہ اُسکا عوض
نہ لے انتہی تو رجوع فی الہبہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقه من الرجوع
فلا يسقط باسقاطه خانيه واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے
کذا فی الخانیہ وفی الجواهر لا يصح الابراء عن الرجوع ولو صالحه من حق الرجوع على شيء صح وكان عوضًا عن الهبة لكن سيجيء اشتراطه في العقد
اور جواہر میں ہے کہ صحیح نہیں ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا
عقد میں یعنے مجتبے سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فيها حروف دمع خزقه يعني الموانع السبعة الآتية اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے
ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آئندہ مراد ہیں ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کیواسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور معنے ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اُسکو
زخمی کردہ الاخرق یعنے طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ تشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزيادة في نفس العين الموجبة لزيادة القيمة
المتصلة تو حروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین موہوب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانیکی موجب ہے ہم زیادت کی قید اسواسطے
لگائی کہ نقصان موہوب جیسا کہ جانا ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں
اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسا کہ غلام اور لونڈی میں طول فاحش وان زالت قبل الرجوع كان شبت ثم شاخ لكن
في الخانية ما يخالفه واعتمده القهستاني فليتنبه له لان الساقط لا يعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے جیسا کہ غلام جوان ہو ہم

بڈھا ہوگیا لیکن خانیہ میں اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اسپر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہئے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور نہیں ہے اسواسطے کہ جو چیز قطعاً ہوگئی وہ عود نہیں کرتی ہم زیادت کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب اور ناطقی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسیطرح جمیع حیوانات اور اسیطرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط ذکر کیا مسلم نہیں بلکہ یہ از قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی کبناءٍ وغرسٍ ان عُدَّ زیادۃً فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ میں بشرطیکہ عمارت و درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار میں ہو اور اگر کل زمین کی زیادت میں معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عُدَّ فی قطعۃٍ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اُسی قطع میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کچھ رچانی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کچھ رچانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت حقیر بنا دے تو یہ اصلا زیادت نہ ٹھہرے گی تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اُس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی وسِمَنٍ وجمالٍ وخیاطۃٍ وصبغٍ وقصرِ ثوبٍ وکِبَرِ صغیرٍ وسماعِ اَصَمَّ وابصارِ اعمی واسلامِ عبدٍ ومداواتہ وعفوِ جنایۃٍ وتعلیمِ قرآنٍ وکتابۃٍ وقراءۃٍ ونقطِ مصحفٍ باعرابہ وحملِ تمرٍ من بغدادَ الی بلخَ مثلاً ونحوِہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت بہری اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اسکے معالجے کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلاً اور مانند اشیاء مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اُسنے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کردیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اُسکو زیادت متصلہ کی مثل ٹھہرایا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیراً منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں ہم عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ کَکِبَرٍ القول للواہب وفی نحو بناءٍ وخیاطۃٍ وصبغٍ للموہوب لہ خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکنہ استثنی ما لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہوجانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگنے میں موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور مانند اُسکے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عبارت کو مستثنی کیا ہے جو بن نہیں سکتی اسقدر مدت میں ہم توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں میں نے اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولدٍ وارشٍ وعُقرٍ وثمرۃٍ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں ہم مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا

اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف
فلیتنبہ لہ لیکن ماں کو واہب نہ پھیرے جبتک کہ اسکا بچہ اس سے مستغنی ہو نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف کا قول ہے امام کا تو اس سے
خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ھل للواھب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہو گئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس
نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوھرۃ مریض مدیون بمستغرق وھبہا امۃ
فماتت وقد وطئت ردھا مع عقرھا ھو المختار اور جوہرہ میں ہے مریض مدیون ہے جو مستغرق بدین ہے اس نے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مر گئی اور حالانکہ موطوءہ
ہو گئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو پھیر دے اسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہے (ہم) یہ بلحاظ حق غرما ہے والمیم موت احد العاقدین
بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مر گیا تو عقد باطل ہے ولو اختلفا والعین فی ید الوارث
فالقول للوارث اور اگر دونوں شخصوں میں اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ میں ہے تو وارث ہی کا قول مقبول ہے (ہم) اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے
کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اسکی حیات میں قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوے
عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال **اشعار** کفارۃ دیۃ خراج ورابع
ضمان لعتق ھکذا النفقات ۔ کذا ھبۃ حکم الجمیع سقوطہا ۔ بموت لما ان الجمیع صلات اور البتہ مصنف نے نظم کیا ان حقوق کو
جو ساقط ہو جاتے ہیں موت سے تو یوں کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعلت عتق اسیطرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے موت سے
اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہیں (ہم) سقوط کفارہ و دیت بصورت عدم وصیت ہے ضمان عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور اسپر تاوان لازم آیا سبب
اسکے کہ دار ہے پھر آزاد کرنے والا مر گیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظا یعلم الواھب انہ عوض کل ھبتہ اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب لہ عوض
دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب جانے کہ وہ اسکے تمام ہبہ کا عوض ہے (ہم) طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی دانست کافی ہے یعنی بلا ذکر موہوب لہ فان قال خذ ھذا
عوض ھبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواھب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے
اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہو گیا (ہم) اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر انہ عوض رجع کل بہبتہ
اور اگر موہوب لہ یوں ذکر نہ کرے کہ یہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیر لے ولذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع والعوض مجانسا او یسیرا
وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وھو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونے کے ہبہ ہے اسیواسطے عوض میں ہبہ کی شرطیں شروط ہیں چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا
ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہم جنس ہبہ ہو یا کمتر موہوب سے اور متن کے بعضے نسخوں میں بجائے بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبوں کی (ہم)
مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہیں اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت میں جائز نہیں ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کے دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ
مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہیں دیتا اور عوض تو اسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہو جائے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للاب ان یعوض
عما وھب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہیں کہ عوض دے اسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے (ہم) تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے
ولو وھب العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست
ہے کذا فی البحر (ہم) وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پس جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بناء
تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ھبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم مجمع
اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ کا اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہیں کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی نے

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اُسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا وبشرط ان لا یکون العوض بعض الموہوب
فلو عوضہ البعض عن الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہ ہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح
نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخر ان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد
کاختلاف العین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست
ہے اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی ہبۃ ورجوع مجتبیٰ اور درہم متعین
ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبیٰ ہم تو جب درہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر درہم کا بدلا بجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسوقت تک جائز ہوگا جب
درہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ
بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض میں ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب اپنے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اسکی صحیح نہو وکذا لو صبغ
بعض الثیاب او لت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسی طرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اسکو عوض میں دیا تو صحیح ہے
کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کئے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کر کے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موہوب ہبہ کئے ستو میں سے موہوب لہ نے یا وہ
ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نہ رہا گویا دوسری چیز ہو گئی ولو عوضہ ولدا حدث جاریتین
موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو
عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور
واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہوجاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے
ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم
وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ
عوض ہبہ کا دے میری طرف سے باین شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونیکے سبب سے ہے بخلاف ادا دین ہم یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض
ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادا دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کیطرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اسواسطے کہ ادا دین مدیون پر واجب ہے تو جب نے دین
ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین کے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر باداۂ مثبتا للرجوع من غیر
اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا ہے حبس اور
ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ حبس وملازمت سے نہیں تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر
کرنے والا اپنے اوپر ضمان اُسکا شرط کرے کذا فی الظہیریۃ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت
نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ
مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھر لے گا اگرچہ وہ دین کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لیکن خارج
عن الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیۃ مع انہ لا یطالب
بہما اصلا بحبس ولا بملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوجاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر
یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر لے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ

باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بنا وادا اور استخلاص کا جسے نہ لازم ہے سو اسمیں تامل کرو شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اسکا ضمان لازم ہوتا ہی اور شارح نے بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ
استثنا میں نظر ہی کذا فی الطحطاوی وَاِنْ اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْهِبَةِ رَجَعَ بِنِصْفِ الْعِوَضِ اور اگر نصف ہبہ مستحق نکلا یعنی غیر کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے ہم جوہرہ میں ہے
کہ رجوع نصف عوض اسوقت ہی جبکہ موہوب محتمل القسمۃ ہو اور اگر محتمل القسمہ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحطاوی وَعَكْسُهُ لَا مَا لَمْ
يَرُدَّ مَا بَقِيَ لِأَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا ابْتِدَاءً فَكَذَا بَقَاءً لٰكِنَّهُ يَتَخَيَّرُ لِعَدَمِ سَلَامَةِ الْعِوَضِ اور بالعکس اسکے یعنی جب نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جبتک کہ
باقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ باقی عوض ہونے کے رکھتا ہی ابتداء تعویض میں سو اسیطرح اسکی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہی لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت نہ رہے کہ طحطاوی نے
کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول و عدم قبول عوض میں بسبب سلامت نہ رہنے عوض کے
وَمُرَادُهُ الْعِوَضُ الْغَيْرُ الْمَشْرُوطِ فَإِنَّ الْمَشْرُوطَ فِيهِ مُبَادَلَةٌ كَمَا سَيَجِيءُ فَيُوَزَّعُ الْبَدَلُ عَلَى الْمُبْدَلِ نِهَايَةٌ اور مصنف رح کی مراد عوض سے وہ عوض ہی جو غیر مشروط ہو عقد
ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہی یعنی درحقیقت وہ بیع ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایہ كَمَا لَوِ اسْتُحِقَّ
كُلُّ الْعِوَضِ حَيْثُ يَرْجِعُ فِي كُلِّهَا إِذَا كَانَتْ قَائِمَةً لَا إِنْ كَانَتْ هَالِكَةً چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو
رجوع نہیں یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہی كَمَا لَوِ اسْتُحِقَّ الْعِوَضُ وَقَدْ زَادَتِ الْهِبَةُ لَمْ يَرْجِعْ خُلَاصَةٌ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہو گئی
تو رجوع نکرے کذا فی الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہی وَإِنِ اسْتُحِقَّ جَمِيعُ الْهِبَةِ كَانَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي جَمِيعِ الْعِوَضِ إِنْ كَانَ قَائِمًا وَبِمِثْلِهِ إِنْ
هَالِكًا وَهُوَ مِثْلِيٌّ وَبِقِيمَتِهِ إِنْ قِيَمِيًّا غَايَةٌ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہی کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہالک ہو
بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمتی ہو والا ہو کذا فی الغایہ وَلَوْ عَوَّضَ النِّصْفَ رَجَعَ بِمَا لَمْ يُعَوَّضْ وَلَا يَضُرُّ الشُّيُوعُ لِأَنَّهُ
طارئ ہی اور اگر نصف ہبہ کا عوض دیا تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہی وہ مضرت نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہی

تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہی شارح کی جانب سے مضمون آیندہ پر نَعَمْ فِي الْمُجْتَبَى أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي الْعِوَضِ أَنْ يَكُونَ مَشْرُوطًا فِي عَقْدِ الْهِبَةِ أَمَّا إِذَا عَوَّضَهُ بَعْدَهُ
فَلَا وَلَمْ أَرَ مَنْ صَرَّحَ بِهِ غَيْرَهُ وَفُرُوعُ الْمَذْهَبِ مُطْلَقَةٌ كَمَا مَرَّ فَلْيُحْفَظْ مجتبی میں منقول ہی کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہی کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا
تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہی انتہی اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اس شرط کی تصریح کی ہو سوا صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کے ہیں چنانچہ مذکور ہوچکے
سو غور کرے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہی کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہی یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گیہوں کے اور ازانجملہ دو موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ
بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہی کذا فی المنح وَالْخَاءُ خُرُوجُ الْهِبَةِ عَنْ مِلْكِ الْمَوْهُوبِ لَهُ اور خا معجمہ سے مراد ہبہ کا خروج ہو موہوب لہ کی ملک سے
یعنی خروج بھی مانع ہی رجوع کا وَلَوْ بِهِبَةٍ إِلَّا إِذَا رَجَعَ الثَّانِي فَلِلْأَوَّلِ الرُّجُوعُ سَوَاءٌ كَانَ بِقَضَاءٍ أَوْ رِضًى لِمَا سَيَجِيءُ أَنَّ الرُّجُوعَ فَسْخٌ حَتَّى لَوْ عَادَتْ
بِسَبَبٍ جَدِيدٍ بِأَنْ تَصَدَّقَ بِهَا الثَّالِثُ عَلَى الثَّانِي أَوْ بَاعَهَا مِنْهُ لَمْ يَرْجِعِ الْأَوَّلُ خروج عن الملک مانع ہی رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جبکہ واہب
ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہی خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہی فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر
قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح کہ واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیع کرے تو واہب اول رجوع نکریگا وَلَوْ بَاعَ نِصْفَهُ رَجَعَ فِي
الْبَاقِي لِعَدَمِ الْمَانِعِ اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہی
نہ نصف باقی میں وَقَيَّدَ الْخُرُوجَ بِقَوْلِهِ بِالْكُلِّيَّةِ بِأَنْ تَكُونَ خَرَجَتْ عَنْ مِلْكِهِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ اور مصنف رح نے خروج میں بالکلیہ کی
قید لگائی ہی یعنے کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اسپر تفریع کی بقول آیندہ فَلَوْ ضَحَّى الْمَوْهُوبُ لَهُ بِالشَّاةِ الْمَوْهُوبَةِ أَوْ نَذَرَ التَّصَدُّقَ بِهَا وَصَارَتْ
لَحْمًا لَا يَمْنَعُ الرُّجُوعَ تو اگر موہوب لہ نے ذبیحہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنے کی نذر مانی اور ذبیحہ حلال کرنے سے گوشت ہوگیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں ہم اسواسطے کہ قربانی کا

گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو خروج عن الملک ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکورہ اور متعہ او ہدیہ جاتا ہے محمد رح کے نزدیک
اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہے وَمِثْلُهُ الْمُتْعَةُ وَالْقِرَانُ وَالنَّذْرُ مجتبیٰ اور قربانی کے مانند متعہ
اور قران اور نذر ہے کذا فی المجتبیٰ ط طحاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وَفِي الْمِنْهَاجِ وَإِنْ وَهَبَ لَهُ ثَوْبًا لِيَجْعَلَهُ صَدَقَةً
لِلّٰهِ تَعَالَى فَلَهُ الرُّجُوعُ خِلَافًا لِلثَّانِي اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کیواسطے تو واہب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف
رح جب تک فقیر نے خیرات نہیں پائی تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحطاوی کَمَا لَوْ ضَحَّى بِهَا أَوْ بِقَصْعَةٍ فَلَا رُجُوعَ اتفاقاً چنانچہ اگر موہوب لہ نے موہوب کو ذبح کیا بروز قربانی کرنے کے تو اسکے
کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے **فرع** مسائل شتّٰی شارح کا عَبْدٌ عَلَيْهِ دَيْنٌ أَوْ جِنَايَةٌ خَطَأً فَوَهَبَهُ مَوْلَاهُ لِمَنْ هُوَ لَهُ أَوْ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ سَقَطَ الدَّيْنُ
وَالْجِنَايَةُ ثُمَّ لَوْ رَجَعَ صَحَّ اسْتِحْسَانًا وَلَا يَعُودُ الدَّيْنُ وَالْجِنَايَةُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَرِوَايَةٌ عَنِ الْإِمَامِ كَمَا لَا يَعُودُ النِّكَاحُ لَوْ وَهَبَهَا لِزَوْجِهَا ثُمَّ رَجَعَ خانیہ ایک غلام ہے
جسپر دین یا جنایت خطا ہے پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہوگی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے
صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکریگی اور امام رح کی ایک روایت ہے جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ پھیر لیا
کذا فی الخانیہ وَالْمَانِعَةُ الزَّوْجِيَّةُ وَقْتَ الْهِبَةِ اور زے سے زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہے فَلَوْ وَهَبَ لِامْرَأَةٍ ثُمَّ نَكَحَهَا رَجَعَ تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح
کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہیں وَلَوْ وَهَبَ لِامْرَأَتِهِ لَا كَعَكْسِهِ انتہیٰ اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے برعکس اسکے انتہیٰ یعنی اگر
واہب عورت ہوا اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں **فرع** مسئلہ شتّٰی شارح کا وَصَحَّ هِبَةُ الْمَوْلَى لِأُمِّ
وَلَدِهِ وَلَوْ فِي مَرَضِهِ وَلَا تَنْقَلِبُ وَصِيَّةً لِأَنَّهُ لِلْمَحْجُورِ أَمَّا لَوْ أَوْصَى لَهَا يَعْتِقُ مَوْتُهُ تَصِحُّ لِعِتْقِهَا بِمَوْتِهِ فَتُسَلَّمُ لَهَا كَافِي صحیح نہیں ہبہ کرنا مولیٰ کا اپنی ام ولد کو
اگرچہ اپنی مرض الموت میں ہوا ور ہبہ بدل کر وصیت ہوجائیگا اسواسطے کہ محجور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کر جاوے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہے کہ میری موت کے بعد
ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہوجانے کے مولیٰ کی موت سے تو ام ولد کا قبضہ کرا دیا جاویگا کذا فی الکافی ص ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح نہوا کہ شرط
ہبہ کے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بہ سبب محجور التصرف ہونے کے وَالْقَافُ الْقَرَابَةُ فَلَوْ وَهَبَ لِذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ نَسَبًا وَلَوْ ذِمِّيًّا
أَوْ مُسْتَأْمَنًا لَا يَرْجِعُ شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی
ص محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت وَلَوْ وَهَبَ لِمَحْرَمٍ بِلَا رَحِمٍ
كَأَخِيهِ رَضَاعًا وَلَوِ ابْنَ عَمِّهِ وَلِمَحْرَمٍ بِالْمُصَاهَرَةِ كَأُمَّهَاتِ النِّسَاءِ وَالرَّبَائِبِ وَلِأَخِيهِ وَهُوَ عَبْدٌ لِأَجْنَبِيٍّ وَلِعَبْدِ أَخِيهِ رَجَعَ اور اگر واہب نے ہبہ کیا اس محرم کو جس سے
قرابت نہیں جیسے اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو جیسے خوشدامن اور داماد وغیرہ اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا
غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کرے تمام ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہے تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر
تھا اور صاحبین رح کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وَلَوْ كَانَا أَيِ الْعَبْدُ وَمَوْلَاهُ
ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْوَاهِبِ فَلَا رُجُوعَ فِيهَا اتفاقاً عَلَى الْأَصَحِّ لِأَنَّ الْهِبَةَ لِأَيِّهِمَا وَقَعَتْ تَمْنَعُ الرُّجُوعَ بحر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے
محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنا بر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونوں شخصوں میں جس شخص کیواسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع
فی الہبہ کا کذا فی البحر ص غلام اور مولیٰ کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع**
مسئلہ شتّٰی شارح کا وَهَبَ لِأَخِيهِ وَلِأَجْنَبِيٍّ مَا لَا يُقْسَمُ فَقَبَضَاهُ لَهُ الرُّجُوعُ فِي حَظِّ الْأَجْنَبِيِّ لِعَدَمِ الْمَانِعِ واہب نے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو
تقسیم پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر وَالْهَاءُ هَلَاكُ

العین الموھوبۃ اور ہلاک ہونے سے عین موہوب کا ہلاک ہونا مراد ہے ھ ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقائے ملک تو یہ گمان کرنا چاہئے
کہ خروج عن الملک مغنی ہے ہلاکت سے تو اگر تابا اسکی سو موہوب لہ نے توڑ کر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی الطحطاوی عن المکی
ولو ادعاہ ای الھلاک صُدِّق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر
ہے ہبہ پھیر دینے کا فان قال الواھب ھی ھذہ العین حلف المنکر انہا لیست ھذہ خلاصہ پھر اگر واہب نے کہا کہ وہ یہی ہبہ یہی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھاوے کہ یہ وہ
چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصہ کما یحلف الواھب ان الموھوب لہ لیس باخیہ اذا ادعی لاخر ذلک لانہ یدعی مسبب السبب لا النسب خانیہ جیسے واہب
یوں قسم کھاوے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی دعوی کرے بھائی ہونیکا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے مسبب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ ھ یعنی جب واہب نے رجوع
فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات
مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اسمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی الحشا تصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم
للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونیکے رجوع میں ھ بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ
جائز نہیں پھر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضائے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کرکے پھیر لیگا بلا رضائے موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب
ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعہ بعد القضاء لا قبلہ تو موہوب لہ بعد حکم حاکم موہوب
نہ دیکے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ھ جب تک حاکم حکم نکرے استرداد کا یا فسخ ہبہ پر راضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب میں ثابت ہے تو اسکا تصرف اسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے
اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اسکے پاس تلف ہوجاوے تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ اسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم حاکم
قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع احدھما بقضاء او رضی کان فسخا
لعقد الہبۃ من الاصل واعادۃ لملکہ القدیم لا ھبۃ للواھب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا
فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے ھ اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک ہوگا بدون
قبض کے اور جبکہ قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلذا لا یشترط فیہ
قبض الواھب وصح الرجوع فی الشائع ولو کان ھبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا اسواسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا
واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہوتا یعنے اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم وللواھب ردہ علی بائعہ
مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ھ یعنے واہب نے ایک چیز خریدکی پھر وہی چیز دوسرے
شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد بالعیب
بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ھ یعنی اگر ایک چیز خریدکی پھر اسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھیر دیا
تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول
اسکو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا رد بالعیب فقط رضا بلا قضا
اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ھ چونکہ حق مشتری سلامت مبیع میں ہے لہذا اگر مبیع کا عیب
زائل ہوجاوے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لےگا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃً لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ
کہ اسمیں فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اسکیطرف عائد ہوگی نہ ہبہ جداگانہ تو افتراق بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا

کذا فی المنح مجمع۔ ثم مرادُہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثرٌ فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلًا والا لعاد المنفصل الی ملک
الواہب بالرجوع فقہ پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان
ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی
موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے
بالکل بطلان اثر مراد نہیں اتفقا الواہبُ والموہوبُ لہ علی الرجوع فی موضعٍ لا یصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابتہ
جاز ہذا الاتفاق منہما جو ہوئی واہب اور موہوب نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جس میں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت میں
تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجواہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃٌ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ
ہبہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ ہبہ ہے ثم قال وکل شئ یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے
کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو اسکا یہی حکم ہے ہم یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمیں اقالہ کرنا
نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوضٍ اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں
اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے فی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع
رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہو گیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملک میں ہو سکتا ہے جبکہ موہوب
پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العینُ الموہوبۃ واستحقّہا مستحقٌ وضمّن المستحقُّ الموہوبَ لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا
عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہو گئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہیں لیگا
اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمیں سلامت موہوب مستحق نہیں ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا
ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارے میں جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاوے پھر ایک مرد اسکا مستحق
ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی والعاریۃ کالہبۃ ہنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ
ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور یہاں غرور
نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ہم عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں ورنہ عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف
ہو جاوے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان پھیر لے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط
العوض المعین فہی ہبۃ ابتداءً فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیعٌ انتہاءً فترد بالعیب وخیار الرویۃ وتؤخذ
بالشفعۃ ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیعٌ ابتداءً وانتہاءً اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے
تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ
عیب اور خیار الرویۃ سے پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھکو فلانی چیز عوض دے
اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا
اور اسی طرح خیار الرویۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع
تسلیم جائز ہوگا اور قبض شرط نہ ہوگا اور شیوع مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینًا لانہ لو کان مجہولًا بطل اشتراطہ فیکون

ھِبَۃٌ ابتداءً وانتہاءً اور عوض میں مصنف رحمہ نے معین ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو بصورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونوں اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وَھَبَ الواقف ارضًا بشرط استبدالہ او بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی واقف نے اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر کیا ہے وفی المجمع واجاز محمدٌ ھبۃ مال طفلہ بشرط عوضٍ مساوٍ ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن رحمہ نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہو سو ہو اور شیخین رحمہ نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو شیخین رحمہ کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی ط یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک جائز ہو اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے شیخ خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض نازل ہو واقف کی شرط میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر کے کہ ہبہ باعتبار ابتداء کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقاً

فصل

فی مسائل متفرقۃ یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ میں وَھَبَ اَمَۃً اِلَّا حملہا او علی ان یردھا علیہ او یعتقہا او یستولدھا او وھب دارًا علی ان یرد علیہ شیئًا منہا او معینًا کثلث الدار او ربعہا او علی ان یعوض فی الھبۃ والصدقۃ شیئًا منہا صحت الھبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی وبطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانہ بعض او مجہول والھبۃ لا تبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوا اسکے حمل کے یا ہبہ کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بناوے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو جیسا تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثنا حمل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرطوں سے … مجہول ہونا … صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی تعلیل … کہ یہ شروط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے ولا نسلم ما مر من اشتراط معلومیۃ العوض اور نہیں مانتے اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ہم نے جہالت عوض کی مفسد ہونی ماتن اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جس عقد کی شرط تنقص ہو تو شرط اسکی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور دین کذا فی الطحطاوی اعتق حملًا امۃ ثم وھبہا صح ولو دبرہ ثم وھبہا لم یصح لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولًا بہ بخلاف الاول لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول کل ہوا اور شرط ہبہ ہے کہ موہوب مشغول نہ ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی جو صورت عتق حمل واہب کی ملک میں باقی نہ رہا تو موہوب مشغول بملک واہب نہ رہا کما لا یصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غدٌ او ان مت بضم التاء فانت بری من الدین او ان مت من مرضک او ان مت من مرضی ھذا فانت فی حل من مہری فھو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق جیسے صحیح نہیں تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے جیسا کہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جاوے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے … مخاطرہ نہیں مگر سبب … تعلیق دین کے ساتھ … کذا فی الطحطاوی الا بشرط کائن لیکون تنجیزًا کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابرأتک عنہ صح تعلیق ابراء کی بشرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تا کہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیۃ اور اسی طرح یہ تعلیق کہ اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیہ … مشار الیہ سے مراد

یقینی نہین لہذا شارح نے اسکو وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہی لہذا اسکو یہان وصیت کہا جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لابطلان
الشرط بطریق عمری جائز ہی اور موہوب اسکا ملوک ہی جسکو مدت العمر کیواسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ھم عمری یعنی
اول یہ ہی کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب مرجاسے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب لہ
اور اسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی لا تجوز الرقبی لانہا تعلیق بالخطر رقبہ جائز نہین کیونکہ تعلیق ہی خطر پر ھم رقبی یعنی یہ کہ میرا گھر
تیرا ہی بطریق رقبے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہی اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہی امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہی کہ یہ ہبہ جائز نہین بسبب تعلیق بالخطر کے اور
ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہی کیونکہ فی الحال تملیک ہی اور شرط باطل ہی اور پہلا قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن المضمرات و اذا لم تصح تکون عاریۃ
لشمنی بحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی لمعمرہ فی حیاتہ و موتہ لا ترقبوا من ارقب شیئا فہو سبیل المیراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا
تو اس طرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہی کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا
مالک زندگی اور موت مین وہی شخص ہی جسکو عمر بھر کیواسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہی یعنی رقبی
دینے والے کی میراث ہی بعث الی امرأتہ متاعا ھدایا الیہا و بعثت ہی لہ ایضا ھدایا عوضا للہبۃ صرحت بالعوض اولا ثم افترقا بعد الزفاف
و ادعی الزوج انہ عاریۃ لا ہبۃ و حلف و اراد الاسترداد و ارادت ہی الاسترداد ایضا یسترد کل منہما ما اعطی اذ لا ہبۃ فلا عوض زوج
زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کیواسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے
اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین
سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین سو بدلا بھی نہین یعنی اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا
و لو استہلک احدہما ما بعثہ الآخر ضمنہ لان من استہلک العاریۃ ضمنہا قہستانی اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے
نے دیا تھا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضمان دے کذا فی الخانیہ ھم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع
خود تلف ہوجاتی تو تاوان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین و ابراؤہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب نفسا
تقدم متصلا ... ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جسپر دین ہی اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہی بدون قبول کرنے مدیون کے
... اور ابرا اسقاط ہی اور اسقاط مین قبول
شرط نہین ... کے فسخ کا موجب ہوجیسا کہ رب السلم نے ابرا کیا ... متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا
تو دوسرے کے قبول ... موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو مستحق بالعقد ہی اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین لکن یرتد بالرد
فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط و قیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہی بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہی مجلس اور
غیر مجلس مین رد کر دینے سے اسواسطے کہ اسمین معنی اسقاط ہی اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہی کذا فی العنایہ ھم معنی اسقاط التعمیم کی تعلیل ہی یعنی
رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمین معنی اسقاط ہی اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہی لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل و لم یرد حتی
افترقا ثم بعد ایام ردہ لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ مین ہی کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہان تک کہ دائن اور مدیون
جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح مین رد نہوگا ھم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہی اسپر یہ استدراک ہی بعضون نے اسکا یون جواب
دیا ہی کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہی لیکن دوسرا قول اصح ہی تو دو قول مصحح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک

ولا ہوا اسقاط لیکن مجتبیٰ میں ہے صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے ھم یہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک
وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلاث حوالۃ و وصیۃ واذا اسلطہ
ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ یعنی دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جسپر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں
اور وصیت میں اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی ھم جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا اسوکل کے واسطے پھر اپنے
واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہوا اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور
وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ومنہ ما
لو وھبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے
تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے ھم یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ صحیح قول ہے
کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسی طرح اشباہ میں ہے کذا فی
الطحطاوی وتفرع علی ھذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فصولین اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع
ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین ھم یعنی وکیل بیع مؤکل کو
اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب
الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت
نہیں ہے کہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے
نہ تملیک ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے ھم تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا
اور اسی طرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وھو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی
نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ باطل فتامل اور اسی طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے
کذا فی البزازیہ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کیواسطے باطل ہے تو اسکو تامل کر لو
ھم جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ
تصرف الامام منوط بالمصلحۃ البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدھما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے
قاعدے میں بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول ہے کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی
اسی شخص کیواسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ھم مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اسکو دیا جائے
جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضا سے غیر کا اس میں دخل نہیں کذا فی الطحطاوی والصدقۃ کالہبۃ بجامع
التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطائے غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکسان ہیں وحینئذ لا تصح
غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہے ولا
رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اسمیں رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواهب هبة وقال الآخر صدقة فالقول للواهب خانية اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا واہب نے
کہا ہبہ ہے یعنی جو میں نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہے یعنی پھیر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک یعنی ہبہ ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہے اور جبتک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اسمیں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا جائز ہے
اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں بقیاس علی الہبہ اور اکثر علما اسیر ہیں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شی ہیں باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی
نام کی مغائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغائرت اسواسطے ہے کہ اگر درختوں پر لگے پھلوں کو ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے
اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے انتہی کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل متفرقہ شارح کے كتب قصة الى السلطان يسأله تمليك ارض محدودة فامر السلطان بالتوقيع فكتب الكاتب جعلتها ملكا له هل
يحتاج الى القبول في المجلس القياس نعم لكن تعذر الوصول اقيم السؤال بالقصة مقام ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک زمین محدودہ
کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اسکے منشی نے لکھدیا کہ اس زمین کا میں نے اسکو مالک کر دیا تو اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے
کہ ہاں قیاس یہی ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک
محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجها مالا بسؤاله ليتوسع فظفر به بعض
غرمائه ان كانت وهبته او اقرضته ليس لها ان تسترد من الغريم وان اعطته ليتصرف فيه على ملكها فلها ذلك لانه
زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اسکے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اسکو قرض دیا ہو
تو زوجہ کو قرض خواہ سے پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اسنے دیا ہو تاکہ زوج اسمیں تصرف کرے زوجہ کے مالک رہنے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہے نہ زوج کو
دفع لابنه مالا ليتصرف فيه ففعل وكثر ذلك فمات الاب ان اعطاه هبة فالكل له والا فميراث وتمامه في جواهر الفتاوى
ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اسمیں تصرف کرے سو اسنے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا
ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ مال سب وارثوں میں قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی میں ہے بعث اليه بهدية في اناء هل يباح اكلها فيه ان كان
ثريدا ونحوه مما لو حوله الى اناء آخر ذهبت لذته يباح والا فان كان بينهما انبساط يباح ايضا والا فلا ایک شخص نے
دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن میں کیا اسکا کھانا اسی برتن میں مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے میں بھیگی ہو یا مانند اسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر
اسکو دوسرے برتن میں کیجیے تو لذت اسکی جاتی رہے تو اسمیں کھا لینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونوں شخصوں میں بے تکلفی ہو تو بھی
اسمیں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن میں اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالی اور تھیلی وغیرہ ذلک
تو وہ شخص اسکا مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیاں پھلوں کی تو ظرف بھی تحفہ ہے اور اسکا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا
دعا قوما الى طعام وفرقهم على اخونة ليس لاهل خوان مناولة اهل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وهرة لغير رب المنزل ولا كلب
ولو لرب البيت الا ان يناوله الخبز المحترق للاذن عادة وتمامه في الجوهرة ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگوں کو جدا
جدا خوانوں پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہے اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور
نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اسکا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اسکا جوہرہ میں ہے ہم فقیہ نے کہا کہ
قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہو اسکا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے

جو دستارخوان پر پکڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اُسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا جوہرہ مین ہے
کہ ایک شخص نے دوسرے کو خط لکھا اور اُسمین یہ لکھا کہ اُسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اُس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اُسکو اُسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت
خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لَا جَبْرَ عَلَی الصِّلَاتِ اور اشباہ مین ہے کہ جبر نہین صلون پر صلات جمع ہے صلہ کی
اور صلہ عبارت ہے ادائے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج اِلَّا فِی اَرْبَعٍ شُفْعَۃٍ وَنَفَقَۃِ زَوْجَۃٍ وَعَیْنٍ
مُوْصًی بِھَا وَمَالِ وَقْفٍ صلون پر زبردستی نہین مگر چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اس چیز مین جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال مین ہم
تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفیع مرجاے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت
اور اسے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وَقَدْ خَرَّجْتُ اَبْیَاتَ الْوَھْبَانِیَّۃِ عَلٰی وَفْقِ مَا فِی شَرْحِھَا لِلشُّرُنْبُلَالِیِّ فَقُلْتُ
شعر وَوَاھِبُ دَیْنٍ لَیْسَ یَرْجِعُ مُطْلَقًا + وَاِبْرَاءُ ذِی نِصْفٍ یَصِحُّ الْمُقَرَّرُ + اور الہبۃ مین نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تخریج کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مین نے
یون کہا اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول محرر اور محقق ہے
ہم ابرائے نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر دائن یون کہے کہ مین نے اپنا حصہ معاف کردیا
تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اُسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا
کہ نصف النصف یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی **شعر** + عَلٰی حَجِّھَا وَتَرْکِہٖ ظُلْمَھَا لَھَا + اِذَا وَھَبَتْ مَھْرًا وَلَمْ یُوْفِ یَخْسَرُ + جبکہ
عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم نکرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نکی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ بشرط
حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت
ترک مہر پر راضی تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ
مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر **شعر** + مُعَلِّقُ تَطْلِیْقٍ بِاِبْرَاءِ مَھْرِھَا +
وَاِنْکَاحِ اُخْرٰی لَوْ یَرُدُّ فَیُطْلَقُ + طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظاہر یہ ہے کہ یعنی طلاق
نہ واقع ہوگی ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کردون اور تو اپنا مہر مجھکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب
زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے **شعر** + وَاِنْ قَبَضَ
الْاِنْسَانُ مَالَ مَبِیْعِہٖ + فَاَبْرَاَ یُؤْخَذُ مِنْہُ کَالدَّیْنِ اَظْھَرُ + اور اگر آدمی نے اپنے مبیع کا مال یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اُس سے پھیر
لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابراء ثمن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے
تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اُسکو بائع سے پھیرلے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اُس سے دین پھیر لیگا **شعر**
وَمِنْ دُوْنِ الْاَرْضِ فِی الْبِنَاءِ صَحِیْحَۃٌ + وَعِنْدِیْ فِیْہِ وَقْفَۃٌ فَیُحَرَّرُ + اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمین توقف اور
تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے قُلْتُ وَجْھُہٗ وُقُوْفِیْ نَصِّھِمْ فِیْ کِتَابِ الرَّھْنِ بِاَنَّ رَھْنَ الْبِنَاءِ دُوْنَ الْاَرْضِ
وَعَکْسَہٗ لَا یَصِحُّ لِاَنَّہٗ کَالشَّائِعِ فَتَاَمَّلْہُ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ مین تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن مین اس
مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہین اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اس مین تامل کر ہم اصل توقف علامہ

عبد البر شارح وہبانیہ سے ہو شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ میں یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے مجھکو عمارت اُسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ بیان کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی تصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی انتہے اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور مین بھرا اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کیوجہ سے گویا اُسنے علحدہ کرنیکے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن نددے اور موہوب لہ لیا کرے تو تاوان اُسپر لازم ہوگا انتہے تو مدار تحقیق اِس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنی صحت ہبہ عمارت بلا ارض اُس صورت مین ہی جبکہ واہب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اُسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی وَاشْتُرِطَ بِاَظْهَرِ لِمَا فِي الْعِمَادِيَةِ عَنْ خَوَاهَرْزَادَهْ اَنَّهُ لَا يَصِحُّ وَافْتَاهُ بَعْضُ الْمَشَايِخِ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر دوسری بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہی خواہرزادہ سے کہ بعض قبض ثمن مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرلے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وَيَبْطُلُ فِي النِّكَاحِ مَتَى نَهَاهُ بِوَجْهِ لِلْإِبْرَاءِ اَبْطَلَهُ فَذَهْ حِنْثٌ فَلْيُحْفَظْ اور بلفظ یبطل اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرلے پھر زوجہ ظفر یاب ہوا اسواسطے کہ ابراکے رد کرنے سے اُسنے تعلیق طلاق کو باطل کردیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے

خاتمہ تاتارخانیہ مین ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسا کہ کپڑا یا اُس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسا کہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اسمین سے کچھ ندے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اسمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کیواسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اُسکے کفن کیواسطے تو اُس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اُسکا کرے اور وہ کپڑا اپنے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اُسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے کذا فی الطحطاوی

واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علی سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۵

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علے احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار مطبع نامی صاحب فانت دستور جناب منشی نولکشور دام اقبالہ واقع لکھنؤ شہر صفر ۱۳۰۴ھ ہجری مطابق ماہ نومبر ۱۸۸۶ء مین چھپکر طیار ہوئی

کنز الدقائق - فقہ کی معتبر کتاب مصنفہ
نصیر الدین کرمانی -
مالابد منہ وصیت نامہ مصنفہ
قاضی ثناء اللہ پانی پتی -

فقہ عربی

فتاوی عالمگیری - علمائے متفق ہو کر
مسائل ضروریہ فقہ عبادات اور معاملات کو
ایک اعلی درجے کا ذخیرہ عہد دولت
عالمگیر مین بموجب مجوزہ بادشاہ کے بنایا
جسکی چار جلد ہین کاغذ سفید -
۱ - جلد اول - جسمین مسائل کتاب الطہارۃ
سے تا کتاب الحج ہین -
۲ - جلد دوم کتاب النکاح سے تا
کتاب الوقف مسلسل ہند سہ جلد اول و
دوم یکجائی -
۳ - جلد سوم - کتاب البیوع سے
کتاب الغصب تک -
۴ - جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے
تا کتاب الفرائض -
یہ فتاوی کثیر الضخامت کمال درجہ کا مستند
اور مستداول ہی کہ تمام قلمرو زیر حراست بلاد
اسلامی مین اسی فتاوی کے مسائل یہ
خواہ وہ مسائل عبادت سے ہون یا معاملات
سے عملدرآمد اور انجاح کار عدالت اسلامی کا
اسی کتاب کے مسائل پر موقوف ہی اور
علمائے ہند کا اسپر اتفاق ہی کیا غریب صنعت
چھاپہ کی اختراع ہوئی ہی کہ جسکے ذریعہ سے
ایسی کتابین بڑے بڑے حجم کی خوشخط اور
بصحت مین خوب میسر آجاتی ہین اور اس
ارزانی کے ساتھ تمام ممالک محروسہ اسلامی
وغیرہ شہرون مین مل سکتی ہین یہ انسان کو ایک
موہبت مواہب عظمی الہی سے تصور کرنا اور شکر
بجا لانے کا مقام ہی لہذا اہل علم ایسے گوہر
بے بہا کو نقد جان سے اگر خرید فرما دین تو
بجا ہی -
عینی شرح ہدایہ - حامل المتن اور حاشیہ پر
پورا ہدایہ بھی چڑھا ہی مولفہ شیخ ابا محمد بن
احمد العینی یہ شرح بہت کمیاب او نادرات
سے ہی سارے ہندوستان مین بتلاش
صرف ایک کتاب بہم پہونچی جسکی نقل ہوکر
بصحت و کوشش تمام چھپی یہ کتاب
چار جلد مین ہی -
۱ جلد اول - کتاب الطہارت سے
تا کتاب الحج - دو ٹکڑے یعنی دو حصے ہین
۲ - جلد دوم - کتاب النکاح سے تا
کتاب الوقف دو ٹکڑے یعنے دو حصے ہین
۳ - جلد سوم - کتاب البیوع سے
تا کتاب الغصب -
۴ - جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے
تا مسائل شتی -
درمختار فی شرح تنویر الابصار - بہت
عمدہ فتاوی اہل اسلام کے مسائل اور
فتوون کا اس کتاب پر زیادہ مدار ہی اول
تو اسکا متن تنویر الابصار ہی ایک جامع کتاب ہی
اور جب اسکی شرح ہوگئی پھر تو کوئی مسئلہ
کوئی احتمال کوئی جزئی مسئلہ باقی نہ رہا مولانا
بالفضل اولنا مشہور خاص و عام گروہ
اسلام محمد علاء الدین حنفی اسکے مصنف ہین
سبحان اللہ خدائے تعالی نے استخراج
مسائل اور اختراع جزئیات کی قوت
استعدادی اور ملکہ راسخہ انکو ایسا عطا فرمایا تھا
کہ حتی الوسع انھون نے اپنے تبحر و فضیلت سے
کوئی بات ناتمام نہین چھوڑی - احتمال سے
احتمال اور جزئی سے جزئی اور مسئلہ سے مسئلہ
پیدا کیا ہی اگرچہ علم فقہ کے بہت سے فتاوی
مثل فتاوی عالمگیری اور فتاوی قاضیخان
اور فتح القدیر اور عینی اور کنز الدقائق وغیرہ
تصنیف ہوے ہین وہ ہر ایک کی شان علیحدہ
علیحدہ ہی مگر حسن خوبی اور بسط او انکشاف
مسائل کی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہی اسکی
طرز ہی سب سے نرالی ہی عبارت نہایت
صاف اور سلیس ہی جسمین اجنبی اور غریب
لغت نام کو بھی نہین اور فی التحقیق ایسے
عالیشان فتاوی کی ایسی ہی عام فہم
عبارت ہونی چاہیے -
۱ - جلد اول - کتاب الطہارۃ سے
کتاب الحج تک -
۲ - جلد دوم - کتاب النکاح سے
کتاب الوقف تک
۳ - جلد سوم - کتاب البیوع سے
کتاب الغصب تک -

۴- جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔

فتاوی قاضی خان۔ مصنفہ قاضی حسن بن منصور بن محمود اوزجندی مع فتاوی ابراہیم حاشیہ پر بڑے رتبے کا فتاوی ہے مقبول العلما بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہے چار جلدین

۱- جلد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲- جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳- جلد سوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴- جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔

اور اکثر ارباب افتا کا اسی کے مسائل پر عمل ہے۔

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک مصنفہ عبید اللہ بن احمد النسفی۔

جامع الرموز۔ متداول بین العلماء از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضا چار حصہ

شرح وقایہ۔ مصنفہ محمود بن صدر الشریعۃ بن عبید اللہ بن جمال الدین المحبوبی محشی مع رسالہ دائرہ ہندیہ از مولوی خادم احمد فقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہے جلدین اولین عبادات مین چھپین۔

شرح وقایہ مع چلپی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا نہایت مستند ہے کمال درجہ کا محشی ہو کر چھپا ہے چار جلد یعنے کتاب الطہارۃ کتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ اور جو حواشی کثرت سے تھے اور کاغذ حاشیہ کا مکتفی نتھا لہذا علحدہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہ پر لگا دیے ہین۔

ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ کا مصنفہ علامہ اخی یوسف بن جنید چھاپہ کلکتہ سے نقل ہو کر چھپا۔

ملا اسٹہ۔ حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ ملا اخوند اسٹہ کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک

مختصر وقایہ۔ مصنفہ صدر الشریعۃ عبید اللہ اسمین کتاب الطہارت وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ کے چار دن حصون کا بیان ہے۔

فتاوی کنز الدقائق۔ محشی مصنفہ عبد اللہ بن مسعود النسفی چار جلدین کتاب الطہارت وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ وما یتعلق بہا سب مذکور ہین دو وہرہ حاشیہ ہے

قدوری۔ مصنفہ ابو الحسن بن احمد بن محمود بن جعفر البغدادی بتصحیح علماے فرنگی محل طبع ہوئی۔

شرح الیاس۔ محشی چارون جلد کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الشفعہ اسمین مذکور ہین۔

جلدین اولین۔

جلدین آخرین۔

ایضاً۔ کاغذ فاختائی۔

ایضاً۔ مطبوعہ قدیم کاغذ سفید۔

عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ بچون کے دودھ پلانے کی حد میعادی از راہ شریعت۔

اصول فقہ عربی

الحق

حسامی محشی۔ متن متین مصنفہ مولانا حسام بصحت علماے فرنگی محل لکھنو چھپی۔

کتاب التحقیق۔ معروف بہ غایۃ التحقیق یہ شرح حسامی کی ہے از مولوی عبد العزیز بن احمد البخاری بصحت علماے فرنگی محل چھپی۔

اصول شاشی۔ محشی۔

توضیح تلویح۔ مع سہ حاشیہ کمیاب مصنفہ صدر الشریعۃ۔

۱- حاشیہ چلپی۔ مصنفہ حسن چلپی۔

۲- حاشیہ شیخ الاسلام۔ از ملا شیخ الاسلام

۳- حاشیہ خسرو۔ مصنفہ ملا خسرو۔

اشباہ والنظائر۔ شرح حموی از سید احمد بن محمد حنفی۔

شرح مسلم الثبوت۔ مصنفہ بحر العلوم ملا عبد العلی بصحت فرنگی محل چھپی۔

نور الانوار۔ شرح منار اصول فقہ مین تصنیف مشہور از ملا جیون استاد عالمگیر محشی بحواشی ذیل حاشیہ قمر الاقمار و رسالہ احکام النفائس و رسالہ ترویح الجنان۔